فٹ پاتھ کی گھاس

بانو قدسیہ

ترتیب

۱۔ چٹان پر گھونسلا	....	ڈرامہ ۸۱ء	9
۲۔ سراب	....	ڈرامہ ۸۲ء	67
۳۔ زرد گلاب	....	ڈرامہ ۸۲ء	113
۴۔ انجانے میں	....	ڈرامہ ۸۳ء	169
۵۔ شکایتیں حکایتیں	....	ڈرامہ ۸۳ء	221
۶۔ کھل سم سم	....	ڈرامہ ۸۴ء	261
۷۔ سانول موڑ مہاراں	....	ڈرامہ ۸۴ء	303
۸۔ آنکھ مچولی	....	ڈرامہ ۸۴ء	349
۹۔ فٹ پاتھ کی گھاس	....	ڈرامہ ۸۵ء	399
۱۰۔ رات گئے	....	ڈرامہ ۸۵ء	439
۱۱۔ علی بابا اور قاسم بھائی	....	ڈرامہ ۸۵ء	493
۱۲۔ اچھے دن کا انتظار	....	ڈرامہ ۸۶ء	543
۱۳۔ یہ جنوں نہیں تو کیا ہے؟	....	ڈرامہ ۸۷ء	585

کردار

حنا	....	نوجوان۔ خوش شکل ماڈرن لڑکی
شوکت	....	حنا کا باپ
خورشید	....	حنا کی ماں
ہمایوں جاوید	....	خوبصورت نوجوان مرد
حاجی اسلم یوسف زئی	....	عمر پچاس سال ہمایوں کا باپ
فاطمہ	....	حنا کی بیٹی
صبا	....	حنا کی شادی شدہ بہن
کمال	....	حنا کا بھائی۔ دس برس کا لڑکا
ہمایوں کی ماں	....	پچاس سال کے لگ بھگ مریض عورت

سین ۱ ان ڈور دن

(کنیرڈ کالج کا آڈیٹوریم۔ اگر اسے آپ آؤٹ ڈور میں نہ بنانا چاہیں تو کم از کم اسے ایک مرتبہ دیکھ لیں تاکہ اس سے مشابہہ ماحول سٹوڈیوز میں بنایا جاسکے۔ اس وقت ہال میں "ایز یو لائیک اٹ" کی ڈریس ریہرسل ہو رہی ہے۔ ایک لڑکی Rosiland کا لباس پہنے تیار بیٹھی ہے۔ لڑکیوں کا ایک گروپ اسی طرح ڈرامے کے باقی کرداروں کا لباس پہنے بیٹھا ہے۔ انہی میں آرلینڈو اور آدم بھی ہیں۔

کچھ فاصلے پر ایک پروفیسر ہاتھ میں ڈرامے کا سکرپٹ لئے بیٹھی ہے۔ پردہ کھلتا ہے۔ ساتھ ہی آکسیجن کی موسیقی جاری ہوتی ہے۔ گروپ میں سے حنا' جس نے ڈیوک کا لباس پہن رکھا ہے' اور اس کے ساتھ آرلینڈو اور آدم سٹیج پر جاتے ہیں۔ باقی لڑکیاں تالیاں بجاتی ہیں۔ سٹیج پر پہنچ کر حنا شیکسپیر کے انداز میں اپنا رول ادا کرتی ہے۔)

حنا ....

Blow blow thou winter wind, Thou
are not so unkind as Man's
ingratitude thy tooth is not so
keen because thou are not seen
although thy breath be rude

(اس وقت ڈیوک خوشی سے تالی بجاتا ناچتا ہوا سارے سٹیج پر گھومتا کہتا ہے)

ڈیوک......

Heigh ho - sing high ho unto the greenwood holly Most friendship is feigning most loving mere folly

(اس وقت پروفیسر اپنی کرسی سے اٹھ کر سٹیج پر جاتی ہے اور حنا سے کہتی ہے)

پروفیسر......حنا تم کو اس Song کے مطلب پتہ ہیں۔

حنا......جی میں سمجھتی ہوں۔

پروفیسر......نہیں تم نہیں سمجھتی ہو۔ ورنہ تم اس میں زیادہ remorse ، زیادہ depth ڈال سکتیں۔ ______

Blow blow thou winter wind سرما کی ٹھنڈی ہوا چل......چلتی ر۔ تو اتنی بے رحم نہیں ہے جس قدر ایک احسان فراموش شخص۔ man's ingratitude پر زور دو۔ سردیوں کی ٹھنڈی ہوا سے بھی احسان فراموش انسان کا رویہ زیادہ بے رحم ہوتا ہے۔ سمجھیں؟......
Try again ______

(پروفیسر اپنی کرسی پر جا کر بیٹھتی ہے۔ حنا ذرا اور آہستہ اور زیادہ گہرائی سے پہلی چار لائنیں پڑھتی ہے۔ اس دوران یہ منظر ڈزالو ہوتا ہے۔)

____ کٹ ____

سین ۲ آؤٹ ڈور دن کا وقت

(بند کی سڑک پر کار میں حنا جا رہی ہے۔ وہ بہت خوش ہے۔ اس کی ساتھ والی سیٹ پر اس کا رول پڑا ہے۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی اسے بھی پڑھ لیتی ہے۔ کیسٹ آن ہے اور نانا مسکوری کا یہ گانا لگا ہوا ہے۔ اس کے پاس سے ایک کار تیزی سے گذرتی ہے)

Imagine there is no country.
Imagine there is no religion.

(جب کچھ دیر ہم اسے کار ڈرائیو کرتے ہوئے دکھاتے ہیں تو یکدم وہ گاڑی کو زور سے بریک لگاتی ہے۔ گاڑی ایک سکریچ کے ساتھ رکتی ہے۔ سڑک پر ایک موٹر سائیکل ایک طرف الٹا پڑا ہے۔ سارے میں کانچ کے ٹکڑے پھیلے ہیں اور ہمایوں منہ کے بل سڑک کے بیچوں بیچ پڑا ہے۔ اس کے ماتھے اور کندھے سے خون رس رہا ہے۔ سڑک پر بھی خون کے دھبے ہیں۔ ہمایوں بے ہوش پڑا ہے۔ ایک سائیکل پر سوار آدمی دوسری طرف سے آرہا ہے۔ حنا بریک لگانے کے بعد جلدی سے کار سے نکلتی ہے اور ہمایوں کے پاس بھاگ کر جاتی ہے۔ اٹھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس وقت سائیکل پر سوار دیہاتی پہنچتا ہے' سائیکل سے اترتا ہے اور حنا کی مدد کرتا ہے۔ یہ دونوں مل کر اسے کار تک لے جاتے ہیں)

____ کٹ ____

سین ۳ آؤٹ ڈور دن

(حنا کار کو تیزی سے یونائیٹڈ کرسچین ہسپتال میں لاتی ہے۔ ایک سٹریچر منگوایا جاتا ہے۔ ہمایوں کو اس پر ڈالتے ہیں اور جلدی سے اندر لے جاتے ہیں)

____ کٹ ____

سین ۴ ان ڈور دن

(ایک ڈاکٹر اور چند نرسیں ہمایوں کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ مکمل طور پر بے ہوش ہے)

____ کٹ ____

سین ۵ ان ڈور دن

(ہسپتال کے کاؤنٹر پر حنا فون کر رہی ہے)

حنا...... لیکن جی مجھے کیا پتہ کہ کس تھانے میں رپورٹ کرنی ہے۔ مجھے تو آپ کا نمبر یہاں سے ملا ہے۔ میں نے آپ کو انفارم کر دیا ہے...... جی بند روڈ پر...... موٹر سائیکل وہیں ہے۔ پتہ نہیں جی...... غالباً کار ہی تھی...... شیشے ٹوٹے ہوئے تھے سڑک پر...... کیا پتہ ٹرک ہو...... دیکھئے سر مجھے کچھ پتہ نہیں۔ دو تین خط نکلے ہیں اس کی جیب سے...... خطوں پر ہمایوں جاوید نام لکھا ہے...... ایک ڈائری چھوٹی سی نکلی ہے جس میں کچھ فون نمبر ہیں۔ تھانے دار صاحب مجھے کیا پتہ کس تھانے میں اطلاع دینی ہے۔ متعلقہ تھانے میں آپ اطلاع دیدیں خود...... میں نے تو مریض ہسپتال پہنچا دیا ہے...... جی موٹر سائیکل وہیں ہے سڑک پر۔

کٹ

سین ۶ ان ڈور وہی وقت

(مریض کو جیسے سرجری کی طرف لے جانے کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ اس وقت حنا پریشان بھاگی بھاگی آتی ہے۔)

حنا...... کیا حال ہے؟

ڈاکٹر...... ہم انہیں سرجری میں لے جا رہے ہیں۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ کچھ ٹانکے لگیں گے...... مریض کو سرجری میں لے چلیں پلیز۔ (سسٹر اور نرس مریض کا سٹریچر لے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر اور حنا کچھ دیر کیلئے کھڑے رہ جاتے ہیں) آپ ان کی وائف ہیں۔

حنا...... نہیں جی۔

ڈاکٹر...... سسٹر؟......

حنا...... نہیں سر یہ تو ایکسیڈنٹ کیس ہے۔ میں آپ کے ساتھ جو پہلے ڈاکٹر تھے ان کو بتا چکی ہوں۔ میں تو انہیں سڑک سے اٹھا کر لائی ہوں......

ڈاکٹر...... میں تو سرجری میں چلا ہوں۔ آپ کسی طرح ان کے گھر فون کریں یا اطلاع دیں۔ ممکن ہے اس ٹائملی مدد کے باوجود ہم انہیں بچا نہ سکیں۔

(ڈاکٹر جاتا ہے۔ وہ ہکا بکا کھڑی ہے)

کٹ

سین ۷ ان ڈور دن

(حنا بھاگی بھاگی انکوائری والے کاؤنٹر پر آتی ہے۔)

حنا...... پلیز میں کال کر سکتی ہوں؟

کلرک...... (بددلی سے فون آگے کرتا ہے) کر لیں جی

(حنا پیسے رکھتی ہے اور فون کی ڈائری دیکھتی ہے)

حنا...... (نمبر ملا کر) ہیلو...... ہیلو جی۔ یہ ریواز گارڈنز ہیں!...... جی...... یہ حاجی اسلم یوسف زئی کا گھر ہے؟ جی حاجی اسلم یوسف زئی؟ سوری رانگ نمبر......

(وہ نمبر ملاتی جاتی ہے۔ رانگ نمبر نکلتے آتے ہیں)

کٹ

سین ۸ آؤٹ ڈور وہی وقت

(گیلری میں سے ہو کر ہمایوں کو سرجری میں داخل کرتے ہیں)

______ کٹ ______

سین ۹ ان ڈور دن

(ایک طرف حنا فون کر رہی ہے، دوسری طرف اسلم یوسف زئی فون پر موجود ہے۔ یہ چھوٹی سی ڈاڑھی کا بیورو کریٹ عادات کا آدمی ہے۔ بات کو بہت جانچ تول کے، جما جما کر کرتا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے وہ لمبے چوڑے تجربوں میں سے گزرا ہے)

اسلم......جی نمبر ٹھیک ہے۔ میں اسلم یوسف زئی بول رہا ہوں۔

حنا......حاجی صاحب آپ کے لئے ایک خراب نیوز ہے۔

اسلم......جی............؟

حنا......بات یہ ہے حاجی صاحب میں آدھا گھنٹہ ہوا اپنی فرینڈ کے گھر سے آ رہی تھی تو سڑک پر...... حاجی صاحب اگر آپ کھڑے ہیں تو پلیز بیٹھ جائیں۔

اسلم......بی بی۔ تم بات کرو، میں ٹھیک ہوں۔

حنا......وہ جی آپ کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ آئی ایم سوری حاجی صاحب

اسلم......(گھبرا کر) کون سے بیٹے کا............؟

حنا......جی۔ غالباً ان کا نام ہمایوں جاوید یوسف زئی ہے۔

اسلم......ٹھیک۔ یہ میرا بڑا بیٹا ہے۔

حنا......(حیران ہو کر) حاجی جی۔ وہ اس وقت ہسپتال میں ہیں۔ ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ فوراً ہسپتال پہنچ جائیں۔ ڈاکٹر انہیں سرجری میں لے گئے ہیں۔

اسلم......بی بی اس اطلاع کا شکریہ۔ لیکن میں ہسپتال نہیں آ سکتا۔

حنا......آپ کیا کہہ رہے ہیں اسلم صاحب...... ہو سکتا ہے...... ہو سکتا ہے............

اسلم......ہاں سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن میں ہسپتال نہیں آ سکتا۔

حنا......کیا وہ آپ کے سگے بیٹے نہیں ہیں حاجی صاحب۔

اسلم......بالکل سگے ہیں۔ سب سے بڑے اور پہلوٹھی کے لیکن میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حنا......یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں حاجی صاحب۔

اسلم......بی بی میں اس کے لئے دعا کروں گا۔ لیکن میں ہسپتال نہیں آ سکتا اسے ملنے...... میں نے اسے عاق کر دیا ہے۔

(اسلم فون رکھتا ہے۔ حنا حیرانی سے چونگے کو دیکھتی رہ جاتی ہے)

______ کٹ ______

سین ۱۰ آؤٹ ڈور دن

(کار پر تیزی سے حنا ریواز گارڈنز میں آتی ہے۔ کار سے نکل کر ایک کوٹھی کے اندر جاتی ہے۔)

______ کٹ ______

سین ۱۱ ان ڈور دن

(ہمایوں کی ماں پلنگ پر لیٹی ہے۔ پاس ہی حنا آرام کرسی پر بیٹھی ہے۔)

ماں......(دکھ سے) زیادہ چوٹ تو نہیں آئی ہمایوں کو؟............

حنا......میں تو سیدھی آپ کے پاس آ رہی ہوں۔ انہیں سرجری میں لے گئے ہیں۔ آپ کے پاس گاڑی نہیں ہے تو میں آپ کو لے چلتی ہوں۔

ماں......بیٹی اب تو میں دروازے تک نہیں جا سکتی۔ لیکن اگر جا بھی سکتی تو ہسپتال جانے کا ارادہ نہ کرتی۔

حنا......یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ آپ کا بیٹا...... یعنی......

ماں...... اگر اس نے مجھے ہسپتال میں دیکھا تو وہ بہت ناراض ہو گا...... میں اسے اب اور زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتی۔

حنا...... تو ان کے پاس ہسپتال میں کون رہے گا۔ انہیں کون لُک آفٹر کرے گا مسز اسلم؟

ماں...... جو سب کی دیکھ بھال کرتا ہے' اس کی بھی کرے گا۔

حنا...... یہ آپ...... یعنی آپ...... ماں ہو کر ایسی بات کہہ رہی ہیں۔ اگر میں اس شہر میں کسی کو بتاؤں کہ...... کہ ایک ماں باپ ایسے بھی ہیں جو اپنے بیٹے کو ہسپتال میں بھی ملنے نہیں جانا چاہتے تو کیا کوئی مانے گا؟ کیا شہر والے اس بات پر یقین کریں گے؟

ماں...... یہی تو اللہ کی قدرت ہے بیٹی! وہ تمام نہ ماننے والی باتیں بھی بالآخر منوا کر رہتا ہے۔

حنا...... لیکن...... یہ کیسے کیسے ہو سکتا ہے...... کہ ایک ماں......

ماں...... جس بات کا علم نہ ہو بیٹا' اس پر اتنی شدت سے رائے نہیں دیتے۔

—— کٹ ——

سین ۱۲ ان ڈور شام کا وقت

(کھانے کے کمرے میں حنا کی ایک شادی شدہ بہن' اس کا چھوٹا سا بیٹا' ایک دس برس کا بھائی' باپ اور ماں بیٹھے ہیں اور چائے پی رہے ہیں۔ ماں زور و شور سے باتیں کر رہی ہے۔)

صبا...... تو آپ ایسا سوشل ورک نہ کیا کریں ناں امی۔

ماں...... آج پورے دس دن ہو گئے ہیں شوکت صاحب! پورے دس دن۔ میں ان کے ساتھ شاپنگ کرنے جاتی ہوں۔ سارا دن کبھی شاہ عالمی' کبھی سوہے بازار' کبھی انار کلی' کبھی مال...... ٹانگیں ٹوٹ جاتی ہیں اور آپ کی بھابی سے کبھی یہ نہیں ہوا کہ بانو بازار کی چاٹ ہی کھلا دے' کوئی ٹھنڈی بوتل ہی پلا دے۔ میں اپنے پرس میں کیلے اٹھائے پھرتی ہوں۔

باپ...... تو آپ اس کے ساتھ نہ جایا کریں شاپنگ کرنے۔

ماں...... پھر آپ کی بھابی کہیں گی' میری بیٹی کی شادی ہے کسی کو پرواہ ہی نہیں۔ کوئی شاپنگ کے لئے بھی ساتھ نہیں جاتا۔

صبا...... تو امی آپ چچی جان کو بتا دیا کریں ناں کہ آپ تھک گئی ہیں۔ آپ زیادہ نہیں چل سکتیں۔

ماں...... کل میں پورے چار گھنٹے بیٹھی ہوں جیولرز کی دکان پر اور مجھے پتہ ہے آخر میں کیا اجر ملنا ہے اس ساری خدمت کا۔ الٹا کوئی قصور ہی نکل آئے گا میرا......

باپ...... آپ کو اتنی تکلیف ہوتی ہے تو آپ انہیں صاف صاف بتا دیں۔

ماں...... بتا تھوڑی سکتی ہوں میں...... میں تو آپ کو بتا رہی تھی۔ شوکت صاحب لوگ کتنے خود غرض ہوتے ہیں۔ جب میری صبا کی شادی تھی تو آپ کی بھابی نے کبھی پوچھا تک نہیں۔ آرام سے مہندی والے دن آ گئی مقیش کی ساڑھی پہن کر۔

باپ...... ہاں بس بھابی کا مزاج شروع سے ہی ایسا ہے۔

ماں...... اتنی سلفش اتنی سلفش توبہ...... پچھلے سال آپ کو یاد ہے جب ساجد بھائی بیمار ہوئے تو بھی رات کو یہ ماں بیٹیاں کبھی ٹھہری ہی نہیں ہسپتال میں...... کبھی کوئی بہانہ' کبھی کوئی۔

(اس وقت حنا داخل ہوتی ہے وہ بہت تھکی ہوئی لگتی ہے)

حنا...... اسلام علیکم! ایوری باڈی

ماں...... یہ تیرے آنے کا وقت ہے کالج سے...... گاڑی بھی لے جاتی ہے ساتھ تاکہ کوئی اور باہر نہ نکل سکے گھر سے۔

(حنا باپ کے پاس جاتی ہے اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہتی ہے)

حنا...... ابو آج عجیب واقعہ ہوا...... جب میں کالج سے واپس آ رہی تھی تو...... اچانک......

—— کٹ ——

سین ۱۳ ان ڈور شام کا وقت

(میل وارڈ۔ ہمایوں ایک پلنگ پر لیٹا ہے۔ اس کے گلو کوز لگا ہے۔ ڈاکٹر اس کی ہسٹری دیکھ رہا ہے۔ نرس پاس کھڑی ہے۔ حنا اس وقت آتی ہے)

حنا...... سلام علیکم ڈاکٹر صاحب

ڈاکٹر...... وعلیکم السلام

حنا...... جی کیا حال ہے ہمایوں صاحب کا............؟

ڈاکٹر...... میرا خیال ہے انہیں کچھ بلڈ کی ضرورت ہوگی...... شاید ایک بوتل۔ شاید زیادہ۔

حنا...... کیا مطلب ہے......؟

ڈاکٹر...... ان کا بلڈ گروپ + اے ہے۔ اگر ہمیں ایک گھنٹے تک بلڈ مل جائے تو شائد حالات بہتر ہو جائیں...... ورنہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ انکا اپنا بلڈ نکل بہت زیادہ گیا ہے۔

حنا...... اچھا جی میں کوشش کرتی ہوں۔

______ کٹ ______

سین ۱۴ ان ڈور صبح کا وقت

(حاجی اسلم یوسف زئی کا دفتر۔ اس وقت حنا ان کے سامنے بیٹھی ہے)

حنا...... لیکن میں کیسے مان لوں حاجی صاحب۔ کیسے......

حاجی...... کبھی اخبار نہیں پڑھتی ہو بیٹیا۔ ہر روز تو خبریں چھپتی ہیں۔ ہم جیسے بدنصیب باپ روز عاق کرتے ہیں بیٹوں کو۔ سمجھ لو...... اخبار کے عاق نامے درست ہوتے ہیں۔

(حاجی کا چہرہ غم سے بوجھل ہوتا ہے)

حنا...... میرا دل گواہی دیتا ہے آپ بہت سافٹ آدمی ہیں۔ پھر آپ...... کیسے اس طرح پتھر دل بی ہیو کر سکتے ہیں۔

حاجی...... بس ایسے ہی لکھا تھا...... کہ میں آہستہ آہستہ پتھر دل بن جاؤں۔ (دراز کھول کر پیسے نکال کر) یہ کچھ رقم ہے۔ اسے پرائیویٹ وارڈ میں رکھو۔ اس کے لئے بلڈ خریدو۔ لیکن اس بات پر اصرار مت کرو کہ میں تمہارے ساتھ چلوں۔

حنا...... آپ میرے ساتھ ایک بار بھی نہیں چل سکتے...... ہسپتال؟

حاجی...... میں تو کئی بار ہسپتال گیا ہوں۔ پہلی بار جب وہ غنڈوں کے ساتھ لڑا اور خبر ملی کے وہ ہسپتال میں ہے تو گھر سے ہسپتال تک کا راستہ ختم نہیں ہوتا تھا۔ اپنا کیا نام بتایا تم نے؟

حنا...... حنا۔ حنا شوکت۔ گھر پر سب مجھے ہنی کہتے ہیں۔

حاجی...... کئی مرتبہ ہسپتال سے لایا۔ کئی بار پولیس سٹیشن سے لایا...... کئی مرتبہ ہنی اس کے ایسے جعلی چیک ادا کئے جو اس نے لوگوں کو دیئے تھے...... اتنا کچھ ہو چکا ہے۔ اتنا بہت کچھ ہو چکا ہے ہنی کہ ہم سب واپس جانا چاہیں اور آرزو رکھیں کہ ہم میں کوئی شکر رنجی نہ ہو تو ایسے نہیں ہو سکتا......

حنا...... میرا خیال ہے...... یہ آپ زیادتی کر رہے ہیں۔

حاجی...... میں یہ زیادتی اس پر نہیں اپنے آپ پر کر رہا ہوں...... میں باپ ہوں، اسے دیکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ باپ کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ پھر ملاقات کیسے ہو؟ میں تو پروڈی گل سن کی واپسی کا جشن منانا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ بیٹا لوٹ آئے۔ لیکن بیٹا ہو تو لوٹے؟

حنا...... آپ میرے ساتھ چلیں۔ وہ لوٹ آئیں گے۔

حاجی...... ہم تو کئی برس ہوئے اسے روپیٹ چکے؟ کئی بار حنا۔

حنا...... زیادہ سے زیادہ میں یہ کر سکتی ہوں کہ اپنا لہو ہسپتال میں ڈونیٹ کروں اور ہمایوں صاحب کیلئے اے پلس کا انتظام کروں۔ میرا بلڈ گروپ ان سے ملتا نہیں۔

حاجی...... یہ تمہاری مرضی ہے حنا۔ تم اپنا لہو پھینکنا چاہو تو تمہیں اختیار ہے۔

______ کٹ ______

سین ۱۵ ان ڈور دوپہر

(حنا کا بلڈ لیتے ہیں۔ وہ بلڈ دینے کے دوران ڈاکٹر سے باتیں کرتی ہے)

حنا...... تو اب آپ کی ذمہ داری ہے ڈاکٹر صاحب۔ یہ بلڈ آپ رکھ لیں اور ہمیں A+ مہیا کر دیں۔

ڈاکٹر...... میں نے کہا ناں اب آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

I will arrange for the rest

______ کٹ ______

سین ۱۶ ان ڈور شام کا وقت

(صبا اپنے بیٹے کو بیٹھی دلیا کھلا رہی ہے۔ پاس دس برس کا بھائی کمال بیٹھا ہے۔ حنا اپنے ناخنوں پر پالش لگا رہی ہے)

حنا...... پھر؟
صبا...... پھر کیا تم پاگل ہو صریحاً...... تمہیں کیا چٹی پڑی تھی لہو دینے کی......
کمال...... باجی سرنج سے لہو نکالتے ہیں۔
حنا...... (کمال کی پرواہ نہ کر کے) تو میں اسے مرنے دیتی بغیر لہو کے۔
صبا...... کیوں تم نے کوئی ٹھیکہ لے رکھا ہے اس کے جینے مرنے کا۔
حنا...... ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا۔ لیکن اُسے کوئی لہو دینے والا نہیں تھا۔ میں نے اپنا لہو ٹسٹ کروایا تو B- نکلا۔ بڑی مصیبت پڑ گئی۔ شکر ہے ایک اور مریض سے ایکسچینج ہو گیا۔
کمال...... باجی وہ موٹر سائیکل وہیں ہے ہسپتال میں۔
حنا...... موٹر سائیکل تو پولیس والے لے گئے۔
کمال...... آپ موٹر سائیکل ہی گھر لے آتیں میں چلانا سیکھ جاتا۔

(اس وقت ماں اندر آتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں گرم پانی کی بوتل ہے)

ماں...... صبا تیرے میاں کا فون آیا ہے۔ جا اٹنڈ کر۔ (حنا سے) تو اس وقت کہاں سے آئی ہے مہارانی۔ ایک تو مجھے تیری سمجھ نہیں آتی۔
حنا...... ہسپتال سے۔
ماں...... دیکھنا کہیں کوئی اور ہی چن نہ چڑھانا خیر سے۔
حنا...... کیا مطلب امی؟
ماں...... جس کو اس کے ماں باپ نے چھوڑ رکھا ہے تو کوئی اچھی خاصی وجہ ہو گی چھوڑنے کی۔
حنا...... کبھی کبھی ماں باپ بھی اتنی محبت نہیں دے سکتے، جتنی محبت کی ضرورت ہوتی ہے انسان کو۔
ماں...... اس کا بل نہ لے آنا گھر ہماری اتنی پسلی نہیں ہے کہ ہم مفت کے بل بھرتے پھریں۔

حنا...... بل تو اس کا باپ ادا کرے گا۔ اس نے وعدہ کیا ہے۔
ماں...... پھر بھی کیرفل ہونا چاہئے حنا۔ میری طرح خواہ مخواہ لوگوں کی مدد کرتی پھرے گی تو آخر میں وہی کچھ ملیگا جو مجھے ملا۔ جوتیاں، الزام۔
کمال...... آپ کو کیا ملا امی؟
ماں...... (انگوٹھا دکھا کر) ٹھینگا۔

—— کٹ ——

سین ۱۷ ان ڈور شام کا وقت

(اس وقت ہمایوں ہوش میں ہے۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہے۔ گلوکوز لٹک رہا ہے لیکن ڈرپ لگی ہوئی نہیں ہے۔ ہاتھ پر پٹی بندھی ہے۔ بازو سلنگ میں ہے۔ اس وقت ایک ڈی ایس پی اور ایک تھانیدار انکوائری کیلئے کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ پیچھے ایک سپاہی کھڑا ہے۔)

تھانیدار...... تو آپ کو بالکل شبہ نہیں کسی پر۔
ہمایوں...... سر مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کار کا رنگ کیا تھا۔ آناً فاناً سب کچھ ہوا......

(اس وقت دروازہ کھول کر حنا داخل ہوتی ہے)

حنا...... آئی ایم سوری...... میں پھر آ جاؤں گی۔
ڈی ایس پی...... نہیں جی ہم لوگ جا رہے ہیں۔ آپ بلا تکلف آ جائیں۔
تھانیدار...... بلکہ ہم نے تو آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا کہ آپ پہلے تو موقعہ سے انہیں اٹھا کر لائیں پھر ہمیں انفارم کیا۔
حنا...... یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک زخمی کو انسان سڑک پر چھوڑ کر چلا جائے۔
ڈی ایس پی...... چلے جاتے ہیں لوگ آرام سے۔
ہمایوں...... وہ دراصل سچے ہیں۔ وہ ساری لیگل کمپلیکیشنز سے ڈرتے ہیں۔ وہ خواہ مخواہ کی بک بک

میں شامل نہیں ہونا چاہئے۔

حنا...... کمال ہے۔ یہ تو ایک طرح سے کیر منل ہی کا ساتھ دینا ہے۔

ڈی ایس پی...... ہاں جی۔ عام شہری عموماً ان ہی کا ساتھ دیتا ہے۔ اچھا جی خدا حافظ ہمایوں صاحب۔ ہم پوری کوشش کریں گے۔

ہمایوں...... سلام علیکم سر۔ افسوس میں اٹھ نہیں سکتا۔

(سپاہی۔ تھانیدار۔ ڈی ایس پی جاتے ہیں)

حنا...... (پاس بیٹھتے ہوئے) یہ لوگ بھی ایسے ہیں' خوامخواہ ڈرا رکھا ہے عام شہری کو۔ کیسی طبیعت ہے؟

ہمایوں...... آپ کی مہربانی سے اچھی ہے۔

حنا...... اب سر میں درد تو نہیں ہوتا۔

ہمایوں...... (آہستہ سرہلا کر) نہیں۔

حنا...... ڈزی نس

ہمایوں...... کھانے کے بعد تھوڑی۔

حنا...... کوئی دوائیاں منگانی ہوں تو میں لادوں؟

ہمایوں...... (محبت اور دکھ کے ساتھ) جب سے مجھے ہوش آیا ہے میں ایک ہی بات سوچ رہا ہوں۔

حنا...... کیا؟

ہمایوں...... اگر آپ بھی نہ ہوتیں اس دنیا میں تو میرا کون تھا؟ میرا کیا بنتا؟

حنا...... کمال ہے۔ کوئی اور آجاتا...... اللہ کا بندہ۔

ہمایوں...... (لمبی سانس لے کر) عجیب اتفاق ہے۔ لیکن مجھے کم ہی اتفاق ہوا ہے اللہ کے بندوں سے ملنے کا۔

حنا...... پھل تو ختم نہیں ہوگیا۔

ہمایوں...... پتہ نہیں میں آپ کے احسانات کا بدلہ کیسے چکاؤں گا۔ پتہ نہیں اس ساری خدمات کا شکریہ کیسے ممکن ہوگا۔

حنا...... احسانات کا بدلہ کون چاہ رہا ہے ہمایوں صاحب۔

ہمایوں...... آپ بے شک نہ چاہیں میرا تو دل چاہتا ہے ناں؟

حنا...... کیا؟

ہمایوں...... (نظریں جھکا کر آہستہ) کچھ نہیں۔

—— کٹ ——

سین ۱۸ ان ڈور شام کا وقت

(حنا کے باپ کا کمرہ۔ وہ لکھنے والی میز پر بیٹھا کام کر رہا ہے۔ پاس ہی میز پر چڑھ کر حنا بیٹھی ہے۔ میز اتنی بڑی ضرور ہونی چاہئے کہ حنا اس کے اوپر چوکڑی مار کر بیٹھ سکے۔)

باپ...... تو صوفی صاحب اور ان کے مرید جنگل میں جا رہے تھے۔ جنگل تھا بہت گھنا' سانپوں سے بھرا ہوا۔ اندھیرا۔ ہاتھی ڈوباؤ گھاس میں دونوں جا رہے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک طرف آگ لگی ہے...... دونوں نے مل کر آگ بجھائی۔

حنا...... صوفی صاحب نے۔

باپ...... ساتھ ان کا مرید بھی تھا۔ جب آگ بجھی' دھواں چھٹا تو نظر آیا کہ ایک سانپ آگ میں جھلسا نیم جاں تڑپ رہا ہے۔ اب صوفی صاحب نے اس سانپ کو اٹھا کر بازو سے لپیٹ لیا۔ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور چل دئے۔

حنا...... سانپ کو؟ لپیٹ لیا بازو پر۔

باپ...... تو اور کیا آگ کو۔ ایک تو تو سنتی نہیں کبھی بھی۔

حنا...... سن تو رہی ہوں ابو۔

باپ...... اب صوفی صاحب کے مرید نے منع کیا۔ سمجھایا کہ حضرت یہ سانپ ہے اسے یہیں چھوڑ دیں لیکن صوفی صاحب نے توجہ نہ دی۔ چلتے چلتے جو ٹھنڈی ہوا لگی تو سانپ کو ہوش آیا...... اس نے کھٹ سے کاٹ لیا صوفی صاحب کے ہاتھ پر۔

حنا...... دیکھا دیکھا کاٹا ہی تھا۔

باپ...... مرید نے بھی تیری طرح کہا حضور۔ یہ سانپ ہے' کاٹنا اس کی فطرت ہے۔ آپ اسے کیوں ساتھ لائے۔ تو صوفی صاحب بولے۔ بیٹا اس نے کاٹا کہاں ہے۔ اس نے تو شکریہ ادا کیا ہے۔ جس کی جیسی فطرت ہوگی ویسا ہی شکریہ ادا کرے گا۔

حنا...... آپ ھنٹ کیا کر رہے ہیں۔

باپ...... یہی کہ ہو سکتا ہے جس طرح اپنے ماں باپ کا شکریہ اس نے ادا کیا ہے ویسا ہی وہ تیرا بھی کرے۔

حنا...... آپ بڑے گھنے ہیں ابو۔ آئی سی۔

باپ...... دیکھو میرے بیٹے...... میری جان...... کچھ لوگوں کے دل پر...... آنکھوں پر...... قلب پر مہر ہوتی ہے۔ وہ ایسے ہی ہوتے ہیں سانپ کی طرح...... جب بھی ان کو موقع ملتا ہے 'ڈس لیتے ہیں......

حنا...... میرا خیال ہے میں آپ کے ساتھ ڈس ایگری کرتی ہوں ابو...... ان لوگوں کی آنکھیں دل...... قلب بند کرنے والا ان کا ماحول ہوتا ہے...... ہم لوگ انہیں ڈسنا سکھاتے ہیں۔ ہم انہیں پکا کرتے ہیں۔

باپ...... چلو...... ہم ہی پکا کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ پکے ہو جاتے ہیں تو پھر...... تو ان سے بچ کر چلنا چاہئے کہ نہیں؟

حنا...... غلط بات ابو...... بلکہ میرا خیال ہے ہم انہیں کافی محبت نہیں دیتے...... ہم ان کی توقعات پر پورا نہیں اترتے...... اگر ہم اپنا رول صحیح طور پر ادا کریں تو ان کی مہریں ٹوٹ جائیں۔

باپ...... توقعات کا بھی عجیب مسئلہ ہے حنا۔ یہ چوری چوری اگنے والی فصل ہے...... ایک بیج سے اس کی ساری کیاری بھر جاتی ہے...... انسان کو لگتا ہے کہ ہمیں کوئی توقع نہیں اور اندر ہی اندر کئی توقعات وابستہ ہو جاتی ہیں۔ یہ نیچرل ہے۔ ابھی تو سوچتی ہے کہ اگر وہ یہاں آ گیا...... تو تندرست ہوتے ہی چلا جائیگا۔ لیکن جتنی دیر وہ یہاں رہیگا کئی اور توقعات ابھر آئیں گی...... قرب میں یہی تو مصیبت ہے جدھر جانا نہ بھی چاہو ادھر بھی لے جاتا ہے۔

حنا...... ایک ہفتے کی کل بات ہے۔ آپ ایک ہفتے کے لئے ہمایوں کو گھر نہیں رکھ سکتے۔

باپ...... حادثے سے پہلے وہ کہاں تھا؟

حنا...... ہوٹل میں۔

باپ...... تو اسے اسی ہوٹل میں چھوڑ آؤ۔

حنا...... ہوٹل میں ایک بیمار انسان کو...... اکیلا شیم...... شیم شیم ابو جی شیم......

باپ...... تمہارا مزاج بھی اپنی امی کا سا ہے۔ (اٹھتے ہوئے) کوئی آئے گا تو لٹو ہو جائیں گی۔ وہ پانی مانگ رہا ہے' یہ شربت ٹھونسے جا رہی ہیں۔ وہ قمیض مانگتا ہے' یہ سارا سوٹ لا کر پیش کرتی ہیں۔ وہ آدھا گھنٹہ بیٹھنا چاہتا ہے' یہ سات گھنٹے بٹھائی رکھتی ہیں۔ کون توقعات کو جنم دیتا ہے دوسرے کے دل میں...... تمہاری ماں صاحبہ...... جب اچھی طرح وہ انکورایڈ کرنے لگتا ہے تو پھر روتی ہیں...... شوکت صاحب میں نے یہ کیا...... میں نے اس کے لئے وہ کیا...... کہا کس نے تھا اتنا سب کچھ کرنے کو...... نوکریاں دلاتی پھرتی ہیں۔ سفارشیں کرتی پھرتی ہیں اور بعد میں وہی رونا...... لوگ بڑے سلفش ہیں۔ لوگ میرا الو بناتے ہیں...... ماں کے راستے پر چلو گی تو وہی پھنسیگا جو

اسے ملا...... سمجھتی ہو......؟

______ کٹ ______

سین ۱۹ ان ڈور ڈن

(ہمایوں کے بازو پر سلنگ بندھی ہے۔ سر کی پٹی نہیں ہے۔ وہ کرسی پر بیٹھا ہے اور ناشتہ پلنگ پر رکھے ہوئے ٹرے سے کر رہا ہے۔ اس وقت سٹاف پاس کھڑی ہے اور تکیئے کا غلاف بدل رہی ہے۔)

نرس...... آپ جی آدھے گھنٹے میں کمرہ چھوڑ دیں پلیز۔ نیا مریض آ گیا ہے۔

ھمایوں...... میں آدھے گھنٹے تک چلا جاؤں گا۔ آپ فکر نہ کریں......

(اس وقت حنا آتی ہے۔نرس چلی جاتی ہے)

حنا...... چلیں ہمایوں صاحب

ھمایوں...... میں سمجھتا ہوں میں آپ کو بلاوجہ تکلیف دے رہا ہوں۔

حنا...... کوئی تکلیف نہیں ہمایوں صاحب......

ھمایوں...... آپ کی ممی کیسے مان گئیں۔

حنا...... مانتی کہاں تھیں۔ پھر جب میں نے ان کو دھمکی دی۔

ھمایوں...... کیسی دھمکی......

حنا...... بس دی تھی ناں...... آپ چلیں اب۔

ھمایوں...... (اٹھتے ہوئے) حنا...... یہ اتنا سب کچھ...... اتنا...... اتنا احسان...... یہ سب میں......

حنا...... کوائٹ پلیز

______ کٹ ______

سین ۲۰ ان ڈور رات

(ماں اور باپ اپنے کمرے میں۔ باپ چپ بیٹھا ہے۔ ماں بول رہی ہے)

ماں...... آپ کو یاد ہے کہ بھول گیا۔ سکول کے راستے سے کتا اٹھالائی تھی...... خارش زدہ کیڑے بھرا...... اس کو نہلایا' دھلایا' برش کیا...... تگڑا کیا اور وہ راتوں رات بھاگ گیا۔

باپ...... پھر؟

ماں...... اب اس کو اٹھالائی ہے ہسپتال سے۔ آپ ذرا بھی مداخلت نہیں کریں گے......

باپ...... یہ ساری تمہاری جینز کی مہربانی ہے خورشید۔ You have only yourself to blame
تم کو شوق ہے خدائی خدمت کا وہ تمہاری اصلی بیٹی ہے۔

ماں...... آپ نے اسے اجازت کیوں دی۔ آخر رشتے دار' ملنے والے پوچھیں گے تو......

باپ...... پہلی بات کہ میں نے اجازت نہیں دی...... دوسرے ایک ہفتے کی کل بات ہے۔ تیسری بات رشتہ دار اسی لئے ہوتے ہیں کہ وہ باتیں کریں۔

ماں...... وہ جو کچھ کرتی ہے' آپ کی شہ پر کرتی ہے۔ ورنہ اس کا کیا کام ہے کہ سڑک سے پکڑ کر آدمی لے آئے گھر؟ آپ نے اسے یہ ساری آزادی دے رکھی ہے۔

باپ...... کیا تم بھی سب کچھ میری شہ پر کرتی ہو خورشید۔

ماں...... میں تو کبھی کسی آدمی کو گھر نہیں لائی ہسپتال سے پکڑ کر......

باپ...... تمہاری بھی اچھی خاصی کیس ہسٹری ہے خورشید۔

ماں...... مجھے تو کوئی ساری عمر سمجھا ہی نہیں اس میں میرا کیا قصور۔

باپ...... غالباً اسے بھی کوئی نہیں سمجھ سکے گا۔ آپ لوگوں کو سمجھنے کا کسی نے ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔

ماں...... تو اب کیا کریں...... آپ بتائیں۔

باپ...... برداشت کریں...... شرافت کے ساتھ اور اونچی اونچی بول کر سب کیا دھرا برباد نہ کریں۔

______ کٹ ______

سین ۲۱ ان ڈور دن

(گیسٹ روم۔ یہاں ہمایوں رہ رہا ہے اس وقت ہمایوں اور کمال انجن چلا رہے ہیں۔ صبا گود میں بچہ اٹھائے آتی ہے۔)

صبا...... ہمایوں صاحب کھانا کھالیں۔

ہمایوں...... (یکدم کھڑے ہو کر لجاجت کے ساتھ) آپ نے کیوں تکلیف کی...... ہم دونوں آ ہی رہے تھے۔

صبا...... نہیں کوئی بات نہیں۔ ہمایوں صاحب! آپ کے پیرنٹس یہیں رہتے ہیں لاہور میں۔

ہمایوں...... جی بدقسمتی سے۔

صبا...... اور آپ...... آپ اپنی تعلیم مکمل کر چکے ہیں؟

ہمایوں...... میں بی اے نہیں کر سکا۔ کچھ ایسے بے جوڑ سبجیکٹ لے لئے تھے میں نے۔ جغرافیہ اور سٹیٹ نہ مجھے جغرافئیے کی سمجھ آئی نہ mean, mode کی...... کالج جاتا رہا دو سال لیکن امتحان نہ دے سکا۔

کمال...... تو امتحان اب دیدیں ہمایوں بھائی۔ ہماری ہنی باجی بڑی لائق ہیں وہ آپ کو پڑھا دیں گی۔

ہمایوں...... لائق تو بہت ہیں۔ لیکن ہم پڑھنے والے لائق نہیں ناں۔

صبا...... تو کاروبار کرتے ہیں آپ کوئی؟ (یہ سوال وہ بڑے سخت انداز میں کرتی ہے)

ہمایوں...... جی پہلے ایک آرا لگایا تھا...... یہ شہتیر وغیرہ چیرنے کا۔ پھر اس میں بڑا نقصان ہوا...... اس کے بعد پلاسٹک کا سامان بنایا تھوک کے حساب سے...... چھوٹے چھوٹے پیالے...... پلیٹیں...... ٹرے...... بالٹیاں...... لیکن جن کے ساتھ مل کر کام کیا تھا۔ وہ سارے بزنس پر قابض ہو گئے۔

کمال...... فائیل کور بھی بنائے تھے ہمایوں بھائی؟

ہمایوں...... ہاں بھئی بڑے خوبصورت فائیل کور......

کمال...... پینٹ بوکس بھی؟

ہمایوں...... وہ بھی۔

کمال...... تو اب کہاں ہیں وہ سب۔

ہمایوں...... وہ صاحب لے گئے سارا سامان......

صبا...... (جل کر) چلیں آئیں کھانا کھائیں چل کر......

______ کٹ ______

سین ۲۲ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(لان پر کمال، ہمایوں اور حنا بیڈ منٹن کھیل رہے ہیں۔ کمال اور حنا ایک طرف اور ہمایوں دوسری طرف ہے)

——کٹ——

سین ۲۳ آؤٹ ڈور دن

(چڑیا گھر میں کمال، ہمایوں اور حنا کے مختلف شاٹس)

——کٹ——

سین ۲۴ ان ڈور شام کا وقت

(صبا، ماں، حنا، ہمایوں، کمال، سب بیٹھے وی سی آر دیکھ رہے ہیں۔ ہمایوں حنا کی طرف دیکھ رہا ہے۔ حنا اس کی طرف دیکھتی ہے۔ پھر اپنے بال ٹھیک کرنے میں مشغول ہو جاتی ہے۔ ہمایوں چائے ڈال کر حنا کو دیتا ہے)

——کٹ——

سین ۲۵ ان ڈور صبح کا وقت

(اس وقت ہمایوں پلنگ پر بیٹھا ہے اور گہری سوچ میں ہے۔ حنا ٹرے میں اس کا ناشتہ لے کر آتی ہے)

حنا...... مے آئی کم ان۔

ہمایوں...... آیئے آیئے۔

حنا...... کوئی نئی تھیوری بنا رہے ہیں۔

ہمایوں...... ارے نہیں تو۔

حنا...... تو اتنا سنجیدہ منہ کیوں بنایا ہوا ہے؟ (ہمایوں اٹھ کر کھڑکی تک جاتا ہے۔ بولتا نہیں۔ حنا پیچھے پیچھے جاتی ہے) کیا بات ہے ہمایوں؟

ہمایوں...... اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہاں سے جانا اس قدر مشکل ہوگا تو شاید میں یہاں آنے کی غلطی نہ کرتا۔

حنا...... تو ابھی کچھ دن اور ٹھہریں...... اب تو...... سب آپ کو پسند کرنے لگے ہیں ایون باجی

ہمایوں...... کب تک بیٹھا رہوں گا یہاں...... اَن انوائیٹڈ گیسٹ بنکر کب تک؟ کب تک؟

حنا...... آپ ہمیں ملنے آیا کرنا ہمایوں۔

ہمایوں...... مجھے یوں لگتا ہے ہنی...... اب میں یہاں سے دور جا کر زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ جیسے آبشار کے پاس اگنے والے ایور گرین پر ہمیشہ پھوار نہ پڑتی رہے تو وہ زندہ نہیں رہتے۔

حنا...... (پاس آکر) ہمایوں صاحب...... کیا بات ہے؟

ہمایوں...... (یکدم حنا کے دونوں ہاتھ پکڑ کر) میں آپ کے احسانات کا بدلہ نہیں اتار سکتا حنا لیکن میں ساری عمر اپنی محبت آپ کے قدموں میں ضرور نچھاور کر سکتا ہوں...... میں زندگی کے ہر لمحے کو آپ کیلئے وقف ضرور کر سکتا ہوں۔ اگر آپ نے اس محبت کو قبول نہ بھی کیا...... تو بھی یہ محبت رہے گی صرف آپ کے لئے...... (یکدم ہاتھوں میں منہ لیکر بیٹھ جاتا ہے)

حنا...... (اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر) یہ...... یہ سب آپ شکر گذاری کے طور پر کہہ رہے ہیں شاید؟

ہمایوں...... توبہ توبہ۔ شکر گذار تو کبھی میں اپنے ماں باپ کا نہیں ہوا ہنی۔ میں تو...... مجھے تو......

——کٹ——

سین ۲۶ ان ڈور رات

(ماں، صبا اور باپ۔ ماں باپ کے بیڈروم میں)

ماں...... دیکھا، دیکھا، دیکھا وہی ہوا شوکت صاحب

باپ...... ہمیشہ وہی ہوتا ہے خورشید...... انسان کی زندگی کے چند بنیادی واقعات ہیں۔ ان سے پرے

کبھی کچھ نہیں ہوتا...... باقی ساری انٹرپریٹیشن ہیں۔

صبا...... ابو جی آپ اس بات کو اتنا لائیٹلی نہ لیں۔

باپ...... میں تو کبھی بھی کسی بات کو لائیٹلی نہیں لیتا صبا۔

ماں...... تو اب کیا ہو گا؟

باپ...... حنا کی اور ہمایوں کی شادی ہو گی اور کیا؟

ماں...... کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمیں کیا پتہ یہ لفنگا کون ہے؟

باپ...... جو بات تم اوائیڈ نہیں کر سکتیں اس پر اتنی سختی سے سوچ کیوں رہی ہو۔

صبا...... کیوں ہم اس سے انکار کیوں نہیں کر سکتے ابو جی۔

باپ...... اس لئے کہ وقت بدل چکا ہے۔ اب لڑکے لڑکیوں کو موم کی ناک نہیں بنایا جا سکتا کہ جدھر چاہی موڑ دی...... وہ بھی ہیومن بینگز ہیں۔

صبا...... مجھے تو آپ نے بڑے آرام سے صدیقی صاحب سے بیاہ دیا۔ میری صلاح تک نہ لی۔ اس پر بھی کچھ سختی کریں............

باپ...... ہر بچے کے ساتھ باپ کی سختی کچھ فی صد کم ہو جاتی ہے۔ وہ دو چار سال بوڑھا ہو جاتا ہے۔ بڑے بچے کو پالتے وقت اس کے ہاتھ میں ہنٹر ہوتا ہے۔ دوسرے بچے کے وقت وہ مکھیوں کو مارنے والا فلیپ استعمال کرتا ہے۔ لیکن آخری بچے کے وقت تو اس کے ہاتھ میں اتنا بھی زور نہیں رہتا کہ وہ زنانے دار تھپڑ ہی مار سکے۔ جانے دو خورشید نہ حنا کا راستہ کھوٹا کرو نہ اپنا۔

صبا...... ٹھیک ہے ابو میں تو اہم نہیں میرا کیا ہے اس گھر میں صدیقی صاحب آئیں گے، لے جائیں گے، لیکن یہ میں آپ کو بتا دوں آپ بڑا غلط فیصلہ کر رہے ہیں۔ نہ لڑکے کی کوئی فیملی ہے، نہ کاروبار...... چلو جی ہمارا کیا ہے...... نہ سہی...... میری رائے پر دکھ ہوتا ہے۔ آپ کو تو میں چلی جاتی ہوں۔

(بولتی ہوئی چلی جاتی ہے)

باپ...... مان جاؤ...... مان جاؤ خورشید...... مان جاؤ کہ بڑھاپے میں اولاد کے ہاتھوں اپنی عزت محفوظ کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ آدمی ان کی تربیت کرنے کی بجائے ان کی بات مان لے...... ہنسی خوشی شادی کر دو حنا کی...... ہمارے پاس کونسے اس کے سوئمبر کے لیئے راجے مہاراجے آئے ہوئے ہیں۔ ایک دو لڑکے ہیں، وہ بھی ہمایوں جیسے ہیں۔

ماں...... اور اگر اس کے والدین شامل نہ ہوئے شادی میں تو؟

باپ...... چلو اچھا ہے۔ آج شہر میں کئی ایسی شادیاں ہو رہی ہیں، جن میں فریقین کے والدین شامل نہیں ہوتے...... پھر یہ بھی سوچو، والدین کا بھی ایک جھنجھٹ ہی ہوتا ہے۔

ماں...... اور جو لوگ باتیں بنائیں گے۔ رسوائی ہو گی کس قدر۔

باپ...... ہم تو بیٹی کی شادی کر رہے ہیں خورشید...... لوگوں کے نزدیک یہ رسوائی ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں بھلا؟

ماں...... اتنا کیا میں نے اس کم بخت ہنی کے لئے چھوٹی سی تھی، ٹائیفائیڈ ہو گیا۔ اکیس دن برابر میں جاگتی رہی...... کون سا ڈاکٹر چھوڑا۔ کون سا مزار چھوڑا...... یہ بدلہ دیا کم بخت نے؟

باپ...... اور اس سیوا کے بدلے تم چاہتی تھیں کہ وہ ساری عمر تمہاری اطاعت کرے...... سبحان اللہ۔

ماں...... مجھے ساری عمر کوئی نہیں سمجھا۔ خاص کر آپ شوکت صاحب۔

(روتے روتے جاتی ہے۔ حنا پردے سے دیکھ کر داخل ہوتی ہے۔ باپ کے پاس آتی ہے۔ باپ کا ہاتھ اٹھا کر چومتی ہے۔)

حنا...... تھینک یو ابو۔

باپ...... پتہ نہیں کیوں حنا۔ میں نے تیری خاطر یہ قدم اٹھایا تو ہے۔ لیکن میرا دل نہیں مانتا...... جب بھی سوچتا ہوں ایک گرم تھپیڑا پڑتا ہے منہ پر۔ (آنکھ سے آنسو نکلتا ہے)

——— کٹ ———

سین ۲۷ آؤٹ ڈور دن

(ایک چھوٹی سی کار میں سے ہمایوں اور حنا اترتے ہیں۔ ایک بڑی سی کوٹھی کی بغل میں ایک انیکسی نظر آتی ہے۔ اس میں دونوں داخل ہوتے ہیں۔)

——— کٹ ———

سین ۲۸ — ان ڈور — صبح کا وقت

(ہمایوں پلنگ پر لیٹا ہوا ہے۔ حنا اس کا سوٹ استری کر رہی ہے)

حنا......ہمایوں۔

ہمایوں......(سوتے سوتے) ہوں۔

حنا......اٹھیں ناں پلیز۔

ہمایوں......کیوں اٹھنا ہے میری جان......؟

حنا......انٹرویو ہے آپ کا......

ہمایوں......کیا؟ (ایک آنکھ کھول کر دیکھتا ہے)

حنا......ابو کا فون آیا تھا۔ انہوں نے سفارش کر دی ہے۔

ہمایوں......اچھا اچھا وہ مارکیٹنگ کا جاب

حنا......جی سر۔ پلیز اٹھیں۔

ہمایوں......ادھر آؤ حنا۔

حنا......جی؟

ہمایوں......ایسے نہیں ہو سکتا کہ تم نوکری کرو اور میں گھر پر رہوں۔ بچے پالوں۔ ہانڈی پکاؤں۔

حنا......ہو سکتا ہے......کچھ ماہ کے بعد۔ جب میں ایم اے کر لوں گی......

ہمایوں......نوکری کرنے کو ذرا دل نہیں چاہتا......

حنا......اٹھو بھی ہمایوں۔ دیر ہو رہی ہے......بلکہ ہو چکی ہے۔ وہاں اور بھی کینڈیڈیٹ ہوں گے۔

ہمایوں......ایسے نہیں ہو سکتا کہ تمہارے ابو مجھے بھی پال لیں، جس طرح وہ تمہیں پالتے تھے؟

حنا......کیا ہو گیا ہے تمہیں؟

ہمایوں......میں اس قابل ہی نہیں کہ کوئی کام کر سکوں؟

حنا......ہمایوں؟

ہمایوں......جب بھی میں کوئی کام کرتا ہوں تو مجھے لگتا ہے جیسے جو کچھ مجھے مل رہا ہے کم ہے......مجھے لگتا ہے

I am throwing myself away for so little

(اٹھتا ہے) کر لو نوکری......لیکن مجھ سے نبھے گی نہیں حنا......میں کچھ اور قسم کا آدمی ہوں......

حنا......نبھ جائے گی۔ نبھ جائے گی۔ اٹھو پلیز۔

ہمایوں......(حنا کا ہاتھ پکڑ کر) تم کتنی اچھی ہو......کتنی سویٹ ہو......کتنی نائس ہو حنا......ہم کسی ایسی جگہ جا کر نہیں رہ سکتے جہاں پھل درختوں پر لگتے ہوں......گھرداری کا چکر نہ ہو کوئی۔

(حنا محبت سے اس کے بالوں میں ہاتھ ڈال کر ہلاتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۲۹ — ان ڈور — رات

(حنا بہت سی کتابیں رکھے پڑھ رہی ہے)

—— کٹ ——

سین ۳۰ — ان ڈور — دوپہر

(حنا کھانا پکا رہی ہے۔ ساتھ ساتھ پڑھ رہی ہے)

—— کٹ ——

سین ۳۱ ان ڈور صبح کا وقت

(حنا کتابیں ہاتھ میں لئے کھڑی ہے۔ ہمایوں تیار ہو رہا ہے۔ اسے ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہتی ہے اور جاتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۳۲ ان ڈور دن

(کمال بیٹھا ہوم ورک کر رہا ہے۔ اس کے پاس ہی حنا بیٹھی ہے)

کمال...... کیسے پرچے ہو رہے ہیں ہنی باجی۔

حنا...... فرسٹ کلاس۔ یہ امی ابو کہاں گئے ہیں۔

کمال...... وہ دونوں تو گئے ہیں آنٹی خالدہ کی طرف لنچ پر۔

حنا...... تو میں چلوں پھر کمال......

کمال...... آپ ابو کو نہیں بتائیں گی پرچوں کا۔

حنا...... ہاں وہ...... ویسے بھی...... مجھے ملنا تھا ابو سے۔

کمال...... آنٹی خالدہ کہہ رہی تھیں باجی، آپ بڑی بے وقوف ہیں۔

حنا...... کیوں؟

کمال...... وہ کہہ رہی تھیں ایم اے کے امتحان میں مہینہ رہ گیا تھا۔ کیا مصیبت پڑی تھی شادی کی۔

حنا...... ہاں...... بس کچھ سمجھ نہیں آئی...... مہینہ ٹھہر بھی سکتے تھے...... ہے نا؟

کمال...... یہ جو اپنی آنٹی خالدہ ہیں ہنی باجی، یہ ایسے کیوں باتیں کرتی ہیں۔

حنا...... کیسے باتیں کرتی ہیں۔

کمال...... آپ نے نہیں دیکھا ایک آنکھ بند کر لیتی ہیں ہمیشہ...... (نقل اتارتا ہے) "کیوں خورشید یہ تمہاری حنا کو کیا ہوا ہے؟"

حنا...... چل اچھا چپ کر...... چیز ہے فرج میں؟

کمال...... بہت۔

(حنا فریج کھولتی ہے۔ چیز نکالتی ہے)

حنا...... امی کو بتا دینا میں چیز لے گئی ہوں۔ (پرس میں چیز کا ڈبہ ڈالتی ہے۔ پھر اس کی نظر شہد پر پڑتی ہے) اور یہ شہد بھی میں لے جا رہی ہوں...... اچھا......؟

کمال...... (پاس آکر) پتہ ہے آنٹی خالدہ کہہ رہی تھیں

حنا...... کیا؟

کمال...... (ایک آنکھ بند کر کے) کہہ رہی تھیں...... مجھے لگتا ہے حنا کا شوہر ویل ٹوڈو نہیں ہے۔ اسی لئے اس نے سارے رشتہ دار چھوڑ دیئے۔ (کیمرہ حنا کے چہرے پر آتا ہے) ویل ٹوڈو کے کیا مطلب ہیں ہنی باجی؟

—— کٹ ——

سین ۳۳ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(حنا اور ہمایوں گراؤنڈ میں بیٹھے چائے پی رہے ہیں۔ ہمایوں گراؤنڈ کی گھاس میں لگا ہوا ایک چھوٹا سا پھول اسے پیش کرتا ہے)

—— کٹ ——

سین ۳۴ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(اپنی چھوٹی سی کار میں حنا اور ہمایوں لبرٹی مارکیٹ میں آتے ہیں۔ حنا اتر کر کار کی بونٹ پر بیٹھتی ہے۔ ہمایوں اس کے لئے آئس کریم لاتا ہے۔ دونوں ہنستے ہیں اور آئس کریم کھاتے ہیں۔)

—— کٹ

سین ۳۵ ان ڈور دن

(حنا پلنگ پر بیٹھی ہے۔ ہمایوں اس کے لئے گجرے لاتا ہے۔ حنا اپنی کلائی بڑھاتی ہے۔ ہمایوں اسے گجرا پہناتا ہے)

—— کٹ ——

سین ۳۶ ان ڈور دن

(حنا اپنی ماں کے گھر میں۔ ماں ڈریسنگ ٹیبل کے آگے بیٹھی جوڑا بنا رہی ہے۔)

حنا......جی سن رہی ہوں۔

ماں...... ہر چوتھے دن تیری ڈیمانڈ بڑھ جاتی ہے۔ چلو ہمارے پاس دینے کو ہے' لیکن اس طرح ہی تیرے دوسرے بہن بھائیوں کی حق تلفی ہوتی ہے...... کچھ تو خیال کر......

حنا...... میرا رزلٹ نکل آئے گا امی' میں نوکری کر لوں گی۔

ماں......ایک بار نوکری کر لی تو نے تو ساری عمر تیرے ہمایوں نے تنکا نہیں توڑنا۔ بیٹھا رہے گا گھر پر کافی پیتا...... باتیں کرتا ٹکے ٹکے کی...... اور کیا......

حنا......نوکری نہیں کر رہے وہ؟

ماں......لیکن تیسری نوکری ہے۔ ہے کہ نہیں؟

حنا...... آخر امی کچھ کنڈیشن آف ورک بھی دیکھنی پڑتی ہیں۔

ماں...... اور یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ آدمی ثابت قدمی سے تنگی ترشی میں رہ کر کریئر بناتا ہے کہ نہیں؟ جب میری شادی ہوئی تھی تو تیرے ابو کو فقط ملتے تھے دو سو بارہ روپے اور میری دو نندیں بھی ساتھ رہتی تھیں۔

حنا......وہ سستے زمانے تھے۔

ماں...... سستے زمانے نہیں تھے۔ ہم لوگ کفایت سے چلتے تھے۔ آئس کریمیں

نہیں کھاتے پھرتے تھے روز روز۔

حنا...... اچھا امی میں چلوں۔

ماں...... اسی لئے ہم تیری طرف آتے نہیں۔ کیا آئیں...... کوئی خوشی تھوڑی ہوتی ہے تیرے حالات دیکھ کر۔ ایک بار سمجھایا تھا' دو بار سمجھایا تھا۔ تیرا دل خود کرتا تھا دوزخ میں گھسنے کو......

حنا...... میرا ابھی دل یہاں آنے کو نہیں کرتا امی...... (ذرا سا دور جا کر) بس مجبوری لاتی ہے تو آ جاتی ہوں۔ سلام علیکم!

(حنا کچھ دور چلی جاتی ہے ماں ہنی کہہ کر آواز دیتی ہے۔ حنا واپس آتی ہے۔)

حنا......جی؟

ماں...... یہ ہزار روپیہ دے گئے ہیں ابو......

حنا...... شکریہ......میں نہ لیتی......لیکن۔

ماں...... اپنے شوہر کو مضبوط آدمی بنا حنا...... اس طرح تو وہ ساری عمر تیرا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

—— کٹ ——

سین ۳۷ ان ڈور رات

(پلنگ پر لیٹی حنا رو رہی ہے۔ ہمایوں آتا ہے۔ دروازے میں کھڑا اسے دیکھتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۳۸ ان ڈور رات

(حنا کے باپ کی لائبریری۔ باپ اسی طرح بیٹھا لکھ رہا ہے۔ حنا اس کی میز پر

چڑھی بیٹھی ہے۔)

حنا......ابو ان کا ٹمپرمنٹ نہیں ہے۔ وہ نوکری کر نہیں سکتے۔

باپ......پھر؟

حنا......ہمایوں نے کوشش کی ہے لیکن وہ نوکری کیلئے بنے ہی نہیں۔ ہی از ناٹ دی ٹائپ

باپ......یہ سب ہمایوں نے تجھے بتایا ہے......؟ اپنے متعلق؟

حنا ...... نہیں ابو۔ میں بھی تو کچھ جج کر سکتی ہوں۔ آفٹر آل ان میں initiative ہے۔ لیڈرشپ ہے۔ وہ اچھے آرگنائزر ہیں۔

باپ......اور یہ تینوں خوبیاں کیسے پائیہ ثبوت کو پہنچیں؟

حنا......ابو پتہ لگ جاتا ہے ناں۔

باپ......کوئی جادو کا طریقہ ہے تمہارے پاس؟ کیسے پتہ چل جاتا ہے اتنی گہری باتوں کا؟

حنا ...... وہ بس ھیں ان خو بیوں کے مالک

باپ ...... دیکھ میری نادان بیوقوف آئیڈیلسٹک لڑکی...... کئی بار انسان صرف ایکیپسٹ ہوتا ہے...... موجودہ حالات سے بچنے کیلئے کچھ اور باتیں، کچھ اور سکیمیں بنانے کیلئے اسے ایسے جواز نکالنے پڑتے ہیں۔ میں بھی جب سروس میں آیا تو میں سوچتا تھا۔ لوجی میں تو کاؤنٹس کر ہی نہیں سکتا...... اکاؤنٹس اور میرا کیا جوڑ۔

حنا ...... ابو۔

باپ...... تمہاری ماں کیا کہتی ہے؟

حنا ...... امّی سے بات کرنی مشکل ہے وہ تو پرانے رجسٹرڈ نکال کر بیٹھ جاتی ہیں فلاں وقت تمہارے لیے یہ کیا اور تم نے اس کے جواب میں یہ کیا فلاں وقت تمہارے لیے یہ کچھ کیا گیا اور اس کے بدلے میں تمہارا رویہ ایسا تھا۔

باپ......بس خورشید بچاری میں یہی خرابی ہے۔ اسے یہ بھی یاد رہتا ہے کہ کس روز اس نے جمعدارنی کو چائے کے ساتھ گلاب جامن کھانے کو دی تھی......مدد بھی کیے

جاتی ہے۔ پہاڑا بھی یاد کیے جاتی ہے۔

حنا......پھر ابو۔

باپ......پھر حنا۔

حنا...... (نظر جھکا کر) اگر وہ بزنس کریں تو وہ سکسیس فل ہو جائیں گے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے۔

باپ......تیرا دل اچھی ہی گواہی دیتا ہو گا لیکن...... حنا ہمیشہ دل کی ماننے والے بھی میں نے خوش نہیں دیکھے۔

حنا......اگر کوئی لاکھ ڈیڑھ لاکھ ہی انوسٹ کرنے کو مل جائے تو....

باپ......حاجی اسلم کے پاس بڑا پیسہ ہے۔ بڑی ساکھ والا ہے وہ۔ اس سے کیوں نہیں مانگتا۔

حنا......وہ تو بھوکے مر جائیں، کبھی حاجی صاحب کے گھر قدم نہ دھریں۔ ان کی ماں مر گئی۔ یہ تب نہ گئے اپنے گھر۔

باپ......پھر حنا۔

حنا......نوکری تو ان سے ہو نہیں سکتی۔

باپ......نوکری اسی سے ہوتی ہے حنا جس کی انا کم ہو......جو دوسرے کی بات ماننے پر اپنے دل کو رضامند کر سکے اور آہستہ آہستہ زینہ چڑھنا چاہے۔ جو قلانچیں بھرتے آگے جانا چاہتے ہیں ان کے لئے تو مشکل ہے۔

حنا......تو آپ کچھ نہیں کریں گے ابو۔

باپ ...... کریں گے تو سہی۔ کرنا تو پڑے گا ہی۔ لیکن بیٹے ہم سروس والوں کے پاس اتنا تو نہیں ہوتا۔ کچھ صبا کی شادی میں گیا۔ کچھ تیری شادی میں لگ گیا۔ اب تھوڑا بہت ہے کمال کا حصہ۔

حنا......بزنس کے چلتے ہی میں آپ کو فوراً لوٹا دوں گی ابو......

باپ......لوٹانے کا اتنا مسئلہ نہیں جتنا مسئلہ اس بات کا ہے کہ اگر تیری ماں کو پتہ چل گیا تو پھر وہ تیرا منہ نہیں دیکھے گی۔

حنا......کیوں؟ کیا ماں باپ مشکل کے وقت اپنی اولاد کی مدد نہیں کرتے۔

باپ...... (چیک بک نکال کر) کرتے ہیں، کرتے ہیں مدد...... لیکن جو

تیری ماں ہے وہ تمام بچوں میں انصاف کرنا چاہتی ہے۔ اور وہ سمجھتی ہے کہ ہم نے تیرے لئے کچھ زیادہ ہی کر دیا ہے۔ (چیک لکھتے ہوئے)
ایک لاکھ بیس ہزار...... یہ میری زندگی کی کل کمائی ہے حنا۔ اس کے بعد تیری طرف سے فل سٹاپ ہونا چاہئے۔

(چیک پھاڑ کر حنا کو دیتا ہے)

—— کٹ ——

سین ۳۹ ان ڈور رات

(ماں تڑپ کر پھر رہی ہے۔ باپ پلنگ پر دراز ہے۔)

ماں...... ایسی کمینی کمنی۔ مجھ سے بات بھی نہیں کی...... میں بھی اس کے گھر قدم رکھ جاؤں تو میرا نام خورشید نہیں۔ یہی اس کی بات مجھے ناپسند ہے۔
باپ...... آہستہ آہستہ۔ آخر وہ ہماری بیٹی ہے۔
ماں...... آپ کی بیٹی ہوگی۔ میری بیٹی نہیں ہے۔ ہائے ہائے بھائی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والی۔ الو کی پٹھی نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ باپ ریٹائر ہونے والا ہے۔ وہ کہاں سے کھائے گا۔ صبا کو پتہ چلے گا تو وہ کیا کہے گی۔ شوکت صاحب یہ جو آپ مہربانیاں کرتے ہیں' ان کا کچھ اصول ہوتا ہے۔ اولاد کے ساتھ بھی انصاف ہی چلتا ہے۔
باپ...... مجھ میں بھی عجیب بیوقوفی ہے خورشید۔ میں پتہ نہیں ہر بات تمہیں کیوں بتا دیتا ہوں۔ مجھے اچھا بھلا پتہ ہوتا ہے کہ تمہارا ری ایکشن کیا ہوگا' پھر بھی......
ماں...... یہ حنا تو بالکل میری نندوں پر گئی ہے۔ ان کے لئے بھی میں نے کیا نہ کیا شوکت صاحب۔ ادھر میں بیاہ کر آئی ہوں تو دو کاکیاں چمٹ گئیں میرے گھٹنوں کے ساتھ۔ ہائے بھئی یہ کون ہیں؟ بن ماں کی بچیاں ہیں بھئی' تمہاری نندیں۔ ان سے محبت کرنا۔ خود پالا پوسا بڑا کیا۔ لیکن کیا ملا؟ کیا صلہ دیا ان کمبختوں

نے۔ ہمیشہ ڈس کے رہیں مجھے۔ کیا صلہ دیا بتایئے۔
باپ...... غالباً کوئی صلہ نہیں ملا تمہیں خورشید۔ کسی کی طرف سے بھی کبھی مل ہی نہیں سکتا۔

—— کٹ ——

سین ۴۰ ان ڈور دن

(ایک پرنسپل کا آفس۔ یہاں ایک سفید بالوں والی پرنسپل بیٹھی ہے۔ دروازہ کھول کر گاؤن پہنے' ساڑھی میں ملبوس' بڑا سا جوڑا کئے حنا اندر جھانکتی ہے)

پرنسپل...... کم ان کم ان...... آیئے۔ (حنا پاس جاتی ہے)
حنا...... سلام علیکم مسز ہمایوں جاوید۔
پرنسپل...... بیٹھئے۔ آپ نے جوائننگ رپورٹ دے دی بابو جی کو۔
حنا...... جی۔
پرنسپل...... تین سال سے ہمیں فزکس کی کوئی ریگولر لیکچرار نہیں مل رہی تھی۔ ایڈہاک پر تو ہم نے رکھی ہوئی تھیں مسز کاظمی' لیکن اچھا ہو گیا۔ آپ پبلک سروس کمیشن کی طرف سے آگئی ہیں مستقل طور پر۔
حنا...... شکریہ جی۔
پرنسپل...... تو تین سال سے آپ نے سروس کیوں نہ کی؟
حنا...... بس جی خیال تھا کہ سروس نہیں کرنی پڑے گی۔ دراصل میرے ہزبنڈ کر رہے تھے...... اب انہوں نے بزنس شروع کر لی ہے۔
پرنسپل...... اچھا اچھا۔ کونسی بزنس ہے ان کی۔
حنا...... جی رئیل اسٹیٹ بزنس۔
پرنسپل...... اچھا اچھا اس میں تو بڑا پیسہ ہے۔ آج کل لوگوں کے پاس بہت دولت ہے۔ انوسٹ کرنا چاہتے ہیں پراپرٹی میں لوگ۔

حنا......جی ابھی تو کام شروع ہی کیا ہے۔

پرنسپل ...... ٹھیک ہے۔ ٹھیک ٹھاک ہو جائیں گے حالات۔ بس کچھ دنوں کی ہی بات ہوتی ہے مسز ہمایوں...... کتنے بچے ہیں۔

حنا......بس جی ایک بیٹی ہے۔ فاطمہ۔

پرنسپل ...... مسز ہمایوں میں آپ سے ایک ریکوئسٹ کروں گی۔ دیکھئے ابھی آپ نے جوائن کیا ہے اور آپ بیڈویز میں نہیں پڑیں۔

حنا......جی؟

پرنسپل ...... یہ جو شادی شدہ عورتیں پروفیشنلسٹ بنتی ہیں۔ کبھی کبھی تو ان کے پاس بڑے جنیوان بہانے ہوتے ہیں۔ لیکن کئی بار وہ ان بہانوں کا سہارا لیکر اپنے جاب کو سیریئسلی نہیں لیتیں۔ میں آپ سے ریکوئسٹ کروں گی کہ کام ایسے کرنا جیسے آپ وڈو ہوں خدانخواستہ۔ ایسی بیوہ جس کے سات بچے ہوں۔ اور جسے اپنے کام کی اشد ضرورت ہو۔

حنا...... آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں ملے گا مس چودھری......

پرنسپل ...... شکایت تو ہو گی مسز ہمایوں...... ہمارا رشتہ ہی ایسا ہے۔ جہاں بھی توقعات ہوتی ہیں، وہاں شکایت ضرور ہوتی ہے...... لیکن شکایت اتنی نہیں ہونی چاہئے کہ آدمی ناامید ہو جائے۔

حنا......جی میں آپ کو ڈس اپوائنٹ نہیں کروں گی...... شکریہ۔ (جاتی ہے)

پرنسپل...... مسز ہمایوں۔

حنا......جی؟

پرنسپل ...... دیکھیں چونکہ یہ آپ کی پہلی اپوائنٹ منٹ ہے۔ میں آپ کو ایک اور مشورہ دوں؟

حنا......جی ضرور۔

پرنسپل ...... گھر پر سادہ سمپل وائف رہنا۔ مرد عام طور پر جوبز والی عورتوں سے ایسے ہی خائف ہو جاتے ہیں۔ بلاوجہ۔

حنا......اچھا جی......

پرنسپل ...... گھر پر اپنے جاب کی امپورٹنس، اپنے جوب کی باتیں یہ نہیں چلیں

گی......اچھا؟ بالکل سیدھی سادی عورت۔

—— کٹ ——

سین ۴۱ ان ڈور دن

(بڑی سی دوکان جس کے اوپر لکھا ہے "ہمایوں پراپرٹی ڈیلرز"۔ اندر بڑی پوش جگہ ہے۔ ہمایوں فون پر کسی سے باتیں کر رہا ہے۔ کرسی گھما کر کیمرے کو فیس کرتا ہے۔ سامنے دو گاہک آتے ہیں۔ ان کو نقشے چارٹ دکھاتا ہے۔ پھر سیف کھول کر کچھ رجسٹری کے کاغذات نکال کر سامنے رکھتا ہے۔ اس دوران خوبصورت مغربی موسیقی بجاری رہتی ہے)

کٹ

سین ۴۲ ان ڈور دن

(حاجی اسلم کے گھر میں حاجی اسلم بیٹھے کتاب پڑھنے میں مشغول ہیں۔ حنا ان کے سامنے بیٹھی ہے۔ حاجی صاحب آدھی توجہ حنا پر دیتے ہیں آدھی کتاب پر)

حاجی......میں نے سن لیا ہے کہ تم اتنی دیر کیوں نہیں آسکیں۔

حنا......اباجی۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ ہو چکا ہے، اس کو بھلا کر ہم از سر نو زندگی شروع کریں۔

حاجی...... میرا کوئی دماغ چل گیا ہے کہ میں پچھلی باتیں بھلا دوں؟ جو کچھ میرے اور ہمایوں کے درمیان ہوا، وہ کوئی عام والدین کے درمیان تھوڑی ہوتا ہے۔ تم کیسے ہمارے معاملے کو سمجھ سکتی ہو حنا، جب ہمارے تجربے میں سے کوئی واقعہ بھی تم پر نہیں گزرا۔

حنا...... آپ میری خاطر چلیں اباجی...... میرے گھر...... میرے ساتھ رہیں۔

حاجی......اوہ بی بی میں تمہاری خاطر تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں۔ تمہارے ساتھ خوشی کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔ لیکن میں اس کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا جس پر ہمایوں بیٹھا ہو۔ میں اس پیالی سے نہیں پی سکتا جس سے اس نے چائے پی ہو۔ ظلم سائیں کا۔ اس کی ماں راستہ دیکھتے مر گئی، یہ ماں سے ملنے نہیں آیا۔

حنا...... شرمندگی کی وجہ سے اباجی۔ ندامت کی وجہ سے......وہ اپنے کئے پر بہت نادم ہیں۔

حاجی...... تم اچھی بیوی ہو جو شوہر کی سائیڈ لیتی ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں...... اس میں میرا لہو ہے۔ ہم دونوں بات مان جاتے ہیں، لیکن ہمارا دل نہیں مانتا۔ ہم اوپر سے کہتے رہتے ہیں کہ ہم قائل ہو گئے ہیں، لیکن ہمارا دل اندر سے کبھی اپنی رائے نہیں چھوڑتا۔ یہ ہم دونوں میں فیلنگ ہے۔ میں جانتا ہوں۔ اندر سے ابھی تک وہ اپنے آپ کو ٹھیک سمجھتا ہے۔ اگر اسے دل سے ندامت ہوتی تو وہ خود آتا، تمہیں نہ بھیجتا۔

حنا...... مجھے تو انہوں نے نہیں بھیجا اباجی۔ میں تو خود آئی ہوں۔ مجھے نوکری مل گئی ہے۔ میں......

حاجی...... لو پھر میں اس کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہوں؟ جس روز حنا وہ مجھے لینے آ جائیگا، میں ضرور آ جاؤں گا۔ تو خوامخواہ کھپ رہی ہے۔ دیکھ بیٹے میرے! جس روز اس نے اپنے گروپ کے ساتھ پہلی بار کار چرائی تھی اور میرے بٹوے میں سے ایک ہزار روپیہ نکال کر لے گیا تھا، اس روز میں نے اسے روپیٹ لیا تھا۔

حنا...... کار چرائی تھی؟

حاجی...... ساری رات یہ اور اس کے تین دوست کار کو پتہ نہیں کہاں کہاں لئے پھرے۔ پھر کار چھوڑ دی واہگہ کے قریب جا کر۔

حنا...... آئی ایم سوری......

حاجی...... کس کس بات پر سوری کرو گی۔ ضمانتیں اس کی کرائیں۔ جعلی ویزا اس کو بنوا کر دیا کہ جرمنی جا کر کہیں کام کاج کرے۔ کتنے چیک ادا کئے اس کے لکھے ہوئے چیک فولس...... کوئی ایک بات ہے...... (آہستہ) اس کا دل، دماغ...... قلب سب بند ہو چکا ہے۔

حنا...... نہیں اباجی۔ وہ اب بہت کوشش کر رہے ہیں۔ محنت کر رہے ہیں۔ وہ آپ کو نہیں بتے......

حاجی...... اللہ کرے کرے کرے...... میں بھی کبھی پروڈی گل کی واپسی کا جشن مناؤں۔ لیکن بیٹا واپس آئے تو......

حنا...... تو آپ میرے ساتھ نہیں رہیں گے۔

حاجی...... بچی کیا کرے گی۔ بڑے ساتھ ہوں گے تو جھگڑے ہوا کریں گے روز...... میں پچھلی باتیں دوہرانے سے باز نہیں آؤنگا۔ ہمایوں اپنی صفائیاں پیش کرنے میں لگا رہے گا۔ کیا فائدہ...... ہیں بھئی

(حنا باہر جاتی ہے اور ایک چار سالہ بچی کو ساتھ لاتی ہے)

حنا...... سلام کرو دادا جان کو۔

(حاجی کا رنگ یکدم بدل جاتا ہے۔ وہ بچی اٹھا لیتا ہے)

حاجی...... اللہ کرے تو اپنی ماں کے اوپر جائے۔ (چومتا ہے)

فاطمہ...... سلام علیکم دادا ابا۔

حاجی...... وعلیکم و علیکم...... کیا نام ہے ہماری پوتی کا۔

فاطمہ...... فاطمہ۔

حاجی...... واہ وا...... واہ وا...... کتنا خوبصورت نام ہے ہماری فاطمہ کا۔

فاطمہ...... چلیں دادا جان۔

حاجی...... تجھے دیکھ کر تو میں ضرور ساتھ چلتا فاطمہ...... لیکن حنا بیٹی؟

حنا...... جی اباجی۔

حاجی...... یہ کھلونا کبھی کبھی میرے پاس لے آئیگی ناں......

فاطمہ...... آپ کے پاس چیونگ گم ہے دادا ابا......

حنا...... ایسے نہیں مانگتے۔

حاجی...... مانگتے ہیں، مانگتے ہیں۔ تو چپ رہ حنا۔

فاطمہ...... ہے دادا ابا۔

حاجی...... لو ہم منگوا دیں گے اپنی فاطمہ کو۔

فاطمہ...... دادا ابا آپ کے پاس بیلون ہے؟

حاجی...... ہم اتنے سارے منگوائیں گے اپنی فاطمہ کیلئے۔ کمرہ بھر جائیگا غباروں سے۔

فاطمہ...... آپ کے پاس کچھ نہیں ہے دادا ابا۔

حاجی...... (جیب سے پن نکال کر) یہ پن ہے۔

حنا...... یہ تو بہت مہنگا پن ہے اباجی۔

حاجی...... ہماری پوتی کوئی کم مہنگی ہے۔ لکھو بی۔

فاطمہ...... میں چوہا بناؤں دادا ابا۔

حاجی...... بناؤ بناؤ۔

(اپنی کتاب اسے دیتا ہے۔ وہ اس پر چوہا بناتی ہے)

کٹ

سین ۴۳ ان ڈور دن

(کلاس لگی ہے۔ بلیک بورڈ پر جلدی جلدی حنا یہ مساوات لکھ رہی ہے)

$$V_x = V_1 \cos\theta_1 + V_2 \cos\theta_2 + V_3 \cos\theta_3 + V_4 \cos\theta_4$$

$$V_y = V_1 \sin\theta_1 + V_2 \sin\theta_2 + V_3 \sin\theta_3 + V_4 \sin\theta_4$$

(یہ تحریر لکھ کر وہ لڑکیوں سے مخاطب ہوتی ہے)

As I was discussing with you the addition of vectors by rectangular components.

Let VI and V2 be two vectors which are represented in direction and magnitude by lines $\overrightarrow{OA}$ & $\overrightarrow{OB}$

(اب وہ بلیک بورڈ کی طرف جاتی ہے اور چاک اٹھا کر یہ شکل بناتی ہے۔ منظر ڈزالو ہوتا ہے)

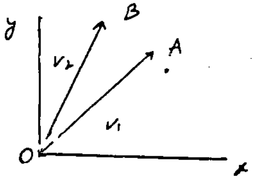

ڈزالو

سین ۴۴ آؤٹ ڈور دن

(”ہمایوں پراپرٹی ڈیلر“ کا بورڈ ڈزالو کر کے ”ہمایوں بزنس کنسلٹنٹ“ کا بورڈ آتا ہے۔
پھر یہ بورڈ ڈزالو کر کے ”ہمایوں ایکسپورٹ اینڈ امپورٹ“ کا بورڈ آتا ہے اس کے بعد یہ بھی ڈزالو ہو کر لکھا آتا ہے
”ہمایوں ایڈورٹائزنگ ایجنسی“ کافی دیر تک کیمرہ اس بورڈ کو دکھاتا ہے)

کٹ

سین ۴۵ ان ڈور دن

(حنا برتن دھو رہی ہے۔ ساتھ ساتھ وہ ہانڈی پکانے میں مشغول ہے۔ فاطمہ ایک کرسی پر بیٹھی اے بی سی کا قاعدہ پڑھ رہی ہے)

کٹ

سین ۴۶ ان ڈور دن

(حنا کپڑے استری کر رہی ہے۔ سامنے ٹیپ ریکارڈر لگا کر فاطمہ ناچ رہی ہے)

کٹ

سین ۴۷ ان ڈور رات

(حنا جھاڑو لیکر فرش صاف کر رہی ہے)

فاطمہ......ماما پلیز میرے پاس آجاؤ۔

(حنا رکتی ہے۔)

فاطمہ......مجھے پلیز کہانی سنا دو۔

حنا......پتہ ہے کتنا کام ہے۔ ابھی مجھے لیکچر بھی تیار کرنا ہے۔ کل کیلئے کھانا بھی بنانا ہے۔

فاطمہ......تو آپ پھر مجھے دادا ابا کے پاس چھوڑ آئیں۔

حنا......لے جاؤں گی کل۔

فاطمہ......تو کون مجھے کہانی سنائے؟

حنا......تھوڑی دیر ٹھہر جا فاطمہ۔

فاطمہ......میں پاپا کے پاس چلی جاؤں؟

حنا......وہ کام کر رہے ہیں۔ اور اچھے بچے تو پاپا کو ڈسٹرب نہیں کرتے ہیں ناں۔

فاطمہ......مجھے نیند نہیں آرہی ماں۔ آپ کہانی سنائیں تو میں سو جاؤں گی۔

(حنا اپنے ہاتھ دوپٹے سے صاف کر کے اس کے پاس پلنگ پر آتی ہے۔ رسالہ کھولتی ہے۔ اس میں انگرڈ برگمن کی تصویر ہے۔ وہ جون آف آرک بنی ہوئی کھڑی ہے)

حنا......ایک لڑکی تھی۔ اس کا نام تھا جون آف آرک...... وہ بہادر تھی۔ اور اپنے ملک سے سچی محبت کرتی تھی......اسے اللہ کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔

(اس وقت تصویر پر کیمرہ جاتا ہے اور حنا کی فینٹیسی تیار ہوتی ہے۔ اب حنا نے جون آف آرک کا لباس پہن رکھا ہے۔ بیک گراؤنڈ بالکل سیاہ ہے اور اس کے سامنے سفید سیڑھیاں پینٹ کی ہوئی ہیں۔ سلو موشن میں حنا سیڑھیاں اترتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی حنا کی آواز آتی ہے)

حنا......فرانس کا دماغ کہاں ہے؟ یہ اس مدد کو بھی قبول نہیں کرتا جو اسکی کی جاتی ہے...... فرانس کے لوگ ایسے ہیں جو مرتے ہیں لیکن صاف پانی قبول نہیں کرتے۔ اے خدا یا یہ دنیا اتنی پاگل کیوں ہے۔ یہ تیرے برگزیدہ لوگوں کے استقبال کیلئے کس دن تیار ہوگی۔

(اس وقت ایک ہاتھ حنا کو جیسے اس کے خواب سے جگاتا ہے۔ یہ ہمایوں ہے۔ اس وقت فاطمہ گہری نیند سو چکی ہے)..

ھمایوں......حنا......کیا سوچ رہی ہو۔ کہاں پہنچی ہوئی ہو......

حنا......کچھ نہیں......میں ذرا...... کالج میں ایک دفعہ جون آف آرک بنی تھی......پتہ نہیں کیوں اس کے

ڈائیلاگ یاد آگئے مجھے اچانک۔ کوئی کام ہے ہمایوں۔

(ہمایوں اس وقت چپ چاپ شکستہ صورت کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

ھمایوں...... نہیں۔

حنا...... چائے بنالاؤں۔

ھمایوں...... نہیں...... نہیں

حنا...... کافی۔

ھمایوں...... نہیں ایسی کوئی چیز نہیں۔

حنا...... (پاس آکر ہمایوں کے بالوں میں ہاتھ ڈالتی ہے) کیابات ہے ہمایوں۔ تم کیا چھپا رہے ہو مجھ سے۔

ھمایوں...... یہ ایڈورٹائزنگ کا کام اچھا ہے لیکن میں تو جدھر جاتا ہوں' کوئی نہ کوئی اڑچیں خود بخود کھڑی ہو جاتی ہے۔

حنا...... اب کونسی پرابلم ہے۔

ھمایوں...... اچھا بھلا ایم اے پاس لڑکا میں نے دیکھا ہے۔ بڑی رواں انگریزی بولتا ہے ویل ڈریسڈ ہے لیکن غصہ اس کا بھی ناک پر دھرا ہے۔ آج چپراسی سے ہی لڑ پڑا۔ کان پکڑ کر نکال دیا بیچارے چپراسی کو دفتر سے۔ میں نے کہا مسٹر ساجد شکر کرو چھوٹی سی ایجنسی ہے۔ جو کوئی فیکٹری ہوتی تو تمہیں پتہ چل جاتا۔ یونین نے آج تمہارا کان پکڑا ہوتا۔

حنا...... پی آر او کا کیا کام غصے سے؟ آپ اسے سمجھادیں ناں۔ ہی مسٹ بی پولائٹ

ھمایوں...... جب تک وہ سمجھے گا' کئی پارٹیاں ہاتھ سے نکل جائیں گی۔

حنا...... تو تم خود ملا کرو ناں کلائنٹ سے۔

ھمایوں...... میرا بھی ہمیشہ نظریاتی اختلاف ہو جاتا ہے لوگوں سے۔ اب رات کو جو ڈنر پر آرہا ہے...... اس بڈھے کو میں کیسے ہینڈل کروں۔ آئی کانٹ سٹینڈ ہم اور دو لاکھ کی پارٹی ہے وہ۔

حنا...... کون ہمایوں؟

ھمایوں...... مسٹر امتیاز شروانی۔ ٹیلی ویژن، اخبار، رسالے، پوسٹر' نیون بورڈ سارا کام ایک کنٹریکٹ میں مل سکتا ہے' سارا ٹھیکہ۔

حنا...... تو تم اسے کنونس کرنا ہمایوں کہ تمہارے جیسی فلمیں کوئی نہیں بنا سکتا تمہارے آرٹسٹوں سے بہتر پوسٹر کوئی تیار نہیں کر سکے گا۔ ہمارے ایسے سلوگن ایسے جنگل بنائیں گے 'اس کا سارا سامان دوگنا چوگنا بکے گا۔

ھمایوں...... اوہ بابا کام میں کرونگا۔ اچھا سے اچھا لیکن اسے کنونس کون کرے گا۔ منائے گا کون اسے ہمیں

کنٹریکٹ دینے پر۔

حنا...... ہاں عموماً بڈھے ذرا جھکی ہوتے ہیں۔

ھمایوں...... مشکل یہ ہے اس کے ساتھ ایگری کر کے بھی کام نہیں بنتا۔ کل زور شور سے لیکچر دے رہا تھا کہ مہنگائی اس طرح کم ہو سکتی ہے میں ہاں جی ہاں کرنے لگا تو فٹ پلٹ کے بولا ہمارے ملک میں تو مہنگائی ہے ہی نہیں۔

حنا...... تو پھر؟

ھمایوں...... تم اگر میرے ساتھ چلتیں؟

حنا...... میں ھمایوں......؟

ھمایوں...... بڈھے کو پمپر کرنے کے لئے۔

کٹ

سین ۴۸ آؤٹ ڈور رات

(ہلٹن میں کار میں ہمایوں اور حنا داخل ہوتے ہیں۔ حنا نے لاؤڈ میک اپ کر رکھا ہے۔ تیاری بھی زیادہ ہے۔ دونوں ہلٹن کے مختلف حصوں میں چلتے ہوئے نظر آتے ہیں)

کٹ

سین ۴۹ ان ڈور رات

(ہلٹن میں ایک بڑا سا ڈنر ہو رہا ہے۔ ایک طرف ایک بڈھا گنجا امتیاز شروانی بیٹھا ہے۔ اس کے پاس حنا بیٹھی ہے۔ ان دونوں کے سامنے ہمایوں بیٹھا ہے۔ حنا امتیاز کو چیزیں پاس کرتی ہے۔ امتیاز' جو کچھ حنا کہتی ہے' اس پر بار بار ہنستا ہے۔ اور نیپکن سے منہ پونچھتا ہے۔ بے ضرر سی فلرٹیشن جاری ہے۔ حنا اور ہمایوں نظریں ملاتے رہتے ہیں۔)

کٹ

سین ۵۰ ان ڈور دن

(ایک بیوٹی کلینک میں حنا بال بنوا رہی ہے۔ وہاں ہی اس کا میک اپ ہوتا ہے)

کٹ

سین ۵۱ آوٹ ڈور دن

(کار میں حنا ایک بنک کے سامنے آتی ہے۔ بنک کے اندر جاتی ہے۔ کیمرہ اسے فولو کرتا ہے۔ وہ اندر منیجر کے کمرے میں جاتی ہے۔ بڑی نمائشی مسکراہٹ اس کے چہرے پر ہے۔ منیجر کھڑا ہو کر اس کا استقبال کرتا ہے۔ وہ ہنس ہنس کر اس سے باتیں کرتی ہے پھر دراز کھول کر منیجر اسے کچھ کاغذ دیتا ہے۔ وہ جیسے قرضے کے کاغذات پر سائن کرتی ہے۔ منیجر اپنے کسی کارکن کو بلاتا ہے۔ فون کرتا ہے۔ کارکن قریباً لاکھ دو لاکھ نوٹوں کی صورت میں لاتا ہے وہ روپے حنا کو دیتا ہے۔ وہ رقم پرس میں ڈالتی ہے)

کٹ

سین ۵۲ ان ڈور دن

(ایڈورٹائزنگ ایجنسی اب یہ دفتر بہت بڑھ چکا ہے۔ بڑے بڑے پوسٹر لگے ہیں کچھ آرٹسٹ کام کر رہے ہیں۔ کچھ لوگ ٹائپ کر رہے ہیں ان میں سے حنا گزر کر اندر جاتی ہے۔)

کٹ

سین ۵۳ ان ڈور دن

(اندھیرے کمرے میں اس وقت ہمایوں ایک صابن کا اشتہار چلا کر دیکھ رہا ہے۔ حنا آتی ہے اور اس کے ساتھ مل کر اشتہار دیکھتی ہے۔)

کٹ

سین ۵۴ ان ڈور رات

(حنا کی ماں اور باپ اپنے کمرے میں)

ماں...... شوکت صاحب! آپ چھوڑ دیں اس بات کو اولاد جب اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاتی ہے تو اسے بھی بھول جاتا ہے کہ ماں باپ نے ان کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلے ہیں

باپ...... کتنی مہنگائی ہو گئی کیسی ڈیمانڈنگ زندگی ہو گئی ہے۔ اب وہ اس زندگی کے تقاضے پورے کریں کہ ماں باپ کے پیچھے پھریں۔

ماں...... نہ پھریں بالکل نہ پھریں پر کوئی تو آنکھ میں لحاظ ہو شرم ہو کچھ تو احسان مندی کا جذبہ ہو۔

باپ...... اب بھائی وہ نہیں آ سکتی تو تم اور میں چلے جایا کریں گے اس کے پاس۔

ماں...... بڑی سلفش بڑی سلفش خدا قسم شوکت صاحب صبا بھی تو ہے۔ جب بھی آتی ہے' ہاتھ میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہے بھائی کے لئے فرانس سے آئی تو کتنے پرفیوم لائی میرے لئے اس کے پاس تو ہر بار ایک نئی کہانی ہوتی ہے۔

باپ...... اس کے پاس بھی جب کچھ ہو گا تو ضرور لائے گی۔ اس کے دل پر لکھا ہے سب کچھ' صرف اس کا ہاتھ تنگ ہے۔

ماں...... اچھا ہاتھ تنگ ہے جب جاؤ کسی پارٹی پر جا رہی ہوتی ہے۔ کوئی اس کے گھر آ رہا ہوتا ہے۔ کسی کو ٹائم دے رکھا ہوتا ہے ________

________ کسی جگہ وقت پر پہنچنا ہوتا ہے۔ میں نے تو اسے چھوڑ دیا ________

________ جس کو یاد ہی نہیں کہ بوڑھے ماں باپ نے اس کے لئے کیا کچھ کیا' اسے ملنے کا فائدہ۔

باپ...... بیٹی کو کسی فائدے کے لئے تو نہیں ملا جاتا۔

ماں...... کل تو حد ہو گئی۔ میں نے قسم کھائی اب اس کے گھر قدم رکھوں تو میرے جیسا بیوقوف کوئی نہیں۔ شوکت صاحب میں نے بس اتنی بات کہی' حنا تیرے بھائی نے اب ایبروڈ جانا ہے۔ تو نے ڈیڑھ لاکھ دینا ہے۔ اس

میں سے کچھ تو لوٹادے۔ بھائی کا حق تو نہ کھاجا۔

باپ.....اس کے پاس ہوتا خورشید تو وہ کبھی گھر نہ رکھتی۔ ضرور دیتی لیکن بارہ سال بعد اس قرض کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟ کیا کرتی ہو تم بھی۔ بھول جاؤ۔

ماں.....میں تو انصاف پر چلوں گی شوکت صاحب ایک سمیسٹر پر پچاس ہزار لگتا ہے۔ کمال بیچارہ کیسے پڑھے گا؟

باپ.....میرا خیال ہے اسے شرمندہ کرنے کی کوئی ایسی ضرورت نہ تھی۔

ماں..... آپ تو اس کے گھر کم جاتے ہیں۔ ذرا کبھی جاکر دن بھر رہیں۔ دو کاریں بندھی ہیں پورچ میں..... آٹھ آٹھ دس دس کا کھانا ہوتا ہے روز..... ہوٹلوں میں جو دھکے کھاتی پھرتی ہے وہ الگ۔

باپ.....ہم اس کے اتنے پاس نہیں رہتے کہ اس کے حالات سمجھیں۔

ماں..... آپ بڑے بھولے ہیں شوکت صاحب آپ کو پتہ نہیں چلتا..... یہ بیسویں صدی ہے..... سب کو اپنی اپنی پڑی ہے۔ اپنی مہندرو نہیں اپنی جمعدانی.......... اس کے بیٹے کو نوکر کرایا..... انہیں بھینس لینی تھی میں نے پیسے دیئے۔ چھت گر گئی ہے' چھت گر گئی ہے شور مچار کھا تھا' میں نے ہزار روپیہ دیا۔ آپ اس کی قسطیں ادا کرتی ہے کرایہ علیحدہ' تنخواہ علیحدہ..... ہر وقت گرم چائے' گرم روٹی اور آج جواب دے گئی آرام سے کوئی لحاظ ہی نہیں۔ کوئی احسان ہی نہیں۔ جیسے میں نے اس کے لئے کچھ کیا ہی نہیں کبھی۔ بھول بھلا گئی سارا۔ یہ تو حال ہے لوگوں کا۔

کٹ

سین ۵۵ ان ڈور رات

(ڈائننگ ٹیبل' فاطمہ اب سولہ سترہ برس کی ہے۔ اپنے باپ ہمایوں کے ساتھ کھانا کھا رہی ہے۔ ہمایوں پینتالیس کے لگ بھگ بالکل فٹ آدمی ہے اس کا ایک بال بھی سفید نہیں۔ کامیابی نے اس کا چہرہ روشن کر رکھا ہے اس وقت حنا بہت سی کاپیاں کتابیں اٹھائے اندر داخل ہوتی ہے۔)

حنا.....امتحانوں میں تو اتنا کام بڑھ جاتا ہے (کرسی پر بیٹھتی ہے) فاطمہ ذرا پانی تو پلا۔

(ہمایوں حنا کی طرف توجہ دیئے بغیر کھانا کھاتا رہتا ہے)

حنا.....ایک وہ ڈرامہ میرے سر ڈال دیا ہے اس دفعہ..... میں نے کئی بار کہا پلیز میرے پاس ٹائم نہیں۔

لیکن سب کہنے لگیں سٹاف میٹنگ میں..... نہیں نہیں آپ کو ہی کروانا پڑے گا۔

فاطمہ.....ایز یو لائیک اٹ ماما آپ ڈیوک بنی تھیں

حنا.....(تھکی تھکی) ہاں بھئی اپنی یوتھ میں میں تو اب اتنی تھک جاتی ہوں' اتنی تھک جاتی ہوں مجھے لگتا ہے جیسے میری عمر اسی سال کی ہو۔

ہمایوں.....عام طور پر مشرق میں عورت چالیس کے قریب ختم ہو جاتی ہے۔

حنا.....واقعی میں تو بڈھی ہو گئی۔

فاطمہ.....ہائے کہاں ماما میری ماما تو اتنی سمارٹ' اتنی خوبصورت' اتنی چارمنگ ہے۔ سارا کالج پریز کرتا ہے آپ کی۔

حنا.....(لمبا سانس لے کر) اگر میں بال ڈائی نہ کروں تب پول کھلے میری سمارٹ نس کا..... قریباً سارا سر سفید ہو گیا ہے میرا۔ آپ ٹھیک ہیں ہمایوں؟

ہمایوں.....(یکدم حاضر ہو کر) ہاں۔ وہ میں تو ٹھیک ہوں۔

حنا.....(جمائی لے کر) مجھے لگتا ہے جیسے مجھے کافی Sleep نہیں ملتی۔

(جمائی لیتے ہوئے چہرے پر کیمرہ آتا ہے)

کٹ

سین ۵۶ ان ڈور شام کا وقت

(حاجی صاحب اور فاطمہ بیٹھے ایک البم سے تصویریں دیکھ رہے ہیں۔)

حاجی.....اپنی ماں کا خیال رکھا کر فاطمہ۔

فاطمہ.....میں تو خیال رکھتی ہوں۔ ابو بھی تو رکھیں ناں۔ رات رات گئے تو وہ کلب سے واپس نہیں آتے۔

حاجی.....بڑی جان ماری ہے اس نے ساری عمر۔

فاطمہ.....اب کون سا کم ہے۔ صبح کالج شام کو سوشل لائف..... کہتی ہیں میں تو کمبل چھوڑتی ہوں اب کمبل مجھے نہیں چھوڑتا۔ گولی ماریئے اس سب کو۔ resign کر دیں۔

(اس وقت ٹرے میں چائے لگائے اندر سے حنا آتی ہے)

حاجی...... بنی یہاں تو تھوڑی دیر آرام کر لیا کر۔ یہ کوئی تیرے ہمایوں کا گھر تھوڑی ہے کہ ہر وقت کام کرتی پھرے۔

(حنا بیٹھی ہے اور لمبی سی جمائی لیتی ہے)

حاجی...... کیا بات ہے حنا

حنا...... پتہ نہیں ابا جی کچھ انٹرسٹ نہیں رہا (فاطمہ سے) چائے ڈال فاطمہ (پھر دادا سے) میں کوشش کرتی ہوں اپنے کام میں دلچسپی لوں...... نہیں پیدا ہوتی...... میں چاہتی ہوں گھر میں کچھ انٹرسٹ پیدا ہو جائے۔ پتہ نہیں؟

حاجی...... ہفتے دو ہفتے کے لئے کہیں چلے جانا تھا حنا۔

فاطمہ...... میں بھی یہی کہتی ہوں دادا ابا ماما یونیڈاے چینج

امی بنکاک چلی جائیں...... وہاں کی سیر کریں۔

حنا...... بہت سفر کئے...... انگریزی کے بھی 'اردو کے بھی لیکن ہر جگہ آدمی خود اپنے آپ کو بھی تو ساتھ لے جاتا ہے۔ کاش اسے چھوڑ جایا کرے۔ اپنے تھکے ہوئے وجود کو پھر ریفرش ہو سکتا ہے۔

(لمبی جمائی)

حاجی...... تم اپنا چیک اپ کراؤ حنا۔

حنا...... گئی تھی ابا جی ڈاکٹر عندلیب کے پاس...... وہ کہتی ہے نتھنگ از رانگ فزیکلی

کٹ

سین ۵۷ ان ڈور شام کا وقت

(ہمایوں کا بیڈ روم ہمایوں باتھ روم سے نکل کر ایک ڈریسنگ ٹیبل کے آگے ٹائی باندھ رہا ہے۔ اسی ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے میں دوسری سمت لگا ہوا ڈریسنگ ٹیبل نظر آتا ہے۔ یہاں بیٹھی حنا اپنے بالوں میں پونی کلر لگا رہی ہے ہمایوں اپنی طرف کا ڈریسنگ ٹیبل چھوڑ کر ادھر جاتا ہے)

حنا...... بس میں ابھی تیار ہو جاؤں گی ہمایوں جسٹ اے شاور ۔

ھا یوں...... میرا خیال ہے حنا۔ تم رہنے دو...... آج ایسے ہی ایمبیرسمنٹ ہو گی۔

حنا...... کیا مطلب؟

ھا یوں...... مسٹر صغیر کی بیوی ذرا جیلس قسم کی ہے۔ تمہارے جانے سے کہیں الٹا ہی کام نہ ہو جائے ناں...... تم مسٹر صغیر کو امپریس کر لو گی لیکن کام ہمیں نہیں ملے گا کیونکہ ہی فیئرز ہز وائف -

حنا...... (حیران ہو کر) جیسے تمہاری مرضی ہمایوں

ھا یوں...... (گرم ہو کر) میری مرضی کا کوئی سوال نہیں...... تمہارا جی چاہتا ہے تو چلو...... لیکن مسز صغیر کو جیلس کر کے ہمیں کچھ حاصل نہ ہو گا...... ویسے بھی میرا خیال ہے میں ساری سچویشن کو تم سے بہتر سنبھال لوں گا

حنا...... ہاں وہ تو ہے -

ھا یوں...... یہ بزنس ڈنرز اور پارٹیز ہیں حنا۔ ان میں تمہارے جانے کی ویسے بھی کوئی خاص ضرورت نہیں

حنا...... ہاں یہ تو میں سمجھتی ہوں ہمایوں (جمائی لیتی ہے)

کٹ

سین ۵۸ آؤٹ ڈور دن

(گاؤن پہنے ہوئے درمیان میں حنا چل رہی ہے اس کے ساتھ فاطمہ اور چند لڑکیاں ہیں۔ وہ لان پر کچھ ڈسکس کرتی ہوئی چلتی آ رہی ہے)

کٹ

سین ۵۹ ان ڈور دن

(ایک بہت بڑا دفتر۔ اس کے آرٹ سیکشن میں تین لڑکیاں کام کر رہی ہیں۔ دو پوسٹر بنانے میں مشغول ہیں۔ ایک لڑکی لمبے میز پر بڑے بڑے گتے کے ٹکڑے سنوار رہی ہے۔ حنا ادھر آتی ہے اندر جانا چاہتی ہے۔ کیوبز والی لڑکی اس کے پاس آتی ہے۔)

طلعت...... ایکیوزمی آپ اندر نہیں جا سکتیں۔

حنا......کیوں؟

طلعت......اندر میٹنگ ہو رہی ہے۔ آڈر بند ہے۔

حنا......تم کون ہو؟

طلعت......جی میں نئی سیکرٹری ہوں۔

حنا......اور جانتی ہو میں کون ہوں۔؟

طلعت......جی نہیں۔

حنا............میں مسز ہمایوں ہوں۔

کٹ

سین ۶۰ ان ڈور دن

(لکھنے والی میز پر ہمایوں بیٹھا ہے۔ پاس حنا کھڑی ہے حنا غصے میں ہے)

حنا......اتنے سال ہو گئے۔ کئی سیکرٹری گرلز آئی گئیں۔ کبھی یہ واقعہ نہیں ہوا۔

ہمایوں......لیکن یہ بھی کیا ضرور ہے حنا جو واقعہ آج تک نہیں ہوا وہ غلط ہو...... آخر آل تمہارا آفس آنا اچھا تو نہیں لگتا۔

حنا......ہمایوں!

ہمایوں......میرے جتنے کولیگز ہیں، ان کی بیویاں کوئی وقت بیوقت ان پر سپائی کرنے کے لئے دفتر میں تو نہیں گھسی رہتیں۔ اگر کوئی کام ہوتا ہے تو زیادہ سے زیادہ وہ فون کر دیتی ہیں۔

حنا......میں تو پچھلے اٹھارہ سال سے دفتر آ رہی ہوں۔

ہمایوں......وہ تمہاری مرضی ہے۔ حنا دفتروں کا کچھ ایٹ موس فیئر ہوتا ہے۔ کچھ پروٹوکال ہوتا ہے دفتروں میں۔ تمہارا آنا کچھ اچھا نہیں لگتا۔

(اب ہمایوں ایک چیک پھاڑ کر حنا کو دیتا ہے)

ہمایوں......غالباً تمہارا خیال ہے کہ تم بزنس میں شیئر ہولڈر ہو، کیونکہ میں نے تم سے ایک زمانے میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ لیا تھا یہ لو شکریے کے ساتھ واپس۔

حنا......یہ یہ...... یہ کیا ہے ہمایوں......

ہمایوں......میں آپ کا اور اپنے باپ کا ہر مالی احسان اتار دینا چاہتا ہوں اور میں یہ کوشش کرتا رہوں گا...... میری صرف اتنی ریکوسٹ ہے کہ تم میری زندگی میں انٹرفیئر نہ کرو۔

کٹ

سین ۶۱ آؤٹ ڈور دن

(کار میں طلعت کے ساتھ ہمایوں جا رہا ہے)

کٹ

سین ۶۲ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ایک ہوٹل میں ہمایوں اور طلعت چائے پی رہے ہیں۔)

کٹ

سین ۶۳ ان ڈور رات

(پلنگ پر لیٹی حنا رو رہی ہے۔ فون ملاتی ہے پھر رکھ دیتی ہے)

کٹ

سین ۶۴ ان ڈور صبح کا وقت

ہمایوں......ہاں مجھے یہ کہنے میں کچھ شرم نہیں، کچھ باک نہیں۔ مجھے تم سے محبت کبھی نہیں تھی...... میں

نے ہمیشہ تم سے نفرت کی ہمیشہ مجھے تمہارے چہرے سے، تمہاری ہر چیز سے نفرت تھی...... صرف نفرت۔

حنا......اور۔ اور تم اس نفرت کے اظہار کے لئے اتنے سال انتظار کرتے رہے۔

ھمایوں......کیونکہ میں کمزور تھا اور میں اس شاخ کو کاٹنا نہ چاہتا تھا جس پر میرا سارا بوجھ تھا۔ میں نے یہ اٹھارہ سال کس عذاب میں کاٹے ہیں اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں۔ کسی ایسے شخص کے ساتھ رہنا جس سے نفرت ہو توبہ توبہ۔

حنا......پہلے تو ہم ٹھیک تھے......ہمایوں، طلعت کے آنے سے پہلے......شاید سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا۔

ھمایوں......ہم کبھی بھی ٹھیک نہیں تھے......میری احسان مندی اور تمہاری کم نظری کی وجہ سے یہ مغالطہ ہوا......میں اس عذاب میں اور زندہ نہیں رہ سکتا۔ اب میں احسان فراموش کہلانا پسند کرونگا لیکن۔ میں اس دوزخ میں نہیں رہوں گا۔

حنا......تم نے مضبوط ہوتے ہی میرے ہاتھ کو ڈس لیا۔

ھمایوں......کیا مطلب؟

حنا......کوئی مطلب نہیں۔ بڑی پرانی بات ہے۔

ھمایوں......اس کے میرے درمیان احسان کا رشتہ نہیں......ہم دونوں آزاد ہیں۔ محبت کرنے کے لئے

حنا......ہمایوں آخر میرا قصور؟ اس نفرت کی وجہ...... آخر

(اس وقت فاطمہ آتی ہے)

فاطمہ......امی چلیں آپ کی کلاس نکل جائے گی

(فاطمہ اور حنا دونوں جاتی ہیں)

کٹ

سین ۶۵ آوٹ ڈور دن

(بالکل پہلے سین کی طرح ایک طرف سکرپٹ پکڑے حنا بیٹھی ہے۔ چند لڑکیاں شکسپیئر کے لباسوں میں ملبوس ہیں۔ پھر آرلینڈو اور آدم بنی ہوئی لڑکیاں اٹھ کر سٹیج پر جاتی ہیں اور فاطمہ ڈیوک کے لباس میں سٹیج پر جاتی ہے)

فاطمہ......

Blow Blow thy winter wind
Thou are not so unkind
As man's ingratitude

(ساری تقریر پڑھتی ہے۔ آخر میں کیمرہ حنا کے چہرے پر آتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو آتے ہیں۔)

کٹ

سین ۶۶ ان ڈور دن

(حنا کے والد کا گھر)

باپ......جا رہی ہے حنا

حنا......جی ابا

باپ......کیا بات ہے

حنا......کوئی بات نہیں ابو

باپ......تو مجھے بیشک نہ بتائے بیٹا......لیکن میں جانتا ہوں۔ چٹان پر گھونسلا بنانے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے۔ بھلا کب تک آندھیوں سے ایسا گھونسلا بچ سکتا ہے کب تک............

کٹ

سین ۶۷ ان ڈور شام کا وقت

(حاجی صاحب بیٹھے ہیں۔ حنا کھڑی ہے۔ سامنے چائے کی ٹرالی ہے۔)

حنا......میں ابو کو بتانے گئی تھی۔ لیکن ان کا چہرہ دیکھ کر میرا حوصلہ نہیں پڑا......میں انہیں کیسے بتاتی کہ ہمایوں نے دوسری شادی کر لی ہے............اور مجھے اور فاطمہ کو چھوڑ دیا ہے۔

حاجی......تو نے اگر نہ بھی بتایا ہو حنا، پھر بھی ان کو علم ہو گا۔ کچھ چہرے ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کے دل کا حال منہ پر لکھا ہوتا ہے۔

حنا......وہ شادی کر لیتے اباجی۔ مجھے افسوس ہوتا۔ ضرور ہوتا لیکن شادی عام واقعہ ہے......اس عمر میں مرد عموماً دوسری شادی کر ہی لیتے ہیں۔ لیکن میں ان کی نفرت کو سمجھ نہیں سکی............یہ بات مجھے ختم کرنے کو کافی ہے کہ آخر ان کے دل میں میرے خلاف اتنی نفرت کیوں آئی......کیسے آئی۔ میں نے اس نفرت کو ڈیزرو

د کرنے کے لئے کیا کیا ہے آخر؟

حاجی......ازل سے یہی شعار ہے انسان کا ہنی...... انسان جتنی نفرت اپنے کرم فرما سے کرتا ہے' اتنی تو وہ اپنے قاتل سے بھی نہیں کرتا۔ انسان تو اس قدر ناشکرا ہے کہ جس کی مہربانی کے بغیر ایک سانس بھی نہیں لے سکتا' اس کی نعمتوں کا کبھی شکر ادا نہیں کرتا...... یہ اور بات ہے کہ جب ہم کسی احسان فراموش آدمی کے رویے کا شکار ہوتے ہیں تو وہ ہمیں شکایت بھی کرنے نہیں دیتا اور ہمارا خالق ہمیں معاف کر دیتا ہے...... ہمیشہ۔

حنا......لیکن اتنے سال...... تو مجھے کبھی شبہ بھی نہ ہوا کہ وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔

حاجی......جس وقت کسی پر احسان ہو رہا ہوتا ہے حنا' اس وقت وہ اپنی محتاجی کی ہتھیلی میں اپنی نفرت کا زہر چھپائے رکھتا ہے جیسے شیر اپنے پنجوں میں اپنے ناخن چھپائے رکھتا ہے' لیکن وہ موجود ہوتے ہیں ہمیشہ ہر وقت۔

حنا......ایسا کیوں ہے؟ کیوں ہے اباجی......؟

حاجی......بدقسمتی سے مدد لینے والے کا پول جلدی کھل جاتا ہے لیکن خود مدد کرنے والے پر کبھی کبھی ساری عمر نہیں کھلتا۔ جس طرح مدد لینے والا ایک غلط الیوژن میں مبتلا ہوتا ہے کہ وہ ساری عمر زیر بار رہے گا' کبھی احسان فراموش نہیں بنے گا' اس طرح مدد کرنے والا بھی عام انسان ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک خیالِ خام کے تحت سوچتا ہے کہ وہ بغیر کسی مقصد کے' کسی قسم کی توقعات کے بناء' ہر قسم کے ٹھوسے آزاد مدد کر رہا ہے...... کئی مرتبہ اسے خود معلوم نہیں ہوتا کہ در پردہ کوئی توقع ہے...... لیکن اندر ہی اندر توقعات ہوتی ہیں حنا۔

حنا......مجھے تو ان سے کبھی کوئی توقع نہ تھی اباجی یقین کریں میں تو...... میرا تو خیال ہے......

حاجی......ہوتی ہے ہوتی ہے توقع' لیکن انسان کو پتہ نہیں چلتا۔ کچھ لوگ اس گمان پر مدد کرتے ہیں کہ لوگ انہیں نیک سمجھیں۔ کچھ اپنی نظر میں محترم ٹھہرنے کے لئے مدد کرتے ہیں...... کچھ لوگ ساری عمر کے لئے دوسرے کو مطیع کرنا چاہتے ہیں۔

حنا......بظاہر تو ایسی کوئی بات تھی ہی نہیں اباجی۔

حاجی......ہم سب انسان ہیں حنا...... کسی انسان سے احسان فراموشی کی غلطی ہوتی ہے' کسی سے توقع کرنے کی غلطی ہوتی ہے...... سنو حنا! جب سے میں ہمایوں سے بچھڑا ہوں' میں ہر روز اس بارے میں سوچتا ہوں **ایکڈیمیکلی**

میں جانتا ہوں کہ ہم دونوں کی غلطی تھی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کے پاس جاؤں اور کہوں میں نے تم سے آس لگا کر اپنا بڑھاپا برباد کیا...... لیکن اس بات کو realize کرنے کے باوجود میں اس کے سامنے جا نہیں سکتا...... ممکن ہے وہ بھی اس بات کو سمجھتا ہو۔ لیکن ہم دونوں کے درمیان انا حائل ہے۔ اعتراف کرنے نہیں دیتی۔

حنا...... آپ نے اس سے کیا آس لگائی تھی اباجی؟

حاجی......میں نے اسے شہزادوں کی طرح پالا...... میرا خیال تھا کہ میں اسے صرف بیٹا سمجھ کر پال رہا ہوں' لیکن ایسے نہیں تھا۔ مجھے اس سے توقع تھی کہ وہ میری پرورش کی وجہ سے لائق بیٹا بنے گا۔ میرا نام روشن کرے گا۔ لیکن جس طرح وہ میری توقعات میں گرتا گیا...... جس طرح اس کی نیت صاف نہیں تھی' میں نے کبھی اسے خدائی مہمان سمجھ کر غرض وغائیت سے پاک اس کی خدمت نہیں کی...... ہو سکتا ہے تم کو بھی اندر ہی اندر اس سے کچھ توقع ہو......

حنا......ہرگز نہیں اباجی۔ ہرگز نہیں۔

حاجی......ان توقعات کا کچھ پتہ نہیں چلتا' کس وقت کیسے یہ دل میں پروان چڑھتی ہیں۔ بالکل ٹھہرے ہوئے پانیوں پر جیسے کائی آہستہ آہستہ نامعلوم طریقے سے چڑھ جاتی ہے...... تمہارے دل کا شفاف پانی بھی کسی توقع کی وجہ سے متعفن ہو گیا ہے حنا۔ اگر تمہیں اس سے کوئی توقع نہ ہوتی تو میری طرح تمہیں اتنا زبردست دھکا نہ لگتا۔

حنا......میں نے کسی دن یہ آرزو نہیں کی کہ وہ میرے شکر گزار ہوں' میرے احسان مند ہوں......

حاجی......کچھ لوگ فصل نہیں مانگتے' ساری زمین اپنے نام لکھوانا چاہتے ہیں۔ تم نے بھی اسے خریدنا چاہا ہوگا۔ تم نے بھی ہمایوں کی ماں کی طرح ساری زندگی کے لئے اس کی محبت خریدنا چاہی ہوگی۔ مجھے تو اتنا شوق تھا کہ میرا بیٹا لائق ہو۔ اسے تو اس بات کی بھی خواہش تھی کہ ہمایوں اس سے ساری عمر محبت کرے...... تم کو بھی کسی لمحے کسی گھڑی اس توقع نے شکار کر لیا ہوگا۔

حنا......محبت کی آرزو تو نیچرل ہے اباجی...... خاص کر ہم جیسے رشتے میں۔

حاجی......سارا بکھیڑا بھی نیچرل ہونے سے پڑتا ہے حنا۔

حنا...... تو آدمی کیا کبھی کسی کی مدد نہ کرے۔ اسے مرنے دے' لیکن جان نہ بچائے...... در در بھٹکنے دے' لیکن ہاتھ نہ پکڑے۔

حاجی......تمہاری طرح میں بھی سمجھتا تھا کہ بیٹے کی اتنی خدمت ہو رہی ہے تو بالکل نیچرل ہے کہ وہ بھی اطاعت کرے۔ باپ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرے...... لیکن اب میں سمجھ گیا ہوں کہ ایسی مدد غرض وغائیت سے

پاک نہیں ہوتی...... ایسی مدد دیکر انسان کسی دوسرے کی نہیں اپنی مدد کر رہا ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو بلڈ کر رہا ہوتا ہے۔ اپنی خواہشات پوری کرنے کی کوشش کرتا...... ہے۔

حنا...... تو اب میں کیا کروں اباجی......

حاجی...... میں خود آج تک نہیں سمجھ سکا کہ میں کیا کروں؟ میں اپنی کمزوری سمجھ گیا ہوں لیکن عمل نہیں کر سکتا۔ میں خود تو کبھی غرض وغائیت سے پاک نہیں رہ سکتا لیکن میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو واقعی نیکی کر کے اسے دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ جن کی اپنی کوئی توقع وابستہ نہیں ہوتی۔ شکریئے کے دو بول بھی انہیں درکار نہیں ہوتے...... ایسے لوگوں کی نیکی کے کبھی منفی اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ وہ ایسے مدد کرتے ہیں، جیسے بادلوں سے گرنے والی بارش درختوں پر پڑی اور پھر مٹی میں ایسے جذب ہو گئی کہ نشان تک باقی نہ رہا......

حنا...... کچھ تو تشفی کی بات کریں......

حاجی...... (جاتے ہوئے) تیرے میرے لئے تسلی کہاں حنا؟ ہمارے پیروں میں تو انا کی زنجیر ہے...... دل پر توقعات کی کائی چھائی ہے...... سارا منظر اپنی خواہشات کے جالوں سے دھندلایا ہوا ہے۔ ہماری تشفی کہاں...... اگر ہم نے غرض وغائیت سے پاک مدد کی ہوتی تو ہمارا یہ حال ہوتا، جو ہے۔ ایسے دوزخ میں جل بھن رہے ہوتے ہم۔

(حاجی اپنی عینک سے آنسو پونچھتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ حنا جانے لگتی ہے۔ فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ حنا اٹھاتی ہے۔ دوسری طرف طلعت فون کا چونگا اٹھائے نظر آتی ہے۔)

طلعت...... ہیلو۔ ہیلو جی۔ یہ حاجی اسلم یوسف زئی صاحب کی کوٹھی ہے۔ ہیلو......

حنا...... جی جی۔ آپ کون ہیں؟

طلعت...... جی میں مسز ہمایوں بول رہی ہوں جنرل ہسپتال سے۔ حاجی صاحب گھر پر ہیں۔

حنا...... جی ہیں بلاؤں۔

طلعت...... آپ انہیں پیغام دے دیں، میں جلدی میں ہوں۔ ابھی ابھی ہماری کار کا زبردست ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ ہمایوں صاحب کو زبردست چوٹیں لگی ہیں۔ میں اپنا فرض سمجھتی ہوں کہ ان کے والد کو اطلاع دے دوں۔

حنا...... شکریہ۔

طلعت...... یاد رہے گا آپ کو جنرل ہسپتال...... میں مسز ہمایوں بول رہی ہوں، آپ کون ہیں؟

(حنا فون بند کرتی ہے۔ اس وقت حاجی صاحب ہاتھ میں پانی کا گلاس لئے آتے ہیں)

حاجی...... لو یہ عرق گلاب پیئو۔

حنا...... ہمایوں کا حادثہ ہو گیا ہے اباجی۔ میں جنرل ہسپتال جا رہی ہوں۔

حاجی...... تو ہسپتال جائے گی۔ تو حنا؟

حنا...... جی ابا...... اور اس بار آپ دیکھیں گے کہ حنا کو اپنے لئے کچھ درکار نہیں ہو گا۔ شکریئے کے دو بول بھی نہیں۔ شکر گزاری کی ایک نگاہ تک نہیں۔

(جلدی سے جاتی ہے۔ کیمرہ حاجی کے چہرے پر آتا ہے۔ چہرے پر آنسو گر رہے ہیں۔)

کٹ

کردار

ناشی	....	پچیس چھبیس برس کی لڑکی
شاہد	....	عمر چالیس برس۔ الجھنوں کا شکار
رابعہ	....	شاہد کی بیوی دمے کی مریض۔ حساس
راؤ مجاہد نصیر	....	ذہنی مریض۔ عمر چالیس کے قریب
سائیکیٹ رسٹ	....	راؤ کا ڈاکٹر
فزیشن	....	ایک قابل ڈاکٹر
ڈیوڈ	....	راؤ مجاہد کا ملازم

اور چند دوسرے کردار

سین ا ان ڈور شام کا وقت

(یہ ایک سائیکی ایٹ رسٹ کا کلینک ہے۔ مریض والی لمبی بنچ پر روشنی ہے اور سائیکو تھراپسٹ مریض کی پشت پر قدرے اندھیرے میں بیٹھا اپنی نوٹ بک میں کچھ لکھ رہا ہے۔)

راؤ ...... میں خود اس بات کو کبھی سمجھ نہیں سکا۔ جب میں کسی پر جذباتی طور پر ٹیک لگا لیتا ہوں' میرا مطلب ہے ڈاکٹر صاحب جب میں ایموشنلی کسی پر ڈیپنڈنٹ ہو جاتا ہوں تو پھر میرا رویہ اس کی جانب اتنا خوفناک کیوں ہو جاتا ہے؟ میں اس قدر sadistic اس قدر ___ ظالم۔

(یکدم جیسے آواز بند ہو جاتی ہے)

ورنہ نارمل حالات میں تو میں...... بہت نرم دل' فراخ دل...... ڈاکٹر یہ نارمل کیا ہوتا ہے۔ نارمل حالات؟ نارمل انسان...... نارمل زندگی۔ کیا حقیقت میں نارمل قریبی منظر کا نام ہے؟

(اب ڈاکٹر گھڑی دیکھتا ہے اور اٹھ کر بتی جلاتا ہے)

ڈاکٹر ...... راؤ صاحب...... نارمل کو ڈیفائن کرنا بہت مشکل ہے۔ ہر کلچر' ہر مذہب...... ہر سوسائٹی میں نارمل انسان مختلف ہو گا...... ہم عام طور پر اس شخص کو نارمل سمجھتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ ایڈجسٹ کرے۔ اس کا رویہ زیادہ سے زیادہ نان شوکنگ ہو۔ جو اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرے ہر ماحول میں۔

(راؤ اٹھ کر کرسی سے اپنا کوٹ پہنتا ہے)

راؤ ...... اچھا ڈاکٹر صاحب! اگلے جمعرات پانچ بجے۔

ڈاکٹر ...... جی نہیں۔ اگلے جمعرات صبح دس بجے۔ آپ بہت پروگرس کر رہے ہیں۔ (رک کر) اپنے آپ سے مایوس نہیں ہونا deviation aberration سے نہیں گھبرانا۔ آپ کو سوسائٹی میں زیادہ نارمل آدمی نظر نہیں آئیں گے۔

راؤ ..... (مایوسی سے مسکرا کر) اچھا ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر ...... اچھا راؤ صاحب خدا حافظ۔

(کلینک سے راؤ باہر نکلتا ہے۔ سامنے وکٹوریہ کھڑی ہے۔ راؤ اس میں سوار ہوتا ہے۔ وکٹوریہ چلتی ہے۔ کیمرہ کلینک کے بورڈ پر آتا ہے جس پر لکھا ہے "ذہنی امراض کا کلینک۔ سائیکیٹ رسٹ ڈاکٹر شفیق احمد")

کٹ

سین ۲ آوٹ ڈور دن

(چیئرنگ کراس پر کیمرہ ہے۔ کچھ فاصلے سے گورنر ہاؤس کی طرف سے وکٹوریہ آتی ہے۔ یکدم ٹریفک بند ہوتا ہے۔ اس وقت واپڈا ہاؤس کے پہلو والے فٹ پاتھ پر ناشی آرہی ہے۔ اس نے کاٹن کی ساڑھی، جسکو خوب کلف لگی ہے، پہن رکھی ہے۔ کندھے پر ڈھیلا ڈھالا جوڑا ہے، بازو پر کینوس کا تھیلا، چہرے پر دھوپ عینک ہے۔ رنگین چھتری لگائے وہ زیبرا کراسنگ پر آتی ہے۔ چونکہ مال کا ٹریفک بند ہے، اس لئے وہ زیبرا کراسنگ پر چلتی ہے۔ اس نے راؤ مجاہد کو نہیں دیکھا لیکن راؤ اسے دیکھتا ہے۔ غور سے دیکھتا ہے اور اپنے ابرو کا ایک بال کھینچتا ہے۔ اس انداز کو ہر وقت استعمال نہیں کرتا بلکہ جب کبھی بے چین ہوتا ہے، اس وقت وہ اپنے ابرو کے بال کھینچ کر توڑتا ہے۔

اگر اتنی بھیڑ میں سین بنانا مشکل ہو تو اسے کسی کم رش والے چوراہے پر بنالیں، جہاں لال ہری بتی بھی ہو اور ناشی چھتری لگائے سڑک کراس کرتی راؤ کو نظر بھی آئے۔)

کٹ

سین ۳ ان ڈور صبح کا وقت

(ایک امیر کبیر گھرانے کا بیڈ روم۔ یہ کار ڈیلر شاہد کا گھر ہے۔ اس کی بیوی رابعہ، جو بڑی صابر اور دکھی عورت ہے، اس وقت دمے کے اٹیک میں مبتلا ہے۔ بازو پر گلوکوز لگا ہے اور دوسرے بازو پر ڈاکٹر بی پی چیک کر رہا ہے۔ یہ وہ ڈاکٹر نہیں جو پچھلے سین میں تھا۔ پچھلا ڈاکٹر سائیکی ایٹرسٹ تھا اور یہ ڈاکٹر فزیشن ہے۔)

کٹ

سین ۴ آوٹ ڈور دن

کاروں کے ڈیلر کا شوروم۔ شاہد ایک امیر آدمی کو کاریں دکھا رہا ہے۔ وہ کاروں کے درمیان میں سے گزرتے

ہیں۔ باتیں ہو رہی ہیں۔ اس کے دوران بیک گراؤنڈ میں غلام علی کی یہ غزل ہے

اس دشت میں اک شہر تھا وہ کیا ہوا آوارگی

اس کی صرف دھن بجتی ہے۔ اس ڈرامے کے دوران صرف اس غزل کو بیک گراؤنڈ میوزک کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ گذارش ہے کہ اس کی دھن ستار، پیانو اور بنسری پر علیحدہ علیحدہ بنوائی جائے اور جہاں جہاں ضرورت ہو، وہاں استعمال کی جائے۔ گانا فقط آخر میں سوپر امپوز ہو گا۔)

ڈزالو

سین ۵ ان ڈور دن

(شاہد کا دفتر۔ یہ دفتر بہت خوبصورت ہے۔ وہ اس وقت سردار صاحب کے سامنے بیٹھا ہے۔)

شاہد...... آپ فکر نہ کریں۔ ڈیوٹی شامل ہے۔ آپ کو گھر پر ایک لاکھ اٹھارہ میں پڑ جائے گی۔

سردار...... مجھے یہ بتائیں، یہ کار جو آپ تجویز کر رہے ہیں کہ یہ اکانومیکل رہے گی، اس کا مجھے کوئی اعتبار نہیں۔ پچھلی کار چھ مہینے تو چالیس کرتی رہی پھر اٹھائیس پر آگئی۔ تیل پھونکنے میں تو آج کل کی گاڑیاں ماہر ہیں۔

شاہد...... بڑے فیکٹرز ہوتے ہیں سردار صاحب۔ یہ ڈرائیور لوگ وقت پر سروس نہیں کرواتے۔ ٹیوننگ میں کوتاہی ہوتی ہے۔ آپ اگر میرا مشورہ لیں تو تیرہ سو سی سی میں اس لال گاڑی سے بہتر اس وقت کوئی مال نہیں ہے۔

سردار...... رجسٹریشن کب کروا سکتے ہیں آپ۔

شاہد...... جب آپ کہیں۔ سردار صاحب زیادہ سوچیں نہیں۔ آپ کو صرف اس کا رنگ پسند نہیں آیا۔ میرا مشورہ لیں۔ اندر کارپٹنگ بھی ہوئی ہے اور پھر کراچی سے چل کر نہیں آئی...... جو سفید والی ہے اس نے ایک ہزار پچاس میل آن روڈ کر لی ہے۔

(فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ وہ فون میں "ہیلو" کہہ کر یکدم سردار سے مخاطب ہوتا ہے)

سر بوسٹر بریکرز ہیں۔ انشاءاللہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

(فون پر)

شاہد موٹرز۔ اچھا اچھا۔ پھر ٹھیک ہو گیا ہے میں ابھی آتا ہوں...... نہیں تانگے پر نہیں موٹر پر آؤں گا۔ ابھی۔

اسی وقت۔

سردار.... خیر ہے جی ؟

شاہد...... میری بیوی کو اٹیک ہو گیا ہے دمہ کا۔ اس لیے میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا۔

(دراز کھول کر چابی نکالتا ہے)

آپ ٹرائی لے لیں۔ میں فتح محمد کو انسٹرکشنز دے دیتا ہوں۔ ایکسکیوز می۔

سردار...... آپ تانگے پر آتے جاتے ہیں؟

شاہد...... نہیں جی۔ ایک رئیسی تانگہ بنوا رکھا ہے اپنے شوق کیلئے۔ (ہنس کر) مجھے لگتا ہے میں پچھلی زندگی میں سائیس تھا۔ خدا حافظ۔

(گھنٹی بجاتا ہے)

کٹ

سین ۶ ان ڈور دن

(رابعہ اپنے بیڈ روم میں تکیوں کے سہارے دراز ہے۔ آکسیجن کا سلنڈر اتر چکا ہے۔ اب وہ ونٹولین کے ساتھ کبھی کبھی سانس اندر کھینچتی ہے۔ گلوکوز ابھی لگی ہے۔)

ڈاکٹر...... آپ کے ہزبنڈ ابھی تک نہیں آئے...... صبح بھی موجود نہیں تھے۔

رابعہ...... خانساماں بتا رہا تھا ابھی contact ہوا ہے۔ بس آنے والے ہوں گے۔ ان کا بزنس ہی ایسا ہے۔

ڈاکٹر...... آپ گھر پر اکیلی ہیں بالکل۔

رابعہ...... جی ڈاکٹر صاحب

ڈاکٹر...... دیکھئے ایسے نہ سمجھئے کہ میں کچھ تجسس دکھا رہا ہوں۔ لیکن آپ کے بچے؟

رابعہ...... بچے نہیں ہیں ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر...... جب پہلے آپ کو اٹیک ہوتا تھا تو آپ کے فیملی ڈاکٹر کیا prescribe کرتے رہے۔

رابعہ...... (بیڈ کے ساتھ لگے دراز کی طرف اشارہ کر کے) اس میں ان کے نسخے ہیں۔

(دراز کھولکر ڈاکٹر کچھ نسخے نکال کر دیکھتا ہے)

رابعہ...... امریکہ جانے سے پہلے ڈاکٹر زیدی نے آپکا ریفرنس دیا تھا۔

ڈاکٹر...... آپکو شاید علم ہو گا کہ دمہ عموماً نفسیاتی ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ وراثت میں ملتا ہے۔ آپ کی فیملی میں؟

رابعہ...... میری دو بہنوں کو...... بڑی بہنوں کو بھی دمہ ہے ڈاکٹر صاحب...... دونوں کے بچہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر...... آئی ایم سوری...... یہ الرجی ٹسٹ ہیں آپ کے۔

رابعہ...... جی...... ان دونوں کو طلاق ہو گئی ہے۔

ڈاکٹر...... اگر آپ اپنی کسی بہن کو یہاں بلا لیں چند دنوں کے لئے تو میرا خیال ہے یعنی اگر یہ ممکن ہو۔

رابعہ...... وہ دونوں میرے گھر آنا نہیں چاہتیں...... ان کا خیال ہے کہ...... کہ وہ جھگڑے نہ کھڑے کر دیں۔ دیکھئے ڈاکٹر صاحب کبھی کبھی میاں بیوی میں کچھ بھی خرابی نہیں ہوتی' دونوں ٹھیک ہوتے ہیں اور پھر بھی کچھ کلک نہیں کرتا......

ڈاکٹر...... بیگم شاہد عموماً اگر بچے ہوں نا تو پھر ...... حالات نارمل ہو جاتے ہیں کسی نہ کسی طرح۔ میاں بیوی کی زندگی stale نہیں ہوتی...... جو تھوڑی بہت ایب نارمل باتیں میاں بیوی میں ہوتی ہیں' بچے اس کو cover, کر لیتے ہیں۔

رابعہ...... کیا انسان کبھی نارمل ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب؟ مجھے تو ہمیشہ یہی لگتا ہے جیسے ہر انسان کی حقیقت سے پرے ایک اور حقیقت ہوتی ہے بلکہ حقیقت در حقیقت ہوتی ہے...... جہاں تک کسی کی نظر پہنچتی ہے' وہی اس کا نارمل ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ منظر بہت دور تک پھیلا ہے...... کبھی کبھی تو آدمی کو وہ کچھ نظر آنے لگتا ہے جو موجود ہی نہیں ہوتا۔ میری حقیقت، آپ کی حقیقت کبھی ایک تو نہیں ہو سکتی ڈاکٹر صاحب پھر ہم دونوں کا نارمل کیسے ایک ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر...... شاید یہیں سے ایب نارمل شروع ہوتا ہے۔ جب آدمی وہ کچھ دیکھنے، سمجھنے اور سوچنے لگے جو موجود نہیں۔

(شاہد جلدی سے آتا ہے)

شاہد ...... اسلام علیکم کیا حال ہے رابعہ؟ سلام علیکم ڈاکٹر صاحب

رابعہ...... آپ ذرا ناشی کو فون کر دیں کہ وہ کچھ دیر کے لئے آ جائے۔

(شاہد اٹھ کر نمبر ملاتا ہے)

کٹ

سین ۷ آؤٹ ڈور دن

(ناشی بنک میں داخل ہوتی ہے۔ ناشی اپنی سیٹ کی طرف جا رہی ہے کہ اکاؤنٹنٹ کی میز پر فون کی گھنٹی بجتی ہے)

اکاؤنٹنٹ ...... ہیلو ماڈل فیئر بنک۔ جی خوش قسمتی سے موجود ہیں۔ مس ناشی آپ کا فون ہے۔

ناشی...... (آتی ہے) ہیلو......

(یکدم اسکی آنکھیں محبت سے بھر جاتی ہیں)

ناشی ...... بنک تو بند ہو گیا ہے۔ میری چھتری رہ گئی تھی 'اسے لینے واپس آئی تھی۔ پھر اٹیک ہو گیا؟ کیسے؟ نہیں میں ہوسٹل نہیں جاؤں گی۔ سیدھی آپ کے گھر آؤں گی۔ سو لانگ (اس وقت اکاؤنٹنٹ مکھی مار اٹھا کر زور سے میز پر مارتا ہے)

ناشی...... کیا کر رہے ہیں شیخ صاحب

شیخ ...... یہ جی اتنے بھونڈ پتہ نہیں کہاں سے آ گئے ہیں؟

ناشی...... آپ کھڑکی کھول کر نکال دیا کریں۔ خواہ مخواہ بے چارے کو مار دیا۔

شیخ ...... کسی کو لڑ جاتا تو؟

(اس وقت منیجر کی کیبن سے چپراسی آتا ہے)

چپراسی...... مس ناشی آپ کو منیجر صاحب بلا رہے ہیں۔ (مس ناشی شیشے کا دروازہ کھول کر اندر جاتی ہے۔ اندر منیجر اور راؤ بیٹھے ہیں اور کافی پی رہے ہیں)

منیجر...... آیئے آیئے مس ناشی! بیٹھئے آپ آج بنک بند ہوتے ہی کیسے چلی گئیں۔

ناشی...... مجھے کسی بیمار کے پاس جانا تھا نعیم صاحب۔

منیجر...... یہ راؤ صاحب ہیں۔ راؤ مجاہد نصیر اور یہ ہمارے بنک کی مس ناشی ہیں۔ ہمارا بنک ان کے دم قدم سے چلتا ہے۔ سارے لڑکے اپنا کام ان کے سر پر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ (راؤ آہستہ سے اپنے ابرؤ کا بال

کھینچتا ہے۔)

منیجر...... مس ناشی مجھے ذرا سٹیٹ بنک جانا ہے ابھی یہ اکاؤنٹ کھولنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ ان کی مدد کر دیں۔ پلیز راؤ صاحب مجھے ایکسکیوز کر دیں۔ میرے وائس پریذیڈنٹ نے فوراً بلایا ہے۔ سلام علیکم۔

ناشی...... آیئے سر

(پہلے منیجر جاتا ہے۔ پھر ناشی گذرتی ہے۔ بعد میں راؤ جاتا ہے۔ کیمرہ بھی باہر آتا ہے۔ ناشی اپنی سیٹ پر جاتی ہے۔ پیچھے سے راؤ آتا ہے۔ ہوا میں ہاتھ مارتا ہے۔ پھر بوٹ کے نیچے بریئے کو مارتا ہے)

ناشی...... آپ نے بھی بریہ مار دیا

راؤ ...... تو کیا آپ کا ارادہ اسے پالنے کا تھا؟

ناشی...... نہیں جی اللہ کی مخلوق ہے۔ میرا مطلب ہے خود ہی باہر چلا جاتا کھڑکی سے۔ کھڑکی سے باہر ان کا چھتہ ہے۔

راؤ ...... اور آپ نے ابھی تک چھتہ جلایا نہیں۔

ناشی...... وہ جی اب تو سردیاں آ رہی ہیں۔ خود ہی چھتہ ویران ہو جائے گا۔ جلانے کا فائدہ (دراز میں سے فارم نکالتی ہے) یہاں بنک میں بھی سب ان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ یہ فارم بھر دیجئے سر۔

راؤ ...... راؤ مجاہد نصیر۔ آپ بہت رحمدل ہیں۔ اتنا رحمدل بھی نہیں ہونا چاہئے کہ انسان اپنا بچاؤ بھی نہ کر سکے۔ یہ بھی نارمل بات نہیں ہے۔

ناشی...... اپنا بچاؤ تو سبھی کر لیتے ہیں سر وقت پر کسی اور کا بچاؤ کرنا مشکل ہے۔ جوائنٹ اکاؤنٹ تو نہیں سر۔

راؤ ...... راؤ مجاہد نصیر۔ جی نہیں 'جوائنٹ اکاؤنٹ نہیں ہے۔

(ناشی کو دیکھتا ہے۔ وہ اپنے کاغذات بھرنے میں مشغول ہے)

کٹ

سین ۸ ان ڈور شام کا وقت

(رابعہ کا بیڈ روم۔ اس وقت رابعہ صوفے پر بیٹھی ہے اس کے ارد گرد بہت سارے تکئے پھیلے ہیں۔ قریب ہی ٹیشو پیپر کا ڈبہ پڑا ہے۔ وہ اسے استعمال کرتی ہے اور فرش پر پڑی خالی ٹوکری میں پھینکتی ہے۔ شاہد قریب بیٹھا ہے لیکن یہ وہ شاہد نہیں جو شاہد موٹرز میں تھا۔ اس وقت اس کے چہرے پر صبر ہے۔ جیسے وہ بہت کچھ برداشت

کرتا آرہا ہے)

رابعہ...... کہاں گئی ہے ناشی؟

شاھد...... آپ کے لئے کافی بنانے گئی ہے۔

رابعہ...... کیا بات ہے آپ چپ چپ ہیں ہمیشہ کی طرح۔

شاھد...... اب اٹیک بہت جلدی جلدی ہونے لگے ہیں۔

رابعہ...... ہاں (آنکھوں میں آنسو آئے ہوئے ہیں)

شاھد...... شکر کے مقام پر روتے نہیں ہیں رابعہ۔

رابعہ...... (ہنسنے کی ناکام کوشش کے ساتھ) میں کچھ اور سمجھی تھی۔

شاھد...... کیا؟

رابعہ...... میرا خیال تھا آپکو ناشی بری لگنے لگی ہے۔ جب بھی وہ آتی ہے، آپ بہت چپ ہو جاتے ہیں۔ (وقفہ) یا شاید بہت اچھی لگنے لگی ہے۔ پتہ نہیں کچھ بے حسی سی ہے...... آپ کے رویہ میں۔

شاھد...... ناشی کو جب بھی بلاتی ہیں، آپ بلاتی ہیں۔

رابعہ...... مائینڈ نہ کریں، میں تو جوک کر رہی تھی۔ آپ اس سے الرجک تو نہیں۔

شاھد...... چھ سال میں الرجک نہیں ہوا تو اب کیا ہونا ہے؟

رابعہ...... کالج میں یہ اور میں اکٹھے ہوتے تھے۔ نٹ بال کی ٹیم میں یہ شوٹر ہوتی تھی، میں اس کی defender ہوتی تھی۔ بڑی سخت گیم چلتی تھی ہم میں بال مشکل سے ہی اس کے ہاتھ لگتا تھا۔ لیکن ایکبار اگر ڈی میں بال اس کے ہاتھ میں چلا جاتا تو شیور شاٹ گول ہو جاتا۔

شاھد...... ہاں۔

رابعہ...... بڑی خوبصورت ہوتی تھی۔ اب تو کچھ بھی نہیں رہا۔

شاھد...... ہاں وقت کے ساتھ بہت فرق پڑ جاتا ہے۔

رابعہ...... کچھ وقت ہے، کچھ حالات ہیں۔ جن کے ماں باپ نہ ہوں، کوئی گھر نہ ہو...... اپنے لئے کمانا پڑے۔ کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

(اس وقت ناشی کافی کی پیالی لاتی ہے۔)

رابعہ......۔ (ہنس کر) میں کونسی پہلے جیسی رہی ہوں۔

(ناشی شاہد کی طرف دیکھتی ہے۔ شاہد اس پر اچٹتی ہوئی نظر ڈالتا ہے۔)

ناشی...... چینی ایک چمچ ڈالی ہے رابعہ آپا...... (پاس بیٹھ جاتی ہے)

رابعہ...... (ناشی کی گال چوم کر) تھینک یو...... میں سوچتی ہوں اگر تم سے کالج میں ملاقات نہ ہوتی تو ...... آج...... مجھے وقت بے وقت کون لک آفٹر کرتا؟ جن کے ماں باپ نہ رہیں، عجیب بات ہے ان کا کچھ بھی نہیں رہتا۔ کیوں ناشی؟

ناشی...... بس آپا۔ اب ختم ایسی باتیں میں آپ کو اور شاہد صاحب کو ٹریٹ دوں گی۔ اٹیک ختم ہونے کی خوشی میں۔ آپ یہ بے حسی کی باتیں ختم کریں پلیز۔

شاھد...... اور میں اپنا ریسی تانگہ نکالوں گا اور خود تم دونوں کو اس میں لے کر جاؤں گا۔

رابعہ...... لوگ آگے کی طرف جا رہے ہیں اور آپ...... کاروں کے ڈیلر ہو کر تانگے کو ترجیح دیتے ہیں۔

شاھد...... دو طریقے ہوتے ہیں فارغ ہونے کے...... اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس سے دو طریقوں سے پنڈا چھڑایا جا سکتا ہے۔

رابعہ...... مثلاً؟

شاھد...... تمباکو نوشی سے جان چھڑانی ہو تو پہلا طریقہ اتنا پیئے اتنا پیئے کہ نفرت ہو جائے یا پھر بالکل چھوڑ دے یکسر...... میں نے کار سے فراغت حاصل کرنے کے لئے تانگہ اختیار کر لیا ہے یکسر...... اب تو کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ میں پچھلی زندگی میں سائیس تھا۔

رابعہ...... اور اگر کوئی عورت ذہن پر سوار ہو جائے شاہد تو اس سے کیسے جان چھڑائی جائے؟

شاھد...... (یکدم اٹھ کر) یہ میں نے کبھی سوچا نہیں۔ تیار ہو جاؤ تم دونوں۔

رابعہ...... یہ انہونی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ہوتی رہتی ہیں اور پھر بھی انسان کتنا جاہل ہے کہ کچھ نہیں سیکھتا۔ کوئی مانے گا کہ شاہد تانگہ بھی چلاتے ہیں۔ کون مانے گا کہ ابھی آکسیجن لگی ہوئی تھی۔ مرن کنارے پڑی تھی اور اب...... ٹریٹ کے لئے جا رہی ہوں۔

ناشی...... آپا میں کپڑے نکال دوں آپ کے؟

(اٹھ کر الماری کی طرف جاتی ہے۔ رابعہ اسے دکھ سے دیکھتی ہے)

رابعہ...... (بہت آہستہ) میری خدمت سے تمہیں بھی دکھ کے سوا اور کیا ملتا ہے ناشی۔

ناشی...... کیا آپا؟

رابعہ...... (آہستہ، بہت آہستہ) کچھ نہیں اور تم سے خدمت کروا کے مجھے بھی دکھ کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔

ناشی...... (پاس آکر) کیا ہے آپا؟

رابعہ...... میں کہہ رہی تھی...... کوئی اچھا سا آدمی مل جاتا تو میں فوراً تیری شادی کر دیتی اس کے ساتھ۔

کٹ

سین ۹ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(رئیسی تانگے پر رابعہ 'ناشی اور شاہد جا رہے ہیں)

کٹ

سین ۱۰ ان ڈور رات

(گھر کے پچھواڑے سیڑھیاں اس سین میں باقی کا منظر اندھیرے میں ہے۔ پیچھے لمبی گیلری نظر آتی ہے' جس میں روشنی ہے۔ سیڑھیوں پر بھی زیادہ روشنی نہیں ہے۔ ایور گرین پودوں سے سجے ہوئے گملے پڑے ہیں اور ناشی اکیلی بیٹھی ہے۔ اس نے ریلنگ کے ساتھ سر لگا رکھا ہے۔ اب دور گیلری سے شاہد آتا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس ہے۔ وہ باہر کھلنے والے دروازے کو چٹخنی لگانے کے انداز میں بند کرتا ہے۔ پھر باہر اس کی نظر پڑتی ہے۔ ذرا دروازہ کھول کر باہر آتا ہے)

شاہد.....ناشی

ناشی.....(آہستہ سے) جی

شاہد.....سوئیں نہیں؟

ناشی..... آپا سو گئیں؟

شاہد.....کبھی کی

ناشی.....بس نیند نہیں آ رہی تھی..... کھڑکی میں سے مون لائٹ پڑ رہی تھی۔

شاہد.....تو پردہ کھینچ لیتیں.....

ناشی..... کھینچا تھا.....پھر اندھیرے سے ڈر آنے لگا۔

شاہد.....پھر؟

(یہ دونوں ایک دوسرے سے دور دور اوپر نیچے سیڑھیوں پر بیٹھتے ہیں)

ناشی.....پھر؟ پھر کیا؟

شاہد.....کچھ تو سوچا ہو گا تم نے؟

ناشی.....یہی سوچا ہے کہ..... کہ اب یہاں نہ آیا کروں۔ کہیں نہ کہیں' کبھی نہ کبھی فل سٹاپ بھی لگنا چاہئے۔

شاہد.....ہاں یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ کچھ لوگ کامیاب ہوئے ہیں اس راستے پر چل کر..... فل سٹاپ لگا کر۔

ناشی..... آپ نے کیا سوچا ہے؟

شاہد.....میری ساری سوچ شل ہو گئی ہے..... مجھے لگتا ہے میں خود پتھر کا بن گیا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ اگر میں اپنی دوسری خواہشیں دبا لوں گا تو..... یہ آرزو خود بخود..... کہیں ان کے ساتھ دب جائے گی..... سگریٹ چھوڑے..... مجھے بہت پیارے تھے..... لیکن چھوڑ دیئے۔ سگرٹوں کی خواہش نکل گئی لیکن..... وہ آرزو اپنی جگہ رہی بلکہ مضبوط ہو گئی..... پھر مجھے کاروں کا شوق تھا..... میں نے کار میں بیٹھنا چھوڑ دیا..... کاروں کی خواہش گئی۔ لیکن تم سے ملنے..... تمہارے ساتھ وقت گزارنے' تمہیں دیکھنے..... یہ بھی کیسا جنجال ہے۔ اگر کوئی مجھ سا مجبور ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے۔

ناشی.....(اٹھتے ہوئے) اور اگر کوئی آپا جتنا بے کس ہو تو اسے بھی کیا کرنا چاہئے۔ آپا بھی تو عجیب قسمت لے کر آئی ہے۔

شاہد.....تم چھ سال سے صرف آپا کا سوچ رہی ہو.....

ناشی.....ان کے ہاتھ بالکل خالی ہیں..... ان کے پاس ایسا کچھ نہیں ہے' جس کے سہارے وہ زندہ رہ سکیں۔

شاہد..... میرے پاس کیا ہے ناشی؟..... جب تک تم نہیں ملی تھیں..... سب کچھ ٹھیک جا رہا تھا..... میں نے نہ کبھی بچے کی کمی کو محسوس کیا تھا..... نہ مجھے رابعہ میں کوئی..... لیکن یہ خواہشات کہاں سے آ جاتی ہیں دبے پاؤں..... ہوا کے ساتھ۔ کیا زندگی نارمل طریقے سے بغیر کسی کو دکھ دیئے' کسی کی حق تلفی کا سوچے بنا نہیں گزر سکتی۔

ناشی.....(اٹھتے ہوئے) اب آپکو اس جہنم سے میں نکالوں گی۔ آپکو اور رابعہ آپا کو۔ میں نے بالآخر فیصلہ کر لیا ہے فل سٹاپ لگانے کا۔

شاہد.....کیسے کیسے؟

ناشی.....میں یہاں نہیں آؤں گی آج کے بعد.....

شاہد.....یہ پہلے بھی ہو چکا ہے..... کئی کئی مہینے کے بعد آنا پڑتا ہے مجبوراً۔

ناشی.....اس بار ایسے نہیں ہو گا شاہد..... اس بار میں کہیں ایسی جگہ چلی جاؤں گی چپ چاپ ہیں مناسب ۔

ساتھی تلاش نہیں کروں گی۔ جو بھی مل گیا' اس کے ساتھ غائب ہو جاؤں گی۔ تم ساری عمر کھوج بھی لگاتے رہو تو تمہیں پتہ نہیں چلے گا۔ پھر رابعہ آپا کو، آپ کو سکھ مل سکے گا ۔ زندگی نارمل طریقے سے گزرنے لگے گی۔ آخر اس کہانی کی ولن تو میں ہی ہوں۔ ولن ہمیشہ تو ساتھ نہیں رہتا۔ (چلی جاتی ہے)

شاھد...... (آسمان کی طرف نظر اٹھا کر) کچھ اتنا تو معلوم ہوتا کہ کہاں' کس لمحے' کیسے' کس نے غلطی کی؟

کٹ

سین ۱۱ ان ڈور دن

(بنک کے اندر راؤ داخل ہوتا ہے۔ ناشی کے کاؤنٹر پر جاتا ہے۔ دونوں کاروباری انداز سے باتیں کرتے ہیں۔ راؤ بریف کیس کھول کر دو لاکھ کی رقم ناشی کے سامنے رکھتا ہے۔ پے انگ ان سلپ ناشی سے لیکر بھرتا ہے)

کٹ

سین ۱۲ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ناشی اور راؤ باغ کے ایک گوشے میں بنچ پر بیٹھے ہیں۔ ایک آدمی گزرتا ہے۔ چند ثانیے وہ چپ ہو جاتے ہیں۔ وہ دوبارہ گزرتا ہے۔ پھر وہ دونوں باتیں کرنے لگتے ہیں۔ تیسری بار وہی آدمی مسکراتا ہوا پھر گزرتا ہے۔ اب راؤ اٹھتا ہے اور اسے گریبان سے پکڑ کر مارنے لگتا ہے۔ ابھی وہ اسے مار ہی رہا ہے کہ سین ختم ہو جاتا ہے۔ اوپر والے دونوں سینوں میں "وہ کیا ہوا آوارگی" کا میوزک۔ گیت نہیں صرف میوزک)

کٹ

سین ۱۳ ان ڈور شام کا وقت

(ہوٹل کا ایک خاموش گوشہ۔ ابھی بھی "وہ کیا ہوا آوارگی" کا میوزک جاری رہتا ہے۔ ناشی اور راؤ ہوٹل میں داخل ہوتے ہیں۔ بیٹھتے ہیں۔ راؤ کے پاس بیرا آتا ہے۔ وہ آرڈر دیتا ہے۔ موسیقی ہلکی ہو کر مدھم ہو جاتی ہے)

راؤ...... دیکھئے مس ناشی۔ میں اپنا تعارف تفصیل کے ساتھ کرانا چاہتا ہوں اور جھوٹ بولنا نہیں چاہتا۔

ناشی..... میرا خیال ہے کہ اب تو تعارف کی حاجت نہیں رہی۔

راؤ...... اب تک آپ اپنے ایک کلائینٹ کو ملتی رہی ہیں اور اب..... میں اپنی درخواست پیش کرنے لگا ہوں۔ اس لئے مجھے اپنا بائیو ڈیٹا ساتھ اٹیچ کرنا پڑے گا؟

ناشی..... راؤ صاحب آپ قسمت میں یقین رکھتے ہیں۔

راؤ ...... اگر حالات میری منشا کے مطابق ہوں تو میں اپنی تدبیر پر اعتبار کرتا ہوں۔ اگر حالات نامطابق ہو جائیں' الٹے پڑ جائیں تو پھر میں قسمت کو مانتا ہوں۔ لیکن صرف اس پر الزام دھرنے کے لئے۔

ناشی..... میرا خیال ہے کچھ سچ ضرور ہے۔ اس قسمت والے چکر میں کئی بار وہم و گمان میں بھی بات نہیں ہوتی۔ مثلاً آپ سے ملنا..........

راؤ ...... میرا پورا نام راؤ مجاہد نصیر...... برکلے کا پڑھا ہوا ہوں...... وہاں میں نے ماسٹرز کیا تھا...... یہاں...... میری زمین ہے اور میں اپنی پرانی کوٹھی میں جو زمینوں سے ملحق ہے' رہتا ہوں۔ میں اچھا آدمی شائد نہیں...... لیکن میں اپنے دشمن کو بھی بچاؤ کا ایک موقع ضرور دیتا ہوں۔ آپ کو منظور ہے؟

ناشی..... دیکھئے راؤ صاحب!

راؤ ...... آپ اپنی فیملی کو تفتیش کے لئے میرے پیچھے لگا سکتی ہیں۔

ناشی..... دیکھئے راؤ صاحب۔ میری کوئی فیملی نہیں ہے۔ میرے دو بھائی لندن میں ہیں۔ انکی ریڈی میڈ گارمنٹس کی دکانیں ہیں۔ والدین زندہ نہیں ہیں۔ بھائیوں کے پاس وقت نہیں ہے۔ میں کسی کو الزام نہیں دے رہی۔ کئی بار لوگ ساتھ ساتھ رہتے ہیں' پھر بھی ان کے پاس ایک (سر جھکا کر) دوسرے کے لئے وقت نہیں ہوتا...... ہوسٹل میں رہتی ہوں۔ میں بالکل اکیلی ہوں اور میری قسمت ہے...... اس ظالم دوست کے سہارے میں نے آج تک وقت گزارا ہے۔

راؤ ..... (ایکدم ناشی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر) مجھے تمہاری بڑی ضرورت ہے ناشی۔ جیسے ظالم' مظلوم

کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر ظلم سہنے والا نہ رہے تو ظالم کو بھی اپنی زندگی بے معنی نظر آنے لگتی ہے۔ میری بھی کچھ ایسی ہی مجبوری ہے۔

ناشی..... میں آپ کی بات سمجھی نہیں۔

راؤ ...... کبھی آپ نے کسی ایسے شخص کی آرزو کی ہے۔ جو آپ کا بوجھ اٹھا سکے۔

ناشی..... آرزو راؤ صاحب۔ میں ایسے شخص کے لئے تپتی ریت پر ساری عمر بھاگنے کو تیار ہوں۔

راؤ ...... پھر وہ شخص میں ہی ہوں ناشی..... جو...... جو...... خیر...... پتہ لگ جائے گا تمہیں

(اپنے ابرو کا بال کھینچتا ہے)

کٹ

سین ۱۴ ان ڈور دن

(ناشی آدھے فریم میں، دوسرے آدھے فریم میں شاہد۔ دونوں ایک دوسرے کو فون کر رہے ہیں۔ ناشی زیور وغیرہ پہنے ہوئے ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شادی کر چکی ہے)

ناشی..... میں آپ کو ہوٹل سے فون کر رہی ہوں۔

شاہد..... کون سے ہوٹل سے ناشی ؟

ناشی ...... آپ تلاش نہ کریں۔ کیونکہ جس وقت آپ مجھ تک پہنچ سکیں گے میں یہاں سے جا چکی ہوں گی۔

شاہد..... یہ سب کیا ہے تم نے یہ فیصلہ..... یہ فیصلے کیسے کر لئے ہیں آپی آپ..... اتنی جلدی..... مجھ سے، رابعہ سے کسی سے تم نے مشورہ نہیں لیا۔ تم ہم دونوں پر اعتماد بھی نہیں کرتیں۔

ناشی...... بہت اعتماد کرتی ہوں شاہد۔ بہت اعتماد لیکن بات اعتماد کی نہیں ہے......

شاہد..... وہ کون ہے، کیا ہے، کہاں رہتا ہے، کیا کرتا ہے؟

ناشی..... کچھ نہیں پوچھنا شاہد کچھ سوال نہیں کرنے۔ بس مجھے موقع دینا ہے کہ میں ایک نئی زندگی شروع کر

سکوں، پہلے صفحے سے اور میرا تعاقب نہیں کرنا۔ ورنہ اس بار کہانی کے ولن تم بن جاؤ گے۔

شاہد..... لیکن کچھ مصیبت پڑ جاتی ہے کوئی..... مشکل.....

ناشی..... اگر آپ کو میرا اتہ پتہ معلوم ہو گیا..... تو پھر سے وہی حالات ہو جائیں گے۔ سمجھیں ناں۔ ایک اور آدمی اس چکی میں پسنے لگے گا۔ معصوم آدمی۔ بس یہ آخری فون ہے خدا کے لئے میرا تعاقب نہ کریں۔ میں اچھی لڑکی ہوں یا نہیں ہوں، جو کچھ ہوا اسے معاشرہ پسند کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ لیکن ولن کو بھی ایک موقعہ ملنا چاہئے۔ ایسا موقع جس میں وہ ہیرو بن سکے۔

شاہد..... ناشی میں آ رہا ہوں۔

ناشی ...... آپ نہیں آ سکتے۔ آپ نہیں آئیں گے، نہ آج نہ پھر کبھی !

شاہد ..... یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم مجبوراً اتنا ظلم نہیں کر سکتیں۔

ناشی..... ظلم کی بھی کئی شکلیں ہوتی ہیں۔ میں کسی پر الزام نہیں دھر رہی صرف..... اتنا سمجھ پائی ہوں کہ..... میرے معاملے میں میری قسمت بہت ظالم تھی۔

گڈ لک۔

شاہد..... گڈ لک۔

کٹ

سین ۱۵ آؤٹ ڈور دن

(ایک بہت بڑی کوٹھی میں وکٹوریہ داخل ہوتی ہے۔ پھاٹک پر ایک بندوق والا آدمی کھڑا ہے۔ اٹھتا ہے۔ سلام کرتا ہے۔ یہ راجے مہاراجوں کے محل جیسی معلوم ہو۔ کوٹھی کے سامنے وکٹوریہ رکتی ہے۔ ناشی اور راؤ اس میں سے اترتے ہیں۔ اس کوٹھی کے ارد گرد اونچی اونچی دیواریں ہیں جن کو رجسٹر کرانا نہائت ضروری ہے۔)

کٹ

سین ۱۶ ان ڈور رات

(بہت رئیسانہ بیڈ روم۔ پلنگ پر راؤ گہری نیند سو رہا ہے۔ ناشی کھڑکی کے پاس بیٹھی ہے۔ ایک عورت کے رونے کی آواز آتی ہے۔ ناشی اٹھتی ہے۔ باہر نکلتی ہے۔ وہ گھر میں دبے پاؤں چلتی ہے۔ سیڑھیوں پر، لمبے برآمدوں میں، آراستہ کمروں میں جاتی ہے۔ آواز آتی رہتی ہے لیکن آواز کا سراغ نہیں ملتا۔ آخر میں وہ سیڑھیوں کے نیچے ہے اور اوپر لینڈنگ پر راؤ ہے۔ راؤ ناراض لگتا ہے لیکن ناشی سے کچھ نہیں کہتا اور لوٹ جاتا ہے۔)

کٹ

سین ۱۷ آؤٹ ڈور دن

(یہ آؤٹ ڈور بہت زیادہ اہم ہے کیونکہ اس میں راؤ کی نیچر کا پتہ چلتا ہے۔ آموں کے باغ میں یا مالٹوں کے باغ میں، جہاں دو رویہ درختوں کے درمیان بگھی آسانی سے چل سکے۔ یہاں بگھی میں راؤ اور ناشی آتے ہیں۔ ڈیوڈ اس بگھی کو چلاتا ہے۔ اب راؤ اپنے ابرو کا بال کھینچتا ہے۔ بگھی سے کچھ فاصلے پر ناشی کو لے کر آتا ہے۔ ناشی کو کہتا ہے یہاں کھڑی رہنا۔ خود ڈیوڈ کے پاس چڑھ جاتا ہے اور چلا کر کہتا ہے' بھاگو ناشی بھاگو ورنہ بگھی کے نیچے آ جاؤ گی۔ ناشی بھاگنے لگتی ہے۔ راؤ گھوڑے کو چابک مارتا ہے۔ ناشی اور تیز بھاگتی ہے۔ کافی دیر تک ناشی آگے بھاگتی ہے۔ چونکہ پہلے سے بگھی اور ناشی میں چالیس پچاس فٹ کا فاصلہ تھا اس لئے وہ بگھی کے نیچے نہیں آتی۔ لیکن چیخیں مارتی بھاگتی ہے۔ ایک جگہ بے دم ہو کر وہ گرتی ہے۔ بگھی رکتی ہے۔ راؤ اور ڈیوڈ جلدی سے اترتے ہیں۔)

کٹ

سین ۱۸ ان ڈور رات

(راؤ کا خوبصورت بیڈ روم۔ خوبصورت مسہری کے اندر ناشی لیٹی ہے۔ ڈاکٹر اس کے بازو پر پلستر باندھ رہا ہے۔ راؤ محبت سے اس کے ماتھے پر ہاتھ پھیر رہا ہے)

ڈاکٹر...... لیکن یہ بازو ٹوٹا کیسے؟

راؤ...... یہ ہماری سیڑھیاں نہیں ہیں ڈاکٹر صاحب' یہ بہت دھوکہ دیتی ہیں۔ پہلی لینڈنگ جب آتی ہے تو لگتا

ہے فلور آ گئی ہے۔ اس وقت آدمی گر جاتا ہے۔

ڈاکٹر...... شکر کریں کمپاؤنڈ فریکچر نہیں، جڑ جائے گی ہڈی۔ فکر نہ کریں۔

(ناشی بے حد خوفزدہ سر ہلاتی ہے۔ ڈیوڈ آتا ہے اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ ہے۔)

راؤ...... ابھی گئے لاہور سے اتنی جلدی۔

ڈیوڈ...... دوائیاں لے آیا ہوں۔

راؤ...... یہ موجود تھا جس وقت بیگم صاحب گری ہیں۔ بلکہ اسی نے اٹھایا۔ اسی نے مجھے اطلاع دی۔

ڈیوڈ...... جی۔ مجھے ایسے لگا جیسے کوئی چیز رول کرتی ہوئی اوپر سے آ رہی ہے۔

ڈاکٹر...... ویسے بھی جسم پر بہت خراشیں آ گئیں ہیں۔ میں ہاتھ دھو سکتا ہوں۔

(اٹھتا ہے)

راؤ...... اس طرف۔

ڈاکٹر...... راؤ صاحب۔

(راؤ ڈاکٹر کے ساتھ ساتھ چلتا ہے) گرنے کی وجہ سے یہ بہت خوف زدہ ہو گئی ہیں۔ ان کی ہمت بڑھائیں۔

راؤ...... بڑی ہمت والی ہیں۔ بہت کچھ برداشت کر سکتی ہیں۔ ٹھیک ہو جائیں گی۔

(راؤ اور ڈاکٹر کمرے سے باہر جاتے ہیں۔ ڈیوڈ مؤدب طریقے سے کھڑا ہے)

ڈیوڈ...... کوئی چیز چاہئے ہو بیگم صاحبہ......

ناشی...... ادھر آؤ ڈیوڈ......

(ڈیوڈ پاس آتا ہے)

اس گاؤں کا کیا نام ہے؟

ڈیوڈ...... (سر کھجلا کر) ہمیں کوٹھی میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہے بیگم صاحب۔

ناشی...... یہاں سے لاہور کتنی دور ہے۔

ڈیوڈ...... میں بتی بجھا دوں جی؟

ناشی...... (دکھ سے) سب بتیاں بجھا دو۔ سب شمعیں گل کر دو۔ ہر آس ختم کر دو۔ صرف بے حسی کا بلب جلتے رہنے دو۔

(ڈیوڈ بتیاں بجھاتا ہے)

ناشی...... ڈیوڈ

ڈیوڈ...... (پاس آتا ہے) جی سرکار۔

ناشی...... تم قسمت پر اعتبار رکھتے ہو۔

ڈیوڈ...... جی بیگم صاحب۔

ناشی...... اور اگر قسمت اچھی نہ ہو تو اس کا کوئی علاج ہو سکتا ہے تمہارے نزدیک؟

ڈیوڈ...... پتہ نہیں جی۔ میں مولوی صاحب کو بلا لاؤں گا اگر صاحب نے اجازت دی تو۔ تو آپ ان سے بات کر لیجئے گا۔ گڈ نائٹ میڈم۔

ناشی...... گڈ نائٹ ڈیوڈ۔

(ڈیوڈ آخری بتی بجھا کر چلا جاتا ہے۔ صرف ایک چھوٹی سی بتی ناشی کے سرہانے جل رہی ہے۔ ناشی آنکھیں بند کرتی ہے۔ یکدم کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھلتا ہے۔ لیکن ادھر اندھیرا ہے۔ صرف دروازے کی آواز آتی ہے۔

ناشی...... (زور سے ڈر کر) کون ہے؟ کون ہے ادھر؟

(کوئی جواب نہیں ملتا۔ اب کھڑکی کے سامنے جو بڑا پردہ ہے' وہ ہلتا ہے اور دو آنکھیں پردے کی جھری سے ناشی کو دیکھ رہی ہیں۔ چیخ مار کر ناشی اٹھتی ہے اور بتیاں جلاتی ہے۔ پھر پردہ کھولتی ہے۔ وہاں کوئی نہیں ہے۔ اس وقت راؤ واپس آتا ہے۔ ناشی کے چہرے پر پسینہ ہے۔ وہ صوفے پر گرتی ہے۔)

ناشی...... ابھی...... ابھی یہاں کوئی تھا...... کوئی تھا اس پردے کے پیچھے۔ میں نے خود دو آنکھیں دیکھی ہیں۔ یہ کیسی آسیب زدہ جگہ ہے۔

(یکدم راؤ اس کے پیروں میں بیٹھ جاتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہے)

راؤ...... تم کو مجھے معاف کرنا ہو گا ناشی۔ جو کچھ ہوا بھول جاؤ۔ میں نے وحشی پن میں آ کر تمہیں اذیت دی۔ پتہ نہیں ایسے کیوں ہوتا ہے۔ لیکن ہوتا ہے۔ ہوتا رہتا ہے۔

(اپنے ماتھے کو پکڑ کر)

ناشی...... یہاں پردے کے پیچھے کون تھا۔ یہ کون سی جگہ ہے راؤ صاحب۔ خدا کے لئے مجھے اتنا تو بتا دیں کہ میں کہاں ہوں۔

راؤ...... اگر تم نے مجھے معاف نہ کیا تو میرا ڈاکٹر کہتا ہے میرے کوئی امید نہیں۔ کسی نہ کسی کو مجھے معاف کرنا ہے دل سے...... پلیز ناشی پلیز...... تاکہ میں اپنے آپ کو معاف کر سکوں۔

ناشی...... کھڑکیاں کھول دیجئے۔ کہیں سے تازہ ہوا آنے دیجئے۔ راؤ صاحب...... کھڑکیاں کھول دیں۔

(راؤ اٹھ کر کھڑکیاں کھولتا ہے۔)

کٹ

سین ۱۹ ان ڈور دن کا وقت

(امیر کبیر لوگوں کا لمبا ڈائننگ روم۔ جس وقت کمرہ کھلتا ہے' صرف لمبا میز نظر آتا ہے۔ ایک بلٹ سے اس پر کبھی ایک طرف ضرب پڑتی ہے' یوں محسوس ہو جیسے بلٹ سے کسی کو مارا جا رہا ہے۔ لیکن ضرب صرف میز پر پڑتی دکھائی جائے۔ شڑاپ شڑاپ جگہ جگہ میز پر چیزیں پڑتی ہیں۔ پھر کیمرہ اٹھتا ہے۔ اب میز کے ایک کنارے ناشی کھڑی ہے۔ اور دوسری طرف راؤ کھڑا ہے۔ راؤ کا سارا چہرہ پسینے میں بھیگا ہے۔ اس کا گریبان کھلا ہے اور وہ جیسے مار مار کر شل ہو چکا ہے۔ راؤ میز پر ایک چابی پھینکتا ہے۔ پھر وہ میز ایک ٹکٹ لگا سادہ لفافہ پھینکتا ہے۔ اس کے بعد وہ میز پر سو سو کے کچھ نوٹ ڈالتا ہے)

راؤ...... ناشی...... میں زندگی میں ایک موقع سب کو دیا کرتا ہوں۔ یہ لفافہ ہے۔ اگر تم اپنے لواحقین میں سے کسی کو اطلاع دینا چاہو تو تمہیں پوری اجازت ہے۔

(ناشی اس کی طرف دیکھتی ہے)

ناشی...... راؤ صاحب کبھی کبھی مظلوم کو بھی ظالم سے محبت ہو جاتی ہے اور جس طرح ظالم ظلم کئے بغیر نہیں رہ سکتا' مظلوم ظلم سے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

راؤ...... ابھی وقت ہے۔ ابھی...... یہ چانس ہے۔ میری کار کی چابی...... یہ تمہارے سامنے ہے۔ تمہارا زادِ سفر ہے ڈیوڈ تمہیں لاہور چھوڑ آئے گا۔

ناشی...... بیوی آسانی سے بھاگ سکتی ہے راؤ صاحب۔ ماں کے لئے گھر چھوڑنا اتنا آسان نہیں۔ آپ اگر اب تمام دروازے کھڑکیاں کھلے بھی چھوڑ دیں تو بھی شاید میں اس جہنم سے نہیں جا سکتی۔

(وہ یہ کہہ کر چلی جاتی ہے۔ راؤ کرسی کھینچ کر بیٹھتا ہے اور اپنا سر ہاتھوں میں لیتا ہے)

راؤ...... جب تک مجھے کہیں سے معافی نہ ملی...... میں تو مر بھی نہ سکوں گا۔

کٹ

سین ۲۰ ان ڈور شام کا وقت

(لمبا برآمدہ۔ ناشی ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھی ہے۔ اس نے میٹرنٹی گاؤن پہن رکھا ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک

چھوٹی سی جراب ہے اور ذمہ کا گولا بہت دور تک چلا گیا ہے۔ جس وقت سین شروع ہوتا ہے' ڈیوڈ یہ گولا اٹھاتا ہے اور گولے پر دھاگا چڑھاتا ہوا چلتا ہے۔ جس وقت وہ گولا ناشی کو پکڑاتا ہے' اس وقت ناشی فریم میں انکلوڈ کی جاتی ہے۔)

ڈیوڈ..... میڈم لیجئے۔

(گولا میڈم کو پکڑاتا ہے۔ اس وقت نظر آتا ہے کہ وہ چھوٹی سی جراب بُن رہی ہے۔)

ڈیوڈ ... میں جا رہا ہوں بیگم صاحب۔

ناشی ... کیوں ڈیوڈ؟ کیوں۔ کیا تمہیں بھی...... تمہیں بھی راؤ صاحب نے۔

ڈیوڈ جی نہیں راؤ صاحب تو اتنے ہمدرد...... اتنے رحمدل' اتنے کھلے دل والے ہیں کہ میں...... مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ایسا مالک پھر کہاں ملے گا۔

ناشی ۔ پھر...... پھر تم کیوں جا رہے ہو ڈیوڈ۔

ڈیوڈ ۔ پتہ نہیں جی میرا دل ڈرتا ہے۔ پہلے میں کبھی نہیں ڈرا۔ لیکن اب میں اس خوفناک کھیل میں اور شامل نہیں ہونا چاہتا.......... ہو سکتا ہے میرا خدا مجھ سے ناراض ہو جائے۔ اگر ہو سکے میڈم تو آپ بھی یہاں سے چلی جائیں۔ ویسے جانا تو آسان نہیں۔ پھر بھی.......... پتہ نہیں راؤ صاحب بچے سے کیا سلوک کریں؟

(یکدم ناشی پر بہت بڑا انکشاف ہوتا ہے۔)

ناشی ۔ نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

ڈیوڈ .. کچھ پتہ نہیں ہوتا جی۔ جب انہیں دورہ پڑتا ہے تو...... اچھا میڈم...... خدا حافظ۔

ناشی ۔ سنو۔

ڈیوڈ ۔ میں پہلے ہی بہت زبان چلا چکا ہوں بیگم صاحب۔

(ڈیوڈ چلتا ہے۔ کچھ دور تک ناشی اس کے پیچھے جاتی ہے۔)

ناشی ۔ کہاں جاؤ گے ڈیوڈ.......

ڈیوڈ .. سندھ میں میرا بھائی ہے...... وہاں چلا جاؤں گا اس کے پاس...... مجھے ڈر لگتا ہے۔ اب میرا خدا مجھے معاف نہیں کرے گا۔

ناشی ۔ راؤ صاحب کو معلوم ہے کہ تم جا رہے ہو۔

ڈیوڈ ۔ جی لیکن ان کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں' سارے گاؤں پر ان کی اتنی مہربانیاں ہیں کہ...... اول تو ہم لوگ کچھ کہیں بھی تو کوئی مانے گا نہیں...... اور پھر احسان مند آدمی میڈم کہہ بھی کیا سکتا ہے۔ آپ چلی جائیں جی یہاں سے۔ سلام علیکم ۔

(جاتا ہے۔ ناشی پھر اس کے پیچھے چلتی ہے۔)

ناشی ۔ ڈیوڈ۔

ڈیوڈ ۔ جی سر۔

ناشی ۔ جب سے میں آئی ہوں...... اس گھر سے آوازیں آتی ہیں رونے کی...... ہنسنے کی...... رات کو کبھی کبھی مجھے شبہ ہوتا ہے کہ میں اکیلی نہیں ہوں کمرے میں۔ بتاؤ...... یہاں کون رہتا ہے۔ کون کون رہتا ہے۔

ڈیوڈ ۔ آج رات بتاؤں گا میڈم...... جانے سے پہلے...... تاکہ آپ یہاں ٹھہرنے کا ارادہ ترک کر دیں۔

کٹ

سین ۲۱ ان ڈور رات

(ناشی کا بیڈروم۔ باہر آندھی جھکڑ کی آواز۔ ناشی کے بیڈروم کا پردہ ہلتا ہے۔ چند لمحوں کے لئے بتیاں بلکہ سکرین بھی سیاہ ہو جاتی ہے۔ پھر ڈیوڈ کھڑکی میں سے اندر آتا ہے اور باہر جانے والے دروازے کی چٹخنی لگاتا ہے۔ اب ناشی جاگتی ہے۔ چیخ مارنے لگتی ہے لیکن وہ منہ پر انگلی رکھتا ہے اور اشارے سے ناشی کو بلاتا ہے۔ ناشی اس کے پیچھے جاتی ہے وہ کھڑکی میں سے ناشی کو باہر لے جاتا ہے۔)

کٹ

سین ۲۲ ان ڈور رات

(بڑی راز داری کے ساتھ ڈیوڈ اور ناشی حویلی کے پچھواڑے آؤٹ ڈور میں ایک بوسیدہ سے کمرے تک آتے ہیں۔ ڈیوڈ تین بار آہستہ سے سیٹی بجاتا ہے۔ دروازہ کھولنے سے پہلے دو آنکھیں دروازے کے پیچھے سے دیکھتی ہیں۔ ڈیوڈ دروازہ کھول کر اندر جاتا ہے۔ پھر ناشی کو اندر بلاتا ہے۔ یہ ایک سیدھا سادہ کمرہ ہے۔ دو نیم پاگل عورتیں یہاں موجود ہیں۔ ایک لنگڑی ہے اور لنگڑا کر ڈیوڈ کے پاس پہنچتی ہے۔ دوسری سر پر چادر لے کر گول گول چکر لگانے لگتی ہے۔ پھر دونوں آپس میں جپھی ڈال کر ایک کونے میں بیٹھ جاتی ہیں)

ناشی..... یہ کون ہیں؟

ڈیوڈ..... یہ راؤ صاحب کی بیویاں ہیں۔ بڑی بیگم اور منجھلی بیگم۔ جس وقت بڑی بیگم گھوڑے کے آگے بھاگی تھیں تو یہ کتنی دور تک چکر لگاتی بھاگتی رہیں تھیں۔ اب بھی کبھی کبھی اس طرح یہ چکر لگانے لگتی ہیں۔

ناشی..... یہ دونوں پاگل ہیں ڈیوڈ؟

ڈیوڈ..... جی نہیں پاگل نہیں ہیں۔ صرف خوفزدہ ہیں۔ پہلے پہلے انہوں نے گاؤں والوں کو اپنی کہانی سنانی چاہی۔ لیکن گاؤں والوں پر راؤ صاحب کے اتنے احسانات ہیں کہ وہ ان کی بات نہیں سنتے تھے۔ راؤ صاحب گاؤں والوں کی روح خرید چکے ہیں اپنی نیکیوں سے۔

ناشی..... یہ دوسری..... یہ۔

ڈیوڈ..... یہ بھی شہر سے آئی تھی۔ بھاگ جایئے میڈم یہاں سے۔ میں آپ کو بھی ان کے حوالے کر دیتا۔ لیکن مجھے لگتا ہے۔ جیسے میرا خدا اب مجھے معاف نہیں کرے گا۔ میں جو سچ جانتا ہوں۔ پتہ نہیں۔ بچے کے ساتھ، معصوم کے ساتھ کیا سلوک کریں راؤ صاحب۔ خدا حافظ۔

(ناشی خوفزدہ ہو کر باہر جاتی ہے۔ بڑی بیگم چادر لے کر گول گول چکر لگاتی ہے منجھلی بیگم ایک ٹانگ پر اچھلتی ادھر آتی ہے۔ ڈیوڈ باہر جاتا ہے۔)

کٹ

سین ۲۳ ان ڈور دن

(ہسپتال۔ رابعہ بیمار پڑی ہے۔ ڈاکٹر اٹھ کر جاتا ہے۔ شاہد پاس بیٹھا ہے۔)

رابعہ..... شاہد۔

شاہد..... جی۔

رابعہ..... اس بار جب انجام ہو تو.....

شاہد..... ایسی بات مت کرو۔ اٹیک ٹھیک ہو جائے گا۔ پھر ہم گھر چلے جائیں گے۔

رابعہ..... مجھے تمہیں پہلے ہی ناشی کے حوالے کر دینا چاہئے تھا۔ کم از کم.....

شاہد..... ہمارا ناشی کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

رابعہ..... ہے..... ہے..... اب اسے تلاش کرنا پڑے گا۔ پہلے وہ ہمارے پاس تھی۔ ہے تعلق۔

شاہد..... کوئی تعلق نہیں ہے رابعہ۔

رابعہ..... پہلے وہ میری خدمت کرتی تھی۔ اب وہ تمہاری خدمت کر سکتی ہے..... ہم نے اسے کیوں اوجھل ہونے دیا نظروں سے۔ کیوں شاہد۔

شاہد..... دیکھو رابعہ۔ اس سے پہلے بھی کئی اٹیک ہوئے ہیں۔ ہم ہمیشہ راضی خوشی گھر گئے ہیں کہ نہیں؟

رابعہ..... گئے ہیں۔ گئے ہیں۔ لیکن اس بار نہیں کیوں کہ اس بار یہ دمے کا نہیں ہارٹ کا اٹیک ہے۔ اسے تلاش کر لینا شاہد۔

شاہد..... رابعہ.....

رابعہ..... کر لینا شاہد۔ اچھی ہے وہ۔ میں ویلن تھی اس کہانی کی 'خود غرض۔ میں نے اس کے لئے راستہ نہیں بنایا۔ اتنی بے حسی! میرے اللہ!!

شاہد..... خدا کے لئے رابعہ۔

رابعہ..... (لمبا سانس لے کر) جو بات انسان ماننا نہ چاہے 'اسے تو زندگی منوا کے رہتی ہے بالآخر۔ یہی تو اس کا طریقہ ہے۔ بالآخر دائرہ مکمل ہوتا ہے۔ نفرت کو محبت اور محبت کو نفرت میں بدلنا ہوتا ہے۔ جس کا اعتراف بالآخر نہیں کرنا چاہتے 'زندگی اس کا اعتراف کروا کے چھوڑتی ہے۔

کٹ

سین ۲۴ ان ڈور دن کا وقت

(شاہد کے دفتر کا اندرونی حصہ۔ اس وقت شاہد اپنے دفتر میں بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے ایک دوست بھی غمزدہ صورت برا جمان ہے۔)

دوست..... لیکن ہوا کیا 'اتنی جلدی اچانک۔

شاہد..... کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ ایسے کئی اٹیک ہوئے

مجھے لگتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہنا چاہتی تو رہ سکتی تھی۔ صرف اس کے دل میں خواہش نہیں تھی زندگی کے لئے۔ اس نے کوشش نہیں کی۔

(فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ شاہد فون اٹھاتا ہے)

شاہد..... بس جی جو اللہ کو منظور مرزا جی۔ ہم اس کی مشیت کو نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ہم اپنی آرزوؤں اور

Ultimate Analysis

خواہشوں سے بندھے ہیں۔ غالباً میں سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے مرزا جی آخری فیصلے میں۔
جی جی۔ اللہ کا طریق کار وہ نہیں جو ہمارا ہے جی ہاں۔ مجھے بھی یہی لگتا ہے کہ بڑا ظلم ہوا...... رابعہ نے کوئی خوشی نہیں دیکھی بچپن سے۔ اور خوشیاں دیکھے بغیر مرجانا بہت بڑی انسانی ٹریجڈی ہے۔ لیکن شاید ہم لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ ظلم کا اور کفر کا بھی ضرور کچھ مقام ہے ورنہ اللہ نے اسے اپنے سسٹم سے نکال دیا ہوتا۔ جیسے زہر کی بھی اپنی ایک افادیت ہے مرزا جی اسی طرح یہ سب کچھ بھی ہے لیکن ہم نہیں سمجھتے۔ ظلم ہمیشہ سے ہے اور غالباً ہمیشہ رہے گا...... بے حد تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ قومیں بھی ظلم کرتی رہیں گی۔ بس جی یہ ایک عجیب سا تضاد ہے...... جی جی۔
.... ٹھیک ہے مرزا جی۔ لیکن میرا خیال ہے جہاں کے لوگ بے حس ہونے لگیں، جن کی نگاہیں صرف اپنی ذاتوں پر مرکوز ہو کر رہ جائیں، جو اپنے فائدے پر اپنے قریبی ساتھیوں کو قربان کر دیں، ایسے گروہوں میں، ایسی بستیوں میں ظلم اترنے لگتا ہے ایک معالج کی حیثیت سے، ایک ڈاکٹر بن کر۔ جس بدنصیب معاشرے کو محبت رُلا نہ سکے، جس گروہ کی آنکھ آنسوؤں سے محروم ہو جائے وہاں ظلم سے رلایا جانے لگتا ہے۔ یہ میرا ذاتی خیال ہے مرزا جی کہ وہاں ظلم کو اچھائی کا آخری چانس دیا جاتا ہے۔ جو لوگ بے حس ہو جاتے ہیں مرزا جی من حیث القوم ان پر جنگ مسلط کر دی جاتی ہے۔ تاکہ ہمدردی کے جذبے سے آشنائی پیدا ہونے لگے رقت کا مقام پیدا ہو۔ لوگوں کا دل موم ہونے لگے۔ جب کوئی فرقہ عورت پہ بچے پہ بوڑھے پہ ترس کھانے سے محروم ہو جاتا ہے تو پھر اسی گروہ کے سامنے وہ گولیوں سے مرنے لگتے ہیں اور کوئی انہیں بچا نہیں سکتا...... آنسوؤں کے بغیر نیکی کا پودا لگ تو جاتا ہے لیکن قد آور نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے رقت کی ضرورت ہے...... شکریہ مہربانی جی۔ ...... جی پرسوں چالیسواں ہے رابعہ کا۔ شکریہ چار بجے۔

(فون رکھتا ہے۔)

شاید میں بھی بے حس ہو گیا تھا۔ کبھی رویا ہی نہیں تھا۔ کسی پر مجھے ترس ہی نہیں آتا تھا۔

(رومال جیب سے نکال کر آنکھوں پر رکھتا ہے۔ اس وقت ایک چپڑاسی بہت ساری ڈاک لا کر میز پر رکھتا ہے۔)

دوست...... اچھا میں چلتا ہوں شاہد۔ پرسوں آؤں گا۔
شاہد...... شکریہ (دونوں ہاتھ ملاتے ہیں۔ دوست چلا جاتا ہے)
چپڑاسی...... کافی لاؤں سر۔
شاہد...... نہیں بھئی۔ ابھی نہیں۔

(چپڑاسی چلا جاتا ہے۔ شاہد ڈاک دیکھتا ہے۔ ایک لفافہ جلدی سے کھولتا ہے۔ اب لفافے میں سے دو تین لمبے صفحوں کا خط نکلتا ہے کیمرہ شاہد کی بیک پر جاتا ہے۔ صفحہ کے اوپر ناشی کا چہرہ سوپرامپوز کیجئے۔)

ناشی...... تم ہمیشہ کہا کرتے تھے، ناشی تم بڑی بے حس ہو میں نے تمہیں کبھی روتے نہیں دیکھا۔ اب میرے ہر مسام سے آنسو جاری ہو گئے ہیں۔ جن حالات سے میں گذری ہوں، گذر رہی ہوں یہ کسی ناول کے تو ہو سکتے ہیں لیکن بیسویں صدی کی نارمل زندگی سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

(اس کے بعد لمبی خاموشی جس میں عقب میں "وہ کیا ہوا آوارگی" کا میوزک۔ شاہد پہلا صفحہ پڑھ کر پیچھے کرتا ہے۔ ناشی کا چہرہ پھر سوپرامپوز۔ موسیقی بند ہو جاتی ہے۔)
ناشی...... میں اپنے لئے کچھ نہیں چاہتی۔ لیکن میں ڈرتی ہوں بچے کے لئے۔ تم اور رابعہ آپا اسے میری نشانی سمجھ کر پال لینا...... میں اسے اس ماحول کی نذر کیسے کر دوں۔ کیسے شاہد۔ بچے کو آ کر مجھ سے لے جاؤ فوراً۔ آ کر اپنے آپ کو ڈیوڈ کا دوست ظاہر کرنا......

(شاہد پھر صفحہ الٹتا ہے۔ موسیقی پھر جاری ہوتی ہے۔ وہ ایک اور صفحہ پڑھنے کے بعد خط میز پر رکھتا ہے۔ کرسی کی پشت سے سر لگاتا ہے۔ اور آہستہ سے کہتا ہے۔)

شاہد...... پتہ نہیں اب مجھ سے کیا غلطی ہو گئی ہے؟

کٹ

سین ۲۵ — ان ڈور — شام کا وقت

(لمبا بر آمدہ۔ اس میں ناشی اور راؤ بیٹھے چائے پی رہے ہیں۔ راؤ اپنے ابرو کا بال کھینچ رہا ہے۔ اس وقت شاہد ایک سائیں کے لباس میں دور سے آتا ہے۔)

شاہد...... سلام علیکم سر۔ سلام علیکم بیگم صاحبہ۔

راؤ ......ہاں بھئی تمہیں ڈیوڈ نے بھیجا ہے۔

شاہد......جی راؤ صاحب۔ میں تھرپارکر میں اسے ملا تھا۔ اس نے آپ کا پتہ دیا۔

راؤ ......بگھی چلانا جانتے ہو۔

شاہد......جی سائیں۔ میں چار سال حیدر آباد میں نواب ایاز سمرو کی بگھی چلا چکا ہوں۔

راؤ ......میں عام طور پر کسی آدمی پر اعتبار نہیں کیا کرتا۔ لیکن چونکہ تمہیں ڈیوڈ نے بھیجا ہے اس لئے میں کچھ عرصے تک ٹرائی کر سکتا ہوں۔

شاہد......جناب عالی۔

راؤ ......شادی شدہ ہو؟۔

شاہد......جی سر۔

راؤ ......کتنے بچے ہیں۔

شاہد......چار سر۔

راؤ ......بیوی ہے؟

شاہد......جی پچھلے دنوں اس کا انتقال ہو گیا۔

(پہلی بار ناشی شاہد کی طرف یکدم دیکھتی ہے)

راؤ ......کیا نام ہے؟

شاہد......اسماعیل۔

راؤ ......دیکھو ہم تمہیں ڈیوڈ کہیں گے۔ ہم نے ہمیشہ اپنے سائیس کو ڈیوڈ ہی پکارا ہے۔ پچھلے سائیس کا نام نبی بخش تھا لیکن ہم اسے ڈیوڈ ہی بلاتے تھے۔

شاہد......جی سائیں ٹھیک ہے۔

راؤ ......اور ایک بات۔ تمہارے بچے پاس نہیں رہ سکتے۔ یہاں۔

شاہد......کوئی بات نہیں سائیں۔ وہ ویسے بھی دادی کے پاس رہتے ہیں۔

راؤ ......تمہاری بیوی کیسے مری۔ ؟

شاہد......دمہ تھا جی اسے پرانا سائیں۔ لیکن پتہ نہیں کیسے مر گئی۔ اچانک۔ بہت روئی۔ اور مر گئی۔

راؤ ......آؤ میرے ساتھ۔

(راؤ اور شاہد جاتے ہیں۔ ناشی دیکھتی رہ جاتی ہے۔)

کٹ

سین ۲۶ آؤٹ ڈور دن

(بگھی پر راؤ صاحب سوار ہیں۔ سامنے شاہد بگھی چلا رہا ہے۔ دونوں کوٹھی میں آتے ہیں۔ راؤ اس دوران اپنی جیب سے اپنا پرس نکال کر سیٹ پر رکھتا ہے۔ بگھی رکتی ہے۔ شاہد اتر کر مؤدب طریقے سے کھڑا ہوتا ہے۔ راؤ نہایت شاہانہ طور سے اندر چلا جاتا ہے۔ شاہد بگھی پر سوار بگھی لے جاتا ہے۔)

کٹ

سین ۲۷ ان ڈور رات

(بیڈروم۔ ناشی خالی الذہن بیٹھی ہے۔ اس کا بازو جیسے درد کر رہا ہو۔ آہستہ آہستہ اپنے ہی ہاتھ سے اپنا بازو دبا رہی ہے۔ راؤ نے اس وقت چوڑی دار پاجامہ اور کھلی لمبی قمیض پہن رکھی ہے۔)

راؤ ......چاہے لڑکا ہو چاہے لڑکی اس کی تعلیم سوئزرلینڈ میں ہو گی۔ اس سکول میں جہاں میں پڑھا تھا۔

ناشی......ابھی سے اتنی دور کی باتیں سوچنے کا فائدہ۔

راؤ ......فائدہ یہ ہے کہ میں تمہیں تیار کرنا چاہتا ہوں۔ میں دس سال کا تھا لیکن اپنے بچے کو میں پانچ سال کی عمر میں روانہ کر دوں گا۔

ناشی......پانچ سال کی عمر میں؟ لیکن پھر وہ ماں کو کب جانے گا راؤ صاحب۔

راؤ ......میں اپنے بچے کی تربیت میں کوئی کوتاہی نہیں کرنا چاہتا۔

ناشی......اچھا جی۔

راؤ ......شاید میری تربیت کو پانچ سال کی عمر میں شروع ہونا چاہئے تھا لیکن میری ماں سخت گیر تھی۔ اور میرا باپ

اس سے ڈرتا تھا۔

ناشی......جی......

(اس وقت دروازے پر دستک)

راؤ ...... کون ہے؟۔

شاہد......میں ہوں ڈیوڈ سائیں۔

راؤ ...... آجاؤ۔

(پاس آتا ہے اور اس کا پرس پیش کرتا ہے)

شاہد......یہ آپ کا پرس بگھی میں رہ گیا تھا سائیں۔

(راؤ پرس پکڑتا ہے)

شاہد......یہ میری خوش قسمتی ہے کہ پرس مل گیا سائیں ورنہ۔

راؤ......ہاں ورنہ شاید

شاہد......شب بخیر سائیں۔ شب بخیر بیگم صاحب۔

راؤ ...... سنو ڈیوڈ۔

شاہد......جی سائیں۔

راؤ ...... تم جانتے ہو کہ تمہارے سوائے اوپر والی منزل میں کوئی نہیں آسکتا۔

شاہد......جی سائیں۔

راؤ ......پھر احتیاط رکھنا کہ ادھر کا راستہ کوئی اور نہ استعمال کرے۔

شاہد......جی سائیں۔

راؤ ...... تم جاسکتے ہو۔

(کیمرہ شاہد کے ساتھ جاتا ہے۔ عقب میں ناشی نگاہیں جھکائے بیٹھی ہے)

کٹ

سین ۲۸ ان ڈور رات

(راؤ کے ہاتھ میں گھوڑے کا ہنٹر ہے، وہ اسی جھونپڑی کے پاس آتا ہے، جس میں راؤ کی دونوں بیویاں رہتی ہیں۔ وہ دروازے کے پاس جا کر تین مرتبہ سیٹی بجاتا ہے۔ دروازہ کھلنے سے پہلے دو آنکھیں نظر آتی ہیں۔ راؤ اندر چلا جاتا ہے۔ اب شاہد منظر پر آتا ہے اور دروازے کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اندر سے رونے بلبلانے کی آواز آتی ہے۔ شاہد مڑ کر نہیں دیکھتا۔ پھر کٹ کر کے اندر کا کمرہ دکھاتے ہیں۔ ایک طرف راؤ بیٹھا ہے۔ اور سامنے کونے میں دونوں عورتیں ہیں۔ لنگڑی عورت چھوٹی چھوٹی کنکریاں راؤ کو مارتی ہے۔ لیکن دوسری عورت چادر کی بکل میں ذرا سا چہرہ نکالے رو رہی ہے۔ راؤ اپنا ہنٹر ان کی طرف پھینکتا ہے۔ وہ یکدم آپس میں بغلگیر ہو کر رونے لگتی ہیں۔ راؤ اٹھتا ہے۔

(باہر جاتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ شاہد نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ وہ شاہد کو آواز دیتا ہے۔ شاہد نظریں جھکائے وہیں کھڑے ہو کر کہتا ہے

شاہد......جی سائیں۔

راؤ ......اندر آؤ۔

(شاہد اور راؤ دونوں کوٹھڑی کے اندر آتے ہیں۔ شاہد نظریں جھکائے رکھتا ہے۔)

راؤ ...... آج بیس دن سے تم ان کے رونے کی آواز سن رہے ہو، لیکن تم نے مجھ سے کبھی نہیں پوچھا کہ یہ آواز کیسی ہے۔

شاہد......سائیں ہمارا مالک کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم صرف اس کے حکم کو جانتے ہیں۔

راؤ ......یہ دونوں میری بیویاں ہیں۔

شاہد......(نظریں نہیں اٹھاتا) سلام علیکم بیگم صاحبہ۔

راؤ ......بیٹھ جاؤ۔

شاہد......جی میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔

راؤ ......تم حیران نہیں ہوئے۔

شاہد......نہیں سرکار۔

راؤ ......کیوں؟۔

شاہد......انہونی بات کا زندگی میں اتنا ہی گذر ہوتا ہے سائیں جتنی ممکن بات کا۔

راؤ......تم مجھے پڑھے لکھے لگتے ہو۔

شاہد......دسویں پاس ہوں۔ ویسے کان میں ہمیشہ پڑھے لکھے لوگوں کی باتیں پڑتی رہی ہیں۔

راؤ......ڈیوڈ۔

شاہد......جی سائیں۔

راؤ......میں بہت اچھا آدمی ہوں۔

شاہد......ضرور سرکار۔

راؤ......بہت ہی اچھا ڈیوڈ......

شاہد......جی۔

راؤ......لیکن میں عورت کو سمجھ نہیں سکا۔

شاہد......عورت کو کوئی نہیں سمجھ سکا سائیں۔ بلکہ خود عورت اپنے آپ کو نہیں سمجھ پائی۔

راؤ......جب کوئی عورت مجھ پہ حاوی ہونے لگتی ہے تو پھر میں اسے برداشت نہیں کر سکتا...... کیوں۔ کیوں؟

شاہد......جی۔

راؤ......یہ دونوں عورتیں۔ اب میرے لئے کچھ نہیں ہیں۔ لیکن چھوٹی بیگم صاحبہ سے میں خوف زدہ ہوں۔ وہ مجھے توڑ پھوڑ سکتی ہے۔

شاہد......جی سائیں۔

راؤ......ان دونوں سے مہربانی کرنا۔ یہ قابل رحم ہیں۔

شاہد......میں جی؟۔

راؤ......یہ دونوں تمہاری ذمہ داری ہیں۔ یہ کبھی کبھی چوری چوری حویلی کے چکر لگائیں گی، جیسے بدروحیں رات کو نکلتی ہیں۔ انہیں روکنا نہیں...... یہ کبھی کبھی تمہیں کنکر ماریں گی لیکن انہیں کچھ نہ کہنا۔ پتہ نہیں اب ان پر مجھے غصہ نہیں آتا۔ شاید اب میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ بنگلے میں تمہارے اور ان تین عورتوں کے سوائے اور کوئی نہیں ہے۔ انتظامات ایسے ہیں کہ نہ کوئی اندر آسکتا ہے اور نہ باہر جاسکتا ہے۔ پھر بھی احتیاط رکھنا۔ یہ لو (سو سو کے کئی نوٹ پکڑاتا ہے جو ادھر ادھر بھی گرتے ہیں۔

جلدی سے چلا جاتا ہے۔ لنگڑی شاہد کو کنکریاں مارنے لگتی ہے۔)

کٹ

سین ۲۹ ان ڈور رات کا وقت

(ناشی پلنگ پر لیٹی ہے۔ اس کی آنکھیں بند ہیں۔ لیکن آنکھوں سے آنسو جھلا جھل جاری ہیں۔ ڈیوڈ ایک لمبی چوڑی ٹرالی پر کھانا لاتا ہے)

شاہد......(پاس آکر) بیگم صاحبہ۔

(ناشی آنکھیں کھولتی ہے۔ اس کی طرف دیکھتی ہے)

شاہد......ڈنر میڈم

کٹ

سین ۳۰ ان ڈور شام کا وقت

(راؤ برآمدے میں اکیلا بیٹھا ہے۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار ہیں اور وہ ابرو کے بال کو کھینچ رہا ہے۔ لمبی ٹرالی میں چائے لاتا ہوا ڈیوڈ آتا ہے)

شاہد......چائے سر۔

راؤ......ڈیوڈ بیٹھ جاؤ۔

(ڈیوڈ زمین پر بیٹھنے لگتا ہے)

راؤ......نہیں نہیں ادھر بھئی میرے پاس......

(ڈیوڈ پاس بیٹھتا ہے)

میں تم سے پتہ نہیں یہ باتیں کیوں کرنے لگا ہوں...... لیکن مجھے کسی نہ کسی کو بتانا پڑے گا۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں شہر جا رہا ہوں۔

شاہد...... آپ بیمار ہیں سر۔

راؤ......ایسا بیمار نہیں ہوں۔ جیسا عام طور پہ لوگ ہوتے ہیں۔ میں ذہنی امراض کے ڈاکٹر کے پاس جاؤں گا۔ سائیکی ایٹرسٹ کے پاس۔ (جیسے اپنے آپ سے) میں ایسی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتا جس سے میرے بچے کو گزند پہنچے۔

شا ھد......جی سر۔

را ؤ...... تم پیچھے بہت احتیاط سے رہو گے۔ بنگلے کی دیوار نہ صرف مضبوط ہے بلکہ بجلی کا ایسا سرکٹ اس میں فٹ ہے کہ چڑیا بھی اسے کراس نہیں کر سکتی۔ صرف ایک مین پھاٹک راستہ ہے اور اس پر گارڈ ہے۔

شا ھد...... آپ فکر نہ کریں۔

را ؤ...... میں کل آجاؤں گا۔ لیکن کل تک بنگلہ اور عورتیں تمہاری تحویل میں ہیں۔

شا ھد...... اللہ کے سپرد سائیں۔

را ؤ...... کیا کروں میں نے آج تک اللہ کے سپرد کچھ کیا ہی نہیں۔ چائے ڈالو۔ (شاہد اٹھ کر چائے ڈالتا ہے)

کٹ

سین ۳۱ ان ڈور رات کا وقت

(ناشی پلنگ پر کرب سے آنکھیں بند کئے پڑی ہے۔ کھڑکی کی جانب ہلکا سا شور ہوتا ہے۔ پھر پردہ کھلتا ہے۔ اس دوران بیک گراؤنڈ میں "وہ کیا ہوا آوارگی" کا میوزک جاری رہتا ہے۔ ناشی کی آنکھ کھلتی ہے۔ وہ چیخ مارتی ہے۔ پردہ کھول کر شاہد آتا ہے)

شا ھد...... اٹھو...... جلدی۔

ناشی...... میں نہیں اٹھ سکتی۔

شا ھد...... وقت کم ہے۔ کل وہ آجائے گا۔

ناشی...... میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔ تم راؤ صاحب کو بتا دو کہ وہ ڈاکٹر کو بلائیں۔

شا ھد...... ناشی راؤ صاحب شہر گئے ہیں۔ میں بڑی مشکل سے اس چور دروازے سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ بڑی منتوں سے میں نے گارڈ کو سگریٹ لینے کے لئے بھیجا ہے۔ وہ پندرہ منٹ میں واپس آجائے گا۔ یہی لمحہ ہے فرار کا ورنہ بہت دیر ہو جائے گی۔

(ناشی اٹھتی ہے۔ پلنگ پر سے چادر اٹھا کر اپنے وجود پر لیتی ہے۔ درد کی شدت سے اس کا چہرہ بدلتا ہے۔ وہ شاہد کا سہارا لے کر کھڑکی میں سے باہر جاتی ہے)

کٹ

سین ۳۲ آؤٹ ڈور رات کا وقت

(کھڑکی کے باہر چھت کے ساتھ ایک تنگ راستہ۔ دونوں اس پر جاتے ہیں۔ آگے راستہ تنگ سیڑھیوں میں اترتا ہے)

کٹ

سین ۳۳ آؤٹ ڈور رات کا وقت

(بگھی تیز رفتاری سے جا رہی ہے۔ شاہد بگھی دوڑا رہا ہے۔ ناشی بے حال بے سدھ پیچھے لیٹی ہے۔ درد سے چہرہ ٹیڑھا ہو رہا ہے۔ یکدم بگھی کا پہیہ نکلتا ہے۔ بگھی رکتی ہے۔ حادثے کی شکل)

کٹ

سین ۳۴ ان ڈور رات کا وقت

(ایک پرانی گرنے جوگی جھگی، جس میں ایک طرف پرالی کا ڈھیر ہے۔ اس وقت اس پرالی کے ڈھیر پر ناشی لیٹی ہے۔ وہ اور اس کا بچہ چادر میں لپٹے ہوئے ہیں۔ شاہد پاس ہے)

شا ھد...... تم ہمت کرو ناشی۔ ضرور کہیں سڑک پاس ہوگی۔ تم میرا سہارا لے کر چلنے کی کوشش کرو۔

ناشی...... کہاناں میں اب کہیں نہیں جا سکتی۔ شاید صبح ہونے والی ہے۔ خدا کے لئے اسے لے جاؤ۔ دور کہیں دور۔

شا ھد...... اتنے بڑے آدمی کا بچہ کہاں چھپایا جا سکے گا ناشی۔ انہونی باتیں نہ کرو۔

ناشی...... آسمان پر چلے جاؤ شاہد۔ یا زمین میں دھنس جاؤ۔ تمہیں میرے علی کو بچانا ہوگا۔

شا ھد...... اٹھو ناشی۔ ضرور کوئی سواری مل جائے گی۔ ہم شہر پہنچ جائیں گے۔

ناشی...... (آنکھیں کھول کر) تمہیں قسمت پر اعتبار ہے شاہد؟

شاهد.....ہاں ہے۔

ناشی.....کتنا۔

شاهد.....بہت

ناشی.....دیکھو میری قسمت نے کبھی میرا ساتھ نہیں دیا۔ اسے لے جاؤ جلدی۔ شاہد باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ صبح ہو گئی تو......تو کوئی پہچان نہ لے۔

شاهد.....میرا سہارا لے کر......

ناشی.....تمہارا سہارا میری قسمت میں نہیں تھا شاہد۔ جاؤ خدا کے لئے۔ یہ تو میری آخری خواہش ہے۔

(بچے کو چادر میں لپیٹ کر اٹھاتا ہے)

ناشی.....شاہد......

شاهد.....جی......

ناشی.....جب یہ بڑا ہو تو اسے بتا دینا کہ اس کی ماں کیسے مری؟......اسے بتا دینا کہ......میرا اس دنیا میں اس کے سوا اور کوئی نہ تھا......یہ میرا بدلہ لے گا۔ اس ظالم سے۔ اس وحشی سے۔ جس نے میری ہڈیاں ہی نہیں توڑیں میری روح کو بھی برباد کر دیا......

(شاہد کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ وہ بچے کو لے کر باہر نکلتا ہے۔ جھگی کے باہر کہتا ہے)

شاهد.....(آسمان کی طرف دیکھ کر) اب پھر میں نے کیا غلطی کی تھی؟

کٹ

سین ۳۵ ان ڈور دن

(بیڈ روم میں راؤ آتا ہے۔ زور زور سے آوازیں دیتا ہے۔ ناشی ناشی..........ہر طرف بھاگتا ہے۔ پھر ڈیوڈ ڈیوڈ آوازیں دیتا ہے، کھڑکی کی طرف جاتا ہے، کھڑکی کھلی ہے، دوسری طرف کودتا ہے)

کٹ

سین ۳۶ ان ڈور دن

(راؤ جھگی کا دروازہ کھولتا ہے۔ اس کے ساتھ دو دیہاتی قسم کے آدمی ہیں۔ آگے پرالی میں مری ہوئی ناشی پڑی ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو چکے ہیں۔ راؤ جیسے دم بخود ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ پاس جاتا ہے۔ اس کا ہاتھ اٹھاتا ہے۔ اپنی آنکھوں سے لگاتا ہے)

کٹ

سین ۳۷ آؤٹ ڈور دن

(ٹرین میں شاہد بچے کو گود میں لئے منہ چھپائے سفر کر رہا ہے)

کٹ

سین ۳۸ ان ڈور دن

(برآمدے میں تھانے دار اور دو تین سپاہی راؤ مجاہد نصیر کے پاس بیٹھے ہیں۔ راؤ انہیں سمجھا رہا ہے)

کٹ

سین ۳۹ آؤٹ ڈور دن

(لمبے کھیتوں میں منہ سر لپیٹے شاہد بچے کو لئے جا رہا ہے۔ ان تمام خاموش سینوں کے پیچھے موسیقی ہے۔ "اس دشت میں اک شہر تھا وہ کیا ہوا آوارگی!")

کٹ

سین ۴۰ آؤٹ ڈور دن

(ایک پرانے یکے میں شاہد جا رہا ہے اس کے ساتھ پرانا ڈیوڈ (نبی بخش) ہے۔ اس کے ساتھ آٹھ نو برس کا بچہ ہے۔ یہ دونوں اونچے نیچے کچے راستے پر جا رہے ہیں)

کٹ

سین ۴۱ ان ڈور شام کا وقت

(چھوٹا سا دیہاتی گھر۔ شاہد نے ڈاڑھی رکھ لی ہے اور اس وقت وہ آگ جلانے اور روٹی پکانے میں مشغول ہے۔ آٹھ نو برس کا علی اندر آتا ہے۔ وہ رو رہا ہے۔ یکدم شاہد ہاتھ سے پیڑا چھوڑ دیتا ہے اور علی کے پاس آتا ہے)

شاہد...... رے رے پھر آنسو پھر آنسو۔ میں نے تجھے کہا ہے' مجھے آنسو نہیں چاہئے۔ مجھے پکا مضبوط دل چاہئے۔

علی..... اس نے مجھے بڑا مارا چاچا۔

شاہد...... کس نے

علی...... گجروں کے لڑکے فریدے نے۔

شاہد...... اور تو کھڑا مار کھاتا رہا؟ ہیں؟

علی...... چاچا وہ مجھ سے کتنا ای بڑا ہے۔

شاہد...... آج کے بعد تو مار کھا کے آیا ناں تو میں تجھے ماروں گا سمجھا۔

علی...... میں نے بھی اسے مارا ہے چاچا۔ گجی مار۔

شاہد...... شاباش۔ (چارپائی پر ساتھ بٹھاتا ہے) تیری جو ماں تھی ناں۔ اس نے مرتے وقت کہا تھا میرے بیٹے کو پکا بنانا۔ بزدل نہ بنانا۔

علی...... ماں کیسی تھی چاچا۔

شاہد...... ماں تیری؟ اکیلی تھی بیٹا۔ بہت اکیلی۔ کبھی تو نے زخمی کبوتری دیکھی ہے۔ جو اڑ کر گھونسلے تک جانا چاہے اور نہ جا سکے ایسی تھی تیری ماں۔

علی...... کیسی لگتی تھی ماں۔

شاہد...... کیسی لگتی تھی؟ مجھے؟

علی...... نہیں شکل کیسی تھی۔

شاہد...... ہاں شکل جیسی تیری سہیلی صوباں نہیں ویسی۔ (ہنس کر) پتھر رکھنا اے دل کو۔ کسی پر ترس نہیں کھانا۔ کسی پر رحم نہیں کرنا بس مضبوط بننا ہے۔ پرسوں جو تو نے بابے کو اپنی روٹی دی تھی ناں تو میں تیری چمڑی ادھیڑنے لگا تھا۔

علی...... کیوں چاچا؟

شاہد...... جب تک آدمی بے حس نہ ہو جائے وہ بڑا کام نہیں کر سکتا۔ ماں کا بدلہ نہیں لے سکتا۔

علی...... تو مجھے بتاتا تو ہے نہیں کہ بدلہ کیا لینا ہے۔

شاہد...... بتاؤں گا بتاؤں گا۔ ٹھیک وقت آنے پر بتاؤں گا۔ جب تیرا اپنڈا مضبوط ہو جائے گا۔ اور دل میں رحم کی جونک نہیں لگ سکے گی تب بتاؤں گا۔ بس تو رویا نہ کر۔

علی...... اچھا چاچا۔

کٹ

سین ۴۲ ان ڈور شام کا وقت

(شاہد کے دیہاتی گھر کا آنگن۔ ایک چھوٹی سی لڑکی' جو علی کی ہمجولی ہے' چیخیں مارتی کبھی چارپائی پر' کبھی گھڑوں کے پیچھے' کبھی ستون کے پیچھے جاتی ہے۔ اب علی بھی انکلوڈ کیجئے۔ وہ صوباں کے پیچھے بھاگ رہا ہے' اس کے ہاتھ میں لمبا سا دھاگہ ہے' دھاگے کے ساتھ چھوٹا سا براؤن بریہ بندھا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے علی صوباں کو بریہ لڑانا چاہتا ہے۔ اس وقت شاہد باہر سے آتا ہے)

شاہد...... اوئے ہوئے کیا اودھم مچا رکھا ہے۔ کیا ہوا ہے۔

صوباں...... چاچا۔ یہ جو علی ہے' یہ مجھے بھونڈ کٹاتا ہے۔

شاہد...... کیا مطلب بھونڈ کٹاتا ہے۔

صوباں...... اس کے ہاتھ میں دیکھ لو چاچا۔ دھاگہ ہے ناں۔

شاہد...... ہاں ہے۔

صوباں...... دھاگے کے ساتھ بھونڈ بندھا ہے۔ وہ تو میں بچ گئی ورنہ اب تک میرے کتنے ہی دھپڑ پڑ جانے تھے سچی۔

شا ھد......اچھا۔

صو باں......پرسوں اس نے میرے بستے میں چھپکلی واڑ دی تھی۔

(شاہد ہنستا ہے)

شا ھد......جب یہ تیرے ساتھ اتنا ظلم کرتا ہے' تجھے اتنا ڈراتا ہے تو تو یہاں کیوں آ جاتی ہے صوباں۔

صو باں...... (جیسے اس بات کی سمجھ نہیں آئی) اب میں نے قسم کھالی ہے نہیں آؤں گی۔

(چلی جاتی ہے)

شا ھد......ادھر آ۔ شاباش (روپیہ جیب سے نکال کر) یہ لے روپیہ' جس آدمی نے زندگی میں بدلہ لینا ہو ناں اسے ایسا ہی ہونا چاہئے دیکھ یار علی......

علی......جی چاچا۔

شا ھد......باہر جا کر گھوڑے کو چارہ توڑ ڈال آ۔

علی......اچھا چاچا۔ (علی باہر جاتا ہے شاہد کے چہرے پر یکدم بڑا فکر چھا جاتا ہے' جیسے وہ کچھ فیصلہ نہ کر پایا ہو)

کٹ

سین ۴۳ ان ڈور دن

(نبی بخش ڈیوڈ کا دیہاتی گھر۔ وہ بیٹھا حقہ پی رہا ہے۔ شاہد آتا ہے' اس کی ڈاڑھی کافی سفید ہو چکی ہے' اور چہرے پر پریشانی اور کرب کے آثار ہیں۔)

شا ھد......سلام علیکم

ڈیو ڈ......وعلیکم اسلام ۔ گھر سے گھر ملا ہے پر تیرے درشن نہیں ہوتے۔ صوباں۔ صوباں بٹی۔

(سولہ سترہ برس کی نوجوان لڑکی باہر آتی ہے۔ اس کی بائیں گال پر زخم کا لمبا سا نشان ہے)

صو باں......جی ابا۔

ڈیو ڈ......کوئی لسی پانی

(شاہد صوباں کو دیکھتا ہے اس کی شکل جیسے کچھ یاد دلاتی ہے)

شا ھد......کچھ نہیں نبی بخش۔ بالکل کچھ نہیں۔

(پاس بیٹھتا ہے)

شا ھد......بس ایسے چلا آتا ہوں تیرے پاس۔ جب مجھے لگتا ہے کہ اس گاؤں میں میرا کوئی انگ ساک نہیں۔

ڈیو ڈ......سبھی تیرے اپنے ہیں شاہد۔ بیس سال میں تجھے اتنا بھی پتہ نہیں چلا۔

شا ھد......نبی بخش یہ زندگی کیا ہے' مجھے تو اس کی کوئی سمجھ نہیں آئی۔

ڈیو ڈ......زندگی سمجھنے کے لئے نہیں ہوتی۔ بسر کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

شا ھد......مجھے تو لگتا ہے' جیسے میں نے اپنی زندگی بسر نہیں کی......میں............کٹھ پتلی تھا......ڈوری کسی اور کے ہاتھ میں تھی......جو کچھ ہوا اس کے کیا مطلب ہیں۔

ڈیو ڈ......مطلب تو کسی بات کا کچھ ہے ہی نہیں۔ مطلب تو نکالنا ہی نہیں بس جس کے ہاتھ میں ڈوری ہے' مطلب وہ نکالے گا۔

شا ھد......نبی بخش وعدہ کتنا نبھانا چاہئے......؟

ڈیو ڈ......وعدہ تو ہوتا ہی نبھانے کے لئے ہے شاہد ۔

شا ھد......اگر اس وعدے پر ایمان نہ رہے تو بھی نبی بخش۔

ڈیو ڈ......ہاں تب بھی............

شا ھد......اگر دل ڈرتا رہے......وعدہ پورا نہ کرنا چاہے۔

ڈیو ڈ......وعدہ کرنے سے پہلے سوچنا چاہئے۔ وعدہ کرنے کے بعد ہمیشہ بزدل سوچتے ہیں۔ وعدے کی زو سے نکلنے کے لئے

شا ھد......پھر آؤں گا۔ (اٹھتا ہے)

(صوباں آ کر)

صو باں......لسی پی جا......چاچا

شا ھد......نہیں نہیں شکریہ۔ یہ علی سٹیشن کی سواریاں ڈھونے چلا جاتا ہے۔ تو پھر سٹیشن ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

کٹ

سین ۴۴ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(کچی سڑک کنارے شاہد کھڑا ہے شام کا وقت ہے۔ دور سے یکہ آتا دکھائی دیتا ہے۔ آہستہ آہستہ یکہ قریب آتا ہے۔ یہ یکہ علی چلا رہا ہے۔ پیچھے ایک دیہاتی سواری بیٹھی ہے)

کٹ

سین ۴۵ ان ڈور شام کا وقت

(دیہاتی آنگن۔ ایک طرف شاہد کھیس لئے سو رہا ہے۔ صوباں اور علی داخل ہوتے ہیں۔ علی ایک خوبصورت خوبرو نوجوان ہے۔ صوباں خوش شکل ہے۔ لیکن چہرے پر زخم کا لمبا نشان ہے۔ صوباں کے ہاتھ میں یکے کا ہنٹر ہے)۔

صوباں.....جی تو کرتا ہے آج تیرے منہ پر بھی اپنے جیسا نشان بنا دوں۔

علی..... تو بنا دے۔ (شاہد ان کی باتیں سنتا ہے) لے مارناں۔

صوباں..... لے میں کوئی تیرے جیسی تھوڑی ہوں۔

علی..... صوباں تیرے چہرے پر جو نشان ہے' یہ میں نے جان کے نہیں ڈالا۔ تب غلطی سے چوٹ لگ گئی تھی تجھے۔

صوباں..... اگر تو نے جان بوجھ کے بھی مارا ہوتا تب بھی کیا فرق پڑتا تھا۔

(کھونٹی پر چھانٹا لٹکاتی ہے)

علی..... تیرے چاند سے چہرے پر یہ داغ کتنا بدنما لگتا ہے۔

صوباں.....یہی تو میری شناخت ہے۔ یہی تو میرا تحفہ ہے۔

علی.....اور جو تیرے سسرال والوں نے اعتراض کیا۔

صوباں.....اس داغ کی خاطر تو جو کچھ بھی میری زندگی میں آئے گا' سہوں گی علی۔

علی..... آج تو لڑی نہیں میرے ساتھ۔

صوباں..... کتنے سال کوئی اپنے آپ سے لڑ سکتا ہے۔

علی..... اگر میں کہیں چلا جاؤں اور کبھی نہ آؤں تو۔

صوباں.....تو؟ (اس کی طرف دیکھتی ہے) پھر آہستہ آہستہ روتی رہوں گی ساری عمر اور کیا؟ (اپنے گھر کی طرف چلتی ہے)

علی..... (صوباں کو آوازیں دیتا ہے) سن تو صوباں' صوباں۔

(صوباں چلی جاتی ہے' یکدم شاہد اٹھتا ہے)

شاہد..... علی

علی.....جی ابا

شاہد.....وقت آ گیا ہے؟

علی..... کیسا وقت ابا؟

شاہد..... (اس کے پاس آتا ہے) دیکھ..... تو مکر جا تو مجھے جواب دے کہ تو بدلہ نہیں لے سکتا۔ سمجھ رہا ہے۔ میں نے بہت دیر کر دی ہے۔ یہ کام یا تو بہت پہلے ہونا چاہئے تھا..... دیکھ علی..... میں تیرا باپ نہیں ہوں۔ تو جانتا ہے۔

علی..... جانتا ہوں چاچا۔

شاہد..... لیکن اتنے سالوں کی پرورش نے میرے دل میں تجھ سے عجیب طرح کی محبت پیدا کر دی ہے۔ اگر تو یہاں سے کہیں دور چلا گیا تو شاید میں بھی روتا رہوں ساری عمر۔

علی.....میں کہاں جاؤں گا ابا۔

شاہد..... تو مجھے آزاد کر سکتا ہے میرے وعدے سے۔ تو مجھے کہہ دے کہ تو بدلہ نہیں لے سکتا۔ ایک بار مکر جا۔

علی..... لیکن چاچا۔ ماں کا بدلہ تو لینا ہی پڑے گا۔ مرتے دم جو حکم وہ دے گئی ہے۔ ایک ہی تو حکم دیا تھا اس نے۔ اس نے تو کبھی مجھے گلیوں میں بچپنے کھیلنے سے منع نہیں کیا۔ اس نے تو کبھی مجھے آوارہ لڑکوں سے ملنے پر نہیں روکا۔ ایک ہی تو حکم دیا اس نے اور میں وہ بھی نہ مانوں۔

شاہد.....بڑی آزمائش کا مقام ہے۔

علی.....تو حکم کر۔ مجھے تو شوق ہی رہا کہ وہ مجھے کوئی حکم دیتی۔

(شاہد اندر جاتا ہے۔ پھر واپس آتا ہے۔ اس دوران دھن بجتی ہے "وہ کیا ہوا آوارگی")

شاہد..... (اپنے ہاتھوں سے پستول علی کی طرف بڑھاتے ہوئے) اپنے ماں کے قاتل کو ختم کرنا ہے۔ جس نے اسے اذیتیں دے دے کر مارا۔ اس کا جسم زخموں سے چھلنی تھا۔ اس کی روح پاش پاش ہو گئی تھی۔

علی..... کون ہے وہ؟

شاہد..... تیرا باپ.....راؤ مجاہد نصیر

علی ......میرا باپ ؟

شاہد ......میں تیرے ساتھ چلوں گا۔ تجھے اس کی حویلی دکھاؤں گا سب کچھ سمجھا دوں گا۔

علی ...... میں تجھے ساتھ لے کر نہیں جاؤں گا چاچا

شاہد...... نہیں نہیں۔ میں تجھے اکیلا کیسے جانے دے سکتا ہوں

علی ...... ایک شرط پر!

شاہد......کیا؟

علی ۔۔۔۔۔جس وقت میں کہوں گا، تو یہاں واپس لوٹ آئے گا چاچا ڈیوڑھ کے پاس

شاہد ۔۔۔۔۔۔ وعدہ !

کٹ

سین۴۶ آؤٹ ڈور رات

(علی اور شاہد دونوں راؤ کی کوٹھی کے ساتھ ساتھ چوروں کی طرح آتے ہیں۔)

شاھد......راستہ سمجھ گیا ہے۔ چور راستہ۔

علی...... سمجھ گیا ہوں چاچا۔

شاھد...... کسی دیوار کو ہاتھ نہیں لگانا۔

علی...... نہیں چاچا۔ بے فکر رہ ۔

شاھد......میں تیرا انتظار کروں گا۔

علی......دیکھ چاچا۔ اندر پتہ نہیں کیا معاملہ پڑتا ہے۔ جس وقت فجر کی اذان ہو اس وقت تو یہاں سے چلے جانا......سیدھا گاؤں......میں خود آجاؤں گا تیرے پاس۔

شاھد......میں تجھے چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہوں علی۔

علی......دیکھ چاچا تو نے وعدہ کیا تھا میرے ساتھ ۔ میں اس وعدے پر تجھے ساتھ لایا ہوں۔

شاھد......اچھا چلا جاؤں گا۔ لیکن دیر نہ کرنا علی۔

(علی دیوار سے ہٹ کر چوروں کی طرح آگے بڑھتا ہے)

کٹ

سین۴۷ ان ڈور گھری رات

(ناشی والا بیڈ روم۔ اس وقت پلنگ پر بڈھا راؤ نیم بیہوش پاگل پن میں پڑا ہے۔ اس کے پاس ایک نوجوان ڈاکٹر انجکشن تیار کر رہا ہے۔ راؤ بہت violent ہے)

راؤ ......میں ان ٹیکوں سے نہیں مر سکتا ڈاکٹر۔ کوئی ہے جو مجھے معاف کر دے۔ ایک بار معاف کر دے تو میری روح نکل جائے گی...... یہ سب کون لوگ ہیں۔ یہ میری طرف کیوں بڑھ رہے ہیں۔ یہ کون ہے ڈیوڑ۔ دیکھو......ڈیوڑرو کو انہیں۔ ڈیوڑ گارڈ کو بلاؤ۔ کوئی مجھے معاف کر دے پلیز۔ ایک بار میں ٹیکوں سے نہیں مر سکتا۔

(یکدم نڈھال ہو کر تکیے پر گرتا ہے)

(علی پردے کے پیچھے سے یہ باتیں سنتا ہے۔ اس وقت کھڑکی کے راستے سے علی آتا ہے۔ لیکن اس سے کھڑکی کھولتے وقت شور ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر یکدم اٹھتا ہے)

ڈاکٹر......کون ہے؟

(علی باہر نکلتا ہے)

ڈاکٹر......کون ہے بھئی۔

علی .... میں ہوں ڈاکٹر صاحب راؤ علی

ڈاکٹر......میں نے تمہیں کبھی پہلے نہیں دیکھا۔

علی......میں راؤ صاحب کا بیٹا ہوں۔

ڈاکٹر......اچھے بیٹے ہو سات دن سے باپ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے اور میں نے تمہاری شکل پہلی بار دیکھی ہے۔ ٹھیک ہے بھئی دولت مند باپ کی اولاد ایسی ہی ہوتی ہے۔

علی......جی۔

ڈاکٹر......میں انجکشن لگا کر ساتھ والے کمرے میں جا رہا ہوں اگر یہ violent ہو جائیں تو مجھے یا نرس کو جگا دینا۔

(ڈاکٹر ٹیکہ لگا کر جاتا ہے۔ اتنی دیر میں پھر دھن بجتی ہے ۔ "اس وشت میں اک شہر تھا" ۔ جب ڈاکٹر چلا جاتا ہے تو علی ہاتھ میں پستول لے کر باپ کی طرف بڑھتا ہے۔ بہت آہستہ آہستہ اپنے آپ سے)

علی......تو اس قابل ہے کہ......تو بیماری سے نہ مرے بلکہ۔ بلکہ تیرا انجام دہشت میں ہو۔ خوفزدہ ہو جیسا تو نے میری ماں کو کیا...... تیری جان بیماری سے نہ نکلے بلکہ......تو پناہ مانگے اور تجھے نہ ملے۔

(پاس جاتا ہے۔ راؤ پستول دیکھ کر خوفزدہ ہو چکا ہے۔ علی اس کے پاس جا کر بیٹھ جاتا ہے اور اپنی پستول اس کے سرہانے تلے رکھتا ہے۔ پھر محبت سے اس کی گال اور سر پر ہاتھ پھیرتا ہے)

علی......میں علی ہوں ابو۔ میں آپ کو معاف کرنے آیا ہوں۔ آپ کی خدمت کرنے۔ کیونکہ ظلم کو بالآخر محبت کے کفن میں دفن کرنا پڑتا ہے...... ورنہ بدلے کی داستان کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حقیقت ایک ہوتی ہے۔ شاید ہر حقیقت کے پیچھے کئی حقیقتوں کا لامتناہی سلسلہ ہوتا ہے......اس لئے انسان کبھی

زندگی کو سمجھ نہیں سکتا۔

(راؤ علی کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے)

علی......میں مرے ہوئے آدمی کو مارنا نہیں چاہتا۔ ابو میں آپ کے پاس رہوں گا ہمیشہ......یہاں............ اللہ اپنے مجرم کو سزا دے گا لیکن میں اپنے مجرم کو معاف کرنے کے لئے آیا ہوں تاکہ ظلم گہرا دفن ہو جائے۔

(اذان ہوتی ہے۔ علی باہر کی جانب دیکھتا ہے)

کٹ

سین ۴۸ آؤٹ ڈور علی الصبح

(دیوار کے پاس شاہد کھڑا ہے۔ اذان ہوتی ہے وہ چہرہ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے)

شاہد......پتہ نہیں اب مجھ سے کون سی غلطی ہو گئی ہے۔

(اذان فیڈ آؤٹ ہوتی ہے۔ شاہد کیمرے کی طرف پشت کئے دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا جاتا ہے۔ اس پر ٹیپ آنے لگتے ہیں۔ ساتھ ساتھ پہلی بار غلام علی کی آواز میں یہ غزل آتی ہے)

" اس دشت میں اک شہر تھا وہ کیا ہوا آوارگی

(دور تک شاہد چلتا ہوا نظر آتا ہے۔)

اختتام

زرد گلاب

(ڈرامہ ۸۲ء)

کردار

لالہ رفیق	پنتالیس کے لگ بھگ۔ عورتوں کا ہمدرد
جیونی	اٹھارہ برس کی خوبرو۔ محبت کرنے والی
رانی	پندرہ برس کی لڑکی
کھلو	دس برس کی بچی
فقیر محمد	بارہ برس کا حساس لڑکا
جیونی کا باپ	پچاس برس کا مرد
جیونی کی دوسری ماں	نوجوان عورت
شاہ منگا	ستر برس کا جہاندیدہ
جمیل	لالہ رفیق کا دوست
ہاجراں	جمیل کی بیوی ذمہ داریوں سے بوجھل
جنتے	گاؤں کی عورت
داراں	گاؤں میں رہنے والی
اماں زینب	دیہاتی
مقبول	لالہ رفیق کا پھوپھی زاد بھائی۔ جواں سال خوبصورت

حکیم صاحب   ڈاکٹر   ہمسائی   جیونی کا ماموں (سوتیلا)   اور چند دوسرے کردار

(مرداور عورت کے رشتے میں نازک ترین مقامات وہ ہیں جہاں عورت کو مرد کمزور سمجھ لیتا ہے اور اس کو بیچاری سمجھ کر مدد کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ ایسے ہی مقامات سے بدنامی اور پشیمانی شروع ہوتی ہے۔ استوار رشتے ٹوٹنے لگتے ہیں اور نئے رشتے استوار ہونے لگتے ہیں۔)

سین ا   آؤٹ ڈور   دن

(یہ ڈرامہ چک رتا سے متعلق ہے۔ اس کے تیس چالیس کچے گھر ہیں اور سادگی ہر طرف برستی ہے۔ دوسرے دیہاتوں کی طرف جو راستہ جاتا ہے' وہ ایک قبرستان سے ہو کر گزرتا ہے۔ اسی قبرستان سے گزر کر وہ پکی سڑک بھی ہے جو لاہور کو جاتی ہے۔

ٹیلپ کے وقت ایک دہکتا سلگتا الاؤ روشن ہے۔ اس میں سے اونچے اونچے شعلے نکل رہے ہیں۔ پھر کروما کی مدد سے اس میں ایک زرد گلاب کا پھول آویزاں ہو جاتا ہے۔

ٹیلپ کے گزر جانے کے بعد قبروں میں سے ایک برات آتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ لالہ رفیق کی برات ہے۔ آٹھ دس دیہاتی رنگ دار تہمدیں باندھے ساتھ ہیں۔ ان کے لباس رنگ دار ضرور ہیں لیکن فلمی نہیں ہیں۔ ساتھ چھوٹا سا بینڈ باجہ ہے۔ ڈولی چار کہاروں کے کندھوں پر ہے اور لالہ رفیق سر پر ریشمی پٹکا' گلے میں نوٹوں کا ہار پہنے' سہرے کے بغیر ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔

قبروں سے گزرتے یہ قبرستان اس حصہ میں آتے ہیں جہاں بہت شادابی ہے اور درخت اگے ہیں۔ یہاں کہار چند لمحے آرام کرنے کے لئے ڈولی ایک قبر کے پاس اتار کر رکھتے ہیں۔ جیونی ڈولی کا پردہ اٹھا کر باہر دیکھتی ہے۔ ارد گرد قبریں ہی قبریں ہیں۔ اس کا چہرہ اس منظر سے خوفزدہ ہوتا ہے۔ اب لالہ رفیق اس کے پاس آتا

ہے اور اس سے پوچھتا ہے کہ کیا اسے کچھ درکار ہے۔ وہ ایک قبر کے سرہانے اگے ہوئے زرد گلاب کی طرف اشارہ کرتی ہے اور نظریں جھکا لیتی ہے۔ لالہ رفیق جا کر قبر کے پاس جھکتا ہے اور جنگلی زرد گلاب کا پھول توڑ کر لاتا ہے اور جیونی کو پکڑاتا ہے۔ جیونی پھول دیکھتی ہے۔ سونگھتی ہے۔ آنکھیں بند کر کے ڈولی سے پشت لگاتی ہے۔)

فلیش بیک

سین ۲ ان ڈور رات

(ایک چھوٹا سا کچا گھر۔ ایک کونے میں سرکنڈے پڑے ہیں۔ کھونٹی پر لمبی لمبی رسیاں لٹک رہی ہیں۔ یہ چھپر ڈالنے والوں کا گھر ہے۔ اس وقت ایک پلنگ پر جیونی کی سوتیلی ماں پوری دلہن بنی بیٹھی ہے۔ اس کے سر پر سرخ سالو اور ناک میں بڑی سی نتھ ہے۔ جیونی کا باپ دروازے میں کھڑا ہے اور اس سے دور ہٹ کر جیونی کھڑی ہے۔ جیونی کا حال ایک ایسی لڑکی کا ہے جو سارا دن پھونس بانس اور سرکنڈوں میں رہی ہو۔ بال بکھرے ہیں۔ کپڑے تباہ حال ہیں۔ چہرہ اترا ہوا ہے۔)

باپ ..... جیونی اے جیونی! آ کر ماں کو سلام کر۔
جیونی ..... (ضد کے ساتھ) ٹھیک ہے ابا۔
باپ ..... اے سر موجھی! اب تیری ماں کو مارا تو اوپر والے نے مارا۔ اس نادان کا تو ہاتھ نہ تھا اس کی موت میں۔
جیونی ..... آج ماں کی باتیں نہ کر ابا۔ کیا لینا ہے تجھے ماں سے۔
باپ ..... تو پھر آ کر اس سے بات کر...... ہمارے اسارے میں تو اس بھاگوان کا پہلا قدم ہے۔ کوئی بوڑھی عورت گھر پر ہوتی تو میں تجھے نہ کہتا

(باپ اپنے بازو پر آنسو کی اکلوتی بوند پونچھتا ہے اور باہر چلا جاتا ہے۔)

سوتیلی ماں .... جیونی

(جیونی آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھتی ہے۔)

سوتیلی ...... ادھر آ کر بیٹھ جا۔ میں تو خود بچھڑی ہوں آج مائیکے سے میں تجھے کیا کہہ لوں گی۔

(جیونی آہستہ سے پلنگ پر بیٹھتی ہے۔)

سوتیلی ...... سن سوتیلے اور سگے میں جبروری نہیں فرق ہو، لیکن باتیں کرنے والے شک پیدا کر دیتے ہیں......... تو مجھ پر شک نہیں کرے گی تو ہم دونوں ایسے جڑ جائیں گے جیسے دو سانگھی......... پر جو تونے دو جوں پر کان دھرا...... تو جانے دانہ کدھر جا پڑے اور پھوک کدھرے جا نکلے۔

(دو ثانیے دونوں ایک دوسرے کو دیکھتی رہتی ہیں پھر جیونی سوتیلی ماں کے ساتھ لپٹ جاتی ہے۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں۔ دروازے میں باپ آ کر کھڑا ہوتا ہے۔)

کٹ

سین ۳ ان ڈور رات

(محمد طفیل کا گیت "اساں چڑیاں دا چنبہ وے بابل" فیڈ ان ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا سا کچا گھر ہے۔ ایک طرف جیونی پلنگ پر دلہن بنی بیٹھی ہے۔ ایک اور چارپائی پر فقیریا بیٹھا ہے۔ رانی اور کھلو دیوار کے ساتھ لگی کھڑی ہیں۔ ان کے چہروں پر خوف ہے، بال بکھرے ہیں اور اس وقت ان تینوں کی حالت ایسی ہے جیسے مدتوں ان کو کسی نے پوچھا تک نہیں۔
لالہ رفیق چارپائی کے پاس کھڑا ہے۔ جس وقت لالہ رفیق بولنے لگتا ہے، عقب کی موسیقی بند کر دیجئے۔)

لالہ ..... رانی یہ ماں ہے تمہاری...... ماں کو ایسے ملتے ہیں فقیر محمد؟ پاس چل کھلو۔ کوئی بھیاڑ نہیں ہے کہ چک مار لے گی...... چلو سلام کرو آگے چل کر......

(دونوں لڑکیاں ٹس سے مس نہیں ہوتیں۔ فقیر محمد اٹھتا ہے لیکن آگے نہیں بڑھتا۔ اس وقت دیہات کی کچھ عورتیں بھڑک دار لباس پہنے گاتی ہوئی اندر داخل ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک کے پاس ڈھولک ہے۔ وہ فرش پر

بیٹھ کر ڈھولک بجانے لگتی ہے۔ باقی عورتیں گاتی ہیں اور جیونی کی جھولی میں شگن ڈالتی ہیں۔ یہ شگن ناریل میں ایک روپیہ ہے۔ ایک عورت اپنی گود سے بچہ اتار کر جیونی کی گود میں بٹھاتی ہے۔ جب یہ منظر بھرپور ہو جاتا ہے تو فقیر محمد باہر جاتا ہے اور کیمرہ اس کو فالو کرتا ہے۔)

گیت...... سوہے وے جیرے والیا میں کہنی آں، کر چھتری دی چھاں میں چھاویں بہنی آں

کٹ

سین ۴ ان ڈور رات کا وقت

(اندر گانا جاری رہتا ہے۔ فقیر محمد باہر آتا ہے۔ آنگن میں ہاتھ کا نلکا لگا ہے۔ وہ اس کے پاس بیٹھتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ پھر وہ جلدی جلدی نلکا چلاتا ہے اور منہ دھوتا ہے)

کٹ

سین ۵ ان ڈور رات کا وقت

(رات بہت جا چکی ہے۔ گاؤں میں دور کوئی کتا بھونک رہا ہے۔ اس وقت فقیریا، رانی اور کھلو سو چکے ہیں۔ جیونی دلہن بنی پلنگ پر بیٹھی ہے۔ اس کے پاس لالہ رفیق موجود ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی ہے۔ وہ اس میں نروس ہو کر پیسے نکالتا گنتا واپس رکھتا ہے۔ پھر نکالتا ہے اور گنتا ہے۔)

لالہ...... لے جیونی قسم لے لے مجھے شوق نہیں تھا شادی کا۔ سوانی کو گھر لا کر کیا ملتا ہے۔ ڈنگر کپسو کی تو آدمی سیوا نہیں کر سکتا، ایک زنانی کی جھولی میں کیا ڈال سکتا ہے دکھ کے سوا؟

جیونی...... ہاں......

لالہ...... اللہ کو منظور نہیں ہوا ورنہ وہ اپنے بچے خود پال کر مرتی۔ ان تینوں نے بڑے دکھ جھیلے ہیں ماں کے بغیر...... چھوٹے چھوٹے تھے جب وہ مری۔

جیونی...... مجھے پتہ ہے۔

لالہ...... نہ کوئی بخار نہ کھانسی نہ نزلہ نہ درد پیڑ۔ بس ایک روز پیڑھی پر بیٹھی عشاء ویلے...... اٹھی تو پران دے دیئے۔ نہ بولی...... نہ کچھ......

جیونی...... (ہاتھ بڑھا کر اس کے بازو پر رکھتی ہے) کسی کو کوئی روک تھوڑی سکتا ہے آگے جانے سے......

لالہ...... میں کبھی شادی نہ کرتا...... پر یہ تینوں کسے جوگے ہوئے نہیں ابھی۔ جب بھی گھر آیا......! جاڑی ملا چولہا جلتا تو گاگریں خالی تھیں...... گاگریں بھر جاتیں تو کپڑوں کا انبار پڑا رہتا...... چھوری لڑکی سے گھر تھوڑی چلتا ہے...... بھلا عورت کو بھی کیا ملتا ہے دکھ کے سوا مرد سے۔ پر...... کیا کرتا...... گاؤں والوں نے مجبور کر دیا۔

جیونی...... اچھا کیا تو نے شادی کر لی...... میرے پاس بھی وہاں کوئی نہیں تھا...... آسرا بن گیا میرا......

لالہ...... میں تو کام نپٹائے جا رہا تھا...... نیز بھی جاتی میری پر ایک دن مجھے ڈر آ گیا...... ابھی تو رانی کے بیریوں پر چڑھنے کے دن ہیں۔ پھر سگر جوان ہو گئی تو کیا کروں گا...... بغیر زنانی کے لڑکی کبھی پلی ہے...... چاہے سوتیلی ہی کیوں نہ ہو۔

——فلیش بیک——

سین ۶ ان ڈور دن

(رانی اس وقت ہتھی والا نلکا چلا رہی ہے۔ سامنے کپڑوں کا انبار ہے۔ اس وقت ایک لڑکا گھڑا لے کر آتا ہے اور رانی سے پوچھ کر بالٹی بھرتا ہے۔ رانی لاتعلق اس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑی ہے۔ پھر لڑکا جھک کر بالٹی میں سے پانی لیکر رانی پر مارتا ہے۔ رانی چونک کر پیچھے دیکھتی ہے۔ اس وقت لالہ رفیق دروازے میں آ کر یہ منظر دیکھتا ہے۔ یہ فلیش بیک پھر پہلے سین سے ملتا ہے۔)

کٹ بیک ان ٹو

لالہ...... بس اسی روز میں نے فیصلہ کر لیا...... ابھی تو رانی بے سمجھ ہے۔ پھر آگے اس کی رکھوالی کون کرے گا۔ بن ماں کی بچی کو سارا گاؤں ہی شام لات نہ سمجھ لے۔

جیونی...... میرا باپ کہتا تھا رفیق لالہ، بکری اور عورت کی رکھوالی ویسے ہے بھی مشکل۔

لالہ...... لے اب جو کوئی اونچ نیچ ہو تو دل مضبوط رکھنا۔ ان سوتیلیوں کی بڑی پٹھی مت ہو جاتی ہے۔

جیونی...... میں جانتی ہوں۔

لالہ...... ساری عمران پر جان وارو...... آنکھیں ان کے قدموں پر ڈالو۔ جو ایک دن کی چوک ہو جائے تو سگوں کو یاد کرنے بیٹھ جائیں گے۔

جیونی...... تو فکر نہ کر۔

لالہ...... اور جو تو مجھ سے اصلی بات پوچھے...... تو یہ شوہر کا رشتہ بھی سوتیلا ہی ہوتا ہے...... اس کی ساری عمر سیوا کرو پر جب جی چاہے کھاٹ سے علیحدہ کر دے' طلاق دے دے...... اس پر بھی کون بھروسہ کرے اندھا؟

جیونی...... تو بھی کھلا دل رکھنا میری طرف سے۔

لالہ...... لالہ میری طرف ہی دیکھ لے...... میری کھوپڑی بھی خالی ہے۔ مٹی ڈھوتے ڈھوتے بال سفید ہو گئے پر...... پتہ کچھ نہ لگا کہ زندگی ہے کیا...... جب بھی بیلچہ اٹھایا مٹی ہی اڑی۔ کیا سوچتی ہے؟

جیونی...... کچھ نہیں...... اب کیا سوچنا ہے؟

لالہ...... پھر بھی۔ ایسے کیوں دیکھتی ہے خالی خالی......

جیونی...... عادت ہے میری...... بچپنے کی۔ جب ماں مری تھی تب کی۔

لالہ...... پھر بھی۔ اگر دل کی بات مجھ سے کہہ دے گی جیونی تو میں تیرے ساتھ چلوں گا۔

جیونی...... سوچتی تھی...... سوچتی تھی کیا بھاگ ہیں میرے۔ پہلے سوتیلی بیٹی تھی' ماں نہ سمجھی...... اب سوتیلی ماں بن گئی۔ جانے اولاد سمجھے نہ سمجھے میری بات؟

لالہ...... (جیب سے تھیلی نکال کر) جو تو اپنے دکھ مجھے بتاتی رہے گی تو میں چارہ لگاؤں گا۔ لالہ رفیق دل کا برا نہیں...... پر جو تو چپکے چپکے من مارتی رہی تو...... دلوں کی تو صرف اوپر والا سمجھتا ہے۔

جیونی...... میرے ساتھ دغا نہ کرنا لالہ...... بس اور جو ظلم تو چاہے کرنا۔

لالہ...... دیکھ لوگوں کی باتیں سنے گی تو گزارہ نہیں ہو گا۔ اور جو مجھ پر اعتبار کیا تو ان کرم جلوں کے ساتھ بھی گزارہ ہو جائے گا۔ اور میرے ساتھ بھی...... پر جو کان دھرے تو یہ بھی سانپنی کی اولاد لگے گی اور میں بھی اوپرا لگوں گا ساری حیاتی۔

جیونی...... ایسے نہ کہہ لالہ۔

لالہ...... دوسرے ٹھیک لگنے لگیں تو اپنے برے لگتے ہیں۔ یہ لے۔ میں مالدار آدمی نہیں ہوں...... یہ سارا جمع ہے رکھ لے......

(فیڈ ان گیت "ساڈا چڑیاں دا چنبہ" چند ثانئے۔ لالہ اس کے ہاتھ میں پیسے دیتا ہے۔ کیمرہ منظر دکھاتا ہے)

کٹ

سین ۷ آؤٹ ڈور دن کا وقت

(گدھا گاڑی میں مٹی لادے لالہ رفیق قبرستان میں سے جاتا ہے)

کٹ

سین ۸ آؤٹ ڈور دن

(لاہور کی ایک تنگ گلی میں خالی گدھے گاڑی کے ساتھ لالہ رفیق آتا ہے۔ ایک دروازے پر دستک دیتا ہے۔ ایک عورت باہر جھانکتی ہے' دروازہ کھولتی ہے۔ لالہ اندر جاتا ہے۔)

کٹ

سین ۹ ان ڈور شام کا وقت

(گھر کا آنگن۔ یہاں ہی باورچی خانہ ہے۔ ایک جانب ہتھی نلکہ ہے' دوسری طرف ایک درخت کا بڑا سا تنا پڑا ہے۔ اس وقت جیونی' رانی اور کھلو آنگن میں بیٹھے ہیں۔ جیونی چارپائی پر ہے۔ آگے رانی پیڑھی پر بیٹھی ہے اور اس کے آگے کھلو بیٹھی ہے۔ جیونی رانی کی جوئیں نکال رہی ہے اور رانی کھلو کا سر چھوٹی کنگھی سے صاف کر رہی ہے۔)

جیونی...... چک رتا میں کوئی زنانی ہے نہیں...... سب مر گئیں کرم ہاریاں۔

رانی...... کیوں جیونی ماں۔ سارا گاؤں بھرا پڑا ہے زنانیوں سے۔

جیونی...... لے میں کیسے جانوں۔ لالہ رفیق کی دھی رانیوں کے سر کالے ہو گئے جوؤں سے' کوئی کنگھی پھیرنے نہ آئی۔ مینڈھی کرنے نہ آئی۔

رانی...... لے جیونی ماں۔ اب اتنا وقت بھی تو نہیں ہوتا کسی پاس ناں۔ سب کم کاروں والے لوگ ہیں۔

جیونی...... ہاں جو وقت ہوتا کسی پاس تو باپ دوسری شادی کیوں کرتا گاؤں سے باہر۔ میوؤں کے خاندان میں۔

(اس وقت فقیر محمد سر پر بھاری بوجھ لکڑیوں کا اٹھا کر لاتا ہے۔ یکدم جیونی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اٹھتی ہے اور بوجھ اترواتی ہے)

جیونی...... تو کیوں لایا لکڑی؟ ہیں۔ کسی نے کہا تھا تجھے یہ بھاری بوجھ اٹھانے کو۔ بتا سہی اس مرجانے کا نام۔

فقیر...... (ماتھا پونچھتا ہے) ابا کہہ گیا تھا جیونی ماں کو تکلیف نہ ہو۔

جیونی...... ایسی جیونی ماں تخت پر بیٹھی آئی ہے ناں گھر سے۔ باندے سارا کام کرنے کو تھے...... خبردار جو تم تینوں نے ایسے کاموں کو ہاتھ لگایا...... تمہاری ماں مر گئی ہے' پر تمہاری کامی تو زندہ ہے۔ سمجھے تم تینوں...... خبردار جو کسی نے آٹا گوندھا' روٹی پکائی۔ چل کھلو لسی کا گلاس لا بھائی کے لئے۔

رانی...... جیونی ماں...... اب تک تو ہم خود ہی کام چلاتے تھے۔

جیونی...... خود ہی کام چلاتا...... پر اپنے اپنے گھر جا کر۔ گھر بھی اللہ تمہیں ایسے دے میری ماں جیسے...... جب ہم لوگ ادھر آئے ناں ادھر سے...... باڈر پار سے تو میرا دادا جندرے بناتا تھا۔ گجراتی قفل جنتر مہا جنتر...... میری ماں تو کچھ نہیں کرتی تھی' حکم چلاتی تھی۔ دادا بتاتا تھا مجھے۔

فقیر...... جنتر مہا جنتر کیا جونی ماں؟

جیونی...... جندرے کی ایک قسم ہوتی ہے۔ اندر پرزے نہیں ہوتے۔ آنکڑا پھنس جاتا ہے اندر جا کر...... ادھر آ کر ہم شیخوپورے کے پاس گاؤں میں بسے...... پر کار نہیں ملا...... انگریزی تالے آ گئے۔ چینی تالے آ گئے۔ دادا پرانے تالے لے کر بیٹھا رہتا سڑک کے کنارے۔

کھلو...... لے لسی پی لے۔ (فقیر لسی کا گلاس لیتا ہے)

رانی...... پھر جیونی ماں۔

جیونی...... پھر ادھر آ کر ہم چھپر ڈالنے لگے۔ ایسے ایسے پار چھے اسارے دو پلیا...... سرکنڈا سرکی...... پھونس سب کام سکھا دیا مجھے ابا نے دوسری ماں کے آنے سے پہلے۔

—— کٹ ——

سین ۱۰ ان ڈور شام کا وقت

(ہاجراں کا شہری چھوٹا سا گھر۔ دو چھوٹے بچے تخت پوش پر بیٹھے بستہ کھولے لکھ رہے ہیں۔ لالہ رفیق مونڈھے پر بیٹھا ہے۔ ہاجراں شیرنی کی طرح کھڑی ہے)

رفیق...... سارے مردوں کو گالیاں دے کر تیرا دل ٹھنڈا ہو گیا تو میں کچھ عرض کروں۔

ھاجراں...... اچھا تو بتا...... میں نے کوئی غلط بات کی ہے۔ انصاف کی بات کرنا لالہ رفیق۔ مردوں کا قصور ہے کہ نہیں۔

رفیق...... قصور تو سارا ہے ہی مردوں کا...... پر یہ نمانے بھی اچھا چاہتے ہیں' برا ہو جاتا ہے۔ قسمت ہے ان کی۔

ھاجراں...... اچھا یہ بتا یہ کوئی بھلا مانس ہے تیرے دوست جمیل کی۔ خود تو جدہ میں بیٹھا ہے اور مجھے چھوڑ گیا اکیلا۔

رفیق ...... بیٹھا تو وہ جدہ میں ضرور ہے لیکن کیا پتہ ہاجراں مزے میں نہ ہو بے چارہ۔

ھاجراں...... لے یہ کوئی ماننے والی بات ہے۔ کھیسے میں پیسے ہوں تو کون مزہ نہیں کرتا۔

رفیق...... شاید مزہ ہی کرتا ہو...... شاید بے چارے کے کھیسے میں پیسے نہ ہوں۔

ھاجراں...... تو کری جا اس کی طرفداری...... کری جا کری...... دو مہینے سے ایک خط بھی نہیں لکھا گیا اس سے۔ جس سے ایک لفافے پر خرچہ نہیں ہوا' وہ پیسہ بھیجے گا۔ ایویں خواہ مخواہ۔

رفیق...... یہ باہر کے ملکوں میں ڈاک کی ہڑتالیں ہو جاتی ہیں ہاجراں۔ ڈاک رکی ہو گی کہیں۔

ھاجراں...... چک رتا میں چنگی بھلی بیٹھی تھی۔ (بچوں کو جھڑک کر) آرام سے پڑھو۔ کیا باتوں کا چسکا پڑا ہے۔ ادھر شہر میں لا کر وکھری کر دیا سب سے۔ اوپر سے مہنگائی اتنی ہے' گذارہ کیسے ہو۔ میں نہیں اڈیک سکتی اسے۔ تو مجھے طلاق دلوا دے اس سے۔

رفیق...... کیا کرے گی طلاق لیکر؟ کبھی ایک آدمی بھی دوسرے آدمی سے فرق ہوا ہے۔ بلا لیگا۔ بلا لیگا تجھے۔ پھیتی نہ پڑ می جا...... آخر تیری خاطر تو پردیس گیا ہے بے چارہ۔

ھاجراں...... تو مجھے طلاق لے دے اس سے۔ میں نے بدلہ لینا ہے جمیل سے۔

(دونوں بچے ماں کی طرف دیکھتے ہیں)

لالہ...... کیسا بدلہ؟

ھاجراں...... اس کے سامنے کسی اور آدمی ساتھ بس کے وکھانا ہے اسے۔ مجھے بڑی امید تھی تیرے سے پر تو نے تو شادی کر کے میری آس ہی توڑ دی۔ تجھے بھی یار ہی کا خیال آیا...... ذرا نہ سوچا میری ہی تلافی ہو جاتی۔

رفیق...... تلافی؟ وہ کیا ہوتی ہے ہاجراں؟ ایک تو شہر میں آ کر تیری زبان بڑی مشکل ہو گئی ہے۔

ھاجراں...... نقصان پورا کرنا...... اور کیا۔

رفیق...... اللہ تیرا نقصان پورا کرے گا تو دیکھتی جا...... وہ بڑا کرم کرے گا تیرے اوپر۔

ھاجراں...... خواہ مخواہ جھوٹی تسلیاں نہ دیا کر ایویں۔ پتہ کچھ ہوتا نہیں ایویں...... چچ چچ...... چچ چچ...... تم سارے مرد ایک سے ہو سارے کے سارے۔ تو اس کی ہمدردی کئے جا۔ میری کچھ فکر نہیں کسی کو۔ دہائی رب

کی 'نہ پوچھا نہ مانگا اور شادی ہی کروالی...... سیدھے جا کر۔

رفیق...... یہ پچاس روپے پکڑ۔

ہاجراں...... میں کیوں پکڑوں تیرے پیسے...... کیا رشتہ ہے تیرا میرا؟

رفیق...... گوانڈی سمجھ لے...... چک رتے میں دیوار سے دیوار ملی تھی گھر کی۔ سارا بچپن ساتھ گزرا ہے...... شوہر کا دوست سمجھ لے...... بچوں کا چاچا سمجھ لے...... قرض سمجھ لے...... جب جمیل آئے گا' میں خود اس سے لے لوں گا۔

ہاجراں...... یہ تو پلے باندھ لے رفیق۔ میرا دل کہتا ہے اس نے ادھر دوسری شادی کر لی ہے۔ وہ نہیں آئے گا...... (پیسے پکڑ کر) پیسے میں پکڑ لیتی ہوں پر قرض ہے۔ میں جانتی ہوں سارے مردوں کو۔ چھوٹی مدد دے کر بڑا پھندہ لگا دیتے ہیں۔

رفیق...... چل سمجھتی رہ۔ سمجھتی رہ جو کچھ سمجھتی ہے۔ میں کوئی اپنی نیت تجھے تھوڑی دکھا سکتا ہوں۔ ان بے چاروں کو بھوکا نہ مار ہاجراں۔ ان بے چاروں کا کیا قصور ہے۔ پکڑ پیسے۔

—— کٹ ——

سین ۱۱ ان ڈور رات کا وقت

(فقیر پلنگ پر لیٹا ہے۔ جیونی اس کا سر دبا رہی ہے۔ ساتھ والی کھاٹ پر رانی اور کھلو لیٹی ہوئی ہیں)

کھلو...... ہاں تو جیونی ماں پھر۔

جیونی...... آہستہ بول۔ دیکھتی نہیں بھائی کا سر دکھ رہا ہے۔ ہاں تو اس چھپڑ ڈالنے والے کی ایک ہی بیٹی تھی بڑی سگھڑ وان۔ کام کرنے والی۔ پر اس کی ماں نہیں تھی۔

(اس وقت لالہ رفیق دروازے میں آتا ہے)

رفیق...... میں شاہ منگے کے گھر جا رہا ہوں۔ تو اندر سے کوڑا لگا لے...... ابھی آ جاؤں گا۔

رانی...... پھر جیونی ماں۔

جیونی...... اب جس گھر میں ماں نہ ہو' وہاں بڑا فکر ہوتا ہے باپ کو......

رانی...... میرے ابے کی بھی فکر ہے جیونی ماں؟

جیونی...... لے کیوں۔ میں جو بیٹھی ہوں...... تیرے ابے کو فکر کیا؟

رانی...... ہاں یہ تو میں بھول گئی جیونی ماں۔

فقیر...... آہستہ بولو...... کیا آواز نکلتی ہے ٹٹیری جیسی۔

جیونی...... تو اس لڑکی کا باپ شادی نہیں کرتا تھا...... اسے بڑا پیار تھا بیٹی سے پر...... باپ بھی کیا کرے۔ لوگوں کی باتوں کے آگے کسی کا کیا زور...... ہیں تو ایک دن......

(کیمرہ جیونی پر آتا ہے۔ ڈزالو ان فلش بیک......)

فلیش بیک

سین ۱۲ ان ڈور دن کا وقت

(سیٹ پر ہر طرف پھونس' بانس سرکیاں' سرکنڈے' بکھرے ہوئے ہیں۔ سیٹ کے عین درمیان بانسوں کا سادہ سا ٹھر بندھا ہے۔ اوپر سیڑھی لگا کر جیونی کا باپ بانسوں کا اسار باندھ رہا ہے۔ نیچے جیونی کھڑی تیز چاقو سے سرکنڈے چھیل رہی ہے)

باپ...... اے جیونی سنتی ہے کہ ماں مرنے پر بہری ہو گئی ہے۔

جیونی...... سن رہی ہوں ابا۔ پر رسی تو مک گئی۔ کہاں سے دوں؟

(باپ سیڑھیاں اترتا ہے)

باپ...... ایک تو اس اتر چڑھ سے پنڈلیاں چڑھ جاتی ہیں میری۔

جیونی...... تو تجھے کون کہتا ہے اتر چڑھ کر۔ مجھے چھاندن باندھنا مشکل ہے کیا؟

باپ...... بڑی شیرنی ہے بھائی تو۔ پر دنیا کیا کہے گی۔ لڑکی کو سیڑھی پر ٹانگ رکھا ہے اور خود آرام سے نیچے بیٹھ کر بیڑی پیتا ہے۔

جیونی...... تو لوگوں کی بات پر دھیان نہ لگایا کر ابا۔

باپ...... (آہ بھر کر) لوگ بات ہی ایسی کرتے ہیں۔ دھیان دینا ہی پڑتا ہے ناں۔ لا پیسے دے رسی لے آؤں بازار سے۔

(جیونی پلے سے کھول کر پیسے دیتی ہے)

جیونی...... نیچے بیٹھ کر سرکنڈے چھیلا کر۔ یہ کون سا آسان کام ہے؟

باپ...... (آہ بھر کر) میری عمر کا آدمی بھی کس کام کا...... مسجد جائے تو گھر کی فکر...... گھر رہے تو مسجد کی فکر...... کام کرے تو آرام کا رونا...... آرام کرے تو کام کا رونا۔ کھائے تو پچھتائے...... نہ کھائے تو ویسے جی کھائے...... کیا پچھتاووں کی عمر ہے۔

(چلا جاتا ہے۔ اب جیونی سرکنڈے کو چاقو سے چھیلتی ہے۔ اس وقت ایک نوجوان آتا ہے۔ کھانستا ہے۔ جیونی کی توجہ ادھر جاتی ہے۔ چاقو اس کے ہاتھ میں لگتا ہے)

نوجوان...... جس وقت آؤ' کام بند ہوتا ہے۔ اس سے تو بہتر تھا میں کھپریل کی چھت ڈلوا لیتا......

جیونی...... فکر نہ کر...... بارش سے پہلے پہلے چھت تیار ہو گا۔

نوجوان...... کیا ہوا؟

جیونی...... چاقو لگ گیا۔ آجاتے ہیں ادھر سے حویلیا چھپر دیکھنے...... کام ہی نہیں کرنے دیتے۔

نوجوان...... دکھا ذرا......

جیونی...... نہیں دکھاتی۔ چوٹ تیرے لگی ہے کہ میرے؟

نوجوان...... دکھائے تو پٹی باندھ دوں؟

(ہاتھ پکڑنے کی کوشش۔ اس وقت باپ آتا ہے)

باپ...... (اپنے آپ سے) یہ پیسے تو کم ہیں جیونی۔

(پھر نگاہ اٹھا کے دیکھتا ہے)

جیونی...... پرے رہ۔ مجھ کو پٹی نہیں بندھوانی۔ ہٹ جا آگے سے۔ جس لڑکی کی ماں نہ ہو اس کی بات بھی سب بنا لیتے ہیں۔ ہٹ جا۔ سر کی ایک پڑ گئی تو ہونٹ چر جائے گا تیرا......

نوجوان...... کوئی دیکھے گا تو بات بنے گی ناں۔ ہاتھ دکھا

—— کٹ ——

سین ۱۳   ان ڈور   رات

(ایک بہت بوڑھی عورت دیوار کے پاس لگی بیٹھی ہے۔ چارپائی پر ایک نوجوان عورت جنتے منہ سر لپیٹ کر پڑی ہے۔ لالہ رفیق آتا ہے)

لالہ...... سلام اماں زینب۔

بوڑھی...... کون ہے؟

لالہ...... میں لالہ رفیق

بوڑھی...... آجا...... آجا

لالہ...... ایک خبر سُنی ہے میں نے...... چاچا رکھّے نے مجھ سے کہا......

بوڑھی...... ہاں ٹھیک کہا...... اس کے مالک نے دوسری کر لی ہے۔

(جوان عورت سر اٹھا کر یکدم)

جنتے...... یہ تُو کیا ہر ایک سے میری بات لیکر بیٹھ جاتی ہے۔ یہ لوگ اسے واپس لے آئیں گے...... میرے بچے دلوا دیں گے مجھے؟

بوڑھی...... دکھ سکھ تو سانجھا ہوتا ہے جنتے سارے گاؤں والوں کا

جنتے...... کوئی دکھ سکھ نہیں ہوتا ماں...... ایویں باتیں ہی ہوتی ہیں۔

لالہ...... کوئی میرے لائق خدمت اماں زینب......

بوڑھی...... خدمت کیا کرنی ہے کسی نے...... رب ہی پُٹھیاں سیدھی ڈالے......

لالہ...... اچھا اماں زینب سلام

(مڑنے لگتا ہے۔ بوڑھی پاس آتی ہے)

بوڑھی......رفیق!

لالہ......ہاں اماں۔

بوڑھی......دیکھ...... میں تیری نیت پر شبہ نہیں کرتی...... پر گاؤں والوں کی مت ایسی ہے...... پھر کیا پتہ تیری سوانی کو جا کر کیا کہہ دیں۔

لالہ......کیا مطلب تیرا اماں۔ میں تو ہمدردی......

بوڑھی......دیکھ ناں۔ خرابی بھی ساری اسی چندری ہمدردی سے پڑتی ہے...... مرد کا دل اسی ہمدردی سے تو برباد ہوتا ہے۔ وہ وچاری سمجھ کر آگے بڑھتا ہے۔ فیر چل سو چل...... چل سو چل...... جنکی باتیں جھوٹی ہوتی ہیں شروع میں، آخر میں سچی ہو جاتی ہیں...... مرد تو عورت سے ہمدردی بھی نہیں کر سکتا وچارہ...... پرے ہی رہے تو اچھا ہے۔

______ کٹ ______

سین ۱۴ ان ڈور دن

(رانی آٹا گوندھ رہی ہے، کھلو پاس بیٹھی ہے۔ دونوں بہنیں ہولے ہولے گا رہی ہیں)

گانا...... (گھوڑیاں گاتے ہوئے) بنے نوں رنگ لگو الٰہی لگو نیا جے توں چڑھیاں گھوڑی...... تیرے نال بھراواں جوڑی

(جیونی اندر آتی ہے)

جیونی......لے اب تیرا میرا تو رشتہ ہی پٹھا ہے۔ تو میری بات کب سمجھے گی؟

رانی...... کیا ہوا جیونی ماں،

جیونی......تم مجھے سوتیلے کام سکھا کے رہوگی...... یہ کروں وہ کروں...... میں مر گئی ہوں...... میرے مرنے کا انتظار کر لے...... لا ادھر کر آٹا۔

(اس وقت فقیرا کلہاڑی لیکر آتا ہے)

جیونی......رکھ دے کلہاڑی۔ پرچھتی نہیں ڈھ گئی اس گھر کی ابھی...... میں ہر کام جانتی ہوں۔ رکھ دے کلہاڑا...... کتنا شوق ہے کاموں کا...... ہڈ کاٹھ پورے نہیں ہوئے اور چلے ہیں کام کرنے۔

______ کٹ ______

سین ۱۵ آؤٹ ڈور دن

(گدھے گاڑی میں بیلچے کے ساتھ لالہ رفیق مٹی ڈالتا ہے، پھر چلنے لگتا ہے۔ دو عورتیں آ رہی ہیں۔ ان میں سے ایک رو رہی ہے۔ لالہ رفیق کچھ دلچسپی سے، کچھ محبت سے انکی طرف دیکھتا ہے)

______ کٹ ______

سین ۱۶ ان ڈور دن

(جیونی کلہاڑی سے لکڑیاں کاٹ رہی ہے۔ پاس ہی کھلو بیٹھی ہے۔ اس کے ہاتھ میں کپڑے کی گڑیا ہے، جسے وہ دوپٹہ پہنا رہی ہے)

کھلو......جیونی ماں۔ دوہٹی لگتی ہے میری گڈی۔

جیونی......(بغیر دیکھے کام میں مصروف) پوری دوہٹی سسرال گھر جانے والی۔

کھلو......جیونی ماں جب میری شادی ہوگی تو دیگیں پکیں گی ناں۔

جیونی......لے دو دیگیں۔ نمکین بھی اور میٹھی بھی۔

(اس وقت ہمسائی آتی ہے)

ہمسائی......ہائے ہائے ظلم خدا کا...... لکڑیاں بھی اب جیونی پھاڑے۔

جیونی......سب ٹھیک ہے۔ میں اپنے باپ کے گھر بھی سارا کام کرتی تھی۔ کوئی مشکل نہیں مجھے۔ آجا بیٹھ جا۔

(دونوں مل کر چارپائی پر بیٹھتی ہیں)

عورت...... میں تھوڑا سالن لینے آئی تھی۔ پروہنے آئے ہیں۔
جیونی...... لے جا ہے ساری ہانڈی لے جا۔ لالہ رفیق تو دیر سے آتا ہے۔ رانی......
(آواز دیکر)...... رانی لون ڈال کر لے آ سارا......

(اس وقت فقیریا آتا ہے)

فقیر...... جیونی ماں
جیونی...... کیا ہے؟
فقیر...... چاچا احمد آیا ہے ابے سے ملنے۔
جیونی...... بتادے لالہ رفیق دیر سے آتا ہے شام کو۔ شہر جاتا ہے۔ کوئی مخول ہے۔
فقیر...... وہ کہتا ہے میں اس کے ساتھ چلا جاؤں......
جیونی...... کیوں؟
فقیر...... اینٹیں پاتھنے کے لئے آدمی چاہئے...... مجوری دیگا تگڑی...... بھٹے پر آدمی کم ہیں۔
جیونی...... آدمی چاہئے بچہ تو نہیں چاہئے۔ بتادے اسے ہمیں بھٹے کی نوکری نہیں چاہئے...... میرے فقیریئے کی ابھی کاٹھی مضبوط نہیں ہوئی ایسے کاموں کے لئے۔
فقیر...... جیونی ماں پیسے ملیں گے۔
جیونی...... تو پہلے پیسے کا کیا بنایا ہے جو اور کی طرف بھاگیں۔ جا بتا اس جھانویں کو...... مٹی گھٹے میں نہیں رولنا مجھے فقیر محمد کو۔
فقیر...... میں اینٹیں پاتھ لوں گا جیونی ماں۔
جیونی...... چل چل مجھے پھیترا نہیں بنانا اپنا فقیرا...... جواب دیدے جا کر اسے...... ہمارے پاس کوئی بیگاری نہیں ہے۔

(فقیریا جاتا ہے)

کھانے پینے کے دن ہیں اور بتیا ڈال دوں...... پیسے کے لالچ میں۔

عورت...... کیا بھاگ جاگے ہیں لالہ رفیق کے، کبھی ایسی بھی ملی ہے دوجی ماں......
جیونی...... جس کو پنجے لگ چکے ہوں، وہ کسی کے کھرنڈ نہیں مارتا ماسی۔
عورت...... کیسی تھی تیری دوجی ماں جیونی......
جیونی...... اچھی تھی...... مجھ سے کہتی تھی کسی کی بات میں نہ آنا، پر خود...... بے چاری کیا کرتی...... آخر انسان تھی۔ انسان آخر کانوں کا کچا تو ہوتا ہی ہے۔

فلیش بیک

سین ۱۷   ان ڈور   دن کا وقت

(چارپائی پر جیونی کی سوتیلی ماں اور اس کا بھائی بیٹھے ہیں)

بھائی...... کری جا باپ بیٹی کی خدمت اور آخر میں تجھے کیا ملے گا
ماں...... ملنا کیا ہے۔ میں کوئی ملنے کی خاطر کرتی ہوں۔
بھائی...... تیری اپنی گود نہ بھری تو گھر سے نکال دے گا۔ تو اپنے بھائی کی نہیں سنتی، اور کسی کی کیا سنے گی؟
ماں...... میری بڑی خدمت کی ہے جیونی نے...... جھاواں لیکر پیر مانجھتی ہے میرے۔
بھائی...... ٹھیک ہے۔ ایسی ہی باتوں میں خوش رہ...... پر اب آدمی مل رہا ہے۔ آگے چل کر چاہے ایسا رشتہ بھی نہ ملے۔
ماں . . . . نہ بھائی مجھے ہول آتا ہے۔
بھائی ..... تیرے آگے بیٹی نہیں تھی...... اس کے آگے تین بچے ہوئے تو کیا؟
ماں . . . . عمر کا بہت بڑا ہے۔
بھائی ..... تجھے چھوٹی عمر کا ملا تھا؟ اپنے برابر تو بیٹی تھی اس کی اس وقت پار کر دے جیونی کو۔ ذرا ہوش آئی اور تو تجھے کاٹ کھائے گی۔ پھر یاد کرنا بھائی کی بات کو۔ ایک ٹوم چھلا تک نہیں مانگ رہا لالہ رفیق...... کوئی جوان ملے تو جانے کیا کچھ لے جائے تیرے پاس سے۔ سوچ لے ابھی میں یہاں ہی ہوں۔ پھر آگے تیری مرضی، سانپ کو اور کچھ دیر گود میں بٹھانا ہے تو بٹھا رکھ۔

(چلا جاتا ہے۔ اس وقت جیونی کا باپ آتا ہے۔ ہاتھ میں رسی ہے' گانٹھ بناتا آتا ہے)

باپ...... آج بڑی چپ چپ بیٹھی ہے۔ جیونی کہاں ہے؟

ماں...... تُو اسے روکے تو بات ہے' ورنہ لوگ کہیں گے سوتیلی ماں تھی۔

باپ...... کیا ہوا۔

ماں...... اب گھر گھر پھرنے سے تو اچھا ہے کہ تو اس کے ہاتھ پیلے کر دے۔

باپ...... پر کس کے ہاتھ

ماں...... لالہ رفیق کے ساتھ اور کس کے ساتھ

باپ...... پر اس کے تو بچے ہیں۔ بڈھا ہے دوہاجو

ماں...... تو کیا میرے آگے جیونی نہیں ڈالی تھی تو نے۔

باپ...... سوچ لے بھاگ بھری......

ماں...... سوچ لیا ہے۔ سوچ لیا ہے...... چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ثواب کا کام ہے۔

کٹ

سین ۱۸ ان ڈور رات

(شاہ مہنگے کا گھر۔ چھوٹا سا الاؤ جل رہا ہے۔ اس کے پاس لالہ رفیق اور مہنگا بیٹھے چلم پی رہے ہیں۔)

رفیق...... میں نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے' داراں روتی جا رہی تھی۔

مہنگا...... اوئے تو آگ لگا داراں کو' تُو نے کیا لینا ہے داراں سے۔

رفیق...... لے کوئی بات بھی نہیں کر سکتا۔ حال بھی نہیں پوچھ سکتا کسی کا۔

مہنگا...... ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ پوچھ سکتا ہے حال' پر زنانیوں کا نہیں ناں۔ عورتوں کو عورتوں کی ہمدردی کے لئے رہنے دے۔ ہم مردوں کو یہ ہمدردی بڑی مہنگی پڑتی ہے۔ خواہ مخواہ کی خجل خواری۔ پتامفت کی۔

رفیق...... سیدھے سبھاؤ پوچھا ہوا کیا ہے داراں کو۔ تُو پکڑ کے مجھے وعظ ہی سنانے لگ پڑا ہے۔

مہنگا...... میں جانتا ہوں یار تیرا دل اچھا ہے...... پر تو یہ ترس والی باتیں چھوڑ دے۔ جن پر ترس کرو انہیں بھی سمجھ نہیں آتی کہ چھڑا ترس ہے۔ وہ بھی سمجھتی ہیں پتہ نہیں پیچھے کیا دل فریب ہے اور لوگوں کو تو شغل مل جاتا ہے۔

رفیق...... کبھی میں نے چھیڑا کسی کو۔

مہنگا...... تیری کوئی عمر ہے چھیڑنے کی۔

رفیق...... ناں پر میں نے کبھی چھیڑا؟

مہنگا...... نہیں پر......

رفیق...... کسی کو ہنسی مذاق کیا۔ کسی کے پیچھے وٹ بنے پر گیا۔

مہنگا...... لے مرنا ہے ایسی باتیں کر کے چھتر کھانے ہیں۔

رفیق...... تو نے کہا شادی کرا لے۔ پھر شاہ مہنگے بتا میں نے کرائی کہ نہیں۔

مہنگا...... بس اسی لئے تو کہتا ہوں...... شادی کرا لی ہے تو اب نہ دیکھا کر داراں روتی جاتی ہے کہ بیگاں کوٹھے پر چڑھ کر بین کرتی ہے۔ ان ساری عورتوں کی مت گِٹے میں ہوتی ہے۔ کیا گھر والی کی' کیا باہر والی کی۔ کہو کچھ' سمجھیں کچھ۔

رفیق...... نسری سرسوں میں سے گزرو تو نظر تو پڑتی ہے۔

مہنگا...... اسی لئے تو حکم ہے نظر نیچی کیا کرو۔ ٹھنگر پتھر کو دیکھ کر چلے گا تو راستہ جلدی کٹے گا ناں

رفیق...... تو بھی نہیں سمجھتا۔ تو بھی ڈراتا رہتا ہے۔

مہنگا...... جب میں نہیں سمجھتا' اتنا پرانا ساتھ ہے میرا تیرا' تو یہ گھر والی کیا سمجھے گی۔ کیا کرم کھلے ہیں تیرے' چھیڑ پھاڑ کے ملا ہے۔ کہیں کوئی ظلم نہ کر بیٹھنا۔

کٹ

سین ۱۹ ان ڈور دن

(جیونی سر کے اوپر چارپائی اٹھا کر آنگن میں ڈالتی ہے۔ درخت کے تنے پر کھلو بیٹھی ہے۔ چارپائی ڈال کر جیونی ادوائن کسنے لگتی ہے۔ کھلو پاس آتی ہے)

کھلو...... جیونی ماں۔

جیونی......ہاں...... (دیکھتی نہیں، کام کئے جاتی ہے)

کھلو...... جیونی ماں دیکھ تو۔

جیونی......ارے تُو کہاں سے لائی یہ پیلا گلاب۔

کھلو......ماسی کے ساتھ قبرستان گئی تھی۔

جیونی...... کیوں؟

کھلو......ماسی فاتحہ پڑھنے گئی تھی اپنی بہن کی قبر پر۔ وہاں قبر کنارے مجھے یہ پھول اچھا لگا۔

جیونی......ہے ہی اچھا۔

کھلو...... جیونی ماں......

جیونی...... کیا ہے؟

کھلو......میں یہ پھول اپنی گڈی کو دے دوں

جیونی......دیدے

کھلو......ماسی خورشید کہہ رہی تھی قبروں کے پھول نہیں دیتے کسی کو۔ برا شگن ہوتا ہے۔ شگن کیا ہوتا ہے جیونی ماں؟

(جیونی جیسے سوچ میں پڑ جاتی ہے)

کٹ

سین ۲۰ ان ڈور دن

(ہاجراں کا گھر۔ بچے پڑھ رہے ہیں۔ ہاجراں تھانیدارنی بنی کھڑی ہے۔ لالہ رفیق خط پڑھ رہا ہے)۔

ھاجراں......خط پڑھ لیا اپنے جمیل کا

لالہ......پڑھ لیا

ھاجراں......تو اب؟

لالہ......اب کیا؟ اس نے لکھا ہے ابھی کمپنی نے تنخواہ نہیں دی، جب ملے گی میں فوراً ڈرافٹ بھیجوں گا۔ یہ

ڈرافٹ کیا چیز ہے ہاجراں؟

ھاجراں......ڈرافٹ کوئی آنا ہے جو تُو پوچھتا ہے۔

لالہ...... نہیں نہیں جمیل ایسا نہیں۔ وہ گیا ہی بیوی بچوں کے لئے ہے۔

ہاجراں...... آج شاہ مہنگا بھی آیا تھا۔ اس کا بھائی جدے سے آیا ہے، جمیل سے مل کر۔ اس نے مجھے بتایا ہے۔

لالہ...... کیا بتایا ہے۔

ھاجراں......وہاں تیرے جمیل کی عیش ہو رہی ہے...... کمرے میں ٹھنڈی مشین لگی ہے۔ کمپنی کی کار لینے آتی ہے۔ دونوں وقت روٹی کے ساتھ جوس کا ٹین کھول کر پیتا ہے۔

لالہ......تُو لوگوں کی باتوں پر مت جا۔ لوگوں کی باتوں پر زیادہ کان دھرو تو وہی بات سچی ہو جاتی ہے۔

ھاجراں......یہ میں تجھے بتا دوں۔ میں مہینہ دو تو راہ دیکھوں گی تیرے جمیل کا۔ پھر میں کیوں بیٹھی رہوں اس کرائے کے چوبارے پر...... رتّے نہ جاؤں اپنے پنڈ والوں پاس۔ سو آنڈ گوانڈ

لالہ...... آجائے گا۔ آجائے گا نہ مری جا...... نہ کھپی جا خواہ مخواہ

کٹ

سین ۲۱ آؤٹ ڈور دن

(گلی میں کافی دور سے مقبول آرہا ہے۔ اس کے کندھے پر کلہاڑی ہے۔ گلی میں گدھا گاڑی کھڑی ہے۔ جس وقت مقبول اس تک پہنچتا ہے لالہ رفیق، ہاجراں کے گھر سے باہر نکلتا ہے۔ دونوں ایکدوسرے کو پہچانتے ہیں اور آپس میں بغل گیر ہو جاتے ہیں)۔

کٹ

سین ۲۲ ان ڈور رات

(چارپائی پر مقبول اور لالہ بیٹھے روٹی کھا رہے ہیں اور دونوں زور سے ہنستے ہیں۔ اندر سے اس وقت جیونی پانی

لیکر آتی ہے۔ رکتی ہے،)

لالہ......مت گھڑ جاؤ ہیں۔ کوئی اوپرا نہیں ہے۔ آجا۔

(جیونی آتی ہے۔ پانی دیتی ہے۔ پیچھے پیچھے فقیریا آتا ہے)

فقیر......ہم نے پہلے تو کبھی نہیں دیکھا چاچے کو؟

لالہ......کہاں سے دیکھتے تم چاچا۔ پنڈ رَتے میں ہوتا تو دیکھتے۔ مجھے تو یہ مل گیا اچانک......میں ایک گاہک کی مٹی دے کر آرہا تھا' آگے لگا آرہا تھا مقبولا اپنا' کندھے پر کلہاڑی رکھے۔ واہ بھئی پنڈ چھوڑ کر اچھی روزی تلاش کی تم نے۔

مقبول......بس ابھی ابھی کچھ مَندا ہوا ہے شہر میں۔

لالہ......لے لوگ گیس لگوا لگوا کے لگوا لگوا کے ساری سڑکیں پٹی جارہے ہیں شہروں میں اور یہ کلہاڑی کے سہارے روزی کمانا چاہتا ہے۔ میں نے کہا مقبول اوئے گھر چل......جن کے گھر دَر ہوں انہیں دَر بدر نہیں ہونا چاہئے۔ چل جا کے گڑ لا اندر سے۔

فقیر......مجھے تو جیونی ماں کوئی کام نہیں کہتی......

لالہ......عیش کرو بیٹا عیش......یہ تمہاری جیونی ماں تمہاری بیڑیوں میں وٹے ڈال رہی ہے۔ بھاگوان زیادہ لاڈ پیار میں انہیں نکھٹو نہ بنا دینا۔ کچھ گھر کی چیز دستور کھنی بھی سکھا۔ اس گھگھو کو بھی کار جوگا بنا۔ ایسے ہی نکھٹو نہ پھرے' سارے گاؤں میں پھرتا پھگتا۔

جیونی......بڑی عمر ہے۔ کام جوگے تو ہو جائیں۔ ہاتھوں میں کس بل نہیں' دھندا کیا سیکھیں گے؟

______کٹ______

سین ۲۳ ان ڈور شام کا وقت

(بوڑھی عورت کا گھر۔ جیونی' رانی کھلو' جنتے' بوڑھی عورت سب بیٹھی ہیں۔ ساری مل کر چاول صاف کر رہی ہیں)۔

عورت......کوئی قسمت والی ہوگی تیری ماں بھی' ورنہ کون پوچھتا ہے۔ سب کام کو پوچھتے ہیں' چام کو کوئی نہیں پوچھتا جیونی۔

جیونی......میری ماں نے تو ساری عمر تنکا بھی دوہرا نہیں کیا۔ میرا دادا جندرے بناتا تھا۔ ماں مہندی لگا کر بیٹھی رہتی تھی۔

بوڑھی......اور دوجی ماں......وہ......وہ کیسی تھی۔

جیونی......اچھی تھی وہ بھی۔

عورت......کام تو تُو ہی کرتی ہوگی جیونی۔

جیونی......جب میری اپنی ماں نہیں کرتی تھی تو دوجی ماں کیا کرتی......اسے چھپر ڈالنا نہیں آتا تھا۔ روٹی پکاتی تو جُو گئی......

بوڑھی......گھر کا بھی تیرے ذمے......باہر کا بھی تیرے ماتھے۔

عورت......لے اور کیا اماں؟ دوجی ماں تو اس کے سر پر عیش کرتی ہوگی۔ باندی مل گئی۔ سیپی مل گیا مفت کا۔

جیونی تم چلو دونوں۔ میں ابھی آئی۔

عورت......اسی لئے تو ایسے گھر بیاہ دی اماں۔ اپنی ماں ہوتی تو دُوہا جوسے بیاہتی؟ بڈھے کے لڑ باندھتی؟ سوتیلی ماؤں کی یہی کام ہیں۔ اپنی ماں نہیں تھی تو پوچھ گچھ نہ کی ناں' ورنہ ایسے ٹھرکی کو کون بیٹی دیتا۔

جیونی......(گھبرا کر اٹھتی ہے) اچھا میں چلوں ماسی۔

بوڑھی......کوئی ان پانی......

جیونی......بس ماسی......وہ آگیا ہو گا لالہ رفیق......

______کٹ______

سین ۲۴ ان ڈور دن

(رانی اور کھلو آنگن میں ٹینڈ گیٹے کھیل رہی ہیں۔ اوپر سے ماسی داراں آتی ہے)

داراں......ماں کہاں ہے کھلو؟

رانی......چھولیا توڑنے گئی ہے۔

داراں...... میں بیٹھتی ہوں 'تُو بلا رانی

(رانی بھاگ کر جانا چاہتی ہے۔)

کھلو...... میں لاتی ہوں ماسی داراں
داراں...... کیوں بھئی رانی 'کیسی ہے جیونی ماں؟
رانی...... جیونی ماں...... ماں ہے جی......
داراں...... فیر بھی کیسی ہے عادت کی۔
رانی...... بڑی اچھی

(اس وقت جیونی آتی ہے اور دروازے میں سن کر کھڑی ہوتی ہے)

داراں...... میرا مطلب ہے کوئی تکلیف تو نہیں ہوتی......
رانی...... تکلیف کیسی ماسی؟
داراں...... آخر دُوجی ماں ہے۔ کچھ تو اوپر تھلے ہوتی ہوگی۔ کچھ تو دبا کر رکھتی ہوگی۔

(اس وقت جیونی آگے آتی ہے)

جیونی...... کیسے آئی ماسی؟ چل رانی نکلہ گیڑ کر گاگریں بھر۔
رانی...... جیونی ماں ابھی بھر لوں گی......
جیونی...... اچھا اندر چل کر جھاڑو پھیر...... کمرے میں ابا آنے والا ہے۔

(دونوں بہنیں ان مانے جی سے اندر جاتی ہیں)

جیونی...... کیسے آئی ماسی داراں۔
داراں...... اپنی سلکاں کے دن متھے گئے ہیں۔ مائیاں بٹھانی ہے پرسوں 'تو آجانا...... کڑیاں لے کر۔

جیونی...... اچھا ماسی۔
داراں...... دیکھا کیسے جواب دیا ابھی بھر لوں گی پانی! اپنی اولاد ہوتی تو تو تھاسنیک دیتی ماں۔
جیونی...... اپنی ہی ہے ما -
داراں...... تیرا دل سچا ہے تو گزر بسر ہو جائے گی۔ چل بچوں کی تو اور بات ہے۔ یہ چندریاں بیاھی جائیں گی 'پر تو اس لالے رفیق سے بچ کر رہنا۔ عمر تیرے سے دوگنی 'پھر آنکھ میں کھوٹ...... بالوں میں چٹے آ گئے پر عورتوں کو تاڑنا نہ گیا اس کا۔
جیونی...... (اٹھتے ہوئے)...... میرا تو سوکھے پھونس کا چھپر ہے ماسی۔ ایک چنگاری بھی گر گئی تو کچھ باقی نہیں رہے گا۔ مجھے کچھ نہیں سننا لالے رفیق کے خلاف...... کچھ نہیں سننا...... ایسے سننے سے میں بہری بھلی۔

کٹ

سین ۲۵　ان ڈور　شام کا وقت

(مقبول درخت کے تنے پر بیٹھا بنسری بجاتا ہے۔ اوپر سے کھلو آتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں گلاب کا زرد پھول ہے۔ وہ مقبول کے پاس آ کر بیٹھ جاتی ہے۔ مقبول بنسری بجاتا رہتا ہے۔ کھلو اس کے ساتھ لگ کر سنتی رہتی ہے)

کھلو...... چاچا
مقبول...... جی چاچا کی جان
کھلو...... چاچا یہ جنگلی پھول گلاب کا اگر میں پانی میں رکھوں تو کتنے دن رہے گا۔
مقبول...... کئی دن کاٹ دے گا
کھلو...... اور اگر یہ جھاڑی پر رہے 'پھر چاچا 'پھر کتنے دن رہے گا۔
مقبول...... پھر بھی کچھ دن نکال دے گا۔
کھلو...... تو کاٹنا گناہ تو نہیں چاچا؟
مقبول...... کیا مطلب؟
کھلو...... شہر والے راستے کا قبرستان ہے نا چاچا 'اس میں گلاب کی جھاڑیاں لگی ہیں قبروں میں۔

مقبول...... تجھے کیا لینا ہے شہر والے راستے سے؟

کھلو...... فقیریا اور میں گئے تھے ماں کی قبر پر...... میں نے یہ پھول توڑ لیا ...... تو فقیریا کہنے لگا۔

مقبول...... ہاں کیا؟

کھلو...... وہ کہنے لگا قبروں سے پھول نہ توڑ کھلو' اللہ گناہ دیتا ہے۔

مقبول...... وہ کیوں؟

کھلو...... پھول تو ان کے سر پر کھلتے ہیں چاچا جو قبروں کے اندر ہوتے ہیں۔ ان کے لئے کھلتے ہیں چاچا۔ بدشگونی ہوتی ہے۔

مقبول...... ارے پگلی ایسے ہی ڈراتا ہے فقیریا پھول اسی لئے ہوتے ہیں کہ بچے انہیں توڑیں......

کھلو...... چاچا جیونی ماں اچھی ہے ناں۔

مقبول...... کون؟ ہاں جیونی ماں بڑی اچھی ہے۔

کھلو...... تو داراں ماسی کیوں کہتی تھی کہ جیونی ماں کی خوشی میں اپنی ماں کو نہ بھول جانا۔ اس کی قبر پر بھی کبھی کبھی پھیرا ڈال آیا کرو۔

مقبول...... ماسی داراں کون ہے؟

کھلو...... ایک تو چاچا تجھے پنڈ والوں کا ہی پتہ نہیں۔ دیکھی نہیں جو پرسوں آئی تھی' کچھڑ میں کاکا اٹھائے۔

—— کٹ ——

سین ۲۶ ان ڈور رات

(گھر کے اندر ایک کھاٹ پر جیونی اور رانی بیٹھے ہیں' ساتھ والی کھاٹ پر لالہ رفیق بیٹھا ہے رانی جیونی کے کندھے پر سر ٹکائے بیٹھی ہے۔ جیونی کے ہاتھ میں چھابہ ہے' جس میں وہ کٹے ہوئے شلغم رکھے ان کو ہار میں پرو رہی ہے)

جیونی...... سوئی لگ جائے گی رانی۔ اپنے بھار ہو کر بیٹھ۔

رانی...... ایسے مزہ آتا ہے نا جیونی ماں

جیونی...... شلغموں کے ساتھ تیری ناک بھی سی دوں گی۔

رانی...... جیونی ماں چل ناں۔

جیونی...... بتا جو دیا ایک بار مجھے کہیں نہیں جانا۔

لالہ...... چلی جا...... پنڈ والوں کی شادی میں کوئی گھر تھوڑی رہ جاتا ہے۔

جیونی...... چلی جاؤں گی نکاح کے وقت...... گھڑی دو گھڑی کے لئے۔

لالہ...... یہ تجھے ہو کیا گیا ہے جیونی۔

رانی...... جیونی ماں تو کہیں بے کر ہی نہیں جاتی ابا۔ سارا وقت گھر' سارا وقت گھر...... بیلیوں میں نہیں جاتی۔

جیونی...... تو ملتا کیا ہے گھر سے باہر؟ جو سکھ شانتی یہاں ہے' وہ باہر کہاں ملے گی۔ خواہ مخواہ باہر جا کر باتوں کا بھکڑا دل کو چمٹ جاتا ہے۔

لالہ...... ملنا' ملانا کوئی ٹوٹتا ہے جیونی۔

جیونی...... بس میرا ٹوٹ گیا ہے لالہ رفیق' مجھے کچھ نہیں ملنا گراں والوں سے...... میری ان سے کٹی ہے۔

لالہ...... اوئے بھلئے لوکے کبھی ناخن جدا ہوا ہے ماس سے۔ یہ مقبول بھی چلا گیا تھا اپنی ماں سے لڑ کر۔ وہ میری بے چاری پھوپھی مری شہر میں۔ میں کوئی اسے چھوڑ آیا شہر میں؟ ہیں بتا؟ بانہہ ٹوٹے گی تو گلے میں ہی آ گے گی نا؟ چھوٹا مقبول ہم سے؛

جیونی...... (آہستہ) اور اس نے جانا کب ہے لالہ۔ اس تیرے پروہنے نے؟

لالہ...... پروہنے کے لئے تو دل سخت مت کر جیونی۔ تیرا کیا لیتا ہے۔ دو وقت کی روٹی۔ ایک کھاٹ۔ کام پر بھی لگ جائے گا۔

جیونی...... ابھی تک تو کام پر لگا نہیں۔

لالہ...... لگ جائے گا لگ جائے گا۔ ابھی شہر کے دکھ دل سے ڈھل جانے دے۔ دو چار دن آرام کر لینے دے۔

رانی...... ابا۔

لالہ...... کیا ہے؟

رانی...... چاچا شہر میں کس کے پاس رہتا تھا۔

لالہ...... شہر میں آدمی کسی کے پاس نہیں رہتا رانی۔ اپنے پاس رہتا ہے۔

—— کٹ ——

سین ۲۷ آؤٹ ڈور دن

(گدھا گاڑی کھڑی ہے۔ مقبول بیلچے سے مٹی گاڑی میں لاد رہا ہے۔ لالہ رفیق گاڑی پر چڑھتا ہے۔ مقبول بیلچا اوپر دھرتا ہے۔ گاڑی جاتی ہے۔ مقبول ساتھ نہیں جاتا)۔

کٹ

سین ۲۸۔ ان ڈور دن

(جیونی دیوار پر پوچا کر رہی ہے۔ بہت مصروف ہے۔ رانی اور کھلو بسنتی کپڑے پہنے خوب سجی ہوئی آتی ہیں)

رانی...... جیونی ماں

جیونی...... آ جا بسنت بھری...... اے ہے پوری سرسوں نسر آئی۔

کھلو...... میلے پر چل جیونی ماں۔ بڑی رونق ہے۔

جیونی...... ناں، وہاں پنڈ والی چندریاں بھی آئی ہوں گی۔

رانی...... تو نے کہا تھا میں تمہیں خود میلے پر لے جاؤں گی۔ تمہیں کھلاؤں گی پکوڑے لے کر دوں گی۔

جیونی...... کہا تو تھا میں نے پر اب یہ لپائی کون کرے؟

رانی...... میں کر دوں گی جیونی ماں۔

جیونی...... تم فقیریئے کو ساتھ لے جاؤ۔

کھلو...... نہیں جیونی ماں۔ تو بھی چل۔ پیالے سارے ٹوٹ گئے ہیں، میں نے ایک گلدان بھی لینا ہے۔

جیونی...... اچھا تو لے لینا۔ لے میرا پلا کھول کر دس روپے نکال لے رانی۔ (رانی پلا کھولتی ہے) ساتھ کون کون چلا ہے۔

رانی...... ماسی داراں، شادو بھابی سب قبرستان کے پاس اکٹھی ہو رہی ہیں۔

جیونی...... شاباش بھائی کو ساتھ لے جا اور دیکھ رانی کھلو کا ہاتھ نہیں چھوڑنا اور تو بھی اس کا کہنا ماننا کھلو۔

منہ اٹھا کر میلہ ہی نہ دیکھتی رہنا۔

کھلو...... تو بھی چلتی جیونی ماں۔

جیونی...... چلو چلو۔ اور فقیریئے سے کہہ قمیض بدل کر جائے۔

(دونوں جاتی ہیں، جیونی اٹھ کر آواز دیتی ہے)

رانی...... (رانی واپس آتی ہے) اونچے پنگھوڑے پر مت چڑھنا۔ مجھے ہول آتا ہے بجلی والے پنگھوڑے سے کون جانے کب بجلی چلی جائے اور آدمی ہوا میں ہی لٹکا رہ جائے۔ نہ ادھر کا نہ اُدھر کا۔

کٹ

سین ۲۹ ان ڈور دن

(بوڑھی عورت کا گھر۔ اس وقت مقبول چارپائی پر بیٹھا ہے۔ بوڑھی عورت پیڑھی پر بیٹھی ہے۔ مقبول کے ہاتھ میں لسی کا لمبا گلاس ہے)۔

بوڑھی...... اچھا کیا پنڈ آ گیا، پر بڑی دیر کر دی مقبول۔

مقبول...... ہاں چاچی۔ دیر ہی ہو گئی۔

بوڑھی...... بیوہ کا بیٹا تو پاس ہی رہے تو اچھا، اس کے پاس اور ہوتا کیا ہے۔

مقبول...... پیسے کی تنگی بہت تھی چاچی۔

بوڑھی...... تو پوری ہو گئی شہر جا کر۔

مقبول...... میرے میں ہی کچھ نقص ہے چاچی۔ اگر اچھا کام مل جاتا ہے تو دل نہیں لگتا۔ اگر دل لگ جاتا ہے تو کام اچھا نہیں ہوتا۔ مجھے اس دل نے بڑا پریشان کیا ساری عمر۔

بوڑھی...... تو اب یہاں کیا کرے گا؟

مقبول...... لالہ رفیق کے ساتھ کل سے شہر جاؤں گا۔

بوڑھی......تُو بھی گدھا گاڑی پر مٹی ڈھوئے گا۔
مقبول......مہربانی ہے لالہ رفیق کی۔
بوڑھی......لالہ رفیق کی کیا مہربانی ہونی ہے مقبول۔ وہ تو اسے سوانی اچھی مل گئی ہے۔
مقبول......ہاں جی۔
بوڑھی......ہم تو اس کو مڈھ قدیم سے جانتے ہیں اِس نے کوئی شادی تھوڑی کرنی تھی۔ اپنے بچوں کو پالنے کی خاطر شادی کروائی ہے۔ سوانی کی خاطر تھوڑی شادی کی ہے۔

(مقبول جیسے حیران ہو کر اپنے نظریات کو بچانا چاہتا ہے)

مقبول......رفیق لالہ بھی بہت اچھا ہے چاچی۔
بوڑھی......بڑا اچھا ہے۔ میں کب کہتی ہوں برا ہے، پر زنانی کے حق میں اچھا نہیں مقبول۔ سارے پنڈ کی عورتیں میلے پر گئی ہیں، کھسے کا پکا ہے۔ اس کو کچھ دیتا تو وہ بھی میلے پر جاتی۔
مقبول......شاید چاچی..........
بوڑھی...... کسی کو ملنے کی اجازت نہیں۔ کوئی کپڑا زیور نہیں بنوا کے دیا۔ آدمی جب بھی تولا جاتا ہے مقبول، اپنی گھر والی کے ترازو پر۔ گھر پر ہی جو پورا نہ تلا تو باہر والوں کو کیا؟ اچھا ہو یا برا......
مقبول......مجھ پر تو بڑی مہربانی کی۔
بوڑھی......سب پر مہربانی کرتا پھرتا ہے، جیسے آڈا اپنے کھیت میں پہنچنے سے پہلے ہی ٹوٹ جائے، ہر کھیت کو پانی لگائے پر جب اپنی پیلی میں پہنچے تو سوکھی ہوئی۔ کوئی کام ہے جیونی کو۔ کوئی کام کرتی ہے بلے بلے۔
مقبول...... کام تو لالہ رفیق بھی بہت کرتا ہے چاچی۔
بوڑھی...... کرتا ہے کرے۔ پکی ہڈی ہے سارے پنڈ سے پوچھ لے۔ سارے کہتے ہیں۔ اپنے بچوں کی خاطر باندی خریدی ہے۔ گھر کے لئے گھر والی نہیں لایا لالہ رفیق۔ وچاری اس کا جو کوئی سگا ہوتا تو پوچھنے نہ آتا۔ ایک باپ کا دم تھا وہ بھی مر گیا پچھلے سال، اپنے اسارے ہوئے چھپر تلے۔
مقبول......اچھا میں چلوں چاچی۔
بوڑھی......اب گاؤں نہ چھوڑ جانا۔ مقبول کوئی پیلی دو پیلی لے کر واہی بیجی شروع کر دے۔ مولی رزق دے گا۔ اور ان سوتیلوں کو بھی سمجھانا۔ سارے رستے میں ڈڑنگے مارتے پھرتے ہیں۔ کچھ اس یتیم کا بھی خیال رکھیں۔ ابھی اس کی عمر ہے کھیلنے کھانے کی۔

——کٹ——

سین ۳۰ ان ڈور رات

(رانی، کھلو، فقیرا، لالہ رفیق سب ایک نیچی چوکی پر بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ جیونی چیزیں لا رہی ہے۔ کبھی چٹنی، کبھی پانی۔ کبھی مکھن، کبھی لسی)

لالہ......اوئے جب میں منع کر گیا تھا تو تم میلے پر کیوں گئے۔

(یکدم کیمرہ مقبول پر آتا ہے، جیسے بوڑھی کی بات تصدیق ہو رہی ہو)۔

فقیرا......جیونی ماں نے کہا تھا۔
لالہ......یہ تمہیں چوڑ کرے گی جیونی ماں۔ تمہاری بیڑیوں میں وٹے ڈال رہی ہے۔
(جیونی پاس آتی ہے)
جیونی......یہ لے گرم پھلکے، رانی میلے سے لائی ہے۔
لالہ......تو نے اچھا ہی کیا میلے پر نہیں گئی۔ بڑی بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے، نقلی موتیوں کی چار مالائیں ہی لانی تھیں ناں میلے سے۔
مقبول......(بغیر جیونی کی طرف دیکھے) یہ پھلکا ختم ہو جائے گا، آپ بھی کھا لو۔
جیونی......خیر ہے۔ بچوں نے کھایا، میں نے کھایا، ایک ہی بات ہے۔ (چلی جاتی ہے)
لالہ......وہ ہوائی پنگھوڑے پر چڑھے تھے، بجلی والے پر۔
فقیریا......جیونی ماں نے منع کر دیا تھا۔
لالہ......پھر کوئی نہیں دیکھا تم نے باگی شاہ کا میلہ، ایویں گئے۔ ادھ آسمان تک پنگھوڑا جاتا ہے۔ دل پھٹ پھٹ کرنے لگتا ہے۔
کھلو......میں تو نہیں کہتی تھی ابا۔ جیونی ماں کچھ نہیں کہنے کی۔ لیکن یہ نہیں مانتے تھے۔
لالہ۔اوئے کیوں ان کے چڑی کے بوٹ ہیں دل۔ آج پنگھوڑے پر نہ چڑھ سکے تو کل حیاتی کے واہ ورولے پر کیسے قابو پائیں گے۔

جیونی......جو کوئی گر جاتا' ہڈی پسلی ٹوٹ جاتی۔

لالہ......تُو میرے بچوں کو بھورے میں ڈال کر مت پال جیونی۔ ان کو سخت کر سخت۔

(رانی پیالہ اٹھا کر باپ کو دیتی ہے)

رانی......دیکھ ابا کتنے اچھے پیالے ہیں۔

لالہ......اچھے تو ہیں۔ پر بازار میں جا کر سارا گھر ہی نہ پھوک آیا کرو۔

(غور سے مقبول اُس کی بات سنتا ہے جیسے اس میں کمینگی تلاش کر رہا ہے)

______کٹ______

سین ۳۱   ان ڈور   رات

(مہنگے شاہ کا گھر)

مقبول......بس شاہ جی یہی سوچا کہ یہاں رہتے میں اپنے تو ہوں گے۔

مہنگا......گھر بھی بسا لے اب۔ ماں کو تو سکھ نہ دے سکا' کسی زنانی پر سائبان اسار دے۔ اس کی روح خوش ہو گی۔

مقبول......دیکھیں شاہ جی روزی کا پربندھ ہو جائے تو۔

مہنگا......پر اپنے مامے کے پتر لالہ رفیق کی طرح گھر نہ بسانا۔ ویسے بھی بالوں میں چٹے آ گئے۔ اب اس کی طبیعت کیا بدلنی ہے؟

مقبول......کیا مطلب؟

مہنگا......وہ ہاجراں نہیں ہوتی تھی۔ اپنے جمیل کی بیوی؟

مقبول......وہی جمیل ناں جس کے منہ پر ماتا کے داغ تھے۔

مہنگا......وہ جمیل بیٹھا جدے میں عیش کر رہا ہے اور لالہ رفیق کو ہاجراں کے گھر کی پڑی ہے۔ جس کی چٹی ہے' وہ آ

کر بھرے۔ اس کو کیا؟

مقبول......بے چارہ نرم دل ہے۔ آنسو نہیں دیکھ سکتا۔

مہنگا ......یہ بات بھی ہے۔ یہ بات بھی ہونی ہی ہے۔ لیکن کوئی اور بات بھی ہے' جس کی آج تک مجھے تو سمجھ نہیں آئی۔

مقبول......یاد ہے شاہ جی لولی لنگڑی اٹھا لایا تھا قبرستان سے۔

مہنگا......اور تجھے یہ بھی یاد ہو گا اس لولی نے کیسا اس کو بدنام کیا تھا سارے رتے میں۔

مقبول......لیکن شاہ جی..........

مہنگا......نہیں میں یہ کہہ نہیں رہا کہ یہ مدد نہ کرے۔ کرے پر گھر کی بھی خبر لے۔ اس جیونی کی تو ہڈیاں ٹوٹ گئیں' اس کے بچوں کی سیوا میں۔ وہ اسے نظر کیوں نہیں آتا۔ گھر آتے ہی اس کے ترس کی ٹنڈیں سوکھ کیوں جاتی ہیں۔

______کٹ______

سین ۳۲   ان ڈور   رات

(آنگن میں لکڑیوں کا ڈھیر ہے۔ اس وقت جیونی کلہاڑی لئے لکڑیاں چیر رہی ہے۔ باہر سے مقبول آتا ہے۔ وہ پاس آتا ہے۔ کھانستا ہے۔ پھر جیونی اس کی طرف دیکھتی ہے۔ مقبول اس کے ہاتھ سے کلہاڑی لیتا ہے اور لکڑیاں چیرنے لگتا ہے۔ جیونی ماتھے سے پسینہ پونچھتی ہے اور اندر جاتی ہے اس دوران یہ گیت عقب میں جاری رہتا ہے)۔

عروسِ لالہ مناسب نہیں ہے مجھ سے حجاب
کہ میں نسیمِ سحر کے سوا کچھ اور نہیں
بڑا کریم ہے اقبال بے نوا لیکن
عطائے شعلہ شرر کے سوا کچھ اور نہیں

کٹ

سین ۳۳ ان ڈور شام

(آنگن میں مقبول لکڑی کے تنے پر بیٹھا ہے۔ جیونی آتی ہے اور دیوار کے ساتھ کھڑی چارپائیاں اٹھا کر آنگن میں بچھاتی ہے۔ ایک چارپائی بچھا چکتی ہے اور دوسری چارپائی اس کے سر کے اوپر ہے تو مقبول آگے بڑھ کر چارپائی اس کے ہاتھوں سے لے لیتا ہے۔ چند لمحے کے لئے دونوں چارپائی تلے آتے ہیں۔ مقبول جیونی کی طرف دیکھتا ہے' لیکن اس کی نگاہیں جھکی ہوئی ہیں۔ اس دوران عروسی لالہ جاری رہتا ہے)۔

——کٹ——

سین ۳۴ ان ڈور دن

(رانی کھلو مٹی اور توڑی سے گارا بنا رہی ہے۔ فقیر بیلچے سے مٹی تغاری میں ڈالتا ہے۔ فاصلے سے جیونی آتی ہے۔ تغاری سر پر اٹھاتی ہے اور کوٹھے پر جانے والی سیڑھیوں کی طرف جاتی ہے۔ سیڑھی تک پہنچتی ہے۔ پیچھے سے مقبول آکر سیڑھیوں میں کھڑا ہوتا ہے اور اس کے سر سے تغاری اٹھا کر اوپر کی طرف جاتا ہے۔)

——کٹ——

سین ۳۵ آؤٹ ڈور دن

(قبرستان میں سے گدھے گاڑی پر لالہ رفیق اور مقبول جا رہے ہیں' کیمرہ مقبول کے چہرے پر آتا ہے۔ وہ شکوک وشبہات سے لالہ رفیق کو دیکھتا ہے' جو دانتوں میں تنکا پھیر رہا ہے)۔

——کٹ——

سین ۳۶ ان ڈور شام

(ہاجراں کا گھر۔ ہاجراں دونوں ہاتھ چھوڑے پلنگ پر بے ہوش پڑی ہے۔ دونوں بچے پریشان ہیں۔ ایک بچہ ماں کو پانی پلانے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرا ماں کے پیر جھس رہا ہے دروازہ کھول کر لالہ رفیق آتا ہے)

لالہ......اوئے کیا ہوا؟ کیا کیا ماں کو۔

بچہ......کچھ نہیں چاچاجی۔ ابھی خط آیا تھا ابے کا۔ ماں نے خط پڑھا' بے ہوش ہو گئی۔

لالہ......کہاں ہے خط؟

(دوسرا بچہ خط لاتا ہے۔ لالہ رفیق ہاجراں کے چہرے پر پانی کے چھینٹے ڈالتا ہے۔ وہ آنکھیں کھولتی ہے' پھر بند کر لیتی ہے)۔

لالہ......کوئی ڈاکٹر نہیں بلایا جوڑیو؟

بچہ......گئے تھے جی ڈاکٹر پاس۔ وہ کہتا ہے کلینک کے بعد آؤں گا۔

لالہ......اچھا میں ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔ تم ماں کا خیال رکھنا اتنی دیر۔

(خط پڑھتا باہر جاتا ہے)

——کٹ——

سین ۳۷ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(گلی میں گدھا گاڑی کے پاس مقبول کھڑا ہے۔ اندر سے لالہ رفیق آتا ہے)

لالہ......مقبول میں تیرے ساتھ نہیں جا سکتا رتے۔

مقبول......پھر؟

لالہ ......شاید مجھے دیر ہو جائے۔ شاید رات پڑ جائے۔

مقبول......تو کیا کروں میں۔

لالہ......تُو ایسے کر گدھا گاڑی لے جا گھر۔

مقبول......اور اگر جیونی نے پوچھا تو..........

لالہ ......تو کہہ دئیں کہ کوئی بیلی مل گیا تھا۔ پرانا۔

مقبول...... کہہ دوں گا پر جو اس نے نہ مانا۔

لالہ ......تو کوئی اچھا بہانہ کر دئیں۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔ میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا ان کو اکیلے۔

مقبول......اچھا پر تُو آ جائیں۔

لالہ ......مجھے بھانویں آدھی رات کو آنا پڑے' میں آ کے رہوں گا۔ جیونی بچوں کا خیال رکھیں۔ اور شک میں نہ پڑنے دئیں جیونی کو۔

مقبول......اچھا۔

(گدھا گاڑی پر سوار ہو کر مقبول جاتا ہے)

——کٹ——

سین ۳۸ ان ڈور رات

(چھوٹا سا کلینک۔ ڈاکٹر تھکا ہوا بیٹھا ہے)

ڈاکٹر......یہ خبر کب ملی؟

لالہ ......یہ جی خط دیکھ لیں۔ آج ہی ملا ہے۔ جس وقت اس نے پڑھا ہے ڈاکٹر صاحب کہ جمیل نے دوسری شادی کر لی ہے' اسی وقت کی بے ہوش ہے؟

ڈاکٹر......کبھی اس سے پہلے بھی بے ہوش ہوئی ہے۔

لالہ ......ایک دفعہ بیری سے گر کر بے ہوش ہوئی تھی۔ چار دن ہوش نہیں آیا تھا۔ آپ چل کر دیکھ

لیں۔

ڈاکٹر......شاید ہسپتال لے جانا پڑے۔ چلیں دیکھ لیتے ہیں۔ آپ کی کیا لگتی ہے۔

لالہ ......ہم گاؤں والے سب ہی سگے ہوتے ہیں ڈاکٹر صاحب۔ ایک ہی ٹبر ہوتا ہے ہمارا۔ لگنا لگانا کیا ہے۔ ادھر شہر میں ہی بھائی بھائی کا کچھ نہیں لگتا۔

ڈاکٹر......جب پچھلی بار بیری سے گری تھی تو سر پر چوٹ آئی تھی۔

رفیق......پتہ نہیں جی یہ تو آپ کو اس سے ہی پتہ چلے گا۔ میں تو نہیں بتا سکتا۔

——کٹ——

سین ۳۹ ان ڈور رات

(اس وقت مقبول تنے پر بیٹھا بنسری بجا رہا ہے اندر سے رانی آکر دروازے میں رکتی ہے اور پوچھتی ہے)

رانی......چاچا جیونی ماں پوچھتی ہے ابا کیوں نہیں آیا۔ اب تو رات پڑ گئی ہے۔

مقبول......بتا دے جیونی ماں کو' گدھے کو میں نے پٹھے ڈال دیئے ہیں۔ لالہ بھی ٹھیک ہے۔ آ جائے گا۔ ایک بیلی کے ساتھ رہ گیا ہے۔

(رانی اندر جاتی ہے۔ مقبول پھر بنسری بجاتا ہے)

رانی...... (دوبارہ دروازے میں برآمد ہو کر) جیونی ماں کہتی ہے ابا کا تو شہر میں کوئی بیلی ہی نہیں۔ سچ سچ بتا وہ کہاں رہ گیا ہے؟

مقبول...... آ جائے گا' آ جائے گا۔ کوئی کاکا نہیں ہے کہ پولیس والے یتیم خانے پہنچا دیں گے۔ آ جائے گا اور اپنی جیونی ماں کو بتا دے بیلی بنتے کون سی دیر لگتی ہے۔ ایک نظر میں بیلی بن جاتا ہے۔

(رانی اندر جاتی ہے۔ مقبول اٹھ کر اپنے پلنگ پر لیٹ جاتا ہے۔)

رانی...... (پھر آکر) جیونی ماں کہتی ہے۔ میری تسلی نہیں ہوتی۔ مجھے سچ سچ بتا۔

مقبول......بتادے اپنی جیونی ماں کو وہ شہر ہے۔ وہاں بتی جلتے ہی سوں مر نہیں جاتے۔ خواہ مخواہ راہ دیکھ کر کیا لینا ہے، کچھ نہیں ہوجاتا رفیق لالے کو۔

(چادر لے کر لیٹنے لگتا ہے، فقیرا پاس آکر بیٹھتا ہے)

فقیرا ......سونے لگا ہے چاچا۔
مقبول......نہیں نہیں آجا۔ آجا۔
فقیرا ......چاچا کسی دن تو مجھے شہر لے جائے گا اپنے ساتھ۔
مقبول......جیونی ماں سے اجازت لے لے تو چلا چلیں میرے ساتھ۔
فقیرا ......جیونی ماں کب اجازت دے گی۔
مقبول......تو لالہ رفیق کو منالیں گے۔
فقیرا ......ادھر شہر میں اتنی فیکٹریاں تھیں، وہاں بھی تجھے کام نہیں ملتا تھا۔
مقبول......یار فقیریا۔ شہر کا ہے لوگوں کا ہوتا ہے۔ میرے جیسے کے لئے شہر بھی برا، چک رتا بھی برا۔
فقیرا ......تو کام ہی نہیں ملا تجھے وہاں۔
مقبول......ملتا تھا، ملتا تھا۔ پر اگر کام مل جاتا تھا تو میں حاضر نہیں ہوتا تھا، میں حاضر ہوتا تھا تو کام نہیں ملتا تھا، یہی چکر رہا ہے ساری عمر۔
فقیرا ......کوئی نوکری تو ملی ہوگی۔
مقبول......کچھ مہینے ایک باجہ ساز کی دوکان پر کام کیا۔ وہاں میں ڈھولکیاں ٹھیک کرتا تھا۔ اسی باجے بنانے والے نے مجھے بانسری بجانی سکھائی۔ بس پھر ایک دن دانہ پانی بند ہوگیا۔ دوکان چھوٹ گئی۔
فقیرا ......لے تو نے خود دوکان چھوڑی ہوگی چاچا۔
مقبول... پہلے مجھے لگتا تھا کہ میں نے دکان چھوڑی۔ اب لگتا ہے کہ استاد چاہتا تھا۔ میں کام چھوڑ دوں۔ مجھ سے پہلے عمل ہو جاتا ہے۔ سمجھ بعد میں آتی ہے اور کبھی کبھی تو ساری عمر سمجھ نہیں آتی... وقت وقت کی بات ہے۔

فقیرا ......چاچا ایک دن مجھے ساتھ لے جائے گا۔

مقبول......لے جاؤں گا، لے جاؤں گا۔ مرد کی ذات کو کبھی کوئی کھسے گھٹے سے بچا سکا ہے؟

—— کٹ ——

سین ۴۰ ان ڈور رات

(ہاجراں بیہوش پڑی ہے۔ بچے سہمے ہوئے چار پائی کے پاس کھڑے ہیں لالہ رفیق پاس کھڑا ہے اور ڈاکٹر مونڈھے پر بیٹھا ہے۔ اور بلڈ پریشر چیک کر رہا ہے)

ڈاکٹر ......ہو سکتا ہے کہ دھچکا ہو اس خبر کا، لیکن ہو سکتا ہے کہ پٹی پر گرنے کی وجہ سے چوٹ آئی ہو - ویسے ماں خط پڑھ کر کہاں گری تھی؟
بچہ نمبر ۱ ......پٹی پر
ڈاکٹر ......سر لگا تھا پٹی پر۔
بچہ نمبر ۲ ......ہاں جی۔
ڈاکٹر ......تھوڑی دیر دیکھ لیتے ہیں ورنہ ہسپتال پہنچانا پڑے گا۔ یہ بیری والا واقعہ بھی تو آپ بتا رہے ہیں۔ کیا پتہ پرانی چوٹ کا اثر ہو۔ آپ گھر اطلاع کر دیں۔
لالہ......چار بھائی تھے اس کے۔ چاروں کراچی میں کام کرتے ہیں شوہر اس کا جدے میں ہے، اس نے بھی شادی کر لی ہے۔
ڈاکٹر ......آپ کو تکلیف تو ہوگی لیکن آپ ٹھہریں۔ میں آدھے گھنٹے بعد آکر دیکھوں گا۔ اگر ہسپتال جانا پڑا تو کسی نہ کسی کو ساتھ ہونا چاہیئے۔

(دونوں بچے بھاگ کر لالہ رفیق سے چمٹ جاتے ہیں)

بچہ نمبر ۱ بچہ نمبر ۲ ......چاچا ہمیں چھوڑ کر نہ چلا جائیں۔
لالہ......نیئں بچڑیا نہیں۔ اوئے ہوش کرو کاکا جی نہیں جاتا۔ نہیں جاتا۔ بابا نہیں جاتا۔

کٹ

سین ۴۱ ان ڈور رات

(کوٹھڑی میں سے جیونی لالٹین جلا کر باہر آنگن میں آتی ہے۔ مقبول آنگن میں چادر تانے لیٹا ہے۔ جیونی پاس سے گذرتی ہے۔ مقبول اٹھتا ہے اور جیونی کے پیچھے جاتا ہے)

کٹ

سین ۴۲ آؤٹ ڈور رات

(کھیتوں کے ساتھ ساتھ جیونی لالٹین ہاتھ میں لئے جا رہی ہے۔ مقبول اس کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے)

کٹ

سین ۴۳ ان ڈور دن

(لالہ رفیق ہاجراں کے گھر میں بیٹھا روٹی پکا رہا ہے۔ پاس ہاجراں کے جڑواں بچے بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ مقبول پاس ہی بیٹھا ہے)

مقبول......لیکن جیونی نے اگر پوچھا تو کیا بتانا ہے۔

لالہ ......کچھ نہیں بتانا' ایسی باتوں کی کبھی کسی عورت کو سمجھ نہیں آئی بتا کے اور مشکل پڑتی ہے۔

مقبول......لیکن اگر اس نے پوچھا تو؟

لالہ ......وہ ان کی ماں بے ہوش پڑی ہے ہسپتال میں میں آتو جاتا ہوں۔ پھر پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

مقبول......پھر بھی اگر اس نے پوچھا تو؟

لالہ ......تو اس کو کہنا تو وہ لگانے والی زنانی کا کبھی بھلا نہیں ہوا۔ ان کی ماں آ جائے تو میں یہاں بیٹھا رہوں گا؟ میں نے پہلے ہی کانوں کو ہاتھ لگایا۔ مجھے یہ ہمدردی وارا نہیں کھاتی۔

کٹ

سین ۴۴ ان ڈور رات

(مقبول اپنی چارپائی پر بیٹھا جوتیاں اتار رہا ہے۔ جیونی آتی ہے)

جیونی......مقبول۔

مقبول......(گھبرا کر اٹھتا ہے)

جیونی......ادھر شہر میں کیا ہے؟ میری شادی کو دو سال ہو گئے۔ لالہ تو ایک رات بھی باہر نہیں رہا۔

مقبول......تو جب لالہ گھر آتا ہے تو اس سے کیوں نہیں پوچھتی؟

جیونی......(یکدم آنسو اس کی گالوں پر بہنے لگتے ہیں) آج تک کوئی اتنا سگا لگا ہی نہیں کہ اس سے دھونس سے پوچھ سکتی......ساری عمر دوجی ماں کی خدمت کی' پر جب وہ چپ ہو جاتی تھی تو بات کرنے کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ اب جب رفیق چپ ہو جاتا ہے تو وہ اپنا نہیں لگتا۔

مقبول......جیونی مت رو۔

جیونی......آج تک کوئی اپنا نہ ملا۔ ابا مٹی تلے جا چھپا' کوئی اپنا نہ ملا۔

(زور زور سے روتی جاتی ہے)

مقبول......اگر لالہ رفیق کا مجھ پر اتنا احسان نہ ہوتا تو میں تجھے بتاتا......جیونی۔ جیونی

(جیونی روتی ہوئی اندر چلی جاتی ہے۔ مقبول تذبذب کے عالم میں کھڑا ہے)

کٹ

سین ۴۵ آؤٹ ڈور رات

(کوٹھے پر جیونی لالٹین لئے کھڑی انتظار کرتی ہے۔ پھر کوٹھے سے اترتی ہے۔ سیڑھیوں کے آخر میں مقبول کھڑا ہے۔ جیونی اس کے پاس سے گذر جانا چاہتی ہے۔ لیکن مقبول آواز دیتا ہے' جیونی رکتی ہے اور اس کے پاس

تنے پر بیٹھتی ہے)

مقبول...... بیٹھ جا جیونی دو منٹ کے لئے۔

جیونی...... کیوں؟ (انکار کے باوجود بیٹھ جاتی ہے)

مقبول...... میری بات چاہے سن چاہے نہ سن۔ میں تیرا یہ روز روز کا رونا دیکھ نہیں سکتا۔ میں بھی انسان ہوں۔ عورت پر مجھے بھی بڑا ترس آجاتا ہے۔

جیونی...... پہلے تو ایسے نہیں تھا۔ پہلے میں کسی کی بات سننا نہیں چاہتی تھی...... پر اب جو ہو' سو ہو۔ مجھے سچ پتہ چلنا چاہئے...... اس کا کون بیلی بنا ہے۔ اتنا پکا۔

مقبول...... سن جیونی...... مجھے پتہ ہے تو ول فریب پسند نہیں کرتی۔

جیونی...... پہلے پہلے تو دوجی ماں اچھی تھی۔ پھر وہ سرکنڈوں سے مارتی تھی۔ نیل جدا پڑتا تھا' چھلتریاں ماس میں الگ رہ جاتی تھیں...... پھر وہ اتنا روتی تھی اتنا روتی تھی کہ...... اتنا روتی تھی۔

مقبول...... ابھی وقت ہے جیونی سوچ لے...... ابھی تو ٹوٹی کھُسی چوکھٹ مل جائے گی۔ پانچ دس اور سال گذر گئے تو پھر ہڈ گوڈے جواب دے جائیں گے۔ سوچ لے۔

جیونی...... کیا مطلب ہے تیرا؟

مقبول...... دوجی ماں کا یہی کام ہوتا ہے۔ بر بھی ڈھونڈا تو کیسا۔ بڈھا دوہاجو اور۔ ہری چک۔

جیونی...... آگے کچھ مت بولنا۔ اگر تو بولا تو میں اسی وقت گھر سے نکال دوں گی! اس بات کا دھیان نہیں کروں گی کہ تو پروہنا ہے۔

مقبول...... اچھا بات نہ سن پر پھر تجھے پتہ نہیں چلے گا کہ شہر میں کیا بنتا ہے؟ پھر تجھے یہ بھی پتہ نہیں چلے گا کہ تو سیدھے تین سانپ پال رہی ہے اپنی گود میں۔

جیونی...... شہر میں۔ شہر میں کیا ہو رہا ہے مقبول۔

مقبول...... میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتا۔ میں اتنا ظلم نہیں دیکھ سکتا۔

جیونی...... تو کیوں میرے پھونس کے چھپر میں چنگاری ڈال رہا ہے۔ ایسی پھانس دے کر تجھے کیا ملے گا۔

مقبول...... میں تجھے اتنے سوتیلوں میں نہیں دیکھ سکتا۔ ایک دم ہو پرسگا ہو' اپنا ہو......

جیونی...... جی تو میرا بھی یہی چاہتا تھا مقبول۔ پر منظور نہیں اللہ کو۔

مقبول...... میں تیرا سگا ہوں۔ تو مجھے پرکھ لے۔ آزما لے۔

جیونی...... تو چاہتا کیا ہے؟

مقبول...... میری بات سن نہ سن' اپنی آنکھوں سے چل کر دیکھ لے۔ پھر جو تیرا فیصلہ ہوگا' مجھے منظور ہے۔ اپنی آنکھیں استعمال کر۔ پھر تو سانپوں کی بانبی میں رہنا چاہے' اپنی کٹھ کلی کو آگ لگانا چاہے میرے ساتھ چلنا چاہئے' تیرا ہر فیصلہ مجھے منظور ہوگا۔

جیونی...... جھوٹ بولتا ہے۔ ایک چنگاری بت ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ (آنسو آنکھوں سے گرتے ہیں)

مقبول...... میری قسمت بھی اسی روز بدلے گی جب تو فیصلہ کرے گی۔ اپنی آنکھوں دیکھے گی سب کچھ۔ میرے ساتھ چل جیونی۔ ایک ہو پرسگا ہو۔

(جیونی اس کی بات نہیں سنتی۔ وہ جیسے جادو کے اثر تلے اندر چلی جاتی ہے)

____کٹ____

سین ۴۶ آؤٹ ڈور دن

(گدھا گاڑی پر چادر میں لپٹی جیونی شہر کی گلی میں اترتی ہے۔ اس کے ساتھ مقبول ہے۔ وہ اسے ہاجراں کے گھر کے پاس لے جاتا ہے۔ دروازے تک جیونی جاتی ہے۔ مقبول دروازے کے اندر ایک درز سے دیکھتا ہے۔ پھر جیونی کو یہاں سے دیکھنے کو کہتا ہے' جیونی اندر جھانکتی ہے)

____کٹ____

سین ۴۷ ان ڈور دن

(ہاجراں کے گھر کا صحن۔ لالہ رفیق بازو کا سہارا دیکر ہاجراں کو بٹھاتا ہے۔ ہاجراں کی آنکھیں جیسے بند ہیں۔ اب ایک بچہ اسے گلاس پکڑاتا ہے۔ وہ ہاجراں کے منہ سے گلاس لگاتا ہے)

____کٹ____

سین ۴۸ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(اب عقب میں عروس لالہ کی غزل شروع ہوتی ہے۔ گدھے گاڑی پر جیونی سوار ہے۔ سر جھکائے مقبول ساتھ ہے۔ قبرستان میں مقبول گدھا گاڑی روکتا ہے۔ جیونی اترتی ہے۔ اور اپنے بازو کھڑے گھٹنوں کے گرد حمائل کرتی ہے۔ اب مقبول پریشان قبروں میں پھرتا ہے۔ اچانک اس کی نظر ایک قبر پر پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک جھاڑی پر زرد گلاب لگا ہوا ہے۔ وہ پھول توڑتا ہے' جیونی کے پاس آتا ہے اور اسے پھول دیتا ہے' جیونی حیرانی سے اسے دیکھتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں گہرا غم اور حیرانی ہے)

—کٹ—

سین ۴۹ ان ڈور شام

(جیونی کھاٹ پر لیٹی ہے۔ اس کے چہرے پر گہرا کرب ہے۔ رانی آتی ہے)

رانی......جیونی ماں۔ ہم جا رہے ہیں۔
جیونی......کہاں؟
رانی......چوہدری صاحب کے گھر خوشی ہے۔ چلے جائیں۔
جیونی......کون کون؟
رانی......ہم تینوں۔
جیونی......چلے جاؤ۔

(رانی کے چلے جانے کے بعد مقبول آتا ہے اور چارپائی پر جیونی کی پشت پر کھڑا ہوتا ہے)

جیونی......میں تیرے ہاتھ جوڑتی ہوں چلا جا۔

مقبول......اتنا کچھ دیکھ لینے پر بھی تو یہیں رہے گی جیونی میرے ساتھ نہیں جائے گی۔
جیونی......لالہ رفیق کے آنے سے پہلے پہلے چلا جا۔ بس۔
مقبول......میرا خیال تھا کہ اگر تو......لالے کو دیکھ لے گی اپنی آنکھوں سے تو میرے ساتھ رہنے پر راضی ہو جائے گی۔ میں نے خود غرضی کے ساتھ سوچا......یہ بات میرے دل میں آئی ہی نہیں۔ کہ اپنی آنکھوں دیکھنے کے بعد اگر تو نے جانا نہ چاہا تو پھر تو ان سوتیلے رشتوں میں کیسے رہے گی۔ مجھے معاف کر دے۔
جیونی......مجھے اور کچھ نہیں چاہئے' بس تو چلا جا۔
مقبول......مرد عورت میں ہمدردی ایسی خطرناک چیز ہے' یہ تو میں نے سوچا بھی نہ تھا جیونی۔ بنے رشتے توڑ دے......جہاں رشتہ نہ ہو وہاں رشتہ بنا دے' اپنوں سے بھی پکا۔
جیونی......مقبول دیر نہ کر۔
مقبول......حسد بھی کیا دکھ ہے۔ میں لالہ رفیق کو تیری نظر میں گرانا چاہتا تھا۔ اور میں خود گر گیا اپنی نظر میں......سن میں نے اچھا کیا یا برا۔ تو میرے ساتھ چلے یا نہیں۔ میں تیرا سگا ہوں' سگا جیونی۔ خدا حافظ۔

(چلا جاتا ہے۔ جیونی پلٹ کر دیکھتی ہے۔ آنسو اس کی آنکھوں سے گرتے ہیں)

کٹ

سین ۵۰ ان ڈور شام کا وقت

(حکیم کی دکان)

حکیم......کب سے بخار آتا ہے۔
رانی......اب تو کئی مہینے ہو گئے۔ حکیم جی کھاتی پیتی بھی کچھ نہیں۔
حکیم......پہلے کہاں مری ہوئی تھی تو رانی۔
کھلو......پہلے تو ہم شہر والی دوا دیتے تھے حکیم جی۔ ابا لاتا تھا۔
حکیم......تو پھر اب کیوں آئی حکیم جی کے پاس۔ وہی پلاؤ شہر والی دوا۔
رانی......اس سے آرام جو نہیں آیا حکیم جی۔ اب تو جیونی ماں کی ساری چوڑیاں آپ ہی اتر جاتی ہیں ہاتھ سے۔

حکیم......کیسے۔

کھو ...... مطلب یہ جیونی ماں اتنی ماڑی ہوگئی ہے۔ پٹی سے ہاتھ لٹکائے تو آپی چوڑیاں اتر جاتی ہیں۔

حکیم......ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ یہ شربت ہے' دن میں دو دفعہ صبح نہار اور رات کو سوتے وقت یہ معجون کھانے سے پہلے۔ ٹھیک ہوجائے گی تمہاری ماں۔ جگر خراب ہے۔

رانی......حکیم جی۔

حکیم......جی بیٹا۔

رانی......اگر جیونی ماں ٹھیک ہوگئی تو میں اپنی ڈنڈیاں آپ کو دے دوں گی۔ میری ماں کی ہیں۔

حکیم......اللہ تیرے کانوں میں رکھے۔ ٹھیک ہوجائے گی جیونی ماں۔ تو فکر نہ کر۔

____کٹ____

سین ۵۱ ان ڈور دن

(ایک چھپر بنانے والا بیٹھا ہے۔ اس کے پاس مقبول بیٹھا ہے)

چھپر بنانے والا......کبھی پہلے سرکنڈا صاف کیا ہے۔

مقبول......نہیں۔

چھپر والا......بیٹا جب پہلے کبھی چھپر اُسارا نہیں تو اب کیا ضرورت ہے۔ کوئی آسان کام کر۔

مقبول......کوشش کرتا ہوں کسی کام میں دل لگ جائے' لیکن لگتا نہیں' شاید یہ کام اچھا لگنے لگے۔

چھپر والا......رما کیوں چھوڑا بیٹا؟

مقبول......تو مجھے رکھ لے چاچا۔ میں کبھی چھٹی نہیں کروں گا کبھی پیسے بڑھانے کو نہیں کہوں گا۔ بس تو مجھے چھپر ڈالنا سکھا دے۔

____کٹ____

سین ۵۲ آؤٹ ڈور دن

(بیلچے سے مٹی کھود کر لالہ رفیق گدھا گاڑی پر لادتا ہے۔ پھر بیلچہ پھینکتا ہے اور گدھے کے ساتھ گلے ملکر روتا ہے)

____کٹ____

سین ۵۳ ان ڈور رات

(جیونی کھڑی ہے۔ رفیق اور فقیر بستر جھاڑ کر صاف کر رہے ہیں۔ رضائی اٹھاتے ہیں' پھر تکیہ اٹھاتے ہیں۔ نیچے سے کاپی نکلتی ہے)

جیونی......جلدی کر فقیریا' میں کھڑی نہیں رہ سکتی۔

لالہ......لے یہ کاپی کس نے رکھ دی سرہانے تلے۔

جیونی......کاپی میری ہے' میرے سرہانے رکھ دے فقیریا۔ میری ہے کاپی۔ میرے ساتھ رہتی ہے۔

لالہ......پڑھنا آتا نہیں' کاپی کیا کرے گی۔

جیونی......(لیٹتی ہے) اب یہ تو ضروری نہیں ناں کہ پڑھنا آئے ہی تو آدمی کاپی رکھے۔

فقیریا......نابولی جا ابا دیکھتا نہیں جیونی ماں کو پھر سانس چڑھ رہا ہے۔

لالہ......اچھا اچھا میں کب بول رہا ہوں۔ تیری جیونی ماں سے۔

____کٹ____

سین ۵۴ ان ڈور رات

(ایک بانسی ٹھاٹھر تلے مقبول بیٹھا ہے اور بنسری بجا رہا ہے۔)

____کٹ____

سین ۵۵ ان ڈور رات

(جیونی لیٹی ہے۔ سانس چڑھا ہے۔ اس کے سرہانے فقیرا آتا ہے)

جیونی......اب سوجا فقیریا۔
فقیرا ......جیونی ماں۔
جیونی...... (ذرا آنکھیں کھول کر) دیکھ سب سو گئے۔ سوجا۔
فقیرا ......مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ بلیاں رو رہی ہیں باہر۔
جیونی...... لالٹین اونچی کر کے سرہانے رکھ لے۔
فقیرا ..... کی تھی اونچی لالٹین ......یہ بلیاں کیوں روتی ہیں جیونی ماں۔
جیونی...... (تھکی آواز میں) میرے پاس آ ادھر۔

(جیونی کے پاس آتا ہے۔ جیونی کچھ منہ میں پڑھ کر اس کے چہرے پر دم کرتی ہے)

لے اب ڈر نہیں لگے گا۔ جا اللہ کو یاد کرے گا تو کاہے کا ڈر لگے!

(فقیریا اپنی کھاٹ پر جا کر لیٹتا ہے۔ پھر کھیس کے اندر منہ کرتا ہے۔ بلیاں باہر روتی ہیں جیونی خوف سے آنکھیں بند کرتی ہے لالہ آتا ہے)

لالہ...... طبیعت کیسی ہے؟
جیونی......ٹھیک ہے۔
لالہ......تو بولتی کیوں نہیں جیونی۔
جیونی......بول تو رہی ہوں۔
لالہ......دل کی کوئی بات کہتی کیوں نہیں۔
جیونی......دل کی کوئی بات ہو بھی۔

لالہ......کیسی چپ لگی ہے تجھے۔ وہ کم بخت مقبول بھی چلا گیا بن بتائے' بن ملے۔
جیونی......لالہ رفیق باہر اندھیرا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے یہ بلیاں کیوں رو رہی ہیں۔
لالہ......میں جو تیرے پاس ہوں جیونی۔ (اس کا ہاتھ پکڑتا ہے۔)
جیونی......ہاتھ نہ چھوڑ دینا لالہ......میں سو بھی جاؤں تو پکڑے رکھنا۔

(جیونی آنکھیں بند کرتی ہے۔ لالہ کی آنکھوں سے آنسو گرتا ہے۔)

——کٹ——

سین ۵۶ ان ڈور دن

(جیسا سین جیونی اور اس کے باپ کے لیے لگایا گیا تھا' بالکل ویسا سیٹ لگا ہے۔ بانس کا بڑا ٹھاٹھر بندھا ہے۔ سیڑھی پر مقبول چڑھا ٹھاٹھر باندھ رہا ہے۔ نیچے استاد بیٹھا سرکنڈے چاقو سے چھیل رہا ہے۔ مقبول کے بالوں میں سفیدی آ گئی ہے۔ کچھ دیر کیلئے اسد امانت کا گیت جاری رہتا ہے۔)

عمراں گذریاں بساں بھار
اجے نہ وس اوئے کالیا دھار

(مقبول ٹھاٹھر باندھتا لمبی سانس لیتا ہے' موسیقی آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ ہو کر ختم ہو جاتی ہے)

مقبول......استاد رسی ہو گی؟
استاد......رسی ہوتی تو دیتا ناں۔ بازار سے لے آ۔
مقبول...... چھاندنی باندھنا کچھ نہیں۔ بس اس اتر چڑھ سے پنڈلیاں چڑھ جاتی ہیں۔

(سیڑھی سے نیچے آتا ہے۔)

استاد......تُوتو آٹھ سال میں ہی مجھ جتنا بوڑھا ہو گیا۔ ابھی تیری عمر ہی کیا ہے ‘ پچاس سال کا لگنے لگا ہے۔

مقبول......ہاں استاد۔ شروع سے ہی میرا دل بوڑھا تھا۔ اب جسم بھی اُدھر کو چل دیا۔ پیسے دے۔

استاد......دیکھ یہ پیسے لے اور بازار نہیں ‘ رتے جا۔ مجھے تیری طبیعت ٹھیک نہیں لگتی۔

مقبول...... کس کے پاس جاؤں رتے۔ کون ہے وہاں۔

استاد...... تیرا اپنا گاؤں ہے۔ وہاں کوئی جھوٹا سچا سائبان بنا۔ خود آسرا لے اس کے تلے۔ کسی اور کو بٹھا چھپر تلے۔ یہ کوئی زندگی ہے۔ ایک پھانس ہاتھ میں لگ جائے تو آدمی سوئی سے پولتا رہتا ہے۔ تیرے تو ادھ پاؤ چھلتریں لگتی ہیں دن میں۔

مقبول...... کتنی رسی لاؤں۔

استاد......رسی نہیں لانی۔ رتے پنڈ جانا ہے۔ تو نے میری اتنی خدمت نہ کی ہوتی تو میں کچھ نہ کہتا۔ پر مجھ سے یہ تیری چپ نہیں دیکھی جاتی۔

مقبول...... (جاتے ہوئے) اچھا جیسی تیری خوشی۔ جیسا تیرا حکم۔

کٹ

سین ۵۷ ان ڈور رات

(مقبول تنے پر بیٹھا ہے اور اندر کمرے کی طرف دیکھ رہا ہے۔ لالہ رفیق لکڑیوں کے الاؤ کے سامنے بیٹھا ہے۔ اس کے ہاتھ میں چلم ہے)

لالہ......تو نے اچھا کیا آ گیا۔ کسی اپنے سے بات کئے ایک عمر بیت گئی۔ اچھا کیا۔ ادھر آ جا۔ بڑی سردی ہے وہاں۔

(مقبول اٹھ کر لالہ کے پاس آتا ہے۔)

لالہ......جوانی میں اکڑنے والے مرد کا دل جوانی ڈھلنے پر عورت کا دل کیوں بن جاتا ہے؟ ماں کا دل ‘ پھر اس سے وہ دکھ دیکھے نہیں جاتے جو اس ہی کے مرد جاتی نے عورت کو دیئے ہیں۔ ایسا کیوں ہے مقبول۔

مقبول......کیا پتہ لالہ۔ اوپر والے کی مرضی ۔

لالہ......میں نے لوگوں کی باتوں پر کبھی دھیان نہیں دیا۔ میں دل میں ان پر ہنستا رہا۔ یہ پنڈ والے مجھے سمجھے نہیں۔ یہ سمجھتے تھے میں عورتوں کو تاڑتا ہوں۔ ٹھرکی ہوں ‘ پر ایسا نہیں تھا۔ تو سمجھ رہا ہے ناں۔

مقبول......ہاں لالہ۔ میں کوشش کر رہا ہوں۔

لالہ...... مجھے سدا عورتوں پر ترس آیا ‘ ہمیشہ یہ کمزور جاتی لگی مجھے۔ پتہ نہیں ہم نے انہیں اتنا کیوں رلایا ‘ جب ہم انہیں ہنسا بھی سکتے تھے۔

مقبول......ہاں۔ (آہستہ) ہم انہیں ہنسا بھی سکتے تھے۔

لالہ...... گاؤں میں کوئی بیوہ ہوئی تو گھونسہ میرے سینے پر لگا۔ میرے سینے پر۔ کسی کو طلاق ملی تو آنسو میری آنکھوں میں آئے۔ کسی کو دھکا ملا گھر سے ‘ خرچے سے کوئی تنگ ہوئی ‘ کسی کے بچے چھینے سسرال والوں نے تو میرے اندر ماں کا دل رویا۔ مقبول یہ بڈھے آدمی کے دل میں عورت کے لیے ہمدردی کیوں پیدا ہو جاتی ہے۔

مقبول......کچھ لوگ جماندرو بڈھے ہوتے ہیں چاچا۔

لالہ...... شاید گاؤں والے ہی مجھے غلط نہیں سمجھے۔ ان عورتوں کو بھی سمجھ نہیں آئی جن پر میں ترس کھاتا تھا۔ صدیوں سے عورت نے مرد کو نہیں سمجھا۔ اس کے ہمدرد دل کو نہیں پہچانا۔ وہ نہیں جانتی کہ۔ کہ عورتیں بھی سمجھتی تھیں میں پھندہ لگا رہا ہوں ‘ کوئی چال ہے۔ میں دانہ ڈال رہا ہوں۔

مقبول......تو نے کیوں غلط فہمیاں پھیلنے دیں اپنے متعلق۔

لالہ......میں ہنستا تھا لوگوں کے شک پر۔ میں چاہتا تھا اور شک کریں ‘ اور شک کریں۔ جب میری نیت صاف ہے تو کیا بگاڑیں گے میرا؟

مقبول...... لیکن نیت سب کو نظر نہیں آتی۔

لالہ......ہاں۔ جیسے اب مجھے سمجھ نہیں آتی کہ۔ کہ جیونی کی نیت کیا تھی؟ وہ اندر کیا سوچتی تھی ‘ جب سے وہ مری ہے...... میرا دل بھی کیا بدلا ہے۔ اب مجھے کسی عورت پر ترس نہیں آتا۔ جیسے وہ میرا دل بھی اپنی قبر میں ساتھ لے گئی ہے۔

مقبول......کیسے مری وہ۔

لالہ...... تیرے جانے کے بعد ‘ کوئی چھ مہینے لگے اسے چارپائی پر۔ (یکدم) ساری عمر لوگوں نے مجھ پر شک کیا۔ اور اب میں شک کی آگ میں جل رہا ہوں۔ میں سوچتا رہتا ہوں۔

مقبول...... (خوفزدہ) کیسی سوچ؟

لالہ......وہ چپ چاپ مر گئی۔ کسی پر دل کا بھید نہیں کھولا اس نے۔ سوچتا ہوں شاید کسی نے اسے میرے خلاف بھڑکا دیا ہو۔ شاید اسے شک ہو مجھ پر۔ پھر سوچتا ہوں شاید شک کی آگ نہ ہو ‘ کسی اور کا پیار ہو۔ جدائی

میں بھسم ہوئی وہ۔ کسی اور سے بچھڑنے کا غم۔
مقبول...... بھول جا لالہ۔ اب اس بجھی آگ کا کیا پھرولنا۔

(لالہ اندر جاتا ہے۔ اس دوران یکدم اسد کا گانا فیڈان۔)

عمراں لنگھیاں پباں بھار
پھلاں دے رنگ کالے

(لالہ واپس آتا ہے' کاپی اس کے ہاتھ میں ہے)

لالہ......یہ کاپی اس کے ہاتھ میں رہتی تھی۔

(گانا مکمل طور پر فیڈ آؤٹ۔)

آخری نشانی ہے اس کی کاپی۔ (کاپی کھول کر) یہ زرد گلاب دیکھا کرتی تھی۔ مرنے سے دو دن پہلے اس کا چہرہ بھی ایسا ہی ہو گیا تھا۔ اس زرد گلاب جیسا...... شادی کے دن میں نے بھی اسے ایسا ہی پھول دیا تھا...... لیکن یہ اتنا پرانا تو نہیں لگتا۔ .... ہو سکتا ہے...... کسی اور نے اسے یہ پھول دیا ہو؟ ......پتہ نہیں شک نے اسے مار دیا کہ برہا کی آگ نے......میں سارا وقت دل سے پوچھتا رہتا ہوں' پر کوئی ایسا جواب نہیں ملتا جو دل کو تسلی دے۔ دیکھ مقبول۔

مقبول (ہاتھ میں پھول لے کر) مت سوچا کر لالہ............ اس کو پھینک دے۔ بڑی بدشگونی ہوتی ہے۔

لالہ......دیکھ۔ دیکھ غور سے۔ دس سال پرانا ہے کہ اس کے بعد کا ہے............ دیکھ تو سہی۔ کیا اسے کسی اور سے پیار تھا......کہ میرے دکھ میں مر گئی جیونی' دیکھ ناں۔

(لکڑی الاؤ میں پھینکتا ہے۔یکدم پورے بلاسٹ کے ساتھ گانا فیڈان ہوتا ہے۔)

عمراں لنگیاں پباں بھار
پھلاں دے رنگ کالے
کدے نہ سکھ سنہیڑا گھلیاں
اجے نہ وس اوئے کالیا' دھار
سرخ گلاباں دے موسم وچ
پھلاں دے رنگ کالے
اجے نہ وس اوئے کالیا دھار .... عمراں لنگیاں ......

(الاؤ کے شعلے اونچے ہوتے ہیں۔ یکدم دونوں کرداروں سے کیمرہ نیچے ہو کر شعلوں میں آتا ہے۔ اس پر کروما سے ایک زرد گلاب سوپرامپوز کیجئے گانا اور یہ فریم سٹل رہتی ہے۔ٹیلپ آتے ہیں۔)

اختتام

انجانے میں

(ڈرامہ ۸۳ء)

کردار

جرجیس	....	آدرشوں سے محبت کرنے والا نوجوان
سمیعہ	....	محبت میں حدود کو پار کر جانے والی خوبصورت عورت
صفورا	....	جرجیس کی پیاری بہن
فیروز	....	ہیروئن سمگل کرنے والا دھیمی آواز کا نوجوان
طاہر	....	سمیعہ کا پیارا سا آٹھ سالہ بچہ
باپ	....	بوڑھا۔ حالات کو نہ سمجھتے ہوئے بولنے والا
بابر	....	سمیعہ کا حساس بھائی
کسٹم کلکٹر	....	پچاس کے لگ بھگ
کسٹم آفیسر	....	ائرپورٹ کا کارندہ
اوورسیر	....	ائرپورٹ پر ہیروئن کی تلاشی لینے والا
دکاندار	....	سوٹ کیس بیچنے والا
خداداد	....	سوٹ کیس بنانے والا کاریگر
کمپیئر	....	نوجوان خوبصورت لڑکی
افتخار	....	عمر چالیس کے قریب
نووارد	....	بیس بائیس کی عمر
ڈاکٹر	....	تیس برس کا مرد
ہومیو ڈاکٹر	....	عمر پچاس کے قریب
بیرا	....	عام بیرا
مولوی صاحب	....	متقی صورت کا آدمی

سین ۱ آؤٹ ڈور دن

(ایئرپورٹ پر ایک کار آکر رکتی ہے اِس کار میں سے جرجیس اور اس کی بہن صفورا باہر نکلتے ہیں۔ جرجیس کے ہاتھ میں صرف ایک بریف کیس ہے۔ وہ صفورا کے ساتھ باتیں کرتا ہوا اندر جاتا ہے۔ اس وقت ایک اور کار آکر رکتی ہے۔ اس میں سے سمیعہ نکلتی ہے 'ڈکی کھولتی ہے۔ ایک سوٹ کیس' دو تین بیگ اور ایک وینٹی بکس اٹھا کر ٹرالی میں رکھتی ہے۔ ایئرپورٹ میں داخل ہوتی ہے۔

صفورا اور سمیعہ ماڈرن لڑکیاں ہیں۔ ان کی چال ڈھال 'انداز میں آج کی لڑکی کی چمک ہے۔ لیکن جرجیس سادہ لوح انسان ہے۔ اس وقت اس نے ایک معمولی سی پینٹ پہن رکھی ہے اور چہرے پر عینک ہے۔ وہ اجنبی لوگوں کی طرف دیکھ کر بھی شفقت سے مسکراتا ہے اور اس کی چال ڈھال سے تکبر ظاہر نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی جب وہ سوچتا ہے تو اپنے ناخن کاٹنے لگتا ہے۔)

کٹ

سین ۲ آؤٹ ڈور وہی وقت

(ایئرپورٹ کا اندرونی حصہ۔ اس وقت جرجیس بیگ اٹھائے اپنا سیٹ نمبر اور بیگج کارڈ بنوا رہا ہے۔ صفورا جنگلے کے پاس کھڑی ہے۔ وہ ہاتھ ہلا کر اپنے بھائی کو خدا حافظ کہتی ہے۔ اور پھر واپس چلتی ہے۔ اس وقت سمیعہ سامان سے لدی پھندی جنگلے کے اندر جاتی ہے۔ سمیعہ اور صفورا کی شخصیت اور شکلوں میں جو مشابہت ہے 'وہ

واضح کرائی جاتی ہے۔ سمیعہ کے ساتھ ہی کیمرہ بھی صفورا کو چھوڑ کر اندر جاتا ہے۔ سمیعہ بھی اپنے سامان سمیت اندر جاتی ہے۔ وہ چند لمحوں کے لیے اندر گھس کر سواریوں کا جائزہ لیتی ہے۔ جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔ پھر وہ جرجیس کے پاس پہنچتی ہے اور بڑی لجاجت اور دلفریبی کے ساتھ جرجیس کو کہتی ہے کہ آپ پلیز میرا وینٹی بکس اٹھالیں' میرا سامان بہت زیادہ ہے۔ یہ مجھے اتنے بیگ اندر نہیں لے جانے دیں گے۔ جرجیس اس کی بات سن کر پھر ایک اور بیگیج سلپ لیتا ہے اور وینٹی بکس کو لگاتا ہے۔ اب وہ پیچھے ہٹتا ہے۔ سمیعہ بھی سلپس لے کر اپنے بیگوں کو لگاتی ہے اور جرجیس کو اشارہ کرتی ہے کہ آپ لاؤنج کی طرف چلیں۔ میں آرہی ہوں۔ اسکے بعد وہ اپنا سوٹ کیس بھی تولنے کیلئے رکھتی ہے۔)

کٹ

سین ۳ آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(وینٹی بکس اور بریف کیس سکیورٹی کے ڈبے میں سے گزرتے ہیں۔ مردانہ سائیڈ پر جرجیس اپنی تلاشی دلوا کر باہر جاتا ہے اور وینٹی بکس اور بریف کیس اٹھا کر ایک صوفے کی جانب بڑھتا ہے۔ اس وقت ہوائی جہازوں کی جانب سے چند سکیورٹی پولیس کے آدمی آتے ہیں۔ اور لاؤنج میں چھاپہ پڑتا ہے۔ اس وقت سمیعہ داخل ہونے والی ہے لیکن جونہی وہ چھاپہ پڑتے دیکھتی ہے' وہ الٹے پاؤں واپس نکلتی ہے۔ اور آرام آرام سے چلتی' کنکھیوں سے پیچھے دیکھتی جنگلہ کراس کر کے واپس باہر آتی ہے۔)

کٹ

سین ۴ ان ڈور دن

(لاؤنج کا اندرونی حصہ۔ دفتر۔ اس وقت سکیورٹی پولیس کے دو کارندے جرجیس کے پاس کھڑے ہیں۔ سول لباس میں دو کسٹم آفیسر بھی ساتھ ہیں۔ وہ جرجیس کا بریف کیس کھولتے ہیں' دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد وہ وینٹی بکس کھولتے ہیں۔ اوپر میک اپ کا سامان ہے۔ دو چار انگوٹھیاں وغیرہ ہیں۔ نیچے کے حصہ میں ساری ہیروئن ہے۔ اب جرجیس گھبرا جاتا ہے۔ وہ اشارے سے کہتا ہے کہ ابھی ابھی مجھے یہ بیگ ایک خاتون نے پکڑایا ہے۔ یہ

میرا بیگ نہیں۔ پولیس کے آدمی اسے عورت کی شناخت کرانے کے لیے باہر لاتے ہیں۔ وہ تلاش کرتا ہے۔ ادھر ادھر دیکھتا ہے۔ پھر سامان دیکھتا ہے۔ تو اس میں وہ بیگ نظر آتا ہے۔ جو سمیعہ ساتھ لائی تھی۔ اور جسے تولنے والے کانٹے پر رکھا تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بیگ اٹھا کر سپاہی سامنے لاتا ہے' بیگ کھولتے ہیں۔ بیگ بالکل خالی ہے۔ جرجیس جلدی جلدی اسکی جیبیں دیکھتا ہے۔)

کٹ

سین ۵ آؤٹ ڈور دن

(کار میں سمیعہ جارہی ہے۔ وہ اوپر والے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتی ہے۔ پھر اپنے کان سے بائیں ہاتھ سے بال اونچے کرتی ہے۔ اس کے دونوں کانوں میں کوئی ٹاپس بالیاں وغیرہ نہیں ہیں۔ شیشے پر جا کر کیمرہ فلیش بیک میں جاتا ہے۔)

فلیش بیک

سین ۶ ان ڈور شام کا وقت

(ایک چھوٹے سے پانچ مرلہ کے گھر میں سمیعہ داخل ہوتی ہے۔ اس نے چادر اوڑھ رکھی ہے۔ ہاتھ میں پلاسٹک کا بیگ ہے۔ جس میں اس کا پرس ہے۔ اس نے چادر سے سر ڈھانپ رکھا ہے۔ لمبی چوٹی کر رکھی ہے۔ اس کے کانوں میں خوب صورت بالیاں ہیں۔ آنگن میں اس کا بیمار باپ پلنگ پر لیٹا ہے اور پاس ہی اس کا بھائی سر جھکائے مغموم چہرہ لئے بیٹھا ہے۔)

باپ...... آگئی سمیعہ ؟
سمیعہ...... آگئی اباجی۔ (وقفہ) سلام علیکم۔

(گھڑونچی کے پاس جا کر گلاس میں پانی ڈالتی ہے۔ اس کی کمر بھائی کی طرف ہے۔)

سمیعہ...... پھر تمہارا جھگڑا ہوا بابر؟

بابر...... جھگڑا نہیں ہوا۔ صرف جھڑکیاں پڑیں ہیں۔ سنتا رہا۔ دوسروں کے حصے کی بھی' اپنے حصے کی بھی۔ جھڑکیاں ہی اتنی پڑتی ہیں کہ کام نہیں ہوتا۔ اور کام نہیں ہوتا تو پھر جھڑکیاں پڑتی ہیں۔ یہ تو ایک دائرہ ہے سمیعہ باجی۔

سمیعہ...... سانپ کی طرح کاٹو نا لیکن پھنکارتے تو رہو۔ میں بھی کام کرتی ہوں۔ کسی کی جرأت نہیں' کسی کی مجال نہیں ایک جملہ بول جائے میرے سامنے۔ تم نے اپنی عزت بنا کے نہیں رکھی۔ تمہیں معلوم نہیں کہ دوسروں کو ڈرا کے کیسے رکھتے ہیں۔ میری طرف دیکھو! کیا ہے میری حیثیت؟ ایک معمولی گارمنٹس ڈیزائنر کی لیکن مسٹر فیروز نے آج تک کبھی مجھے دیکھ کر کوئی مشورہ نہیں دیا۔ ہمیشہ نظریں جھکا کر بات کرتے ہیں۔

بابر...... آپ کو ایک فائدہ ہے باجی! آپ لڑکی ہیں۔ لوگ آپ سے ویسے ہی ڈرتے ہیں۔ میں ابھی آتا ہوں ابا۔

باپ...... کہاں جا رہے ہو۔

بابر...... سگریٹیں لے آؤں کھوکھے سے۔

سمیعہ...... پیئو۔ پیئو سگریٹیں پیئو۔ اپنا کلیجہ پھونکو۔ کسی اور کو کبھی نہ جلانا۔ ایک فورمین تمہارے سر پر سوار ہوا رہتا ہے۔ اور تم سے اس کے سامنے بات نہیں بن آتی۔

(بابر باہر چلا جاتا ہے۔)

سمیعہ...... ایسے کام نہیں چلے گا ابا جی۔

باپ...... کیسے کام نہیں چلے گا۔

سمیعہ...... ایسے؟ چلّو بھر پانی سے۔ اتنے پانی میں تو صرف مرا جا سکتا ہے۔

باپ...... کیا کہہ رہی ہے۔

سمیعہ...... یہ کوئی زندگی ہے؟ یہ کوئی زندگی ہے ابا جی۔

باپ ---- بڑی اچھی زندگی ہے بیٹی۔ اپنے سے نیچے دیکھو۔ تو ہم بہشت میں ہیں۔

سمیعہ...... ہم کوئی اندھے نہیں ابا جی۔ ہماری نظر اوپر نیچے دائیں بائیں سب جگہ پڑتی ہے۔ ایسے کام نہیں چلے گا۔ کچھ فیصلہ کرنا پڑے گا۔

باپ...... چل رہا ہے کام سمیعہ۔ چلتا رہے گا' بڑی عزت ہے ہماری۔

سمیعہ...... کون عزت کرتا ہے ہماری؟ حمیدہ جمعدارنی؟ ریڑھے والا سبزی فروش؟ لفافے بنانے والی مائی

ہاجراں۔ یہ عزت ہے؟ یہ معیار ہے آپ کا؟

باپ...... اور کتنی کچھ عزت کرانی ہے تجھے سمیعہ؟

سمیعہ...... آدمی اکیلا زندہ نہیں رہتا ابا جی۔ وہ لوگوں کی رائے کے سہارے زندگی بسر کرتا ہے۔ لوگوں کی آپ کے متعلق اچھی رائے نہ ہو تو آپ کی اپنے متعلق رائے اچھی نہیں رہتی۔ ابا جی کچھ سوچنا پڑے گا۔ وہ بھی جلدی۔

باپ...... بیٹی لوگوں کی ہمارے متعلق اچھی ہی رائے ہے۔ کوئی ہمیں جھوٹا' فریبی' دغاباز نہیں سمجھتا۔ ہم پر لوگ اعتبار کرتے ہیں۔

سمیعہ...... (بہت زیادہ سٹپٹا کر) اور یہ عزت ہے آپ کے نزدیک؟ عزت صرف پیسے سے حاصل ہوتی ہے ابا جی' صرف پیسے سے۔ دولت سارے عیب ڈھانپ لیتی ہے' پھولوں بھری بیل چڑھتی ہے پرانی ٹوٹی دیوار پر۔

باپ...... تیرا غصہ برا ہے سمیعہ۔ اس لئے مجھے ڈر لگتا ہے تجھ سے۔

سمیعہ...... بابر سے کیا سلوک ہوتا ہے فیکٹری میں۔ میں کن مرحلوں سے گزرتی ہوں۔ آپ تو یہاں لیٹے ہیں پلنگ پر۔ آرام سکون کے ساتھ۔ اور وہ بھی کہاں۔ اتنے پیسے ہی نہیں ہوتے کہ آرام سکون سے بیماری کا علاج ہو سکے۔ ٹیکہ لگ جائے تو دوائی نہیں۔ دوائی مل جائے تو خوراک نہیں۔ چھوڑیں ابا جی کچھ نہیں ایسی زندگی میں۔ مجھے کوئی راستہ' کوئی حل سوچنا پڑے گا۔ اور بہت جلد۔

باپ...... کیسا حل؟

سمیعہ...... ابا۔ وزن تولنے کیلئے باٹ ہوتے ہیں۔ ہوتے ہیں ناں؟

باپ...... ہاں ہوتے ہیں تکڑی کے باٹ

سمیعہ...... اور لمبائی کیلئے میٹر ہوتا ہے۔

باپ...... ہاں ہوتا ہے۔

سمیعہ...... ایسے ہی عزت کو ناپنے کیلئے بھی ایک معیار ہے۔

باپ...... بالکل ہے۔ شرافت' تقویٰ' بھلائی' صبر شکر۔

سمیعہ...... بکواس۔ عزت کیلئے صرف دولت کا معیار ہے۔ کوئی نہیں دیکھتا کیسی کمائی ہے۔ کہاں سے آئی ہے۔ بس ایک بار مل جائے۔ کہیں سے مل جائے' پھر سب بکری ہو جاتے ہیں آپ کے سامنے۔

باپ...... تقویٰ سونے کا باٹ ہے بیٹی۔ جو اس میں تل جاتا ہے' پھر خود پارس بن جاتا ہے۔

سمیعہ...... اوہ جی آپ رہنے دیں اپنے فلسفے۔ عام آدمی کے پاس صرف لوہے کا باٹ ہوتا ہے ابا۔ ناپا

صرف عام لوہے کے میٹر سے جاتا ہے۔ ہم جو کل بازار میں سونے کی راڈ لے جائیں تو کوئی ہمیں کپڑا ناپ دے گا اس سے۔

باپ......ایک تو تو بابر کیلئے اتنی اندھی ہو جاتی ہے۔ کہ تجھے نیک و بد کی پہچان ہی نہیں رہتی۔

سمیعہ...... میں سوچوں گی۔ اس کے لئے۔ خود کوئی راستہ نکالوں گی۔ اس کی عزت کریں گے شہر والے۔ میں مجبور کر دوں گی لوگوں کو اس کی عزت کرنے پر۔ وہ کرسیاں اٹھا اٹھا کر سب کو پیش نہیں کرے گا۔ سب کی پیالیوں میں چائے نہیں ڈالے گا۔ کتنی چینی سر؟ کتنا دودھ سر؟ بھاڑ میں گیا ہر سر۔

——— کٹ ———

سین ۷ ان ڈور دن

(ایک آفس کا اندرونی حصہ۔ سمیعہ سر پر چادر لئے ایک بڑے چارٹ پر کوٹ کے ڈیزائین پینٹ کر رہی ہے۔ فون بجتا ہے)

سمیعہ......جی سر۔ جی لیدر کے کوٹ ڈیزائن کر رہی تھی۔ ابھی آئی۔

(سمیعہ دراز کھول کر کاپی اور بال پوائنٹ نکالتی ہے۔ پھر اندر والے آفس میں جاتی ہے۔ اندر ایک خوبصورت نوجوان بیٹھا ہے۔ جو چہرے مہرے سے بالکل ہی سمگلر نہیں لگتا۔ وہ سمیعہ سے نظریں جھکاکر بات کرتا ہے)

فیروز......تشریف رکھیے۔
سمیعہ...... (نظریں جھکا کر) میں ٹھیک ہوں سر۔
فیروز......ہماری فرم نے فیصلہ کیا ہے، بشرطیکہ آپ کو بھی منظور ہو، کہ آپ کو فیلڈ سروے کیلئے جرمنی بھیج دیا جائے جہاں آپ ہمارے مارکٹس کیلئے سروے کریں گی۔ وہاں چمڑے کے کام کا بڑا مارکیٹ ہے۔ تولیہ بھی ہمارا اچھا ہے ——— carved wood اور چاندی کے کام کیلئے بھی امکانات روشن ہیں۔ آپ کو صرف مارکیٹ پوزیشن

دیکھنا ہوگی۔
سمیعہ...... سر میرا اس فیلڈ میں کوئی ایسا تجربہ نہیں ہے۔ میں تو صرف گارمنٹس ڈیزائن کر سکتی ہوں۔

(سمیعہ بیٹھتی ہے)

فیروز......میں خود کچھ دیر کیلئے ٹریننگ کے دوران جرمنی آپ کے ساتھ رہوں گا۔ ہمیں ایک ایسی لڑکی کی تلاش ہے۔ جو مضبوط کردار کی ہو اور معمولی امرجنسی میں اپنا توازن نہ کھو بیٹھے۔
سمیعہ......پتہ نہیں سر۔ چانس تو اچھا ہے لیکن مجھے مارکٹنگ کا کچھ پتہ نہیں۔
فیروز......ہم آپ کو اچھی طرح ٹرین کریں گے۔ بلکہ پروبیشن کے بعد آپ کا شیئر بھی رکھیں گے۔
سمیعہ......اچھا سر میں آپ کو سوچ کر بتاؤں گی۔
فیروز......دیکھ لیجئے۔ بڑا اچھا چانس ہے دنوں میں امیر ہو جائیں گی۔ دنوں میں۔
سمیعہ.... تھینک یو سر۔
فیروز...... آپ سوچ لیں۔ لیکن جلد۔

——— کٹ ———

سین ۸ آؤٹ ڈور دن

(اب ہمارا کیمرہ واپس سمیعہ پر آتا ہے۔ وہ کار ڈرائیو کر رہی ہے۔ اور سیٹ کے سامنے لگے ہوئے چھوٹے آئینے میں دیکھ رہی ہے۔ وہ کار کو پورچ میں لاتی ہے اور اندر جاتی ہے۔ یہ ایک عالی شان مکان ہے۔ ڈرائینگ روم سے گذر کر سمیعہ اندر بیڈروم میں جاتی ہے۔ یہاں باپ راکنگ کرسی میں بیٹھا ہے۔ اس کی گود میں ایک سال کا بچہ ہے۔ سمیعہ پاس جاکر بچے کو چومتی ہے۔)

باپ......تو امریکہ نہیں گئی سمیعہ ؟
سمیعہ......بس ابا پروگرام کینسل ہو گیا۔
باپ...... لیکن تیرا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے۔
سمیعہ...... میرا چہرہ ؟ لیں کہاں ابا۔ بس بچت ہو گئی۔

——— کٹ

سین ۹ ان ڈور دن

(اس وقت ایک اسسٹنٹ کلکٹر' ایک پری وینشن آفیسر' ایک سپرنٹنڈنٹ کسٹم آفس میں موجود ہیں۔ جرجیس ہکا بکا پریشان بیٹھا ہے۔ سامنے وینٹی بکس' اس کا سارا سامان اور ایک کلو ہیروئن پڑی ہے اور سخت نائیلون کے لفافوں میں بند ہے۔)

کلکٹر..... کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ ہیروئن ہے' پورے ایک کلو ہیروئن۔

جرجیس..... میں کلکٹر صاحب آپ کو بتا رہا ہوں کہ یہ وینٹی بکس میرا نہیں ہے۔ یہ بکس مجھے ایک خاتون نے پکڑایا۔ اس میں کیا تھا یا کیا نہیں تھا' میں بالکل نہیں جانتا۔ اس خاتون نے.....

آفیسر ..... یہ بات سردرست ہے کہ اسے یہ معلوم نہیں تھا۔ اس وینٹی بکس میں کیا ہے۔ لیکن اس سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ یہ اس خاتون کا ساتھی نہیں ہے۔ اس طرح کئی بار پہلے بھی ہو چکا ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔

کلکٹر..... آپ جانتے ہیں ان دو لفافوں کی قیمت کیا ہے۔

جرجیس..... پتہ نہیں کلکٹر صاحب۔

کلکٹر..... ایک لفافے کی قیمت یہاں اپنے ملک میں ایک لاکھ روپیہ ہے۔ اور بیرونی ممالک میں ایک کروڑ روپیہ ہے۔ آپ کس ملک میں جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جرجیس صاحب۔

جرجیس..... میں تو سر کراچی جا رہا ہوں۔ اس خاتون نے مجھ سے کہا کہ ان کے پاس سامان زیادہ ہے۔ ذرا میں یہ بیگ ہوائی جہاز تک لے چلوں۔ یہ میرا ٹکٹ دیکھ لیں پلیز۔

آفیسر ..... آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی کہانی کو' من گھڑت افسانے کو مان لیں۔ کراچی پر آپ کو کس سے ٹکٹ ملنے والا تھا؟

جرجس..... میں آپ کو مجبور تو نہیں کر سکتا لیکن سچ یہی ہے۔ کہ نہ یہ بکس میرا ہے نہ ہیروئن۔

کلکٹر..... کیا آپ کو معلوم ہے کہ نارکوٹکس سمگل کرنا کتنا بڑا جرم ہے۔

جرجیس..... جی پتہ ہے لیکن میں اس جرم کا مرتکب نہیں ہوں۔ اور بظاہر وہ خاتون بھی ایسی نہیں لگتی تھیں۔ لیکن کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ کسی کے متعلق۔

آفیسر ..... ہم آپ کی ہیروئن کو Seize کر لیں گے لیکن معاملہ یہیں ختم نہیں ہو گا۔

کلکٹر..... اگر آپ ہمیں اس خاتون کا نام پتہ بتا دیں۔ تحقیقات کے لیے کچھ ریمانڈ ہم لیں گے۔

اگر آپ بے قصور ثابت ہوئے تو اور بات ہے۔

آفیسر ..... ورنہ معاملہ تو بہت سنگین ہے۔ تین سال' پانچ سال' دس سال تک کی سزا ہو سکتی ہے۔

کلکٹر..... تو فرمائیے۔ (قلم اٹھاتے ہوئے) ان بیگم صاحب کا نام؟

جرجیس..... آپ مانیں گے تو نہیں اور آپ کو ماننا بھی نہیں چاہیئے لیکن میں واقعی انہیں نہیں جانتا۔ میں نے پہلی بار انہیں ایئرپورٹ پر دیکھا۔ میں تو غالباً اگر دوبارہ انہیں ملوں تو پہچان بھی نہیں سکتا۔

آفیسر ..... پھر آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ آپ کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

—— کٹ ——

سین ۱۰ ان ڈور شام کا وقت

(جیل خانہ۔ ایک کال کوٹھڑی میں شام کا وقت۔ ایک طرف بہت سا بھس پڑا ہے۔ جس پر ایک قیدی سو رہا ہے۔ لیکن جرجیس ایک طرف دیوار کے ساتھ کمر لگائے بیٹھا ہے۔ اس وقت ایک سپاہی اور جرجیس کی بہن صفورا کھڑکی تک آتے ہیں۔ صفورا نے ڈاکٹروں والا کوٹ اور سٹھیتو سکوپ پہن رکھا ہے سپاہی کچھ فاصلے پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ جرجیس اپنی جگہ سے اٹھ کر آتا ہے۔ صفورا رو رہی ہے۔ وہ کھڑکی کی سلاخوں سے بازو باہر کر کے صفورا کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے)

جرجیس..... اوں ہوں روتے نہیں ہیں۔ روتے نہیں ہیں۔

صفورا..... تو پھر کیا کرتے ہیں بھیا جی۔ (غصے کے ساتھ)

جرجیس..... بس بس! بس صبر کرتے ہیں۔ ایک تو تجھ میں غصہ بہت ہے صفورا۔ حالات کے خلاف ہوتا ہے ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ معصوم اور بے گناہ آدمی پر کسی اور کے گناہ کی زد پڑ جاتی ہے۔ ہوتا ہے ایسے۔ میں مانتا ہوں ہوتا ہے۔ جب ظلم کی گاڑی چلتی ہے تو بے گناہ ضرور پستے ہیں۔

صفورا..... لیکن ہمیں ہی کیوں چن لیا ہے ہماری قسمت نے۔

جرجیس..... دیکھو صفورا بڑے مقامات آتے ہیں زندگی میں بڑے واقعات ہوتے ہیں۔ سارے حسب منشاء نہیں ہوتے۔ اور جب جب آدمی کے حسب منشاء واقعات نہ ہوں تو پھر پتہ چلتا ہے کہ آدمی کس دھات کا بنا ہے۔ عام نارمل حالات میں تو سب آدمی ایک سے ہوتے ہیں' مشکلات میں پتہ چلتا ہے کہ آدمی پیتل کا ہے کہ

سونے کا۔

صفورا...... اب میں کیا کروں اکیلی ' میں کیا کروں بھیا جی۔

جرجیس...... یہ سوچنے والی بات ہے۔ کالج چھوڑ کر ڈاکٹری کے خواب تہہ کر کے کوئی اور کام؟ معمولی سا......

صفورا...... ساری عمر۔ ساری عمر...... سارا وقت آپ یہی کہتے رہے کہ اگر غلط کام نہیں کرو گی تو تمہارے متعلق کوئی غلط بات بھی منسوب نہیں ہوگی...... اب...... بتائیے کہاں گئی وہ ساری نیک نامی۔ کون اب ہمارے متعلق اچھی رائے رکھ سکتا ہے۔ آدمی ساری عمر ترستا ہے اور عزت بھی حاصل نہ ہو آخر میں۔

(سپاہی پاس آتا ہے اور صفورا سے کہتا ہے۔)

سپاھی...... بی بی جی وقت ہو گیا ہے۔

جرجیس...... شاباش جاؤ۔ اور دلیر رہنا ہے آخر تک۔ اماں کی طرح۔ کالج چھوٹ جائے گا۔ نوکری کرنی پڑے گی۔ لیکن بدی کے سامنے ہتھیار ڈالنا ضروری نہیں ہے۔ اماں کی طرح مضبوط رہنا لب بند کر کے۔

(صفورا کے آنسو بے تحاشا گرتے ہیں۔ اور وہ سر سے نہیں نہیں کا اشارہ کرتی ہوئی جاتی ہے۔
اب جرجیس آہستہ آہستہ واپس جا کر پھوس کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ ایک تنکا اٹھاتا ہے۔ دانتوں میں لیتا ہے۔
کیمرہ آہستہ آہستہ اسکے چہرے پر آتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔)

فلیش بیک

سین ۱۱ آؤٹ ڈور دن

(جرجیس کے چہرے سے سیمنٹ اور روڑی ملانے والی مشین پر آتے ہیں۔ ایک گھر تعمیر ہو رہا ہے۔ سیمنٹ کی مشین چل رہی ہے۔ مزدور کام کر رہے ہیں۔ جرجیس 'جو ٹھیکیدار ہے' اس وقت کوٹھی کے مالک کو کوٹھی کا کام دکھانے مشین کے پاس رکا ہوا ہے۔ جرجیس ڈالڈے کے ڈبے میں پڑا ہوا پانی فرش پر ڈال کر ہاتھ سے جگہ صاف کر کے مالک کو دکھاتا ہے۔ پھر وہ دونوں ڈرائنگ روم جاتے ہیں۔ جرجیس سوئچ جلا کر تمام بتیاں اور سٹینڈ لیمپ

روشن کرتا ہے۔ دونوں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جاتے ہیں)

______کٹ______

سین ۱۲ ان ڈور رات

(یہ ٹھیکیدار جرجیس کا گھر ہے۔ درمیانے طبقے سے تعلق رکھنے والا یہ آدمی ایمان دار ہے۔ اور سارے علاقے میں اس کی بڑی عزت ہے۔ اس وقت وہ اور ایک اوورسیئر صوفے پر بیٹھے ہیں۔ پاس ہی جرجیس کا کیلکولیٹر ______ اور کاغذات پڑے ہیں۔ وہ ساتھ ساتھ کاغذوں پر کچھ رقمیں جوڑتا بھی جاتا ہے)

اوورسیئر...... دیکھئے جرجیس صاحب۔ آپ کو ٹھیکہ دلانا میرا کام لیکن آپ اگر میری پتی شامل نہیں کریں گے تو شاید نہ آپ کا کام بنے نہ میرا۔

جرجیس...... دیکھئے اوورسیئر صاحب۔ میں نے جائز منافع کے ساتھ اپنے محنانے کو مدنظر رکھ کر ٹینڈر بھرے ہیں۔ رجسٹریشن فیس جمع کرا دی ہے۔ یہ ڈیمانڈ ڈیپازٹ کا بنک ڈرافٹ ہے ' میں سارا کام وقت پر کروں گا۔ آپ کو ' نہ آپ کے انجینئروں کو ' نہ آرکیٹکٹ صاحب کو میرے پیچھے بھاگنا پڑے گا ' یہ میری گارنٹی ہے۔

اوورسیئر...... یہ تو مجھے معلوم ہے۔ معلوم ہے مجھے لیکن ٹھیکیدار صاحب اوپر سے نیچے تک سب کا ٹکس ہوتا ہے۔ اور یہ بات آپ کے لیول میں طے ہوتی ہے، ہمیشہ۔ آپ ٹینڈر دوبارہ بھریں۔ زیادہ بھریں لیکن ہمیں نہ بھولیں پاس کرنا میرا کام۔ رجسٹریشن فیس میں ادا کر دونگا دوبارہ۔

جرجیس...... اوورسیئر صاحب میں آپ کا دل دکھانا نہیں چاہتا اور نہ ہی میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ میں کوئی بہت ہی بڑا اصول پرست ' دیانت دار شکرا ہوں۔ ہمارا پیشہ ویسے ہی ایسا ہے کہ لوگ ہم پر اعتبار نہیں کرتے۔

اوورسیئر...... جب پہلے ہی لوگ آپ پر اعتبار نہیں کرتے تو پھر آپ خواہ مخواہ کیوں خسارے میں رہنا چاہتے ہیں۔

جرجیس...... میں ایک چھوٹا سا مثبت قدم اٹھانا چاہتا ہوں۔ بالکل چھوٹا سا۔ اگر سوسائٹی مجھے اس کی

اجازت دے۔ امیر میں بھی ہو جاؤں گا۔ شاید کچھ وقت زیادہ لگ جائے' محنت زیادہ کرنی پڑ جائے لیکن میں سوسائٹی کے امیر طبقے میں چور دروازے سے داخل ہونا نہیں چاہتا۔

اوورسیئر...... آپ کے دل میں امیر ہونے کی خواہش ہے تو یہ اچھا موقع ہے۔ کیوں اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں۔

جرجیس...... شاید آپ کی بات درست ہو' میں بھی کچھ سال بعد سوچنے لگوں کہ ریں ریں ریں کرنے سے بہتر ہے کہ ایک ہی چھلانگ میں' ایک ہی جست میں دوسرے کنارے ہونا چاہئے لیکن ابھی... میں تھوڑا سا سوچ سکتا ہوں۔ دولت کے علاوہ بھی' چند دوسری قسم کی باتوں پر بھی غور کر سکتا ہوں......

اوورسیئر...... میں تو آپ کی شرافت' آپ کی دیانت داری کے پیش نظر آیا تھا۔ دیکھیں ناں دوسرے ٹھیکیدار بھی ہیں۔ شفیع مجھے پیشگی پے کر سکتا ہے۔ ناظم نے بہت ہائی پرسنٹیج لگائی ہے لیکن میں سوچتا تھا کہ اگر آپ کی مدد ہو جائے۔

جرجیس...... مہربانی ہے۔ مہربانی ہے شکریہ' فی الحال مجھے اپنا جیسا کیسا نام پیارا ہے۔ جب لوگ میرے متعلق خوش فہمی کے ساتھ باتیں کرتے ہیں تو واقعی میں ایک ایک فٹ اونچا چلتا ہوں۔ دیکھئے شاید کچھ ایسے واقعات ہوں...... ایسے مقامات ہوں جہاں پر یہ کیفیت نہ رہے۔ پھر شاید سوچا جا سکتا ہے آپ کی لائینز پر۔ فی الحال تو مجبوری ہے۔

اوورسیئر...... (اٹھتے ہوئے) اچھا جی خدا حافظ۔ آپ سوچ لیں پھر بھی۔

جرجیس...... خدا حافظ

(اوورسیئر جاتا ہے' ایک لڑکا داخل ہوتا ہے۔)

لڑکا...... چاچا جی بلا رہے ہیں۔

جرجیس...... چاچا جی کو بتاؤ ہم آ رہے ہیں۔ پورے جوش کے ساتھ' بن ٹھن کر۔

لڑکا...... سارے مہمان آ گئے ہیں۔ مجرا کرنے والی بھی آ گئی ہے۔

جرجیس...... کون آ گئی ہے؟

لڑکا...... وہ جی باجے ہارمونیم سب لگا دیئے ہیں' ٹنٹ کے نیچے تخت پوش پر۔

جرجیس...... تمہارے بھائی کا ولیمہ نہیں ہے آج؟

لڑکا...... ہاں جی آپ جلدی آ جائیں۔ صرف آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔

جرجیس...... چلو میں آتا ہوں۔

(اٹھتا ہے۔ پیسے جمع کر کے دراز میں رکھنے کیلئے جاتا ہے)

جرجیس...... جامی یار (سوچتے ہوئے)

(لڑکا جواب تک دروازے تک پہنچ گیا ہے' رکتا ہے)

جرجیس...... اس طرف آنا بھئی۔

(جامی پاس آتا ہے)

جرجیس...... دیکھو بھئی میں آ نہیں سکتا۔ ابھی مجھے کچھ بخار ہے۔ اپنے اباجی سے کہنا میں صبح حاضر ہو جاؤں گا' ناشتے سے پہلے۔

لڑکا...... لیکن وہ تو انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کے گیٹ پر کھڑے ہیں اباجی۔

جرجیس...... میں ذرا ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہوں۔

لڑکا...... آپ مجرا دیکھنا نہیں چاہتے۔

جرجیس...... چاہتا ہوں۔ چاہتا کیوں نہیں۔ لیکن اب کچھ مزے دار چیزیں چھوڑنی بھی پڑتی ہیں ناں زندگی میں جیسے تم نے پتنگ اڑانی چھوڑ دی۔

لڑکا...... وہ تو جی میں نے امی کو خوش کرنے کے لئے چھوڑی تھی۔ میرا تو اب بھی دل کرتا ہے۔

جرجیس...... بس ایسے ہی ہم نے بھی لوگوں کو خوش کرنے کے لئے' اپنی نیک نامی کے لیے اچھے نام کے لئے بڑا کچھ چھوڑ رکھا ہے۔

لڑکا...... تو کیا کہوں اباجی سے۔

جرجیس...... (آنکھ مار کر) ڈاکٹر صاحب کے پاس جا رہے ہیں۔ بخار ہے۔ جرجیس صاحب کو۔

—— کٹ ——

سین ۱۳ ان ڈور شام کا وقت

(جہاں سے فلیش بیک شروع ہوتا ہے‘ وہاں کیمرہ واپس جرجیس پر آتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ اس کے ساتھ والا قیدی اب جاگ چکا ہے۔ یہ قیدی اس وقت گانا گا رہا ہے۔ یہ گانا علیحدہ تیار کروایئے گا۔ یہ ساغر صدیقی کی غزل ہے‘ اس وقت بغیر ساز کے ایک مصرعہ قیدی گاتا ہے)

قیدی......

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

(اس شعر کے دوران دوسرے قیدی اور جرجیس کے کلوزاپ آتے ہیں)

—— کٹ ——

سین ۱۴ ان ڈور رات

(یہ بہت ہی خوبصورت امیرانہ بیڈروم ہے۔ اس وقت سمیعہ پلنگ پر لیٹی ہے۔ جیسے وہ حواس باختہ سی ہو۔ قریب ہی اس کا شوہر فیروز بیٹھا ہے۔ لیکن یہ خوبصورت آدمی کبھی بھی ضمیر کی گرفت میں نہیں آتا۔ فیروز کے سامنے اس کی رسٹ واچ پرزے پرزے پڑی ہے۔ اور وہ اسے ٹھیک کرنے کی کوشش میں ہے)

فیروز......ایسے نہیں سوچتے۔

سمیعہ......وہ چہرے سے بہت معصوم......بالکل ناتجربہ کار..........بہت زیادہ دوسروں پر اعتبار کرنے والا۔

فیروز......دوسرے الفاظ میں احمق۔

سمیعہ......نہیں فیروز احمق نہیں۔ بالکل نہیں۔ میں چھ سال سے یہ کام کر رہی ہوں۔ کبھی مجھے خیال نہیں آیا۔ کسی پر ترس نہیں آیا۔ کبھی اپنا کام غلط نہیں لگا۔ کبھی کسی کو اپنے سے بہتر نہیں سمجھا۔

فیروز......اب بھی نہیں آنا چاہئے سمیعہ - ہر کام میں‘ ہر پیشے میں کچھ خرابیاں ہوتی ہیں۔ کچھ اس کے

خطرات ہوتے ہیں‘ لیکن آدمی جب ایک پیشہ اختیار کرتا ہے تو وہ اس کے منفی اور مثبت دونوں پہلوؤں کو اکٹھا اختیار کرتا ہے۔

سمیعہ......یہ تو تم کئی بار پہلے بھی کہہ چکے ہو فیروز۔ پتہ نہیں‘ ہو سکتا ہے وہ مجھے بد دعائیں دیتا ہو۔ اور سنا ہے معصوم کی بد دعائیں ضرور لگتی ہیں۔ دور تک۔

فیروز......یہ ایسے وہم ہے تمہارا پتہ ہے اب تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

سمیعہ......کیا؟

فیروز......تمہیں اب معرکوں‘ ہنگاموں سے پیار نہیں رہا۔ اب تم گھریلو عورت بنتی جا رہی ہو بیگم صاحب......بچہ......گھر......شوہر......تم میں گرو کی سپرٹ نہیں رہی۔ پہلے جب تم ہیروئین سمگل کرنے جاتی تھیں تو تمہارے لہو میں جوش اور کھلبلی ہوتی تھی۔ تم کچھ اہم کرنے کی خواہش رکھتی تھیں۔ دوسروں کو جل دے کر‘ الو بنا کر مزا آتا تھا تمہیں۔

سمیعہ......ہاں۔ شاید۔ لیکن فیروز اب ہمیں اس ریکٹ کی ضرورت بھی کیا ہے؟ کیا ہم سیدھی سادھی امپورٹ ایکسپورٹ پر گزارہ نہیں کر سکتے۔ آرام دہ زندگی کے لئے اگر اب ہم کچھ بھی نہ کریں‘ تو بھی بہت ہے۔

فیروز......میں۔ خطرات سے محبت کرتا ہوں سمیعہ - میں نے تم سے اس لئے شادی کی کہ تم میرے لئے ایک چیلنج تھیں۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا جو مدھم مدھم چلتا ہو۔ میں محبت بھی پوری طرح جل کر کرتا ہوں اور پیشہ بھی وہ اختیار کرتا ہوں جس میں جل جانے مرجانے کے امکانات ہوں۔

سمیعہ......اسی لئے تم سمجھ نہیں سکتے۔

فیروز......کیا نہیں سمجھ سکتے؟

سمیعہ......(ہنس کر) یہ گھڑی کسی دوکان پر دے دیتے۔ اتنی مہنگی گھڑی ہے۔

فیروز......اسی لئے تو خود دیکھ رہا ہوں۔

سمیعہ......کیا مطلب؟

فیروز......اس کے خراب ہو جانے‘ ناکارہ ہو جانے کا دھڑکا ہے۔ میں اسے ٹھیک کرنے میں ایکسائٹمنٹ محسوس کر رہا ہوں۔

سمیعہ......بڑے خوش نصیب ہو۔

فیروز......ہاں۔ تم جیسی بیوی جس کو بھی مل جائے‘ وہ خوش نصیب ہوتا ہے۔

سمیعہ......فیروز اس آدمی کی آنکھوں میں کچھ تھا......کچھ دیر کے لئے میرا جی چاہا کہ کاش وہ دیکھ نہ سکتا

ہو۔ اتنی معصومیت تھی ان آنکھوں میں...... پہلی بار مجھے یوں لگا جیسے میں بہت ہی خراب ہوں۔ گندی میلی' آوارہ' بدفطرتی اور کہیں وہ مجھے دیکھ نہ لے۔

فیروز......ہوتا ہے۔ ہوتا ہے ایسے ہوتا ہے. جب میں نے پہلے پہلے یہ کام شروع کیا تو ابھی مجھ میں اعتماد نہیں تھا اپنے اوپر۔ میں فرانس میں تھا ان دنوں ———— پلمبر ———— بنا ہوا تھا۔ ایک گھر میں گیا۔ مجھے میرے مالک نے کچھ ایڈریس دیئے تھے۔ ایک ایڈریس پر پہنچا۔ وہاں کال بل بجائی۔ ایک سولہ برس کی لڑکی باہر نکلی۔ اس کا چہرہ فرشتے کی طرح تھا۔ شفاف نیلی آنکھیں۔ میرا جی نہ چاہا کہ میں اسے ہیروئن بیچوں...... مجھے ایسے لگا جیسے میں کوئی بہت ہی گھٹیا آدمی ہوں۔ لیکن اس نے مٹھی کھول کر رقم میرے چہرے کے سامنے کر دی...... ہوتا ہے۔ ہوتا ہے ہوتا ہے' یہ بھی ہوتا ہے۔

—— کٹ ——

سین ۱۵ ان ڈور رات

(کھانے کا کمرہ۔ اس وقت بابر اور اس کا باپ کھانے کے کمرے کی میز پر بیٹھے ہیں۔ بابر ایک اداس گم گشتہ آدمی ہے۔ اس کا چہرہ مدقوق اور آنکھیں اندر کو دھنسی ہیں۔)

باپ...... (کھانا کھاتے ہوئے) کیا سوچ رہے ہو بابر۔

بابر...... کچھ نہیں اباجی۔

باپ...... پھر بھی۔

بابر...... پتہ نہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں جیسے میں بوجھ ہوں۔ سمیعہ باجی پر۔

باپ...... تم ان کی بزنس کو سنبھالتے ہو۔ منیجر ہو' نکمے نہیں ہو۔

بابر...... (لمبا سانس لے کر) اس لئے نہیں اباجی کہ میں منیجر ہونے کا اہل ہوں بلکہ صرف اس لئے کہ میں سمیعہ باجی کا بھائی ہوں۔ ایک معمولی دسویں پاس اتنی بڑی پوسٹ پر تو نہیں ہو سکتا۔

باپ...... بابر!

بابر...... جی اباجی۔

باپ...... تم کیا چاہتے ہو۔

بابر...... میں یہ ساری مراعات۔ میں یہ سارا کچھ چھوڑنا چاہتا ہوں۔ میں کسی فیصلے پر پہنچنا چاہتا ہوں۔ کسی اپنے فیصلے پر۔

باپ...... تمہیں فیروز نے کچھ کہا ہے۔

بابر...... وہ شخص تو اتنا اچھا ہے' اتنا ہمدرد ہے کہ...... کہ وہ پاؤں تلے آنے والی چیونٹی کو بھی پھلانگ کر گزرتا ہے۔ وہ مجھے کیا کہہ سکتا ہے......

باپ...... پھر کچھ سمیعہ باجی نے کہا۔

بابر...... باجی نے تو سب کچھ کیا ہی میرے لئے ہے۔ انہوں نے تو ایک چھلانگ میں' ایک جست میں میری کائنات بدل دینا چاہی ہے۔ صرف میں کہیں جا کر...... اپنی محنت کے برابر رزق کمانا چاہتا ہوں۔ خاموش رہنا چاہتا ہوں۔ پہاڑوں میں۔ ایسے لوگوں کے درمیان جن کی رائے کے متعلق مجھے فکر نہ ہو۔ میں کبھی نہ سوچوں کہ وہ میرے متعلق کیا سوچتے ہیں۔ کیوں سوچتے ہیں' اور یہاں یہ ممکن نہیں۔

(اس وقت سال سوا سال کا بچہ گود میں اٹھائے سمیعہ آتی ہے۔ وہ چند لمحے بچے سمیت باتیں کرتی ہے۔ پھر ایک آیا آ کر بچہ لے جاتی ہے۔ بابر دیکھ کر سلام علیکم کہتا ہے۔)

سمیعہ...... وعلیکم سلام۔ بیٹھو بیٹھو سلامت رہو۔ بھئی یہ سوٹ تو تم پر بہت اچھا لگ رہا ہے۔ میں کہتی تھی ناں گرے میں اچھا لگے گا۔

(بیٹھ جاتی ہے۔ آیا بچہ لے جاتی ہے۔)

باپ...... فیروز کہاں ہے؟

سمیعہ...... کوئی جرمن ڈیلیگیٹ آیا ہوا ہے۔ ان کے پاس ہوٹل گئے ہیں۔ (بابر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر) کیا بات ہے بابر۔ کوئی نئی بات ہے کہ وہی پرانا صدمہ ہے ضمیر والا۔

بابر...... (بڑی نرمی اور آہستگی کے ساتھ) سمیعہ باجی آپ مانیں گی تو نہیں' لیکن میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔

سمیعہ...... (آہستہ جیسے اپنے آپ سے) مجھے معلوم تھا۔ میں جانتی تھی۔ پہاڑ کی چوٹی پر برف ہمیشہ نہیں ٹھہر سکتی' وہ ضرور پھسلتی ہے ڈھلوان کی طرف۔

بابر...... (ہاتھ مل کر) میں یہ ساری آسائش کی زندگی کا مستحق نہیں...... میں ان چیزوں کا حق دار نہیں ہوں۔

سمیعہ...... کیسی باتیں کرتے ہو بابر۔ تم ہماری فرم کے منیجر ہو۔

بابر...... اگر میں آپ کا بھائی نہ ہوتا تو کیا وہ مجھے منیجر رکھتے؟ سمیعہ باجی میں زیادہ غیرت مند نہیں بننا چاہتا۔ مگر میں ایک بار اکیلا اپنے راستے پر جانا چاہتا ہوں ایسا راستہ جس پر لوگ معنی نہ رکھتے ہوں۔

سمیعہ...... لوگ تجھے پیس دیں گے بابر۔

بابر...... ایک بار آپ مجھے انگلینڈ جانے دیں۔ ورک ویزا پر میری قسمت ہوئی تو وہاں میرا کچھ بن جائے گا۔ نہ ہوئی تو آپ بھول جائیے گا کہ کبھی کوئی بابر بھی تھا۔

باپ...... تم دونوں میں کتنا غصہ ہے۔ تمہیں نہ غریبی راس آئی نہ امیری۔ ہر جگہ تمہارا غصہ ساتھ رہا۔

بابر...... مجھ میں تو کبھی غصہ نہیں تھا ابا جی۔ میں تو ہمیشہ غم زدہ رہا۔

باپ...... اپنوں کے خلاف غصہ ہو تو غم کہلاتا ہے بابر۔ دوسروں کے خلاف ابلتا ہو تو غصہ ہوتا ہے۔ تو ہمیشہ اپنوں کے خلاف لڑا' اسی لئے غم نصیب ہے۔

بابر...... آپ مجھے اجازت دیجئے سمیعہ باجی۔ جرمنی کے کسی چھوٹے سے شہر میں۔ جہاں لوگ میری زبان نہ بولیں گے' انہیں نہ میری فکر نہ میرے خلاف کوئی شکایت ہو گی۔ جہاں وہ میرے متعلق کوئی رائے نہیں رکھیں گے۔ وہاں اونچے اونچے برف پوش درختوں میں کام پر آتے جاتے شاید کسی دن مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیوں ہے؟ کیسے ہے؟

باپ.... کیا معلوم ہو جائے۔

بابر...... زندگی کیا ہے؟ کیوں ہے؟ کیسے ہے؟

سمیعہ...... مجھے معلوم تھا۔ وہیں (آہستہ آہستہ) جس وقت میں نے اسے وینٹی بکس پکڑایا' مجھے محسوس ہوا کہ چاند گہنا گیا ہے۔ خوشیوں کی چوکھٹ میں دیمک نے پہلا گھر بنا لیا ہے۔ مجھے پتہ تھا اسی وقت۔ اب کچھ تبدیلی آ کر رہے گی۔

_____ کٹ _____

سین ۱۶ — آؤٹ ڈور — دن

(ایک دکان جس پر سوٹ کیس' اٹیچی' ہول ڈول' باتھ میٹ وغیرہ پڑے ہیں۔ ایک بڑا ہی شریف آدمی' جس کی خوبصورت سی کالی سفید ڈاڑھی ہے' کاؤنٹر پر کھڑا ہے۔ کاؤنٹر پر ان گنت سوٹ کیس پڑے ہیں۔ ان میں سے ایک سوٹ کیس کو فیروز دیکھ رہا ہے۔ وہ اس کے لاک لگاتا اور کھولتا ہے۔ پھر اس کی پاکٹیں دیکھتا ہے۔ الٹ کر اس کا جائزہ لیتا ہے۔)

دکاندار...... جناب چمڑے کا ہے۔ بڑا مضبوط ہے۔

فیروز...... بالکل بالکل۔ میں جانتا ہوں بڑا مضبوط ہے لیکن ______ مجھے کچھ اور درکار ہے۔ میری ریکوائرمنٹ کچھ اور ہیں۔

دکاندار...... آپ بتا دیں۔ ہم ویسا بنا دیں گے۔

فیروز...... اب میں آپ کو کیا سمجھاؤں۔ اگر کوئی آپ کا کاریگر ہو تو میں اسے سمجھا سکتا ہوں۔

دکاندر...... بشیر (آواز دے کر) بشیر

(بشیر اس وقت پروں والے جھاڑو سے الماریوں میں لگے ہوئے سوٹ کیس صاف کر رہا ہے۔ وہ مڑ کر دیکھتا ہے)

دکاندار...... اندر سے خداداد کو بلا ذرا۔ جناب عالی یہ جو سوٹ کیس میں نے آپ کو دکھایا ہے اس کی کبھی کوئی شکایت نہیں آئی۔ آپ اوپر نظریں ماریں۔ اس میں تین کلر مل جائیں گے اور تین سائز' ویسے اس کی چھ مہینے کی گارنٹی بھی ہے۔

(خداداد کان پر پنسل لگائے اندر کی طرف سے آتا ہے)

خداداد...... جی جناب عالی۔

دکاندار...... ذرا میاں صاحب کی بات سن لو۔ اگر ان کی مدد کر سکتے ہو تو وعدہ کرنا۔ جھوٹی تاریخ نہ دینا۔

(ایک خاتون اندر داخل ہوتی ہے۔ دوکاندار اس کے ساتھ لگ جاتا ہے خداداد اور فیروز دوکان کے پچھلے حصہ میں جاتے ہیں اور بڑی میز پر فیروز ایک نقشہ نکال کر رکھتا ہے۔ نقشے میں ایک سوٹ کیس ہے۔ اور سوٹ کیس کے نیچے ایک خفیہ قسم کا علیحدہ پینڈا ہے۔ جس کی تصویر بنی ہوئی ہے)

فیروز...... یہ آپ کا سوٹ کیس ہے۔ جیسا کہ آپ ہمیشہ بناتے ہیں۔ اور یہ میں چاہتا ہوں۔ یہ تصویر کو دیکھئے ذرا۔

خداداد..... دیکھ رہا ہوں جناب عالی۔

فیروز...... یہ اس کا false پینڈا ہے۔ یعنی جب میں چاہوں یہ پینڈا جو بالکل سوٹ کیس کی material کا بنا ہو - اور اس کے نیچے فٹ ہو جائے۔ سوٹ کیس کے پینڈے میں اور اس میں صرف آدھ انچ کی جگہ ہونی چاہئے۔

خداداد ... کرنا کیا ہے آپ نے سرکار۔

فیروز ...... یار زیور رکھنا ہے۔

خداداد ...... اچھا۔

فیروز...... سفر میں مشکل ہوتی ہے ناں زیور کی۔

خدا...... اچھا اچھا۔ نالا شالا تو نہیں لگانا۔

فیروز...... ناں ناں ناں۔ پتہ نہ لگے کہ یہ کوئی علیحدہ چیز...... ہے۔

خداداد..... فکر نہ کریں سرکار چار روٹیں (Rivets) لگیں گی مالوم ہی نہیں ہو گا کہ کوئی علیحدہ چیز ہے۔ کمال فٹ ہو جائے گا۔

فیروز...... کب آؤں (جیب سے پیسے نکال کر) ایڈوانس لے لیں آپ مجھ سے۔

خداداد..... ایڈوانس ادھر چاچاجی کے پاس۔

دکاندار...... (فاصلے سے) تاریخ ایک نکس کریں۔ ایویں چکر نہ لگوائیں خداداد گاہک کو۔

(فیروز دوکاندار کی طرف آتا ہے)

——— کٹ ———

سین ١٧

(انگلستان کے کسی تاریخی منظر کا پوسٹ کارڈ، جو آپ کروما کے طور پر استعمال کریں گے۔ اس کے سامنے بابر جینز قمیض پہنے کھڑا ہے اور اس نے کندھے پر جیکٹ اٹھا رکھی ہے۔)

——— کٹ ———

سین ١٨ آوٹ ڈور دن

(جرمنی کا پوسٹ کارڈ۔ بابر سوپرامپوز)

——— کٹ ———

سین ١٩ آوٹ ڈور دن

(فرانس کے ایفل ٹاور کے سامنے سر پر ٹوپی کندھے پر جیکٹ اٹھائے بابر کھڑا ہے۔ اب یہ الفاظ سوپرامپوز ہوتے ہیں)

بابر...... سمیعہ باجی ابھی نوکری نہیں ملی۔ انگلستان میں ان ایمپلائمنٹ الاؤنس ——— پر گزارہ تھا۔ یہاں فرانس میں وہ بھی نہیں، کبھی کبھی فٹ پاتھ پر سونا پڑتا ہے۔ لیکن آدھی رات کے وقت سپاہی آکر اٹھا دیتا ہے۔ ابھی تک میں مضبوط ہوں۔ مجھے کوئی نہیں جانتا۔ کوئی میرے متعلق کسی قسم کی رائے نہیں رکھتا۔ ابھی تک مجھ میں ہمت ہے۔ میں واپس لوٹنا نہیں چاہتا۔ میں مور کے پَر ادھار لے کر اپنی بدصورتی چھپانا نہیں چاہتا۔ لیکن کیا پتہ کل میں اپنے آپ سے سمجھوتہ کر لوں اور لوٹ آؤں۔ اور ایسی عزت کا حق دار ٹھہروں جو میرا حق نہیں۔

——— کٹ ———

سین ۲۰ آؤٹ ڈور دن

(شالیمار باغ میں۔ فیروز اور سمیعہ جارہے ہیں۔ فیروز مختلف مقامات پر سمیعہ کی اور پانچ سالہ بچے کی تصویریں کھینچتا ہے)

کٹ

سین ۲۱ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(محبت بھرا سین۔ سمیعہ قالین پر اپنے پانچ سالہ بچے کے ساتھ لان میں بیٹھی ہے۔ فیروز قالین کے ایک طرف جاکر دونوں کونے پکڑ کر کندھے پر رکھ کر قالین گھسیٹتا ہے۔ سمیعہ اور بچہ لڑھکتے ہیں۔ سمیعہ بھاگ کر جاتی ہے اور دوچار کے فیروز کے کندھوں پر مارتی ہے۔ اس گھسیٹنے اور مارنے میں انتہائی لاڈ ہونا چاہئے۔)

کٹ

سین ۲۲ ان ڈور دن

(اس وقت سمیعہ راجستانی لباس پہنے آئینے کے سامنے کھڑی ہے۔ اور اپنے لباس کو آخری درستگی دے رہی ہے۔ فیروز پلنگ کے پاس کھڑا ایک سوٹ کیس کو جانچنے میں مشغول ہے۔)

فیروز...... سمیعہ

سمیعہ......جی۔

فیروز......اس طرف آؤ۔

(سمیعہ پاس آتی ہے۔)

فیروز......کیا تمہیں شک ہوتا ہے کہ اس سوٹ کیس کا پیندا علیحدہ ہے۔

سمیعہ......اچھا بن کر آگیا؟ ہائے بالکل نہیں، پتہ ہی نہیں لگتا۔

فیروز......اب فول پروف کام ہوگا، اس کے نیچے تو چاہے دو کلو ہیروین چلی گئی۔ پتہ ہی نہیں چلے گا۔

سمیعہ.....میں کیسی لگ رہی ہوں؟

فیروز......کسی تھرپارکر کے ٹھاکر سے پوچھو۔ میں تو عادی نہیں ہوں۔

سمیعہ......ہائے بتاؤ ناں۔ میرا فیشن شو کیسا جائے گا۔

فیروز......بالکل ٹھیک۔ تمہاری ہر چیز ٹھیک جاتی ہے۔

(سمیعہ۔ ڈریسنگ ٹیبل کے پاس جاتی ہے۔ فیروز پیچھے سے جاتا ہے سمیعہ اس وقت کانوں میں ڈنڈی جھمکا پہننے والی ہے۔ فیروز ایک کان میں اسے ڈنڈی جھمکا پہناتا ہے۔ ساتھ ساتھ کہتا ہے۔)

فیروز......اس بار شاید مجھے فرانس میں دیر لگے، دو مہینے۔ گھبرانا نہیں ہے۔

سمیعہ......دو مہینے نہیں فیروز۔ جلدی۔

فیروز......جلدی آؤں گا۔ تم ایسے نہ کہہ دیا کرو سمیعہ۔ پھر جانے کو جی نہیں چاہتا۔

سمیعہ......آئی ایم سوری۔

فیروز......میں خود اس کاروبار سے تھک گیا ہوں، لیکن اب کمبل نہیں چھوڑتا۔

سمیعہ......ہاں۔ (یک دم سنجیدہ ہو کر) ایک دن ہمیں بھی فیصلہ کرنا ہی پڑے گا۔

فیروز......برا شگون بچھڑتے وقت ایسی باتیں نہیں کرنا Be a brave girl بھئی ہمارا تو سب کچھ moral ہے۔ ہم تو اسی کے سر پر Skate کرتے ہیں۔

کٹ

سین ۲۳ ان ڈور شام کا وقت

(ایک بہت بڑے ڈائس پر فیشن شو جاری ہے۔ ایک کنارے پر ایک خاتون پروگرام کو کمپیئر کر رہی ہے۔ جونہی خاتون سٹیج پر آتی ہے، پبلک میں سے تالیوں کا شور اٹھتا ہے۔)

کمپیئر......ناظرین آج ہم آپ کے سامنے فلاور ورلڈ ایسوسی ایشن کی طرف سے قومی لباسوں کا شو پیش کرتے ہیں۔ اس شو میں حصہ لینے والی خواتین کو بعد میں فسٹ، سیکنڈ، تھرڈ پرائز ملے گا۔

اب آپ کے سامنے آتی ہیں ناظرہ محمود 'بلوچی لڑکی۔

(تالیوں کی آواز میں ناظرہ محمود سٹیج پر بلوچی لڑکی کے لباس میں آتی ہے پیچھے خوب بھڑک دار میوزک لگتا ہے۔ ناظرہ محمود سٹیج پر سے دو چار مقامات پر رک کر چلی جاتی ہے۔ بلوچی لوک موسیقی۔ اس کے بعد کمپیئر اناؤنس منٹ کرتی ہے۔)

کمپیئر...... پنجاب کی سرزمین سے سستی اور ہیر جیسی خوبصورت عورتوں کا نام ابھرتا ہے۔ صاحباں جیسی طرح دار ست رنگی لڑکی کا تصور پیدا ہوتا ہے اب دیکھئے جھنگ رنگ میں بھیگی ہوئی ہیر سیال مسز نجمہ باوا (پنجابی لوک موسیقی)

(لاچا قمیض میں ملبوس' ہاتھ میں شیشے جڑی پنکھی لئے ایک لڑکی آتی ہے۔ تالیاں سوپرامپوز ہوتی ہیں۔ وہ دو ایک مقامات پر رک کر آگے چلی جاتی ہے۔)

کمپیئر...... اور اب ہم آپ کو تھرپارکر لئے چلتے ہیں' جہاں کا ریگستانی علاقہ ایک بہت پرانی تہذیب کو آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ تھرپارکر کی حسینہ کا روپ مسز سمیعہ فیروز نے بھرا ہے۔ وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ فلاور ورلڈ کی چیئرمین ہیں۔ اور یہ فینسی ڈریس انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

(سندھی لوک موسیقی۔ تالیاں بجتی ہیں۔ ان میں سمیعہ راجھستانی لباس پہنے ہوئے سٹیج پر آتی ہے۔ ——— منظر ڈزالو ہوتا ہے اب سٹیج پر صاحب صدر' سمیعہ اور کمپیئر کھڑے ہیں)

کمپیئر... مسز سمیعہ فیروز چونکہ اس شو میں حصہ نہیں لے رہی تھیں اس لئے ان کیلئے صرف سپیشل پرائز۔

(آہستہ آہستہ سپیشل پرائز کئی بار کہا جاتا ہے۔ سمیعہ آگے آتی ہے۔)

ڈزالو

سین ۲۴ آؤٹ ڈور دن

(مال پر ایک کار جارہی ہے۔ پچھلی سیٹ پر ڈرائیور اور سامنے وہیل پر فیروز موجود ہے' ڈرائیور کے پاس سیٹ پر وہی سوٹ کیس موجود ہے۔ کار کے ساتھ سامنے کی طرف سے ایک وین ٹکراتی ہے۔ فیروز وہیل پر ہے۔ ونڈسکرین سے نظر آتا ہے' اس کا سر لہولہان ہے۔ وہ مڑ کر ڈرائیور سے کچھ کہتا ہے۔ ڈرائیور باہر نکل کر سوٹ کیس باہر نکالتا ہے۔)

——— کٹ ———

سین ۲۵ ان ڈور شام کا وقت

(اس وقت سمیعہ اپنے فینسی ڈریس میں ڈریسنگ ٹیبل پر پرائز رکھتی ہے' جو بت کی شکل کا ہے۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ہے۔ فون کی گھنٹی بجتی ہے وہ اٹھتی ہے۔)

سمیعہ......جی...... میں بول رہی ہوں جی۔ جی کہاں ہیں فیروز؟ ہسپتال میں؟......جی...... کیا کہہ رہے ہیں آپ ایسے نہیں ہو سکتا...... ایسے نہیں ہو سکتا۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے...... ایسے نہیں ہو سکتا جی؟ لیکن ابھی آدھا گھنٹہ پہلے تو وہ زندہ تھے جیتے جاگتے...... نہیں ہو سکتا ایسے...... وہ نہیں مر سکتے......

(فون رکھ کر وہ پھر ڈریسنگ ٹیبل کے آگے جاتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے جھل جھل آنسو رخساروں پر گر رہے ہیں۔ وہ آئینے میں اپنے جھمکے دیکھتی ہے۔ انہیں اتار کر دراز میں رکھتی ہے۔ اس وقت تصور خانم کا یہ گیت ابھرتا ہے۔)

کناں دیاں والیاں لاہ کے سنبھالیاں
جدوں میرا ماہی آوے گا آپے میرے کنی پاوے گا......

(پھر سمیعہ اٹھتی ہے۔ دوپٹہ اتار کر صوفے پر پھینکتی ہے۔ فرش پر بیٹھتی ہے اور صوفے کی سیٹ پر بازو رکھ کر

اونچے اونچے رونے لگتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۲۶ ان ڈور دن

(ہسپتال کی گیلری۔ ایک طرف سے سمیعہ سفید کپڑوں میں ملبوس غم کی تصویر بنی آتی ہے۔ دوسری طرف سے صفورا نرس کے لباس میں آتی ہے۔ سمیعہ اسے روک کر کچھ پوچھتی ہے۔ باپ ساتھ ہے۔ وہ قریباً بے ہوش ہونے لگتی ہے۔ نرس اور باپ سنبھالتے ہیں۔)

—— کٹ ——

سین ۲۷ ان ڈور شام کا وقت

(چھوٹا سا پیارا گھر۔ جرجیس چارپائی پر بیٹھا ہے۔ اس کے چہرے پر وہی اطمینان ہے جو پہلے سین میں تھا۔ اس وقت صفورا پاس کھڑی ہے اور ٹوپی سر سے اتار رہی ہے۔)

صفورا...... بچاری اتنی نیک تھی...... اتنا ترس آیا مجھے۔

جرجیس...... بس یہی زندگی ہے صفورا۔

صفورا...... اس کا شوہر تو وہیں فوت ہو گیا تھا۔ ہسپتال تو ایسے ہی لائے اسے۔ کچھ باقی نہیں رہا تھا...... میں نے سٹریچر پر ڈالتے ہی چہرہ ڈھانپ دیا تھا اس کا۔

جرجیس...... تکلیف دہ بات ہے۔

صفورا...... اتنی معصوم...... ایسا کیوں ہے۔ معصوم لوگوں پر بجلی کیوں گرتی ہے؟ کس لئے کس لئے...... آپ کیوں معتوب ہوئے؟ میں یہ پورے پانچ سال یہ سوال پوچھتی رہی ہوں اپنے آپ سے...... کیوں بے گناہ پکڑے جاتے ہیں لوگ۔

جرجیس...... مت پوچھا کرو یہ سوال...... ایسے سوالوں کے آگے سر جھکانے سے آرام مل سکتا ہے۔ لیکن

اگر آدمی سوال پوچھتا رہے تو پھر کبھی اطمینان کا سانس نہیں لے سکتا۔

صفورا...... کہاں ہے وہ نیک نامی جس کیلئے آپ نے اپنی خواہشات کو کچلا؟ کہاں ہے وہ اچھا نام جس کے لئے آپ نے کبھی کوئی غلط کام نہ کیا، لوگ ایک غلطی کو کبھی معاف نہیں کرتے...... حالانکہ وہ غلطی آپ نے کبھی کی بھی نہ ہو...... اور آپ کی ساری اچھائیاں، نیکیاں، بھلے کام بھول جاتے ہیں۔

جرجیس...... بس بس بس...... ایسی باتیں اپنا عمل...... اپنا راستہ چننے میں دھند کا کام کرتی ہیں۔ اگر آدمی یہ سوچے کہ فلاں نیک آدمی کو چوروں نے لوٹ لیا، فلاں بیوہ کا اکلوتا بیٹا ٹرین کے نیچے کیوں روندا گیا...... فلاں شہر میں بم گرے اور ان گنت معصوم مارے گئے...... تو ایسے سوالوں کے جواب نہیں ملتے۔ بے اطمینانی ضرور مل جاتی ہے۔ انسان درست راستے پر چلنے سے معذور ہو جاتا ہے...... اچھائی، نیکی یہ کسی اجر کے لئے نہیں ہوتی صفورا، یہ اپنا اجر آپ ہیں۔

صفورا...... لیکن ایسے ہوتا ہے۔ ہوتا ہے۔ ہوتا ہے۔

جرجیس...... ہوتا ہے ضرور۔ آج تک ایسے سوالوں کا کوئی شافی جواب نہیں مل سکا۔ سوائے صبر کے...... اور اس سے بڑا جواب شائد اور کسی کو مل بھی نہیں سکتا...... باقی سارے جواب وقتی ہیں۔ یہی جواب ابدی ہے۔ جب عقل و دانش...... تجربہ، آگاہی سب چراغ بجھ جائیں تو صرف صبر کی قندیل جلتی رہتی ہے......

(اس وقت دروازے پر دستک)

جرجیس...... چائے بھجوا دینا۔

(جرجیس ساتھ والے کمرے میں جاتا ہے)

جرجیس...... اسلام علیکم۔

نو وارد...... وعلیکم۔ جرجیس صاحب آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ نیاز بدر کا بھائی ہوں۔

جرجیس...... جی جی بیٹھیے۔ تشریف رکھیے۔ دراصل میں پورے پانچ سال بعد لوٹا ہوں جیل سے۔

نو وارد...... آپ مجھ سے کبھی ملے تو نہیں لیکن نیاز بھائی نے ہی مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اور کہا ہے کہ کوئی خطرے کی بات نہیں۔ میں بے فکر ہو کر بات کروں۔

جرجیس...... آپ کا اسم گرامی؟

(اپنی آنکھیں ملتا ہے جیسے پردہ سا آگیا ہو پھر اپنے ہاتھ دیکھتا ہے جیسے کچھ نظر نہ آرہا ہو)

نو وارد ...... اعجاز بدر...... ہم بھی اسی ریکٹ میں ہیں جس میں آپ ہیں۔

جرجیس ...... ریکٹ میں؟

نو وارد ...... دیکھیں ناں ایسے چکر تو ہو ہی جاتے ہیں۔ جیسا آپ کے ساتھ ہوا۔ لیکن یہ ہمیشہ تھوڑا ہوتا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ مل کر کام کریں۔ انشاء اللہ آپ کو خاطر خواہ منافع ہو گا......

جرجیس ...... بات یہ ہے اعجاز بدر صاحب کہ میرا اس ریکٹ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

نو وارد ...... آپ کھل کر بات کریں۔ میں نیاز بدر کا سگا بھائی ہوں۔ وہ آپ کے ساتھ چار سال پڑھے ہیں بی اے تک۔

(اس وقت صفورا چائے کا ٹرے لے کر آتی ہے اور پردے کے پاس رکتی ہے۔)

جرجیس ...... بات صرف اتنی ہے اعجاز بدر کہ میرا تعلق ہیروین سمگل کرنے سے کبھی بھی نہیں تھا۔ وہ ایک اتفاقیہ واقعہ تھا۔ ایک غلطی تھی جس کی وجہ سے میں جیل گیا۔ وہاں پانچ سال مشقت میں کاٹے...... لیکن کون جانے وہ لوگ جنہوں نے مجھے پھنسایا، کیسی جیل بھگت رہے ہیں۔

نو وارد ...... چلیئے آپ کی داستان پر اگر میں اعتبار کر بھی لوں تو کبھی محلے والے آپ پر اعتبار کر سکتے ہیں وہ لوگ اب آپ کو کبھی معاف نہیں کریں گے۔

جرجیس ...... ضرور ہے کہ میری نیک نامی کا محل مسمار ہو چکا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ میں اینٹ اینٹ اٹھا کر اسے دوبارہ بنانے کی کوشش بھی نہ کروں۔

نو وارد ...... دیکھیئے جرجیس صاحب! میں بھائی نیاز بدر کی وجہ سے آیا ہوں۔ انہوں نے مجھے پکا کیا تھا کہ آپ انکار کریں گے۔ مانیں گے نہیں لیکن میں زور لگاؤں گا۔ آپ کے فائدے کے لئے اپنے فائدے کے لئے۔ بالفرض میں یہ مان بھی لوں کہ آپ اتفاقیا، اچانک، بے خبری میں پکڑے گئے۔ لیکن بدنامی ہو گئی۔ اخباروں میں نکل آیا...... محلے کا اعتبار جاتا رہا۔ اب جرجیس صاحب بد سے بدنام برا۔ جب آپ پر ٹھپہ لگ ہی چکا ہے، جب آپ سمگلر مشہور ہو ہی گئے ہیں تو پھر اب تو اپنے نفع کا سوچیں دنوں میں رنگ لگ جائیں گے۔ یہ جو ٹوٹی چلپچی میں پانی ڈھونے کا کاروبار ہے...... اس سے کنوئیں نہیں بھرتے...... نیکی کا راستہ ایسا ہی ہے ——— ٹوٹی چلپچی میں پانی ڈھونے کا۔

جرجیس ...... آپ کیا خیال ہے؟ میں آپ سے بلکہ اس ملک کے ہر آدمی سے یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ اگر نیکی pay نہ کرے تو کیا ہم نیکی کا راستہ چھوڑ دیں؟ ———

نیکی تجارت ہے کہ اس سے نفع و نقصان کی امید ہو۔؟ کیا اگر بدی سے فائدہ ہو تو اسے محض فائدے کی خاطر اختیار کر لینا چاہیئے؟ کیوں اعجاز بدر صاحب؟ کیا زندگی صرف مادی نفع نقصان کا نام ہے؟ کیا زندگی صرف عزت حاصل کرنے کا، کامیاب یا ناکامیاب کوشش کا ذریعہ ہے؟ کیا زندگی اس سے پرے کچھ نہیں؟ سوچ لیں۔ کہیں یہ کسی روح کے سفر کی بھی ضامن نہ ہو۔ یہ عارضی چندروزہ زندگی۔ سوچ لیں! سوچ لیں اچھی طرح۔

نو وارد ...... میں کیا سوچوں سر۔ آپ سوچ لیں۔ کل شام کو میں پھر آؤں گا۔ اور کچھ نہیں تو کل شام آپ ہمیں کسی جرمن ڈیلر کا نام ہی دے دیں۔

(اس وقت صفورا چائے کا ٹرے لے کر آتی ہے۔ ٹرے رکھتی ہے۔
جرجیس اپنا بایاں ہاتھ آگے کر کے یوں دیکھتا ہے جیسے اسے نظر نہیں آ رہا)

——— کٹ ———

سین ۲۸ ان ڈور شام کا وقت

(کسی سپیشلسٹ ڈاکٹر کا دفتر۔ ڈاکٹر نے سمیعہ کے ۵ سالہ لڑکے کو لٹا رکھا ہے۔ وہ اس کے پیٹ کا معائنہ کرتا ہے۔ پھر ٹانگیں اٹھانے کو کہتا ہے۔ معائنہ جاری رہتا ہے۔ کیمرہ سمیعہ پر آتا ہے، جس کی آنکھوں میں ہلکے ہلکے آنسو تیر رہے ہیں۔)

——— کٹ ———

سین ۲۹ ان ڈور دن

(سمیعہ کے عینک لگ چکی ہے۔ وہ ساڑھی پہنے اپنے شوہر کے دفتر میں بیٹھی کام کر رہی ہے۔ اس کے سامنے میز پر بلٹوں کے چارٹ، دیواروں پر کوٹ اور ریڈی میڈ کپڑوں کے چارٹ لٹک رہے ہیں۔ سمیعہ کچھ سوچ رہی ہے۔ اس وقت اسسٹنٹ منیجر اندر آتا ہے۔)

مینجر ..... سلام علیکم میڈم۔
سمیعہ..... وعلیکم سلام۔ بیٹھیے
مینجر ..... جی وہ لیدر بلٹز جو ہم نے بھیجنی ہیں' ان کے متعلق کیا ارشاد ہے۔
سمیعہ..... دیکھیے افتخار صاحب۔ جو پہلے ہو چکا' ہو چکا ان پر اب میرا اختیار نہیں ہے۔ لیکن اب نہ تو میری فرم ٹیکس ایویشن کرے گی۔ نہ ہم ڈبل کوٹیشنز کریں گے ——— اور کوالٹی کنٹرول ہو گی سختی کے ساتھ۔ ایسے ہی ہوتا ہے۔ سب چلتا ہے۔ یہ جملے میرے سامنے کوئی استعمال نہ کرے..... میں کسی کو گھپلے کرنے اور پھر انہیں خوبصورت پیکنگ میں پیش کرنے کی اجازت نہیں دوں گی۔
مینجر ..... لیکن میڈم اس طرح تو گھاٹا پڑے گا۔
سمیعہ..... گھاٹا نہیں پڑے گا' صرف منافع کم ہو گا۔
مینجر ..... لیکن ایسے مارجینل پرافٹ پر فرم کب تک چلے گی۔
سمیعہ..... یہ بھی صرف آپ کا خیال ہے افتخار صاحب کہ صرف ہیرا پھیری' رشوت ہی سے منافع ہوتا ہے۔ دوسرے ایماندار طریقے ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ سو فی صد قابل اعتماد بھی ہوتے ہیں۔
مینجر ..... تو میڈم ان لیدر بلٹز کی ڈبل کوٹیشنز تیار نہیں ہوں گی۔ ڈبل فائیلز' ڈبل ڈی لنگز

سمیعہ..... نہ آج نہ آئندہ
مینجر ..... جی اچھا۔

(جاتا ہے۔ دروازے میں رک کر)

وہ جی طاہر صاحب کا کیا حال ہے؟
سمیعہ..... پتہ نہیں چل رہا۔ سب ٹسٹ ہو چکے ہیں۔ کئی سپیشلسٹ بدل چکی ہوں۔
مینجر ..... بخار ہے ابھی .....؟
سمیعہ..... بخار نہ بھی ہو' تو بھی وہ نڈھال سا رہتا ہے۔
مینجر ..... میڈم آپ انہیں بیرون ملک لے جائیں۔
سمیعہ..... یہی میں سوچ رہی ہوں۔
مینجر ..... زیادہ نہ سوچیں۔ ابھی وقت پر ہی لے جائیں۔

——— کٹ

سین ۳۰ آؤٹ ڈور دن

(بابا ترت مراد کے مزار پر سمیعہ کا باپ اور طاہر سلام کرنے جاتے ہیں۔ باپ بڑی منت سے ہاتھ جوڑ کر دعا مانگتا ہے۔ طاہر کے سر پر رومال بندھا ہے اور وہ کچھ خوف زدہ سا ہے۔)

——— کٹ ———

سین ۳۱ ان ڈور رات

(رات کا وقت ہے۔ ڈبل بیڈ پر طاہر اور سمیعہ پاس پاس لیٹے ہیں۔ سمیعہ کی ایک آنکھ سے آنسو رس کر نکلتا ہے۔ پھر وہ کہنی کے بل ہو کر طاہر کا چہرہ دیکھتی ہے۔ اس کے بعد وہ طاہر کی ناک کے آگے ہاتھ رکھ کر دیکھتی ہے کہ سانس آ رہا ہے کہ نہیں۔ اس کے بعد وہ اٹھتی ہے اور کھڑکی کھول کر باہر اندھیرے میں دیکھتی ہے۔)

——— کٹ ———

سین ۳۲ ان ڈور دن

(ہومیو پیتھک ڈاکٹر کا کلینک۔ اس وقت طاہر' باپ اور ڈاکٹر موجود ہیں)

باپ..... جب ڈاکٹر صاحب یہ پورے تین سال کا تھا..... تو اسے کالی کھانسی ہوئی تھی..... اس کے بعد یہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر اسے جوڑوں کے درد کی شکائت رہنے لگی۔ کبھی کبھی بخار بھی آنے لگا.....
ڈاکٹر..... اچھا گھٹیا.....
باپ..... لیکن جی وہ بات بھی نہیں ہے۔ بخار اب بھی ہو جاتا ہے۔ دردیں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ کچھ گردوں کا بھی چکر ہے۔ نہ ہماری سمجھ میں کچھ آتا ہے نہ ڈاکٹروں کی۔
ڈاکٹر..... ٹھیک ہو جائے گا۔ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس قدر گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔
باپ..... یہ پچھلے دو سالوں سے تو یہی چکر ہے ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر..... اللہ کرم کرے گا۔ ہاں بھئی نوجوان نیند آتی ہے۔

(بچہ سات سال سے بڑا نہ ہو۔)

طاہر..... ہاں جی۔

ڈاکٹر سوتے وقت دائیں طرف سوتے ہو کہ بائیں طرف۔

طاہر..... پتہ نہیں جی۔

ڈاکٹر..... کوئی بات نہیں اچھا پیاس لگتی ہے؟

طاہر..... ہاں جی۔

ڈاکٹر..... کتنی؟

طاہر..... بہت زیادہ۔

ڈاکٹر..... زبان خشک رہتی ہے۔

(باپ اور طاہر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں)

باپ..... جی۔

ڈاکٹر..... فکر نہ کرو بزرگو۔ اس عمر میں یہ گاؤٹ وغیرہ ہوتا تو نہیں ہے پر دنیا ترقی کر رہی ہے۔ اب بچوں کو بھی وہ روگ لگتے ہیں جو پہلے بڑھاپے میں آتے تھے۔

(ایک چھوٹی سے شیشی اٹھا کر دیتا ہے۔)

یہ ہے جی بیلسٹلا ۳۰ لو تو جی یہ دن میں چار مرتبہ چار چار گولیاں اور جب یہ کھلی ہوا میں جانا پسند کرے تو یہ چار پڑیاں ہیں ایکونائیٹ کی۔ (پڑیاں دیتا ہے)

یہ بھی چار مرتبہ دن میں۔ ٹھیک ہو جائے گا۔ گھوڑے کی طرح دوڑتا پھرے گا۔

——— کٹ ———

سین ۳۳ ان ڈور دن

(ڈاکٹر کا دفتر۔ سمیعہ دل برداشتہ سی اکیلی بیٹھی ہے۔ ڈاکٹر کے سامنے طاہر کا سارا کیس، اس کی کیس ہسٹری، ٹسٹ وغیرہ پڑے ہیں۔)

ڈاکٹر..... دیکھئے بیگم فیروز! سارے بورڈ کا یہ خیال ہے کہ طاہر کو Collagen Disease ہے۔

سمیعہ..... Collagan Disease! میں نے تو اس کا کبھی نام بھی نہیں سنا۔

ڈاکٹر..... یہ بیماری ابھی ڈاکٹروں اور ریسرچ کرنے والوں کی سمجھ میں بھی نہیں آئی ہے۔ ہمارے جسم کے اندر جتنے اعضا ہیں، جیسے دل معدہ جگر وغیرہ ان کے کچھ ٹشوز ہوتے ہیں ________ یہ بیماری ان پر حملہ کرتی ہے۔

سمیعہ.... لیکن یہ ہے کیا؟

ڈاکٹر.... ابھی تک تو یہ خیال ہے کہ اس کا تعلق الرجی اور اینٹی باڈیز سے ہے۔

سمیعہ..... لیکن ڈاکٹر صاحب پہلے تو سب کا خیال تھا کہ یہ گٹھیا کی قسم ہے۔

ڈاکٹر..... کچھ ہم لوگ بھی شبہ میں پڑ جاتے ہیں بیگم صاحبہ۔ بخار کی آمد سے۔ جوڑوں کے درد سے۔ ڈاکٹر حیات کا تو خیال تھا کہ جب طاہر کو کالی کھانسی ہوئی ہے، اس وقت کچھ ایسی دوائیاں دی گئی ہیں جس سے الرجی ری ایکشنز ہوئے۔ توجہ نہیں دی گئی اس وقت۔

سمیعہ..... لیکن میں نے ایک عرصہ سے اسے مچھلی، انڈہ، مرغی کوئی چیز نہیں کھلائی۔ میں تو گھر میں جھاڑو بھی نہیں پھرواتی، اس کی موجودگی میں۔

ڈاکٹر..... دیکھیں مسز فیروز۔ میں آپ کو نہ تو بے ہمت کر رہا ہوں اور نہ مایوس کر رہا ہوں لیکن آپ پیسہ خرچ کر سکتی ہیں آسانی سے۔ آپ بچے کو بیرون ملک کیوں نہیں لے جاتیں۔

سمیعہ..... بس پتہ نہیں۔ ایک خوف سا ہے۔ اگر وہاں کے ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا۔ پتہ نہیں کیوں وہاں جانے سے میرا دل ڈرتا ہے۔

ڈاکٹر..... ایسی منفی سوچ نہیں رکھتے۔

سمیعہ..... اچھا جی تھینک یو۔

ڈاکٹر.....اور دوائیاں وہی جاری رکھیں۔
سمیعہ.....اچھاجی خدا حافظ۔

(اٹھتی ہے۔ بد دلی سے پرس کندھے پر لٹکا کر باہر نکل جاتی ہے۔ ڈاکٹر اسے مایوسی سے دیکھتا ہے)

—— کٹ ——

سین ۳۴ ان ڈور دن

(اس وقت پلنگ پر بچہ نیم دراز ہے۔ سمیعہ پاس بیٹھی ہے۔ دونوں لوڈو کھیل رہے ہیں)

طاہر..... آج تو مجھے بخار نہیں ہے۔ پھر آج تو آپ مجھے باہر لے جا سکتی ہیں۔
سمیعہ.....اور اگر ہوا لگ گئی تو۔
طاہر.....امی جب ہوا نہیں لگتی تب بھی تو بخار ہو جاتا ہے ناں۔ آج آپ اور میں دونوں اکیلے لارنس چلیں۔
سمیعہ.....اچھا۔
طاہر.....اور گول گپے کھائیں۔ وہاں چاٹ کھائیں۔
سمیعہ... (دکھ سے) نہیں ہرگز نہیں۔
طاہر... مزہ کریں امی۔ جب مزہ نہیں کرتے تب بھی تو بخار ہوتا ہے۔
سمیعہ.....اچھا میں اباجی کو بتا آؤں۔

(لمبا سانس بھرتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۳۵ ان ڈور کچھ دیر بعد

(باپ کرسی پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا ہے)

سمیعہ.....میں طاہر کو جناح باغ لے جا رہی ہوں۔
باپ.....باغ میں۔ اس وقت؟
سمیعہ.....جی اباجی۔
باپ.....بیٹا دیکھ لے۔ خنکی ہے ہوا میں۔
سمیعہ.....کیا وہ گول گپے کھائے بغیر..... زندگی میں مزہ کئے بغیر.........

(یک دم رونے لگتی ہے)

کچھ لوگوں کی زندگی اتنی مشکل کیوں ہوتی ہے۔ وہ ہر قدم پر خوشی کی تلاش میں نکلتے ہیں اور ان کا ہر قدم انہیں غم میں اتار دیتا ہے۔ اتنی آزمائشیں کیوں؟ کیوں؟

(باپ پاس آتا ہے۔ کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے)

باپ.....کچھ لوگوں میں امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ جتنی قیمتی دھات ہو گی، اسی قدر اسے مائع بنانے میں زیادہ تپش دینی پڑے گی۔ ہمیشہ سونا کٹھالی میں پڑتا ہے، مٹی کو کوئی گرم نہیں کرتا۔
سمیعہ.....یہ سب باتیں ہیں، تسلیاں ہیں۔ میں تھک گئی ہوں بالکل۔ چور ہو گئی ہوں۔ اسے اکیلی لندن نہیں لے جا سکتی میں.....اکیلی سفر نہیں کر سکتی۔ ہسپتالوں کے دروازوں پر انتظار نہیں کر سکتی.....بازاروں میں دوائیاں نہیں خرید سکتی۔ کوئی تو مجھے بھی تسلی دینے والا ساتھ ہو؟

(اس وقت طاہر آتا ہے)

باپ.....میں تیرے ساتھ چلوں گا سمیعہ
سمیعہ..... آپ کی تو مجھے الٹا اور ذمہ داری ہوتی ہے اباجی۔ میں آپ کا بوجھ کہاں اٹھائے پھروں گی۔
طاہر.....چلیں امی۔
باپ.....کہاں جا رہے ہیں بھئی۔
طاہر.....مزہ کرنے نانا ابا۔
باپ.....ضرور ضرور۔ دیکھنا امی بھی مزہ کرے۔ خود ہی اکیلے اکیلے مزہ نہ کرنا۔

طاھر......انہیں تو میں زبردستی گول گپے کھلاؤں گا زبردستی۔

——کٹ——

سین ۳۶ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(کار میں اونچا ریڈیو لگا کر سمیعہ اور طاہر جا رہے ہیں دونوں ہنستے ہیں۔)

——کٹ——

سین ۳۷ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(چڑیا گھر کے سامنے سمیعہ اور طاہر گول گپے کھاتے ہیں۔)

——کٹ——

سین ۳۸ آؤٹ ڈور شام

(باغ جناح میں دو تین مقامات پر طاہر اور سمیعہ آئس کریم کھاتے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ پھر دونوں پہاڑی پر چڑھتے ہیں۔)

——کٹ——

سین ۳۹ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(باغ کا یہ گوشہ پہاڑی کے اوپر ہے۔ یہاں ایک بنچ پر جرجیس بیٹھا ہے۔ اس کے چہرے پر عینک ہے اور وہ بت کی

طرح بیٹھا ہے۔ اس وقت سمیعہ اور طاہر ادھر آتے ہیں۔ سمیعہ یکدم جرجیس کو دیکھتی رہ جاتی ہے۔)

طاھر......چلیں امی۔
سمیعہ......ٹھہرو......ٹھہرو ذرا۔ ٹھہرو......
طاھر......یہ۔ کون ہے؟
سمیعہ......ہے ایک اللہ کا بندہ......!

(سمیعہ جرجیس کی طرف بڑھتی ہے۔ طاہر وہیں کھڑا رہ جاتا ہے اور پھول توڑتا ہے)

سمیعہ......سلام علیکم۔
جرجیس......وعلیکم السلام۔
سمیعہ...... آپ نے...... آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔
جرجیس...... (عینک اتار کر) آئی ایم سوری... لیکن جن آنکھوں سے لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں، وہ بدقسمتی سے میرے پاس نہیں ہیں۔
سمیعہ......یہ یہ......یہ کیسے ہوا۔ کب ہوا۔ کیوں ہوا۔
جرجیس...... (ہنس کر) بس جی ہو جاتا ہے۔ واقعات ہیں ناں، رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔ بس واقعات کا یہی کام ہے ہوتے رہنا۔
سمیعہ...... آپ کی آنکھیں کیسے؟ میرا مطلب ہے۔
جرجیس...... آپ کی آواز بڑی اچھی ہے......شائد میں کسی کو اب یہ وجہ نہیں بتاتا۔ لیکن آپ کی آواز میں ایک لگاؤ سا، تشویش سی ہے۔ ایسے میری ماں بولا کرتی تھی۔ آپ مائینڈ نہ کریں۔
سمیعہ......طاہر پلیز ادھر آ جائیں۔
جرجیس......طاہر؟
سمیعہ......میرا بیٹا ہے۔ سات برس کا۔
جرجیس......اچھا اچھا ماشا اللہ۔ کہاں ہے؟ کیا آپ مجھے کبھی پہلے بھی ملی تھیں؟
سمیعہ......وہ جی سامنے پھول توڑ رہا ہے۔
جرجیس...... توڑنے دیں۔ منع نہ کریں۔ توڑنے دیں پھول۔ دوبارہ اگ آئیں گے۔ لیکن ان کو توڑنے کی خواہش شاید دوبارہ پیدا نہ ہو جب میں جیل میں تھا تو میرا جی چاہا کرتا تھا کہ کاش میں کسی باغ میں جاؤں۔

کسی بنچ پر بیٹھوں کسی تتلی کو پھولوں پر اترتا دیکھوں۔ اب سب کچھ ممکن ہو گیا۔ لیکن بدقسمتی سے میں دیکھ نہیں سکتا۔

سمیعہ......لیکن یہ کیسے ہوا؟

جرجیس......وہ جی میرا ساتھی تھا جیل میں...... اس نے ایک دن میرے منہ پر مٹھی بھر بھوسہ مارا۔ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ہمارے وہاں بھوسے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کال کوٹھری میں۔ ہم بھوسے کے ساتھ ہی خوش تھے۔ اس کے ساتھ کشتی کرتے تھے...... بس وہ آنکھوں کا معاملہ ہے بگڑ گیا۔ جیل سے نکل کر آنکھیں ٹھیک تھیں۔ صرف کبھی کبھی دھندلا نظر آتا تھا۔ پھر...... یک دم نظر ہی جاتی رہی۔ شاید اصل وجہ کچھ اور ہی ہو جی۔ کیا پتہ چلتا ہے۔ آپ بیٹھ گئی ہیں۔

سمیعہ......(بہت اداس ہو گئی ہے) جی نہیں

جرجیس......بیٹھ جایئے بیٹھ جایئے

(سمیعہ پاس بیٹھتی ہے۔)

آپ محسوس کر رہی ہیں کہ ہوا میں شہد کی خوشبو ہے تازہ شہد کی۔

سمیعہ......(لمبا سانس لیکر) جی ہے

جرجیس......اور قریب ہی کسی جھاڑی میں بھنورا منڈلا رہا ہے پتہ ہے جب کبھی کوئی بھنورا قریب ہو تو ضرور کوئی خوشخبری ملتی ہے...... کوئی اچھا آدمی ملتا ہے۔

(اس وقت طاہر پاس آتا ہے اور ماں کے بالوں میں پھول لگاتا ہے)

جرجیس......کون ہے؟

سمیعہ......طاہر ہے جی طاہر انکل کو سلام کرو۔

طاہر......سلام علیکم

جرجیس......میرے پاس آیئے یہاں

(بازو کھولتا ہے طاہر جاتا ہے)

جرجیس......بچوں سے بڑی اچھی خوشبو آتی ہے۔

سمیعہ......اچھا جی، اب میں چلتی ہوں۔

جرجیس......لیکن آپ نے اپنا تعارف تو کروایا ہی نہیں۔

سمیعہ......کراؤں گی جب اگلی بار ملوں گی اس وقت مجھے جلدی ہے میں آپ کو ملی تھی دس سیکنڈ کے لئے آپ کو تو شاید یاد بھی نہیں ہو گا۔

جرجیس......آپ بھی روز آتی ہیں یہاں ؟

سمیعہ......جی نہیں

طاہر......ہم دونوں تو انکل آج مزہ کرنے نکلے ہیں۔

جرجیس......تو کچھ کیا؟

طاہر......بہت

سمیعہ......آپ یہاں کیسے آتے ہیں اکیلے۔

جرجیس...... صفورا میری چھوٹی بہن چھوڑ جاتی ہے...... نرس ہے ہسپتال میں پیدائشی نرس ہے اسی لئے اللہ نے مستقل طور پر ایک آدمی پرورش کے لئے دے دیا ہے۔

سمیعہ......اچھا جی خدا حافظ

طاہر......خدا حافظ انکل

جرجیس......خدا حافظ اللہ آپ دونوں کو سلامت رکھے خوش رکھے۔ آپ دونوں کی وجہ سے یہ شام مجھے نظر آنے لگی ہے خدا حافظ۔

______ کٹ ______

سین ۴۰　　ان ڈور　　رات

(سمیعہ، باپ اور طاہر کھانے کی میز پر کھانا کھا رہے ہیں)

طاہر......آپ امی سے پوچھ لیں نانا ابا بالکل اندھے تھے انکل، کالی عینک لگا رکھی تھی۔

سمیعہ......ایسے نہیں کہتے

طاہر......کیوں امی

سمیعہ......بس کسی کا جسمانی نقص بیان نہیں کرتے ایسے۔

باپ......کون تھا سمیعہ ،؟

سمیعہ......تھا جی ایک اللہ کا بندہ۔

طاہر......بندہ نہیں امی انکل

سمیعہ......(آنکھوں میں ہلکی سی نمی) مجھے ایکبار ائیرپورٹ پر ملے تھے......ہم سب کی طرح دیکھ سکتے تھے۔

کٹ

سین ۴۱ ان ڈور رات

(جرجیس پلنگ پر لیٹا ہے۔صفورا پاس بیٹھی مالٹا چھیل رہی ہے)

صفورا ......تو آپ انہیں روک لیتے میں بھی مل لیتی۔

جرجیس......میں نے کوشش کی تھی لیکن وہ رکیں نہیں بالکل اماں جیسی آواز تھی ویسے ہی لگتا تھا ابھی رو دیں گی پہلی بار مجھے لگا جیسے کوئی مجھ سے بھی زیادہ مجبور ہے بے کس ہے آنکھوں کے باوجود۔

صفورا ......لیں بھیا

جرجیس......صفورا

صفورا ......جی بھیا

جرجیس......تمہیں میرے لئے بہت مصیبت کرنی پڑتی ہے۔

صفورا ......آپ خود ہی تو کہا کرتے ہیں کہ انسان اپنی پسند کے راستے پر چلتا ہے جب میں نے ایک راستہ چن لیا ہے تو اب پلٹ کر کیا دیکھنا۔

جرجیس......کیا افسوس ہوتا ہے؟

صفورا ......کبھی کبھی صبح جب پلنگ سے نکلنے کو جی نہیں چاہتا تو ہوتا ہے لیکن زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔

کٹ

سین ۴۲ ان ڈور شام کا وقت

(باغ کا گوشہ جرجیس اور سمیعہ بیٹھے ہیں)

سمیعہ......میں شاید یہاں نہ آ سکتی لیکن یہ چاکلیٹ بھیجے ہیں آپ کے لئے طاہر نے۔

جرجیس......(چاکلیٹ لیتا ہے) شکریہ یہ بچے بھی کتنے معصوم ہوتے ہیں انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ وہ ایک ایسے آدمی سے محبت کر رہے ہیں جو پانچ سال قیدی رہا ہے جو جسے سارے عزت والے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

سمیعہ......کیسی باتیں کرتے ہیں آپ۔

جرجیس......میں تو پرانی باتیں بھلا چکا ہوں قریباً صرف ان دنوں آنکھوں کی بڑی شدید خواہش ہوتی ہے میں آپ کو طاہر کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

سمیعہ......کیا کریں گے ہمیں دیکھ کر۔کیا پتہ آپ ہمیں دیکھ کر ہم سے نفرت ہی کرنے لگیں۔

جرجیس......یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

سمیعہ......(ہاتھ میں پکڑے پھول سے ایک پتی اتار کر) بتادوں ______ (دوسری پتی اتار کر) نہ بتاؤں بتادوں نہ بتاؤں۔

جرجیس......آپ کو کوئی الجھن ہے؟ میں آپ کی شائد کوئی پریکٹیکل مدد تو نہیں کر سکتا لیکن میں دعا تو کر سکتا ہوں ویسے۔

سمیعہ......میں بہت پریشان ہوں طاہر کی وجہ سے وہ Collagen Disease کا مریض ہے۔

جرجیس......کس کا؟

سمیعہ......اندرونی اعضا کے ٹشوز خراب ہو جاتے ہیں عام بیماری نہیں ہے مہلک بھی ہو سکتی ہے اور......اور ساری عمر کا روگ بھی ہو سکتا ہے کچھ پتہ نہیں مجھے اسے لندن لے جانا چاہئے لیکن میں لے جا نہیں سکتی۔

جرجیس......(دکھ سے) تو لے جایئے ناں؟ ______ (یکدم رک کر) افسوس میں آپ کی کوئی مالی مدد نہیں کر سکتا لیکن......

سمیعہ......میں اکیلی ہوں طاہر کے والد فوت ہو چکے ہیں اور میں اکیلی لندن نہیں جانا چاہتی...... (روتی ہے)

جرجیس......آئی ایم سوری آئی ایم سوری...... ______

(سمیعہ کا ہاتھ پکڑ کر تھپتھپاتا ہے) آپ جیسی نیک خاتون سے بچھڑ کر وہ شخص قبر میں بھی پچھتاتا ہو گا۔

——— کٹ ———

سین ۴۳ ان ڈور رات

(سمیعہ اور جرجیس ہوٹل میں آتے ہیں ایک ٹیبل کے گرد بیٹھتے ہیں)

سمیعہ ...... کیا پئیں گے آپ چکن کارن سوپ کہ تھائی سوپ

جرجیس...... جو آپ پسند کریں گی۔

سمیعہ ...... آپ صفورا کو ساتھ نہیں لائے۔

جرجیس...... اسے چھٹی نہیں ملی۔آج آپریشن ڈے تھا

(بیرا آتا ہے)

سمیعہ ...... ایک تھائی سوپ ڈرم سٹکس بیف اینڈ پیپرز اور ایک فرائیڈ رائیس

(یہ سب کچھ وہ مینو کی کتاب دیکھ کر آڈر کرتی ہے)

جرجیس...... آپ اللہ کا نام لیکر لندن روانہ ہو جائیں کچھ فکر دل کو نہ لگائیں ہر کیفیت عارضی ہوتی ہے۔

سمیعہ ...... کچھ باتیں عارضی نہیں بھی ہوتیں وہ زندگی بھر ساتھ رہتی ہیں مثلاً مثلاً مثلاً

جرجیس...... مثلاً

سمیعہ ...... چلئے چھوڑیئے

جرجیس...... چلئے چھوڑ دیا

سمیعہ ...... صفورا کی آپ شادی کیوں نہیں کر دیتے؟

جرجیس...... میں اس کے لئے کیسے بر تلاش کر سکتا ہوں۔

سمیعہ ...... اس کے دل میں خواہش ہو گی اپنے گھر کی۔اس کو سجانے کی۔کسی کو اپنانے کی......

جرجیس...... خواہشات تو سبھی کے دل میں ہوتی ہیں سب ان کی تکمیل چاہتے ہیں لیکن دیکھنا یہ پڑتا ہے کہ ان تک رسائی کے لئے کونسا راستہ جاتا ہے۔اسی راستے کے انتخاب میں تو انسان کا پتہ چلتا ہے ——— ۔اسی انتخاب میں انسان کی بڑائی یا اس کا چھوٹا پن چھپا ہے۔پتہ چلتا ہے کہ وہ سونے کا ہے کہ پیتل کا...... ہیرو بھی ہیروئن تک پہنچنا چاہتا ہے اور ویلن بھی...... صرف راستے کے انتخاب سے ایک ہیرو ٹھہرتا ہے اور دوسرا ویلن...... میں صفورا کی ہر خواہش کا احترام کرتا ہوں...... لیکن چاہتا ہوں وہ ان خواہشات کی تکمیل کسی صاف ستھرے راستے سے کرے۔کسی بند گلی میں اس کے سفر کا اختتام نہ ہو۔

سمیعہ ...... چلیں آپ ایک بار مجھے تو ملا دیں، صفورا سے

جرجیس...... وہ آ رہی تھی بڑا شوق ہے اسے آپ سے ملنے کا لیکن چھٹی نہیں ملی۔

سمیعہ ...... میں آپ کو گھر ڈراپ کر آتی ہوں۔

جرجیس...... نہیں نہیں نہیں وہاں کے لوگ مجھے اچھا نہیں سمجھتے نہ جانے وہ لوگ آپ کے ساتھ کیا کیا منسوب کر دیں کیسی کیسی باتیں۔

سمیعہ ...... تو آپ گھر بدل لیں ناں!ایسے علاقے میں آپ کیوں رہتے ہیں' جہاں لوگ آپ کے ماضی کو جانتے ہیں۔

جرجیس...... گھر تو ضرور بدل لوں گا لیکن میں نے دیکھا ہے کہ کہیں بھی چلے جائیں' آپ سے پہلے آپ کی ہسٹری وہاں پہنچ جاتی ہے۔

سمیعہ...... میری ایک ہی خواہش ہے صرف ایک کہ آپ جلد از جلد مجھے صفورا سے ملوا دیں۔

جرجیس...... (آہستہ آہستہ) میری بھی ایک خواہش ہے کہ میں کبھی آپ کو...... اور طاہر کو دیکھ سکوں...... بچپن میں ایک بار میری امی مجھے کراچی لے گئی تھیں رات...... آدھی رات کو میری آنکھ کھلی...... تو میں اندھیرے میں گھبرا گیا میں بجلی جلانا چاہتا تھا لیکن مجھے سوئچ بورڈ نہیں ملتا تھا...... وہ دس منٹ میرے لئے قیامت ہو گئے...... میں دیوار کے ساتھ ساتھ ہاتھ پھیرتا چل رہا تھا اور رو رہا تھا...... ایسے ہی میں اب اپنی قسمت کے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار رہا ہوں۔شائد کبھی میرا ہاتھ پڑ جائے سوئچ پر اور میں آپ کو اور طاہر کو دیکھ سکوں' اپنے اصلی روپ میں۔

——— کٹ ———

سین ۴۴ ان ڈور رات

(باپ اور سمیعہ، سمیعہ کے بیڈ روم میں بظاہر سو رہا ہے)

باپ...... تیرا غصہ عجیب ہے...... سمیعہ ...... جب ہم غریب تھے تو معاشرے پر نکلتا تھا جب امیر ہو گئے تو بھائی پر نکلتا رہا کہ وہ ایسی دولت سے 'عزت سے سمجھوتہ کیوں نہیں کر لیتا جو اس نے نہیں کمائی اب جب بھائی ' شوہر دونوں زندگی سے نکل گئے تو تیرا غصہ تیرے اپنے خلاف ہی کام کرنے لگا ہے۔

سمیعہ ..... مجھے معلوم نہیں تھا ابا جی کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اکیلا مجرم نہیں ہوتا صرف اس کی ذات ملوث نہیں ہوتی ضرور کہیں نہ کہیں' دور یا نزدیک اس کے گناہ کی زد میں کوئی معصوم روح ہوتی ہے بدی کا زہر تو دور دور پھیل جاتا ہے ایک برے فعل سے تو کئی گھر متاثر ہو جاتے ہیں۔

باپ...... (محبت سے سر پر ہاتھ پھیر کر) تو نے کونسا برا کام کیا ہے سمیعہ ؟ ایک امیر آدمی سے شادی کی ' یہ برا کام ہے اپنے بھائی کو عزت و آبرو کی زندگی دینا چاہی ' یہ برا کام ہے۔

سمیعہ ...... (سرمارتے ہوئے) آپ کو نہیں پتہ ناں۔ آپ کو پتہ نہیں ناں کہ میں کتنی بری ہوں۔ کتنی چالاک ہوں اوپر کیا ہے اندر کیا ہے ؟ بڑے سوٹ کیس کے نیچے نقلی پیندے میں کیا ہے۔

باپ..... تت تت تت ایسے نہیں سوچتے تو تو اتنی نیک ہے سمیعہ ایک اندھے آدمی سے شادی کرنے کی خواہش برائی ہے ؟ بے وقوف یہ تو نیکی ہے نیکی تو مجھے اس سے ملاتی کیوں نہیں میں خود اس سے عرض کروں گا۔

(سمیعہ اٹھ کر کھڑکی کھولتی ہے باہر اندھیرا ہے)

سمیعہ...... (اپنے آپ سے) اور وہ اندھا کس لئے ہوا۔ آپ کو کیا پتہ ابا جی میرے دل پر کتنا بوجھ ہے...... اگر میں ساری عمر بھی جرجیس کی خدمت کرتی رہوں...... ہر لمحہ اس کے حضور کھڑی رہوں تو بھی یہ بوجھ ہلکا نہیں ہو سکتا۔

(باپ پاس آکر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے۔)

باپ..... کیا کہہ رہی ہو سمیعہ ؟

سمیعہ ..... کچھ نہیں ابا جی

باپ...... وہ تمہارے ساتھ لندن جا سکے گا نہیں تو خود تمہارے ساتھ جاتا لیکن میں جانتا ہوں کہ میں تمہارے لئے بوجھ بنوں گا شاید جرجیس بھی تمہاری مدد نہ کر سکے لیکن شائد تمہیں اس کا بوجھ محسوس نہ ہو۔

سمیعہ...... بوجھ ؟ جرجیس کا ؟ اور میرے لئے ؟ وہ تو میرے لئے آب زم زم ہے۔ گناہوں کو دھونے کا ایک ہی آخری راستہ۔

______ کٹ ______

سین ۴۵ ان ڈور رات

(چھوٹے سے گھر کا خوبصورت آنگن)

صفورا ..... آپ مجھے اس سے ملائیں...... پلیز

جرجیس...... نہیں نہیں تم پتہ نہیں کیا کیا انٹ شنٹ لگاؤ گی اس سے۔

صفورا...... میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہوں گی ' پلیز جرجیس بھائی سے شادی کر لو سمیعہ باجی۔

جرجیس...... یہی تو خوف ہے۔ یہی تو ڈر ہے کہ کہیں تم ایسے نہ کہہ دو..... کہیں کوئی بھی ایسا نہ کہہ دے۔ وہ تو پہلے بہت غم زدہ ہے۔ بچہ نامعلوم بیماری سے Suffer کر رہا ہے۔ وہ بیوگی کی صلیب اٹھائے پھرتی ہے۔ اوپر سے ایک اندھے آدمی کا بلاوا ۔ نہیں نہیں نہیں۔ ہم اتنے کمینے نہیں ہو سکتے۔ ہم اس قدر مطلبی تھوڑا ہو سکتے ہیں کہ گرے آدمی کے اوپر بوجھ لاد دیں۔ اسی لئے تو میں تجھے اس سے ملواتا نہیں۔ کہیں تو اور بک بک نہ شروع کر دے۔

صفورا...... تو کیا سمیعہ باجی آپ کو اچھی نہیں لگتیں؟

جرجیس...... اچھی...... صرف اچھی؟

صفورا...... کیا پتہ وہ بھی آپ کو پسند کرتی ہوں۔ آپ مجھے ملوائیں تو سہی۔ میں خود پتہ کر لوں گی۔

جرجیس...... وہ بے چاری معصوم روح میری پاس ہمدردی کے لئے آتی ہے اپنا بوجھ ہلکا کرنے۔ اپنے ماضی کی باتیں کرنے۔ اپنے مستقبل کے خوف زیر بحث لانے کے لئے اور میں کسی گھنے آدمی کی طرح ' کمینے آدمی کی طرح اس کا فائدہ اٹھاؤں۔ اس کی کمزوری اور تنہائی کا کمال ہے۔

صفورا...... آپ صرف ایک بار مجھے ملا دیں سمیعہ باجی سے۔

جر جیس...... اچھا اچھا ملادیں گے۔ اتنے مریضوں سے روز ملتی ہے۔ ابھی تیرا دل نہیں بھرا۔

کٹ

سین ۴۶ ان ڈور شام کا وقت

(طاہر، سمیعہ اور جرجیس ویڈیو کھیلوں کی دکان پر۔ دکاندار طاہر اور جرجیس کو ریموٹ کنٹرول دیتا ہے۔ سمیعہ، جرجیس کی مدد کرتی ہے۔ تینوں کھیل میں مصروف رہتے ہیں)

کٹ

سین ۴۷ ان ڈور شام کا وقت

(باغ کا وہی حصہ جہاں سمیعہ اور جرجیس پہلی بار ملے تھے)

سمیعہ...... آپ میرے متعلق کچھ نہیں جانتے اور ابھی مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ میں آپ کو سب کچھ بتاؤں۔ آپ کی طرح۔

جر جیس...... لیکن ان باتوں کی ضرورت کیا ہے اب میں اور کیا جاننا چاہوں گا۔

سمیعہ...... دیکھئے جرجیس۔ پچھلے سال ہم نے یعنی میری فرم نے کچھ کاریں خریدیں تھیں نیلام میں۔ As it is bases پر وہ دو سال سے دفتر کے باہر پڑی تھیں۔ بارش، آندھی، سورج سب کچھ برداشت کر چکی تھیں...... زنگ آلود تھیں۔ کسی کا انجن بدلوانا پڑا، کسی کی سیٹیں۔ رنگ و روغن تو سبھی کا کرانا پڑا لیکن اب وہ سب چلتی ہیں۔ آپ کو بھی مجھے قبول کرنا پڑے گا۔ As it is bases پر۔

جر جیس...... ابھی آپ کو شک ہے۔

سمیعہ...... (تذبذب میں) آپ کو نہیں معلوم ناں کہ آپ کیا سودا کر رہے ہیں۔ آپ کو پتہ نہیں ناں کہ میں کتنی بری ہوں۔ مجھے تو خود اپنے آپ سے نفرت ہے۔ کبھی آپ نے کسی سے نفرت کی ہے؟

جر جیس...... نہیں۔

سمیعہ ..... پھر پھر۔ پھر آپ کیسے میرے جذبات کو سمجھ سکتے ہیں۔ میں سوچتی رہتی ہوں کاش میں سمیعہ سے نہ ملتی۔ کاش میں سمیعہ کو نہ جانتی۔ کبھی آپ کسی سے مل کر پچھتائے ہیں؟

جر جیس...... ہاں پچھتایا ہوں بہت شدید۔

(آہستہ آہستہ اس ڈائیلاگ کے دوران جرجیس کے چہرے پر وہ سین سوپرامپوز کیجئے جب سمیعہ اسے ایئرپورٹ پر ہیروئن والا وینٹی بکس پکڑاتی ہے)

میں اس عورت کو برا نہیں کہتا۔ اس کی کوئی مجبوری ہوگی۔ ضرور ہوگی۔ وہ ضرور کچھ حاصل کرنا چاہتی ہوگی۔ حاصل کرنے کے لئے اسے اور کوئی راستہ نہ سوجھا ہو گا...... خواہشات کبھی کبھی اس درجہ دیوانہ بھی تو بنا دیتی ہیں۔

(اس وقت وہ منظر ڈزالو کر جاتا ہے)

اچھا ہی ہوا میری آنکھیں جاتی رہیں۔ اگر میں۔ اگر میری بینائی رہتی تو کبھی نہ کبھی مجھے وہ عورت ضرور نظر آتی۔ جس نے صفورا کا مستقبل تباہ کر دیا۔ سمیعہ میں اسے کبھی دیکھنا نہیں چاہتا۔ وہ جہاں رہے خوش رہے۔

(جذبات کی رو میں آ کر سمیعہ کے ہاتھ پکڑ کر)

میں اسے کبھی دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس کی آواز سننا نہیں چاہتا۔ اس کے ساتھ بنچ پر بیٹھنا نہیں چاہتا۔ آپ مجھے سنگ دل تو نہیں سمجھتی ناں۔ میں اسے برا نہیں کہتا۔ اس کی کوئی مجبوری ہوگی۔ لیکن میں تو اس کی آواز بھی کبھی سننا نہ چاہوں گا۔ وہ جہاں رہے، خوش رہے۔ اچھا ہی ہوا میں اندھا ہو گیا۔

(کیمرہ سمیعہ کے چہرے پر آتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں)

کٹ

سین۴۸ ان ڈور شام کا وقت

(ڈرائنگ روم ایک مولوی صاحب' دو تین اور آدمی جن میں آفس کا پرسنل منیجر بھی ہے اور باپ بیٹھے ہیں۔ میز پر بہت سے ہار اور گوٹے کناری سے لدا سہرا پڑا ہے)

باپ...... اچھا جی مولوی صاحب۔ پھر یہ طے ہوا کہ بہت ہی سادگی سے نکاح ہو گا...... ساڑھے چھ بجے یہاں سے چلیں گے ہوٹل میں...... وہیں نکاح ہو گا اور نو بجے کی فلائیٹ پہ سمیعہ اپنے شوہر کے ساتھ لندن کے لئے روانہ ہو جائے گی بمعہ طاہر۔

آفیسر...... (گھڑی دیکھ کر) پھر تو دیر نہیں کرنی چاہئے سر۔

(باپ اٹھ کر اندر جاتا ہے)

—— کٹ ——

سین۴۹ ان ڈور کچھ دیر بعد

(سمیعہ سادہ سا سرخ شلوار قمیض پہنے بیٹھی ہے۔ وہ گلے میں' بازوؤں میں زیور پہنے ہوئے ہے لیکن اس کے کانوں میں کچھ نہیں۔ وہ چہرہ آئینے میں دیکھتی ہے۔ آئینے میں جرجیس کا چہرہ ابھرتا ہے)

جرجیس...... اچھا ہی ہوا میری بینائی جاتی رہی۔ میں اسے دیکھنا نہیں چاہتا...... میں اسے کبھی دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس کی آواز سننا نہیں چاہتا۔ ایک بنچ پر بیٹھنا نہیں چاہتا اس کے ساتھ۔

(باپ آتا ہے)

باپ...... چلو سمیعہ ۔ دیر ہوتی ہے بیٹے۔

سمیعہ...... آپ سب کو بھیج دیجئے ابا جی۔ میں نے ارادہ بدل دیا ہے۔

باپ...... سمیعہ ۔

سمیعہ...... میں سمجھتی ہوں یہ میرا ایک جذباتی فیصلہ تھا۔ بھلا میں لندن میں ایک اندھے آدمی...... کو کہاں

لٹکائے پھروں گی۔

باپ...... تو اتنی سنگدل کیوں ہے سمیعہ ؟ تیرا غصہ کبھی ختم ہی نہیں ہوتا۔ لوگوں کے خلاف' اپنے خلاف۔

سمیعہ...... بس جو کچھ بھی ہے' غصہ ہے یا غم ہے۔ اس کے ساتھ رہنا ہے۔ آپ سب کو رخصت کر دیجئے۔ اب انسان اپنے آپ کو موت سے پہلے چھوڑ بھی تو نہیں سکتا۔ بھیج دیجئے سب کو۔

(آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے آپ سے)

مجھے معلوم نہ تھا کہ اگر انسان قانون کی گرفت سے بچ بھی جائے تو سزا کی زد سے نہیں بچ سکتا۔ اور سزا جس قدر لمبا فاصلہ طے کر کے آتی ہے' اس قدر شدید بھی تو ہوتی ہے۔

(باپ رخصت ہو جاتا ہے۔ سمیعہ دراز کھولتی ہے۔ وہی جھمکے نکالتی ہے جو فیروز نے پہنائے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے انہیں دیکھتی ہے۔ پس منظر میں آواز ابھرتی ہے)

کناں دیاں والیاں
لا کے سنبھالیاں
جدوں میرا ماہی آوے گا
آپے میرے کنی پاوے گا

کٹ

سین۵۰ ان ڈور رات

(صفورا اور جرجیس کا گھر۔ صفورا پلنگ میں لیٹی ہوئی ہے۔ ایک طرف میز پر پھول ہار پڑے ہیں۔ جرجیس پلنگ پر بیٹھا ہے۔ صفورا کو غصہ چڑھا ہوا ہے)

صفورا...... آپ مجھے ایک دفعہ بتائیں تو سہی وہ کمینی رہتی کہاں ہے۔ اسے سیدھا کر کے آؤں۔ ایک تو

آپ نے کبھی مجھے اس کا گھر نہ دکھایا۔

جرجیس...... بس بس بس۔ کوئی مجبوری ہوگی۔ کوئی ایسی مجبوری جس کا ذکر وہ کر نہیں سکتی۔ مجھ سے بھی نہیں ورنہ وہ لوگ ہوٹل میں ضرور پہنچتے۔

صفورا...... آجاتی ہیں وہاں سے دوسروں کی زندگی سے کھیلنے والیاں۔ جب بھی یہ کمبختیں آتی ہیں، صفایا ہی پھیر جاتی ہیں۔ مجھے ملے تو سہی ایک بار۔ منہ جھلس دوں۔ ایک وہ پہلے ملی تھی ایئرپورٹ پر۔ کمبخت آنکھوں کا ہی تحفہ لے گئی۔

جرجیس...... آرام سے آرام سے...... آرام سے یہ واقعات ہیں۔ واقعات ایسے ہی ہوتے رہتے ہیں۔ ان کو برداشت کیا جاتا ہے۔ ان پر رننگ کمنٹری نہیں کرتے۔

(صفورا کو چھوڑ کر باہر آنگن میں آتا ہے۔ جیب میں سے ایک ڈبیا نکالتا ہے۔ اس میں کانوں کی بالیاں ہیں وہ بالیاں دیکھتا ہے۔ گانا ابھرتا ہے)۔

کناں دیاں والیاں
لاہ کے سنبھالیاں
جدوں میرا ماہی آوے گا
آپے میرے کنی پاوے گا

(آہستہ آہستہ گانے پر بیک گراؤنڈ میں ہوائی جہاز کی آواز سوپرامپوز کیجئے)

اختتام

شکایتیں حکایتیں

(ڈرامہ ۶۸۳)

کردار

خلیق	....	مرنجاں مرنج۔ پیارے آدمی۔ عمر پچاس کے لگ بھگ
عابدہ	....	خلیق کی بیوی۔ نیک عورت۔
ساجدہ	....	خلیق کی اکلوتی بیٹی۔ جذباتی لڑکی ،
زریں	....	ساجدہ کی سہیلی
ڈاکٹر الماس	....	پریکٹیکل عورت۔ عمر تقریباً تیس سال
ڈاکٹر جمشید	....	چھبیس، ستائیس برس کا نوجوان
ماں	....	الماس کی والدہ

سین ۱ ان ڈور دن

(ایسی دو کرسیاں جن پر صدارت کرنے کے لئے صاحب صدر بیٹھا کرتے ہیں۔ ان کی بیک اونچی اور رعب والی ہے۔ ان کرسیوں پر عابدہ اور خلیق بیٹھے ہیں۔ عابدہ اور خلیق دونوں بڑے میٹھے، مرنجاں مرنج اور پیارے انسان ہیں۔ یہ دونوں پچاس پچپن کے پیٹے میں ہیں۔ لیکن دونوں کے بال سیاہ ہیں۔ صرف کہیں کہیں چند سفید بال نظر آتے ہیں۔ عابدہ کی نسبت خلیق پر عمر کا اثر زیادہ ہے۔

عابدہ اور خلیق نے ایسے سرخ کلوک پہن رکھے ہیں جو بادشاہوں کے کندھوں پر ہوتے ہیں۔ جس وقت کیمرہ کھلتا ہے، یہ دونوں بادشاہ ملکہ کے انداز میں شرمندہ شرمندہ مسکرا رہے ہیں۔ ساجدہ کے دو ہاتھ کیمرہ کو نظر آتے ہیں۔ باقی حصہ نظر نہیں آتا۔ اب یہ ہاتھ پہلے باپ کے سر پر تاج رکھتے ہیں اور پھر ماں کو تاج پہناتے ہیں۔ کیمرہ آہستہ آہستہ ٹریک بیک کرتا ہے ~~اب~~ کیمرہ ساجدہ پر آتا ہے، جو کیمرے کے ساتھ ساتھ تالی بجاتی ہوئی ہٹتی ہے۔ کچھ معزز قسم کے لوگ نیم دائرہ میں کھڑے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں۔ کیمرہ درمیان میں رکھی ہوئی ایک میز پر آتا ہے۔ یہاں ایک بڑا سا کیک رکھا ہے اس کیک پر ایک چھوٹا سا گھر بنا ہے۔ اور کیک پر ہیپی این ورسری لکھا ہے ———— کیمرہ اس کے کلوز پر آتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۲ ان ڈور رات

(خلیق اور عابدہ بیڈروم میں عابدہ چھوٹی سی قینچی ہاتھ میں لئے خلیق کی مونچھیں تراش رہی ہے۔ خلیق دو ایک

بار منہ بناتا ہے۔ عابدہ ہنسنے لگتی ہے۔ خلیق بھی ہنستا ہے۔ دونوں کے ہنستے چہرے کبھی کٹ ٹو کٹ، کبھی علیحدہ علیحدہ کلوز اپ۔)

——— کٹ ———

سین ۳ ان ڈور رات

(عابدہ صوفے پر نیم دراز ہے۔ خلیق پشت کی طرف ہے۔ اس کے ہاتھ میں آنکھوں کی بے ضرر دوا ہے۔ جو ڈراپر سے ڈالی جاتی ہے۔ وہ احتیاط سے ڈراپر میں دوا بھرتا ہے۔ پہلے عابدہ کی دائیں آنکھ کھول کر دو قطرے ڈالتا ہے، پھر بائیں آنکھ کھول کر ڈالتا ہے۔ اس کے بعد دو تین قطرے اس کے ماتھے پر بھی ٹپکاتا ہے۔ یکدم عابدہ آنکھیں کھولتی ہے جو اس وقت آنسوؤں سے بھری ہیں۔ لیکن وہ مسکرانے لگتی ہے۔ اس وقت خلیق بڑی محبت اور ایک مسخرے کی سی سنجیدگی سے پہلے عابدہ کے کان کی دائیں لو پھر بائیں لو آہستہ آہستہ ہلاتا ہے۔ پھر چارلی کے انداز میں چلتا ہوا جاتا ہے۔ اس پر عابدہ کی ہنسی سوپر امپوز ہوتی ہے)

کٹ

سین ۴ ان ڈور دن

(خلیق اور عابدہ دونوں عینکیں لگائے ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھے ہیں دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے اور ان کے چہرے پر طمانیت، محبت اور ایک خوشگوار زندگی کے بھرپور اثرات ہیں۔ کیمرہ ان دونوں سے ہو کر ٹیلی وژن پر آتا ہے۔ جہاں اس وقت کرکٹ کا میچ ہو رہا ہے۔ ٹیلی وژن کی سکرین پر عمران خان کی گیند پر ہندوستان کا کوئی کھلاڑی آؤٹ ہوتا ہے۔ یکدم کیمرہ خلیق پر آتا ہے۔ وہ اٹھ کر اونچا نعرہ لگاتا ہے۔ پھر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر بوک لگاتا ہے اور بھنگڑے کے انداز میں ناچتا ہے۔ عابدہ خوشی سے تالیاں بجاتی ہے۔ اس وقت ساجدہ دروازہ کھول کر حیران ہو کر اندر جھانکتی ہے اور پوچھتی ہے۔)

ساجدہ...... کیا ہوا ابو!

(ابو اور امی آپس میں مست حسب حال تالی بجانے اور بھنگڑا ڈالنے میں مصروف رہتے ہیں۔) ———

سین ۵ ان ڈور دن

(ساجدہ فون کر رہی ہے۔ وہ فرش پر لیٹی ہوئی ہے اور اس کی ٹانگیں پلنگ پر ہیں۔ بال اس کے تمام کشن پر پھیلے ہیں۔)

ساجدہ...... خدا قسم مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا بھئی تو یہاں ہے۔ مینا نے تو مجھے بتایا تھا تو امی ابو کے ساتھ جدہ گئی ہوئی ہے...... ویسے بیوقوف تجھے الوی ٹیشن کی کیا ضرورت تھی؟ اچھا وہ تمہاری cheapster اس کے ایسے ہی سجیشن ہوتے ہیں۔

(نقل اتارتے ہوئے)

ہائے بھئی الوی ٹیشن کے بغیر مت جاؤ۔ مت جاؤ۔ برا لگتا ہے.......... امی...... ابو تو ایسے ڈارلنگز لگ رہے تھے اپنی ٹوینٹی ففتھ اینی ورسری پر...... میں نے انہیں کنگ اینڈ کوئین بنایا۔ تاج پہنائے.......... ہوں.......... اچھا.......... نہیں...... اچھا.......... ٹھیک...... ...... اچھا........ ...پتہ ہے زریں

(پلنگ کی لکڑی چھو کر)

ٹچ وڈ ...... ہماری فیملی تو اتنی خوش رہتی ہے کبھی کبھی ڈر لگتا ہے کہیں نظر ہی نہ لگ جائے...... بس تو آ جائیں ویک اینڈ گزارنے...... الوی ٹیشن کا انتظار نہ کریں..........

——— کٹ ———

سین ٦ ان ڈور شام کا وقت

(ایک خوب صورت کار میں خلیق اور عابدہ پھاٹک سے پورچ میں آتے ہیں۔ لان میں ساجدہ اور اس کی سہیلی زریں بغیر نٹ کے دو ریکٹ اور شٹل کاک سے بیڈ منٹن کھیل رہی ہیں۔ کار رکتی ہے اور خلیق اور عابدہ باہر نکلتے ہیں۔ ساجدہ اپنی سہیلی زریں کا ہاتھ پکڑ کر بھاگ کر آتی ہے اور باپ سے لپٹتی ہے۔)

باپ...... (محبت سے) او تیرا بھلا ہو جائے.......... اب تیرے باپ میں پہلے جیسا زور نہیں۔ بھاگ کے

نہ ہلاّبولا کر۔

(بیٹی کا ماتھا چومتا ہے۔ زریں بھی چپکے سے آ کر پیچھے کھڑی ہوتی ہے۔)

ساجدہ...... امی یہ زریں ہے۔ میں اسے ویک اینڈ کے لئے لائی ہوں ہوسٹل سے۔
زریں...... سلام علیکم ۔
عابدہ...... تو کچھ کھلایا ہے سہیلی کو...... کہ صرف شٹل کاک کے پیچھے بھگایا ہے۔
زریں...... کہاں کچھ کھلاتی ہے آنٹی۔ آتے ہی ریکٹ پکڑا دیا۔
ساجدہ...... گھر پر کچھ تھا ہی نہیں۔ سوائے کیلوں کے۔ وہ یہ کھاتی نہیں۔
عابدہ...... وہ کیوں؟
ساجدہ...... موٹی ہو جائے گی اماں۔ سمجھا کریں ناں۔
خلیق...... سامان نکالو ڈکی سے شاباش..........

(باپ ساجدہ کو کندھے پر تھپکی دے کر ڈکی کے لئے چابیاں پکڑاتا ہے۔ پھر عابدہ کے کندھے کے گرد بازو حمائل کر کے برآمدے کی طرف چلتا ہے۔ زریں حیرانی سے اس جوڑے کو دیکھتی ہے۔ ساجدہ سہیلی کو یوں حیران دیکھ کر آنکھ مارتی ہے۔)

——— کٹ ———

سین ۷ ان ڈور رات

(رات کا کچھ حصہ بیت چکا ہے۔ زریں کھڑکی میں کھڑی ہے اور لان کی طرف دیکھ رہی ہے۔ یہاں خلیق اور عابدہ ساتھ ساتھ لان میں ٹہل رہے ہیں۔ ان پر زیادہ روشنی نہیں ہے۔ لیکن ان کے ہیولے نیم روشنی میں پہچانے جاتے ہیں۔ ۔ کیمرہ زریں کے پوائنٹ آف ویو سے ان کو چلتا دکھاتا ہے۔ پھر زرین کمرے میں لوٹتی ہے۔ اب ساجدہ بھی انکلوڈ ہوتی ہے۔ وہ اپنی الماری کو کھڑی ہو کر پینٹ کر رہی ہے۔ برش اس کے ہاتھ میں ہے۔ زریں اس کی طرف بڑھتے ہوئے بات کرتی ہے۔)

زریں...... کیا یہ ہمیشہ اسی طرح اکٹھے اکٹھے رہتے ہیں۔
ساجدہ...... کون؟
زریں...... تمہارے ابو امی۔
ساجدہ...... یچ وڈ۔
زریں...... کیا یہ ہمیشہ اسی طرح آئنرڈ ڈنرز سیر کرتے ہیں؟
ساجدہ...... نہیں زریں۔ پہلے تو یہ دو تین میل کی سیر کے لئے جایا کرتے تھے۔ پتہ ہے اتنے کیوٹ لگتے تھے جوگرز پہن کر سکول چلڈرن کی طرح لیکن اب امی کے گھٹنے میں درد رہتا ہے۔
زریں...... (دکھ کے ساتھ) پھر بھی۔
ساجدہ...... اب یہ دونوں بابا بابی لان میں ٹہلتے ہیں۔
زریں...... تم کتنی لکی ہو......
ساجدہ...... کیا مطلب؟
زریں...... میرے امی ابو جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوتے ہیں' لڑتے ہیں۔ انہیں یہ بھی خیال نہیں آتا کہ وہ اپنی لڑائیوں سے میرا کیا حشر کرتے ہیں۔
ساجدہ...... تت تت تت تت۔
زریں...... انہیں یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ کمپنی میں ہیں کہ اکیلے ہیں۔ بیٹی پاس کھڑی ہے کہ بیٹا دیکھ رہا ہے۔
ساجدہ...... پہل کون کرتا ہے؟
زریں...... پہل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا.......... ان کی ہر لڑائی گذشتہ سے پیوستہ ہوتی ہے۔
ساجدہ...... ہاؤ سیڈ!
زریں...... پہلے امی اونچی اونچی بولتی ہیں' ابو طنزیہ گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ پھر ابو گندی گندی گالیاں دینے لگتے ہیں' امی پریشان ہو کر رونے لگتی ہیں۔ جب امی رونے لگتی ہیں تو ابو گھر سے نکل جاتے ہیں۔ جب ابو گھر سے روانہ ہو جاتے ہیں تو امی اپنے گھر کا دروازہ اندر سے بند کر کے گولیاں کھا لیتی ہیں اور پھر ڈاکٹر مجھے بلانا پڑتا ہے۔ عجب مصیبت ہے
ساجدہ...... گولیاں کیسی؟
زریں...... وہ نیند کی گولیاں نہیں ہوتیں.......... امی وہ کھا کر سو جاتی ہیں۔ انہیں ٹینشن ہو جاتی ہے۔ ابو آتے ہیں' وہ اپنے کمرے میں جا کر لیٹ رہتے ہیں۔ یہ گھر ہے میرا۔

ساجدہ...... مناتے نہیں ایک دوسرے کو؟

زریں...... کہاں...... کولڈ وار جاری رہتی ہے میں تو اسی لئے ہوسٹل چلی گئی ہوں بھیا نے بھی الگ گھر لے لیا ہے۔

ساجدہ...... لیکن تم...... تم نے ان دونوں کو اکیلا کیوں چھوڑ دیا' ایک دوسرے کو زخمی کرنے کے لئے ؟

زریں...... وہ ماں باپ ہو کر یہ نہیں سوچ سکتے کہ ان کی لڑائیاں ہمیں کیسے تباہ کر رہی ہیں۔ ہم تو پھر اولاد ہیں۔

ساجدہ...... (پاس آکر) پھر بھی...... انہیں قریب لانے کے لئے' ان کے ڈفرینسز ختم کرنے کے لئے۔

زریں...... کچھ نہیں ہو سکتا سجو...... کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ جب لڑتے ہیں تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ میں اور عامر...... ہم دونوں ان کی سائیڈ لیں۔ وہ ہمیں ہتھیاروں کی طرح استعمال کرنے لگتے ہیں۔

ساجدہ...... آئی ایم سوری زریں۔

زریں...... ماں باپ یہ کیوں نہیں سمجھتے...... اولاد ماں اور باپ کا علیحدہ علیحدہ تصور نہیں رکھتی کوئی بچہ ممی کا یا ڈیڈی کا الگ بچہ نہیں ہوتا وہ دونوں کا بچہ بن کر رہنا چاہتا ہے۔ تم کتنی لکی ہو ساجدہ...... ہاؤ لکی

(ساجدہ زیر لب کچھ کہتی ہے اور الماری پر ہاتھ رکھتی ہے۔ کیمرہ اس کے ہاتھ پر آتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۸ ان ڈور دن

(خلیق اپنے دفتر میں فائلوں پر دستخط کرنے میں مشغول ہے۔ اس وقت ایک چپڑاسی اندر آتا ہے۔)

خلیق...... الیکٹریشن کو بلوایا؟

چپڑاسی...... جی سر...... وہ تو سر دیکھ گیا ہے۔

خلیق...... پھر ائیر کنڈیشنر کیوں نہیں چلا؟ جب وہ دیکھ بھی گیا ہے۔

چپڑاسی...... وہ سر جی ائیر کنڈیشنر تو ٹھیک ہے۔

خلیق...... زمان بھائی۔ یہ کیا بات کرتے ہو تم۔ ائیر کنڈیشنر ٹھیک ہے پھر چلاتے کیوں نہیں؟

چپڑاسی...... سر جی وہ پیچھے چڑیا نے گھونسلہ بنا رکھا ہے۔

خلیق...... انڈے بھی ہیں؟

چپڑاسی...... لگتا ہے جی۔

خلیق...... لگتا ہے کیا؟ ہیں یا نہیں ہیں؟

چپڑاسی...... ہیں جی۔

خلیق...... جی یہ چڑیا کم بخت ائیر کنڈیشنر میں گھونسلہ بنانے لگتی ہے اور دو تنکے لاتی ہے تب تم کو پتہ نہیں ہوتا کہ گرمیوں میں یہ کم بخت چلانا بھی ہے؟

چپڑاسی...... بس جی وہ غلطی ہو گئی۔

خلیق...... اب مجھے کچھ پتہ نہیں۔ گھونسلہ اٹھاؤ اور کہیں اور رکھو...... دوپہر کو میٹنگ ہے۔ مجھے تو تم چڑیا کی خاطر گرمی میں بٹھا سکتے ہو' لیکن سارے لوگ گھونسلہ لورز نہیں ہوتے انہیں گرمی لگتی ہے۔

چپڑاسی...... اچھا سر۔ اگر آپ حکم دیں تو۔

خلیق...... حکم وکم کا مجھے پتہ نہیں۔ بس ائیر کنڈیشنر چلنا چاہئے فوراً۔

چپڑاسی...... لیکن سر جی وہ چڑیا نے تو شاید بچے دے رکھے ہیں؟

خلیق...... پہلے صرف گھونسلہ تھا۔ پھر انڈے ہوئے اب بچے ہو گئے............

چپڑاسی...... ہاں جی۔

خلیق...... مجھے کچھ پتہ نہیں۔ میٹنگ سے پہلے ائیر کنڈیشنر چلنا ہو۔

چپڑاسی...... (حیران ہو کر جاتے ہوئے) اچھا جی۔ جیسا آپ کا حکم...... لیکن جی وہ چڑیا نے......

—— کٹ ——

سین ۹ ان ڈور رات

(ایک نوجوان لیڈی ڈاکٹر وہ اس وقت کاٹن کی سفید ساڑھی' اس کے اوپر سفید کوٹ پہنے جلدی جلدی تیار ہو رہی ہے۔ اس کے پاس اس کی ماں کھڑی ہے۔ جس وقت کیمرہ کھلتا ہے' وہ لمبی جرابیں پہننے میں مشغول ہے' اور

اس کے چہرے پر بڑی بیزاری ہے۔ اس پر گھنٹی کی آواز سپر امپوز کیجئے۔)

الماس......اوجی میں آرہی ہوں۔ آرہی ہوں آخر میں بھی انسان ہوں' بندہ ہوں۔ مشین نہیں ہوں۔

ماں......بیٹے آہستہ.........وہ باہر کھڑا ہے۔

الماس ......تو کھڑا رہنے دیں۔ ایک تو آدھی آدھی رات کو ڈاکٹر کو اٹھا لیتے ہیں۔ اوپر سے دھونس ہے کہ فوراً چلیں...... سمجھتے ہیں ڈاکٹر انسان نہیں ہوتا' صرف مریض انسان ہوتا ہے۔

ماں......شکر کر بیٹا۔ خدمت کرنے کے مقام پر ہے۔

الماس......اچھا مقام ہے۔ ساری دنیا سوئی پڑی ہے' ہمیں کوئی سونے بھی نہیں دیتا۔ ہم بھی تھک جاتے ہیں۔

ماں......جب ایک گھر تیرے ہاتھوں بسے گا' ایک نئی جان کا بوٹا لگے گا تو ساری تھکن جاتی رہے گی۔

الماس......اوئے نہیں ماں جی۔

(سٹتھسکوپ اٹھاتی ہے۔)

میری بوٹی بوٹی پوٹا پوٹا تھک گیا......میں آرام نہیں کرنا چاہتی؟......میں سوئی رہنا چاہتی ہوں ہمیشہ کے لئے۔

ماں.ایسی ناشکری کی باتیں نہیں کہتے......فرشتے سنتے ہیں۔ کبھی کبھی اصل مشکلات پڑ جاتی ہیں۔

الماس ......تو سنیں۔ ضرور سنیں۔ بلکہ غور سے سنیں۔ کچھ لوگوں کے لئے اس دنیا میں کوئی آرام نہیں ہوتا۔ وہ چلتے پھرتے کھانا کھاتے ہیں۔ کار میں' بس میں' ہوائی جہاز میں سفر کرتے وقت سوتے ہیں۔ گھوڑوں کی طرح کھڑے کھڑے سونے کا حکم ہے ان کے لئے۔

(پھر گھنٹی بجتی ہے)

توبہ......بجائے جاؤ گھنٹی بجائے جاؤ۔ کوئی کام وقت سے پہلے نہیں ہو گا...... آجاتے ہیں منتیں کرنے آدھی رات کو۔

ماں......خوش خوش جا الماس۔

الماس ......خوشی کے لئے تو میں پیدا ہی نہیں ہوئی اماں۔ خوشی میری قسمت میں ہوتی تو ابا کیوں مرتے۔ بھیا کیوں لندن چلے جاتے......میں کیوں ڈاکٹر بنتی۔

ماں......اچھا ہو گیا......اپنے پیروں پر کھڑی ہو گئی ہمیں کس چیز کی کمی ہے؟ ہر چیز ہے ہمارے پاس اللہ کی دی ہوئی......

الماس ...... آپ نہیں سمجھ سکتیں امی......میرے پاس سوائے کام کے اور کچھ نہیں ہے......صبح ہسپتال۔

شام کلینک۔ رات کو ہاتھ جوڑنے والے مریضوں کے رشتہ دار کچھ نہیں ہے میری زندگی میں۔

ماں......دیکھ ناشکری نہ بنا کر الماس...... کوئی گھڑی کیسی ہوتی ہے' کوئی گھڑی کیسی ہوتی ہے۔ جو لوگ کھاتے پیتے سب کچھ ہوتے ہواتے اللہ کا گلہ کرتے ہیں' اللہ نہ کرے ان پر کڑی بن جاتی ہے۔ شکر کر اللہ کا۔

الماس...... آپ کریں شکر۔ آپ کے پاس ٹائم ہے۔ اللہ کو ٹیلی فون کرنے کا...... ہمارے پاس تو زہر کھانے کا بھی وقت نہیں ہے......خدا حافظ۔

ماں......(دونوں ہاتھ جوڑ کر خوفزدہ ہو کر) خدا حافظ

کٹ

سین ۱۰ ان ڈور دن

(اس وقت عابدہ باورچی خانے میں موجود ہے اور ایک دیگچے میں پلاؤ پکا رہی ہے۔ نوکرانی آتی ہے)

نوکرانی......وہ مستانی نہیں جاتی جی......بیگم صاحب۔

عابدہ......دس روپے دیئے اسے؟

نوکرانی......پیسے تو دے دیئے جی۔ پر وہ آپ کو بلا رہی ہے۔

عابدہ......بھائی مہمان آرہے ہیں۔ چاول دم پر رکھے ہیں۔ اس سے معافی مانگ لو۔

نوکرانی......وہ جی معافی نہیں دیتی۔ کہتی ہے بیگم صاحب کو بلاؤ۔

عابدہ......اچھی دھونس ہے۔ اچھی زبردستی ہے۔

(گھنٹی بجتی ہے)

یہ پانچ روپے اور دے آ اسے اور اگر اس کے بعد بھی وہ تنگ کرے تو اندر سے چٹخنی لگا لے اور لگانے دے اسے صدائیں۔

نوکرانی......اچھا جی۔ (جاتی ہے)

(ساجدہ آتی ہے)

ساجدہ......ماں

عابدہ......جی بیٹے۔

ساجدہ...... یہ باہر کون بول رہی ہے اونچی اونچی۔

عابدہ...... کوئی مانگنے والی ہے۔

ساجدہ ...... میرے باتھ روم میں آواز آ رہی تھی۔ میں تو ڈر گئی............ چلاّ چلاّ کر کہہ رہی تھی میں پاک پتن شریف سے آئی ہوں۔

(نوکرانی واپس آتی ہے)

عابدہ...... چلی گئی مستانی؟

نوکرانی...... بڑی مشکل گئی جی۔

عابدہ...... پیسے دے دیئے؟

نوکرانی...... ہاں جی پیسے تو لے گئی پر آپ کو بلا رہی تھی۔ گالیاں بکتی گئی ہے۔

ساجدہ...... امی مجھے تو ایسے لوگوں سے ڈر لگتا ہے۔

(ساتھ لپٹتی ہے)

عابدہ...... اچھا اچھا اب جا کر تیار ہو جلدی سے۔

ساجدہ...... ایسے لوگوں کی بد دعائیں لگ تو نہیں جاتیں؟

عابدہ...... پاگل ہوئی ہے۔ اسے پیسے دیئے ہیں۔ مدد کی ہے اس کی...... خواہ مخواہ بد دعا لگ جائے گی۔ ہم کوئی قصور وار ہیں؟

نوکرانی...... میری تو سن ہی نہیں رہی تھی۔ مالی نے گیٹ سے باہر نکالا۔

ساجدہ...... پتہ نہیں کیوں امی...... مجھے ایسے لوگوں سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ پاگلوں سے۔ مجذوبوں سے...... فقیروں سے۔

——— کٹ ———

سین ۱۱ ان ڈور شام کا وقت

(ساجدہ زریں دونوں بیگ لٹکائے تیزی سے باہر پورچ میں آتی ہیں۔ اس وقت خلیق کار میں پورچ سے روانہ ہوتا ہے۔ دونوں انکل، ابو کی آوازیں دے کر پیچھے بھاگتی ہیں۔ گیٹ کے قریب خلیق کار روکتا ہے اور ریورس میں کار واپس کرتا ہے۔ لڑکیوں کے قریب آ کر سر نکالتا ہے۔)

خلیق...... کیا ہوا؟

ساجدہ...... آپ کہاں جا رہے ہیں ابو؟

خلیق...... ٹینس کھیلنے۔

ساجدہ...... اس کو ہوسٹل ڈراپ کر دیں گے۔

خلیق...... بشرطیکہ یہ راستے میں نہ تو باتیں کرے نہ آئس کریم کی فرمائش کرے۔

زریں...... نہیں انکل میں کچھ نہیں مانگوں گی۔ بالکل چپ۔

(ساتھ والی نشست کا دروازہ کھول کر پاس بٹھاتا ہے۔ ساجدہ ہاتھ ہلاتی ہے۔ کار روانہ ہوتی ہے۔)

——— کٹ ———

سین ۱۲ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(لیڈی ڈاکٹر الماس اپنی کار میں روانہ ہے۔ اس کے چہرے پر غصہ اور تھکن ظاہر ہے۔)

——— کٹ ———

سین ۱۳ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ایک ہوسٹل نما عمارت کے پاس خلیق کی کار رکتی ہے۔ کار میں سے زریں نکلتی ہے اور ہاتھ ہلاتی اندر جاتی ہے۔ خلیق کی کار روانہ ہوتی ہے۔ اس سے دس بیس گز پیچھے الماس کی کار ہے۔ تھوڑی دیر یہ کاریں آگے پیچھے جاتی ہیں پھر یکدم خلیق کی کار عین سڑک کے وسط میں رکتی ہے۔ پیچھے سے الماس اپنی کار کا بار بار ہارن دیتی ہے لیکن سامنے والی کار ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ الماس منہ میں بڑبڑاتی اترتی ہے اور جلدی سے اگلی کار والے سے لڑنے کی غرض سے جاتی ہے۔ جب وہ خلیق کے دروازے کے اندر جھانکتی ہے تو یہاں وہیل پر سر دھرے خلیق بے ہوش پڑا ہے۔ الماس دروازہ کھولتی ہے۔ خلیق کو بے ہوشی کے عالم میں پشت پر کرتی ہے۔ اس کی نبض دیکھتی ہے۔ پھر وہ سڑک کے وسط میں کھڑی ہو کر مدد کے انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر گاڑیاں روکتی ہے۔ ایک کار رکتی ہے۔)

سین ۱۴ ان ڈور رات

(سکرین پر تھوڑی دیر کیلئے ای سی جی کا گراف آتا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بیک گراونڈ میں دل کی آواز زور زور سے آتی ہے)

کٹ

سین ۱۵ ان ڈور رات

(اس وقت ساجدہ فون پر بات کر رہی ہے۔ دوسری طرف الماس ہے)

ساجدہ کہاں۔ ؟کیسے۔ ؟کیوں۔ ؟

الماس... دیکھئے میں اس وقت اپنے پرائیویٹ کلینک سے بول رہی ہوں۔ میرے پاس زیادہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ آپ کے ابا جی اس وقت انٹینسو کیئر ______ میں ہیں۔ آپ فوراً پہنچ جائیں ان کی وائف کو لیکر۔

ساجدہ لیکن میں امی کو کیسے بتا سکتی ہوں۔ ان کو تو prepare کرنا پڑے گا۔

الماس دیٹ از یور پرابلم

کٹ

سین ۱۶ ان ڈور رات

(اس سین میں Intensive Care, کے ایک بیڈ پر خلیق بے ہوش پڑا ہے۔ ناک میں نالی لگی ہے۔ سارے طرف نالیاں ہی نالیاں ہیں۔ آگے آگے عابدہ اور پیچھے ساجدہ آتی ہیں۔ الماس مریض کے پاس بیٹھی ہے اور اس کی نبض دیکھ رہی ہے۔)

الماس۔ آپ مسز خلیق ہیں۔ ؟

عابدہ جی۔

الماس روئیں نا۔ بالکل مائیلڈ ہارٹ اٹیک ہے۔ ٹھیک ہو جائیں گے۔

کٹ

سین ۱۷ ان ڈور دن

(الماس اپنے دفتر میں۔ اس کے پاس عابدہ اور ساجدہ بیٹھی ہیں۔)

الماس... آپ کا بیٹا نہیں ہے؟

عابدہ... نہیں جی۔ بس یہی بیٹی ہے۔ فورتھ ایئر میں پڑھتی ہے۔ امتحان قریب ہیں۔

الماس... چلئے اچھا ہے۔ اس کی شادی کر کے آپ دونوں فارغ ہو جائیں گے۔ ورلڈ ٹور کرنا پھر...... سیکنڈ ہنی مون......

عابدہ... بس یہ ٹھیک ہو جائیں

الماس... اوہو اتنا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ بالکل ہلکا سا ہارٹ اٹیک ہے۔ آج کل کی تو لائف ہی ایسی ہے۔ ہر چوتھے آدمی پر اتنا strain پڑ رہا ہے۔ اتنی مشکل زندگی ہے۔ ہارٹ اٹیک تو اب لازمی جزو ہے...... زندگی کا۔

عابدہ... ان کو تو ساری عمر کبھی زکام بھی نہیں ہوا۔

الماس... بھئی کبھی نہ کبھی تو کچھ ہونا تھا۔ شکر کریں ساری عمر کچھ نہیں ہوا۔

He has enjoyed a long healthy life

ساجدہ... اللہ کرے۔

الماس... تم اچھی پڑھی لکھی لڑکی ہو۔ اپنی ممی کو حوصلہ دو...... تم الٹا یہ لمبا چہرہ کر کے بیٹھ گئی ہو۔

ساجدہ... پتہ نہیں جی میرا دل ڈرتا ہے۔

الماس... کس چیز سے۔ بھئی میں ڈاکٹر ہوں۔ میں بتا رہی ہوں بالکل معمولی اٹیک ہے۔ کچھ روز آرام کریں گے۔ تم تو بہت وہمی لڑکی ہو۔

ساجدہ... کبھی کچھ ہوا نہیں ابو کو۔ میرے ابو کو۔

الماس... بابا کبھی نہ کبھی تو زندگی میں غیر معمولی باتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ ایسی باتیں جن کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ ساری

زندگی توسوچ سمجھے پلان کے مطابق نہیں چلتی ناں۔
عابدہ ..لیکن......ہم توان کی صحت کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ......میں سوچ بھی نہیں سکتی۔
الماس...میں نے فکر مند لوگ بہت دیکھے ہیں لیکن آپ دونوں جیسے بیوقوف فکر مند کوئی نہیں دیکھے۔ بھئی بیماری انسان کے ساتھ ہے۔ حادثہ زندگی کا حصہ ہے......ان ہونی......ان دیکھی......ان چاہی......سب باتیں انسان کے ساتھ ہیں ہمیشہ۔
ساجدہ..(جلدی سے الماس کا ہاتھ پکڑ کر) ہائے آپ کتنی پریکٹیکل ہیں۔
الماس...بھئی اتنا دکھ درد دیکھنا پڑتا ہے۔ آدمی خود بخود آبجیکٹو ہو جاتا ہے۔
عابدہ ---خلیق کب تک ٹھیک ہو جائیں گے؟

کٹ

سین ۱۸　　ان ڈور　　شام کا وقت

(پرائیویٹ کمرہ۔ ہسپتال۔
اس وقت ہسپتال کے پلنگ کے ساتھ تکیوں کے سہارے خلیق لیٹا ہوا ہے۔ ایک سٹول پر ڈاکٹر الماس بیٹھی ہے۔ اور نرس ٹیکہ لگا رہی ہے۔ نرس جاتی ہے۔ الماس دو اور دو چار سمجھنے والی عورت ہے وہ زندگی کی نزاکتوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی۔ اسی لئے جذبات سے مغلوب ہونا نہیں جانتی۔ صرف غصے کے معاملے میں وہ اندھی ہے۔ خلیق جو بہت مشفق، مرنجان مرنج اور اندر ہی اندر رہنے والا شخص ہے، اسے ایسی عورت سے کبھی پالا نہیں پڑا۔)
الماس... دیکھیں خلیق صاحب۔ بیماری میں آدمی کا صرف attitude کام آتا ہے۔ اگر آپ کا attitude, مثبت ہے تو آپ یہاں سے شفایاب ہو کر گھر جائیں گے اور نارمل زندگی بسر کریں گے۔
خلیق۔ اور وہ جو اتنی ساری احتیاطیں بتادی ہیں آپ نے......وہ ساری
الماس...دیکھیں ناں خلیق صاحب۔ احتیاط سے آپ جلدی pick up, کریں گے لیکن احتیاط کے یہ مطلب نہیں ہیں کہ آپ اب ایک ڈرے ہوئے routinist, بن جائیں اور سارا دن گھڑی دیکھتے رہیں۔ یہ سوچتے رہیں کہ مجھے اب دوبارہ اٹیک ہونے والا ہے۔
خلیق ...... لیکن میں خوفزدہ ہو گیا ہوں

الماس ---- بندوق کی گولی سے بچ گئے ہیں شکر کریں۔
خلیق اگر گولی پھر آگئی؟
الماس۔ آپ کے گھر والے تو بڑے ہی کمزور دل والے ہیں۔ آپ کی بیگم تو خود مرنے والی ہو گئی تھیں بیٹی بھی آپ کی وہمی سی ہے۔
خلیق۔ ہم لوگوں نے ہمیشہ اچھے دن دیکھے ہیں۔ ہمیشہ محبت کی فضا میں صحت مندی کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ ہمیں فکر ہے کہ کہیں یہ جنت جو ہم نے بنائی ہے، کسی تبدیلی سے آشنا نہ ہو جائے۔
الماس۔ خلیق صاحب۔ بھلا انسان کی بنائی ہوئی جنت کتنی پائیدار ہو سکتی ہے۔ ؟ اپنی جنت کی کھڑکیاں دروازے بند نہ کریں۔ باہر کی تازہ ہوا لگنے دیں اسے۔ ای سی جی کی رپورٹ آگئی۔
خلیق ..جی۔
الماس.. کہاں ہے۔
خلیق. .میری وائف کے پاس ہے؟
الماس... یہ آپ کا سب کچھ آپ کی وائف کے پاس کیسے پہنچ جاتا ہے۔ آپ اپنی رپورٹ بھی اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔ اس دراز میں۔

خلیق .... برسوں سے عادت پڑی ہوئی ہے

الماس ---- برسوں سے عادت پڑی ہوئی ہے کہ عبادت بنی ہوئی ہے آپ کی؟
خلیق -- کچھ سمجھ لیجئے۔
(اس وقت ساجدہ اور عابدہ بمع زریں اندر کی طرف آتی ہیں۔)
الماس... لیں خلیق صاحب اب آمد تیم برخاست۔
(الماس اٹھ کر جاتی ہے۔ ساجدہ اور زریں دونوں آتی ہیں اور پلنگ کے دائیں بائیں جا کر محبت سے خلیق کو ملتی ہیں۔ سٹول پر بیٹھی ہیں اور اپنا اپنا سر خلیق کے دائیں بائیں بازور پر رکھتی ہیں۔ کیمرہ زریں کے چہرے پر آتا ہے)

کٹ

سین ۱۹　　ان ڈور　　رات

(زریں کپڑوں کی الماری کے ساتھ ٹیک لگائے آلتی پالتی مارے بیٹھی ہے اور آئس کریم کھا رہی ہے۔
ساجدہ ۔ کھڑکی کی سل پر بیٹھی ہے اور آئس کریم کھا رہی ہے ۔)

زریں ۔ اب پلیز تم مجھے ہوسٹل چھوڑ آؤ۔ پلیز ساجدہ۔

ساجدہ ۔ وہاں جا کر کیا کرو گی۔

زریں بالوں کو مہندی لگانی ہے۔ شیمپو کرنا ہے۔

ساجدہ ۔ یہ دونوں کام یہاں بھی ہو سکتے ہیں۔

زریں ۔ پھر کل جمعہ ہے۔

ساجدہ ۔ اسی لئے تو میں کہتی ہوں کہ کل جمعہ ہے۔ ہوسٹل جا کر کیا کرو گی۔

زریں ۔ کبھی کبھی ممی ڈیڈی میں سے کوئی نہ کوئی ملنے آ جاتا ہے۔ کبھی کبھی وہ اکٹھے بھی آ جاتے ہیں۔ انہیں disappointment, ہوتی ہے اگر میں وہاں نہ ہوں۔

ساجدہ ...... تمہیں کچھ نہیں ہوتا

زریں ...... مجھے ؟ کیوں ؟

ساجدہ ۔ یعنی اگر تم اپنے ماں باپ سے نہ مل سکو تو تمہیں کوئی disappointment نہیں ہوتی۔

زریں ۔ پہلے ہوتی تھی ...... اب میں نے کبھی سوچا نہیں۔

ساجدہ ۔ کیا مطلب ؟

زریں ۔ پہلے پہل ۔ جب میں ہوسٹل میں آئی تھی تو ۔ تو میں بڑی اداس رہتی تھی' جب تک میں تم سے نہیں ملی تھی۔ اب میں نے اپنے ماں باپ کے متعلق سوچنا چھوڑ دیا ہے۔

ساجدہ ۔ سوچنے پر کوئی اپنا اختیار تھوڑی ہوتا ہے۔

زریں ۔ ہوتا ہے۔ یہ بھی عادت ہوتی ہے۔ سوچتے رہنا' کڑھتے رہنا۔ کڑھ کڑھ کر سوچنا اور سوچ سوچ کر کڑھنا۔

ساجدہ ۔ ڈاکٹر الماس کی طرح ہونا چاہئے۔

زریں ۔ She is a cheapster کیسے بولتی ہے۔

ساجدہ ۔ (خوف زدہ ہو کر) ایسے نہ کہو زریں ۔ ایسے کسی کے متعلق نہیں کہنا چاہئے۔ ہم لوگ کتنی آسانی سے کتنی جلدی دوسروں کو label, کر دیتے ہیں۔ پتہ ہے جس کو ہم cheapster, سمجھتے ہیں' وہ کون ہوتی ہے۔

زریں ۔ کون ؟

ساجدہ ۔ جس کے پاس ذرائع وسائل کم ہوتے ہیں۔ دولت کم ہوتی ہے۔ لیکن وہ سات پشتی رئیس لڑکیوں کی نقالی کرتی ہیں۔ قابل ترس ہوتی ہیں۔

زریں ۔ تو وہ مان لیں ناں کہ وہ cheapster ہیں۔ مان لیں کہ ان کا behaviour, cheap, ہے۔

ساجدہ ۔ بس بس یہ لفظ اب استعمال نہ کرنا۔ کم از کم میرے سامنے۔ مجھے لگتا ہے کہ میں explain, نہیں کر سکتی لیکن مجھے لگتا ہے کہ ...... ہم نے الماس کے خلاف یہ باتیں جو کیں ہیں تو اچھا نہیں کیا۔

زریں ۔ تم نے تو کچھ نہیں کہا اسے۔

ساجدہ ۔ پھر بھی ....

زریں ۔ کم آن ناؤ ۔

کٹ

سین ۲۰ ان ڈور شام کا وقت

(اس وقت الماس' خلیق اور الماس کی ماں موجود ہیں۔ خلیق ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ چائے پی رہا ہے۔ الماس اور ماں سرگرم گفتگو ہیں۔)

الماس ۔ آپ ماں جی پیاری ماں جی میری پرواہ نہ کیا کریں۔ ...... جس وقت آپ کو نیند آ جائے فون اٹھا کر نیچے رکھیں اور سو جائیں۔

ماں ہائے نہیں بیٹا۔ مریضوں کے فون ہوتے ہیں۔

الماس ۔ جب میں ہی گھر پر نہیں ہوتی تو آپ مریضوں کا کیا بتا سکتی ہیں۔ کیوں خلیق صاحب

خلیق ۔ جی جی

الماس ۔ آپ ان کا علاج کر سکتی ہیں کوئی ؟ دوا بتا سکتی ہیں فون پر

ماں ۔ دوا تو نہیں بتا سکتی۔ لیکن الماس میں ان کا پیام شیام ....

الماس ۔ تمار دار ہوتے ہیں۔ یہ انتہائی بدتمیز ہوتے ہیں۔ اب ڈاکٹر صاحب۔ مریض کو چھینک آ گئی ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب مریض کو کروٹ دلائی ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب اس نے چاول کھائے ہیں۔ کیا روٹی بھی کھلا دیں۔

ماں ۔ آپ نے دیکھا ہے خلیق صاحب ...... اس کی طبیعت کیسی ہے۔ کسی کا لحاظ نہیں کرتی' اپنے مریضوں کا

بھی نہیں۔

خلیق　ایک لحاظ سے تو اچھا ہی کرتی ہیں۔ جو شخص زیادہ لحاظ کرتا ہے' وہ مارا جاتا ہے۔

الماس　(کھلکھلا کر ہنستے ہوئے) یعنی آپ۔ آپ خلیق صاحب آپ مارے گئے۔

(پہلے خلیق اس کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہے۔ پھر وہ بھی ہنسنے لگتا ہے۔)

کٹ

سین ۲۱　　ان ڈور　　رات

(زریں اور ساجدہ ایک پلنگ پر لیٹی ہوئی ہیں۔ نیم اندھیرا ہے۔ ان دونوں کا سر ایک تکیئے پر ہے اور چہرے بہت قریب ہیں۔)

زریں　جب پہلی بار امی ابو کی لڑائی ہوئی تو پتہ ہے مجھے ایسا لگا۔ ایسے لگا جیسے ابو نے میرا ایک ہاتھ پکڑ کر کھینچا' امی نے مجھے دوسرے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا...... وہ دونوں اپنے اپنے زور سے مجھے کھینچتے گئے کھینچتے گئے اور میرا سارا وجود دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ آدھا ابو کی طرف اور آدھا امی کی طرف۔ وہ ہمیشہ ہمیں تقسیم کرتے رہتے ہیں امی ابو

ساجدہ　پچھلی باتوں کو یاد کرنا' ان کو دہرانا چھوڑ دو زریں۔

زریں　ٹوٹے گھروں کے لوگ ہمیشہ تلاش میں رہتے ہیں۔ سفر میں رہتے ہیں (کہنی کے بل ہو کر) جب ان کا پہلا گھر تباہ ہو جاتا ہے تو پھر............

ساجدہ　ایسی باتیں مت سوچا کرو زریں۔ ایک تجربے سے ساری زندگی کا اندازہ مت لگاؤ زریں۔ اعتبار کرو آنے والی زندگی پر......

زریں　جب تک میں تم سے نہیں ملی تھی ساجدہ۔ میں سمجھتی تھی اب باقی کچھ نہیں ہے۔ زندہ رہنا بیکار ہے۔ واہیات ہے زندگی۔ تم نے آہستہ آہستہ...... تمہاری امی نے...... میں تم لوگوں کا شکریہ کیسے ادا کروں ساجدہ۔

ساجدہ　آسان طریقہ ہے لیکن تم مانو گی نہیں۔

زریں　نہیں مانوں گی؟

ساجدہ　سو جاؤ۔ اور ماضی کے متعلق نہ سوچا کرو۔

(دونوں ہنستی ہیں۔ ساجدہ آنکھیں بند کرتی ہے لیکن زریں کی آنکھیں پوری طرح کھلی ہیں۔)

زریں۔ ساجدہ......

ساجدہ۔ پھر؟

زریں۔ آخری بات کروں گی۔ آخری۔

ساجدہ۔ فرمایئے؟

زریں۔ کبھی تم نے سوچا ؟

ساجدہ۔ میں صرف امتحانوں کے دنوں میں سوچا کرتی ہوں۔ باقی وقت میں سوچنا پسند نہیں کرتی۔

زریں۔ (نہ سنتے ہوئے) مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہر لڑکی ساری زندگی اپنے باپ جیسے انسان کی تلاش میں رہتی ہے۔

ساجدہ... ہرگز نہیں۔ وہ کسی محبت کرنے والے شخص کو ڈھونڈتی ہے ساری عمر۔

زریں... نہیں۔ ہرگز نہیں۔ وہ صرف اپنے باپ جیسی شخصیت کو تلاش کرتی ہے جو اس کی غلطی کو معاف کر سکے۔ جو اس کے عیبوں پر اپنی مہربانی کی چادر ڈال سکے۔ جو اس کی ہر خواہش کو بھانپ کر پورا کر دے۔

(اسی وقت عابدہ آتی ہے)

عابدہ... ساجدہ تیرے ابو نہیں آئے۔

زریں + ساجدہ... (یکدم اٹھتے ہوئے) کیا امی ؟

عابدہ... تمہارے ابو نہیں آئے ابھی تک۔

ساجدہ... لیکن اب تو بارہ بج رہے ہیں۔

زریں... انکل فرید کے گھر فون کرنا تھا۔

ساجدہ... کہیں اس دفعہ کی طرح پھر بے ہوش نہ ہو گئے ہوں۔ ماموں کو فون کرنا تھا۔

عابدہ... سب جگہ فون کیا ہے۔ ہسپتال بھی رنگ کیا۔

ساجدہ... چلو زریں...... چلو...... جلدی۔ امی ڈاکٹر الماس کو بھی فون کر دینا تھا پلیز

(سلیپر ڈھونڈتی ہیں۔)

(ماں فون کا نمبر ملاتی ہے دونوں لڑکیاں بھاگ کر باہر جاتی ہیں)

کٹ

سین ۲۲　　ان ڈور　　رات

(الماس کا گھر۔ خلیق اور وہ بیٹھے ہیں۔)

خلیق .. آپ کچھ جواب دیں تو میں جاؤں۔

الماس ... خلیق صاحب! دیکھیں اول تو میں کبھی ایسی باتوں پر سیریس نہیں ہوتی۔ اگر ہو گئی ناں تو آپ کی شامت آجاتی ہے۔

خلیق .. بس آپ میری شامت آنے دیں۔ serious ہو جائیں پلیز۔ صرف ایک دفعہ۔

الماس ...... آپ کو ہارٹ اٹیک نہیں ہوا۔ کچھ آپکے دماغ پر بن گئی ہے آپ آناً فاناً کیوں کنویں میں گرنا چاہتے ہیں؟

خلیق .. ہو سکتا ہے گر کر ہی میں کہیں پہنچ سکوں۔

الماس .. اچھا آپ سویرے میرے پاس آنا کلینک پر۔

خلیق .. جی نہیں۔ میں اسی وقت آپ کا serious, جواب سن کر جاؤں گا۔

الماس .. رات کے بارہ بج رہے ہیں خلیق صاحب!

خلیق ... پھر کیا ہوا۔

الماس .. آپ کی وائف پریشان ہونگی۔ بیٹی آپ کی ویسے ہی وہمی سی ہے مریل۔

(خلیق کو جیسے یہ جملہ ناگوار گزرتا ہے۔)

الماس دیکھیں خلیق صاحب۔ بات یہ ہے کہ میں پہلے سے ٹرم اور کنڈیشن طے کرنے کی عادی ہوں۔ مجھے بعد کی بک بک جھک جھک کی عادت نہیں۔ میں clear, باتوں کی شوقین ہوں۔

خلیق ...... میں بھی معاملات کو صاف ستھرگی سے کرنے کا عادی ہوں۔

الماس ... میں بھی آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ یہ میرا دعوی ہے۔

خلیق .. آپ کی مہربانی ہے۔

الماس ... دیکھیں ناں مجھے میڈیکل پروفیشن میں پورے چھ سال ہو گئے ہیں۔ میں چاہتی تو کئی آدمیوں سے شادی کر سکتی تھی۔

خلیق ... بلاشبہ

الماس ... لیکن میں جھوٹ نہیں بول سکتی۔ لوگ چاہتے ہیں کہ مجھے محبت ہو یا نہ ہو، میں منہ سے ضرور کہوں کہ مجھے محبت ہے لیکن یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

خلیق ..... میں کبھی یہ تقاضا نہیں کروں گا کہ آپ مجھ سے ایسا اعتراف کریں۔

الماس ..... میں یہ بھی مانتی ہوں کہ اب میں اوورایج ہو گئی ہوں۔ مجھے شادی کر لینی

چاہئے۔ اماں مجھے بہت سمجھاتی ہیں۔

خلیق ..... میرا بھی یہی خیال ہے۔

الماس ..... دیکھیں خلیق صاحب! آپ کا اچھا بھلا گھر ہے۔ نبث کرنے والی بیوی ہے۔ اچھی پاگل سی بیٹی ہے۔ آپ یہ قدم کیوں اٹھانا چاہتے ہیں۔

خلیق ..... میں خود نہیں جانتا..... لیکن میں ہر قیمت پر..... ہر مشکل جھیل کر یہ قدم اٹھاؤں گا۔

الماس ..... ایک کنڈیشن پر میں مان سکتی ہوں۔

خلیق ..... فرمائیے..... کہئے۔

الماس ..... دیکھیں آپ کا ایک گھر ہے۔ بیوی ہے وہ آپ کی لیگل۔ ہو سکتا ہے آپ اس کی طرف لوٹ جائیں۔

خلیق ..... ناممکن۔ ایسے نہیں ہو سکتا۔

الماس ..... بہرکیف۔ بہرکیف ہو سکتا ہے۔ ہوتا آیا ہے۔ لیکن اگر آپ وعدہ کریں کہ آپ ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گے۔ کبھی اس کے پاس ایک رات بھی نہیں گزاریں گے تو میں آپ کے ساتھ شادی کروا سکتی ہوں کل ہی......

خلیق ..... آپ عابدہ کو طلاق دینے کے لئے کبھی نہیں کہیں گی، اس کے ساتھ میں نے اچھے دن گزارے ہیں۔

الماس ..... مجھے کیا پڑی ہے۔ لیکن ایک بات ہے خلیق صاحب۔ آپ کی وائف آپ کی صرف فنانشل رسپانسیبلٹی ہوگی۔ آپ کسی وقت کسی دن ان دونوں چڑیلوں کو اپنی ایموشنل ذمہ داری نہیں بنائیں گے۔

خلیق ..... جب تک آپ عابدہ کو طلاق دینے پر اصرار نہیں کریں گی۔ ایسے ہی ہو گا۔

الماس ..... (ہنس کر) آپ کے تو واقعی دماغ کو چوٹ لگ گئی ہے خلیق صاحب۔

خلیق ..... شاید دل کو بھی۔ میں خود نہیں جانتا۔

(دونوں ہنستے ہیں)

کٹ

سین ۲۳ ان ڈور صبح کا وقت

(ڈائننگ روم   یہ سین بڑی احتیاط سے بنانے کی ضرورت ہوگی   ڈائننگ روم میں دو دروازے کھلتے ہیں۔ یہ دونوں بیڈ روموں کی نشان دہی کرتے ہیں' اس وقت خلیق اور عابدہ دونوں کھانے کی میز پر بیٹھے ہیں۔ ناشتے کا سامان میز پر ہے۔ اس سین کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہوگی۔ جس وقت ساجدہ اور زریں پر کیمرہ آتا ہے' خلیق اور عابدہ تھوڑے تھوڑے آؤٹ آف فوکس ہو جاتے ہیں۔ ان کی آوازیں بھی صاف نہیں رہتیں اور گڈمڈ ہو جاتی ہیں۔ جس وقت خلیق اور عابدہ پر کیمرہ آتا ہے' اس وقت ساجدہ اور زریں آؤٹ آف فوکس نظر آتی ہیں)

خلیق......بس جو ہے وہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ وجہ میں خود نہیں جانتا۔ اس لئے بیان نہیں کر سکتا۔

عابدہ......پچیس سالہ محبت بھری زندگی کا یہ انجام!!

خلیق...... (غصے سے) دیکھو عابدہ۔ میں نے کبھی تمہیں دھوکا نہیں دیا۔ یہ بھی فریب نہیں ہے۔

عابدہ......میرا قصور؟

خلیق......میں اس لئے دوسری شادی نہیں کر رہا کہ تمہارے کچھ قصور ہیں یا میری کچھ غلطیاں ہیں۔ بس یہ قدم میں اٹھائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

عابدہ......لیکن خلیق کوئی بات تو ہوگی' کوئی وجہ۔

خلیق......میں گدھا ہوں' احمق ہوں کہ یہ بات تمہیں خود سنانے آیا ہوں۔

(آواز اونچی ہوتی جاتی ہے) میں سمجھتا تھا کہ تم نے ہمیشہ میری ہر بات سمجھی ہے۔ یہ بھی سمجھ جاؤ گی۔ لیکن میری کم ذاتی' بے عقلی تھی۔ میں میں۔ میں...... میں

(اس وقت' وہ جب اونچے اونچے بولتا ہے' ایک بیڈ روم کا دروازہ کھلتا ہے اور ساجدہ اور زریں دروازے کی اوٹ سے سر نکال کر سنتی ہیں۔ خلیق اور عابدہ کی آوازیں صاف نہیں آتیں۔ اب عابدہ کھڑے ہو کر کچھ جملے تیز تیز بولتی ہے۔ خلیق پیالی اٹھا کر دیوار پر مارتا ہے۔ پھر وہ کرسی کو ٹھوکر مار کر گراتا ہے۔ عابدہ گلدان کے پھول نکال کر زمین پر گراتی ہے۔ پھر دیوار کے ساتھ جا کر اپنا سر دے مارتی ہے۔ خلیق دم بخود رہ جاتا ہے۔ وہ ایک دو قدم اس کی طرف بڑھتا ہے' پھر کمرے سے نکل جاتا ہے۔ عابدہ چند قدم اس کے پیچھے بھاگتی ہے' پھر وہ واپس اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر جاتی ہے۔ اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا ہے۔ باپ کے رخصت ہونے کے بعد ساجدہ اور زریں بھاگ کر ماں کے دروازے پر آتی ہیں)

ساجدہ......دروازہ کھولیں امی......امی......امی   پلیز دروازہ کھولیں......میں ہوں امی۔ امی پلیز۔

زریں...... آنٹی دروازہ نہیں کھول سکتیں ساجدہ۔ انہیں کچھ دیر......رہنے دو۔

ساجدہ......امی۔ (دروازہ دھڑ دھڑاتے ہوئے) ماما......امی......امی جان پلیز۔

(آنسو اس کی آنکھوں سے رواں ہوتے ہیں)

زریں......ہمیشہ ایسے ہی ہوتا ہے...... پہلے زہر   بھرے جملے' پھر لڑائیاں۔ پھر دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اپنے بچوں پر۔ اپنوں پر۔ ہمیشہ ایسے ہی ہوتا ہے' ایسے ہی۔

کٹ

سین ۲۴   ان ڈور   شام کا وقت

(الماس کا کلینک۔ وہ بڑی شان سے گھومنے والی کرسی پر بیٹھی ہے۔ اس کے سامنے ساجدہ اور زریں بیٹھی ہیں)

ساجدہ......وہ میرے ابو ہیں۔ میرے بھی کچھ لگتے ہیں۔

الماس......اگر وہ آپ کے کچھ لگتے ہیں تو بھئی یہ ان کا پرابلم ہے۔ میں تو صرف ایک بات جانتی ہوں کہ وہ اب صرف میرے ساتھ رہیں گے۔

(ڈاکٹر کے لباس سے ظاہر ہونا چاہئے کہ وہ شادی شدہ ہے)

یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔

ساجدہ......دیکھیں آپ اس قدر بضد نہ ہوں ڈاکٹر صاحب۔ ابو کے بغیر میں کیسے زندہ رہ سکتی ہوں۔

الماس......یہ آپ کا پرابلم ہے۔

زریں......ڈاکٹر صاحب جو کچھ بھی آنٹی اور انکل کے درمیان ہوا ہے یا ہو رہا ہے وہ صرف آپ تینوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس پور گرل کا بھی مسئلہ ہے۔

الماس......اور آپ دیکھیں میں نے صرف اس کنڈیشن پر خلیق صاحب سے شادی کی ہے کہ وہ آپ کی ماں کو طلاق نہیں دیں گے' لیکن وہ آپ کے گھر کبھی نہیں جا سکتے۔ کل سے یہ شرط لاگو ہو گئی ہے۔

ساجدہ......میں ابو سے مل سکتی ہوں' پانچ منٹ کے لئے؟

الماس......ہاں مل سکتی ہیں۔ لیکن میرے گھر میں۔ میرے سامنے۔

ساجدہ...... آپ کیا سمجھتی ہیں اپنے آپ کو؟ آپ کا کیا خیال ہے کہ میں چاہوں تو ابو کو نہیں مل سکتی کہیں...... کیا وہ مجھے چھوڑ سکتے ہیں' مجھے' مجھے اپنی ساجدہ کو؟

زریں...... calm yourself سجو۔

ساجدہ...... آپ سمجھتی ہیں آپ بڑی کلیور ہیں۔

الماس...... آپ پیسوں کی طرف سے بے فکر رہیں۔
آپ کے خرچ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ I will see to it

ساجدہ...... خرچ خرچ I spit on money,

الماس...... پیسے پر تھوکنا اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ اب آپ تشریف لے جاسکتی ہیں۔ دیکھیں ناں یہ میرا کلینک ہے۔ ایسی باتوں سے میرے پروفیشن پر برا اثر پڑتا ہے۔

(ساجدہ اٹھتی ہے۔ آنسو اس کے چہرے پر بے تحاشا گر رہے ہیں۔ وہ ساری کی ساری کانپ رہی ہے)

ساجدہ...... آپ بہت کمینی اور گھٹیا عورت ہیں۔ آپ پوری cheapster ہیں۔ سر سے پیر تک۔

الماس...... اچھا اچھا۔ آپ کو ہیسٹریکل ہونا ہے تو کسی دوسری جگہ جائیں۔ یہ کلینک ہے۔

(ساجدہ کانپ رہی ہے۔ اس کی آنکھیں بھر رہی ہیں۔ اور وہ غصہ کی انتہائی شکل نظر آرہی ہے۔ زریں اسے سنبھالتی ہے اور تھپکتی ہے)

زریں...... ہم جا رہے ہیں، جا رہے ہیں۔ آپ اتنی زور زور سے نہ بولیں۔ جا رہے ہیں ہم۔

کٹ

سین ۲۵ ان ڈور شام کا وقت

(اس وقت عابدہ فون کر رہی ہے۔ دوسری طرف ڈاکٹر الماس ہے، لیکن وہ نظر نہیں آتی)

عابدہ...... آپ ڈاکٹر صاحب تھوڑی دیر کے لئے خلیق صاحب کو گھر بھیج دیں۔ دیکھیں میں آپ کے خلیق صاحب کو کھا نہیں جاؤں گی۔ صبح سے ساجدہ کی طبیعت بہت خراب ہے۔ جی۔ چلئے جی وہ ہیسٹریکل ہے لیکن آخر انسان ہے۔ خلیق صاحب اسے دلاسہ دیں۔ کچھ سمجھائیں۔ یہ تبدیلی...... اتنی بڑی تبدیلی کی وہ دیکھیں ناں کچھ وقت لگے گا۔ آپ مہربانی فرما کر خلیق صاحب کو ذرا بھیج دیں، پانچ منٹ کے لئے۔

کٹ

سین ۲۶ ان ڈور شام کا وقت

(الماس کا کلینک۔ الماس زیورات وغیرہ پہنے، ساڑھی سجائے، اوپر سے سفید کوٹ پہنے گھومنے والی کرسی میں بیٹھی ہے، پہلے کیمرہ اس کی میز پر آتا ہے۔ یہاں پلاسٹک میں الماس کے نام کی پھٹی پڑی ہے۔ اس پر انگریزی میں لکھا ہے "ڈاکٹر الماس خلیق" اس کے بعد کیمرہ اس پر آتا ہے۔ اس کے سامنے ایک چھبیس ستائیس برس کا نوجوان ڈاکٹر بیٹھا ہے۔ یہ نوجوان خوبصورت، طرحدار اور بڑا پیارا ہے لیکن یہ ڈاکٹر الماس سے دبتا ہے)

الماس...... آپ کو پتہ ہے؟

جمشید...... جی؟

الماس...... ناں بھئی۔ یہاں آپ میرے کلینک میں میرے اسسٹنٹ ہیں۔ تو آپ کو پتہ ہی ہوگا آخر نرسیں باقی عملہ سب باتیں تو کرتا ہی ہوگا۔

جمشید...... جی کچھ سنا ہے۔

الماس...... کیا سنا ہے۔

جمشید...... (گھبرا کر) جی یہی کہ آپ نے شادی کرلی ہے۔

الماس...... اور اب تم اتنے معصوم بھی نہ بنو کہ تمہیں پتہ نہیں کہ خلیق کی پہلی وائف بھی ہے۔

جمشید...... ہاں جی...... کچھ...... یہ بھی سنا ہے۔ (خوشامد) لیکن جی

الماس...... شکریہ

جمشید...... جب آپ ہسپتال چلی گئی تھیں تو فون آیا تھا جی ایک...... ایک لیڈی بار بار فون کر رہی تھی۔

الماس...... تم کو پتہ ہے جب پہلی وائف موجود ہو تو پرابلمز ہوتے ہیں۔

جمشید...... ہاں جی...... دونوں طرف مسئلے تو ہوتے ہیں۔

الماس...... اب یہ جو خلیق صاحب کی پہلی بیوی ہے، اس کی بیٹی کی کوشش ہے کہ وہ اس سچوئیشن کو exploit, کرے۔

جمشید...... بڑی بری بات ہے جی۔

الماس...... وہ ماں بیٹی چاہتی ہیں کہ وہ خلیق صاحب سے اکیلے میں ملیں۔ لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ وہ پارٹی جب بھی خلیق صاحب سے ملے گی، میری موجودگی میں ملے گی۔

جمشید...... آپ انہیں ملنے دیں ڈاکٹر صاحب۔ اس میں ہرج کیا ہے!

الماس...... اسی میں تو ہرج ہے۔ وہ خلیق صاحب میں گلٹ پیدا کرنا چاہتی ہیں۔ ان کو جذباتی طور پر exploit کرنا چاہتی ہیں۔ ایک بار خلیق صاحب میں گلٹ پیدا ہوگئی تو پھر سمجھیں وہ گئے۔ میرے کام سے۔

جمشید...... ہاں جی...... یہ صورت پیدا ہوسکتی ہے جی......

الماس ......اب آپ کو یہ کرنا ہے......وہاں کچھ وہ وہمی سی لڑکی ڈرامہ کر رہی ہے۔ اپنی ماں کو اس نے سٹینڈ ٹو کرا رکھا ہے اور اس سچو ئیشن سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے۔

جمشید...... (سر کھجلاتے ہوئے) وہ ڈاکٹر صاحب آج کل کی لڑکیاں ایسی ہی ہیں۔ ہر سچو ئیشن کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتی ہیں۔

الماس...... آپ کو ان کے گھر جانا پڑے گا۔

جمشید...... (ڈر کر) میں جی؟

الماس......ہاں تمہیں......اور کیا میں خلیق صاحب کو بھیج دوں۔

جمشید...... دیکھئے ناں ڈاکٹر صاحب! ایسی حالت میں تو خلیق صاحب کو ہی جانا چاہئے۔ وہ ان ماں بیٹی کو پرانا جانتے ہیں۔ وہ اس ایموشنل سچو ئیشن کو مجھ سے بہتر ہینڈل کر سکیں گے۔ ویسے بھی مجھے کچھ تجربہ نہیں ہے۔

الماس......دیکھو جمشید۔ میں اس بات کے خلاف نہیں ہوں کہ خلیق صاحب ان کی فنانشل مدد کریں۔ بلکہ اگر ضرورت پڑے تو میں خود ان کی مالی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن میں انہیں......اس ماں بیٹی کو یہ موقع نہیں دوں گی کہ وہ...... خلیق صاحب کو جذباتی طور پر مفلوج کر دیں یا ان پر حاوی ہو جائیں، موقع کی نزاکت کو دیکھ کر......

جمشید......ہاں جی...... آئی ایگری ود یو

الماس......تو اب آپ ان کے گھر جائیں گے۔ ان کی پہلی وائف کے فون آ رہے ہیں۔ وہ بار بار خلیق صاحب کو ڈیمانڈ کر رہی ہے۔

جمشید......میں جی...... لیکن میں تو جی......

الماس ...... دیکھیں جمشید۔ ڈاکٹروں کا آج کل بہت مندا ہے...... سرکاری نوکریاں نہیں مل رہیں آسانی سے......میں نے آپ کو آپ کے ابو کی سفارش پر رکھا ہے۔

جمشید......بالکل میں تو جا رہا تھا جی فوراً۔ وہ میں تو سوچ رہا تھا کہ آپ پر کام نہ زیادہ ہو جائے کلینک کا۔

الماس...... نہیں کوئی کام نہیں ہے زیادہ...... آپ جائیں اور سچو ئیشن کو کنٹرول کریں......اور یہ جوان لومڑیوں نے رٹ لگا رکھی ہے خلیق صاحب کی، اس کو بند کریں......مالی مدد کے لئے وہ ضرور خلیق صاحب پر ڈیپنڈ کریں۔ یہ ان کا رائٹ ہے...... لیکن یہ ایموشنل ڈیپنڈنسی نہیں چلے گی۔

جمشید......ہاں جی ہم چلنے ہی نہیں دیں گے۔

الماس......ان کو اگر جذباتی مدد کی ضرورت ہے کسی میل ممبر کی تو وہ کوئی دوسرا گھر تلاش کریں۔

جمشید...... (سر کھجلا کر) ہاں جی ضروری ہے۔ گھر تلاش کریں۔

الماس......اگرچہ چوری چوری...... یا کسی طرح ٹیلی فون یا رقعے کے ذریعے وہ خلیق صاحب کو کونٹیکٹ کرنے کی کوشش کریں تو آپ مجھے انفورم کریں گے فوراً۔

جمشید......فوراً جی...... فوراً

کٹ

سین ۲۷ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(خلیق صاحب کی کوٹھی پر جمشید اپنی کار میں آتا ہے۔ اترتا ہے۔ برآمدے میں آ کر گھنٹی بجاتا ہے۔ دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ پھر جالی سے اندر جھانکنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی اندر سے برآمد نہیں ہوتا۔ وہ برآمدے سے اتر کر دائیں طرف کھڑکیوں کی جانب جاتا ہے۔ ایک کھڑکی کا شیشہ بجاتا ہے۔ پھر اونچے کہتا ہے "کوئی ہے؟" اندر سے کوئی آواز نہیں آتی۔ وہ اگلی کھڑکی کی طرف بڑھتا ہے۔ اب کھڑکی کے شیشے پر ایک گلدان لگتا ہے۔ گلدان باہر گرتا ہے۔ شیشہ ٹوٹتا ہے جمشید صورت حال سے پریشان ہو کر اپنی گاڑی کی طرف بھاگتا ہے۔ گاڑی میں سوار ہوتا ہے۔ ریورس گیر میں گاڑی چلاتا ہوا گیٹ کی طرف جاتا ہے۔ اس وقت پورچ کا دروازہ کھول کر زریں کار کے پیچھے روکنے کے انداز میں ہاتھ بازو ہلاتی بھاگتی ہے۔ جمشید کار روکتا ہے۔ زریں بھاگ کر پاس پہنچتی ہے)

جمشید...... آپ ساجدہ ہیں؟

زریں......جی نہیں میں ساجدہ کی سہیلی زریں ہوں۔

جمشید......میں ساجدہ کو دیکھنے آیا تھا...... مجھے خلیق صاحب نے بھیجا ہے۔

زریں......تو آئیے ناں......اس کی طبیعت بہت خراب ہے۔ وہ تو ہمیں پہچانتی بھی نہیں۔ آئیے پلیز...... جلدی آئیے۔

(جمشید کار میں سے نکلتا ہے۔ دوسری طرف سے جا کر اپنا بیگ اٹھاتا ہے)

کٹ

سین ۲۸ ان ڈور شام کا وقت

(پاگلوں کی طرح ساجدہ سر دائیں بائیں ہلا رہی اور زور زور سے چلّا رہی ہے "ابو کو بلائیں میرے ابو کو بلائیں" ...... عابدہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اس نے اور زریں نے ساجدہ کو کندھوں اور بازوؤں سے سنبھال رکھا ہے)

کٹ

سین ۲۹ ان ڈور دن

(جمشید کمرے میں حیران پریشان کھڑا سرنج ٹھیک کر رہا ہے۔ جب ساجدہ چیختی ہے وہ خوف کے مارے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ ساجدہ اپنے بال کھینچ رہی ہے۔ عابدہ اور زریں اسے سنبھال رہی ہیں۔ اس پر سوپر امپوز کریں۔ "میرے ابو کو بلاؤ...... فوراً فوراً میرے ابو کو بلائیں")

کٹ

سین ۳۰ ان ڈور رات

(ساجدہ پلنگ پر نڈھال لیٹی ہے۔ عابدہ اور زریں دائیں بائیں بیٹھی ہیں۔ جمشید اس وقت ساجدہ کو ٹیکا لگا چکا ہے اور اس کی آنکھیں بوجھل ہو رہی ہیں۔ ساجدہ کی آواز بھی ڈوبی ہوئی ہے)

ساجدہ...... آپ میرے ابو کو بلا دیں ایک بار پلیز...... ایک بار

جمشید...... جی ہم آپ کے ابو کو بلا رہے ہیں اور وہ جلد ہی آجائیں گے۔ آپ ذرا ہمارے ساتھ کو آپریٹ کریں۔ تھوڑی دیر کے لئے...... دیکھیں ناں آپ جانتی ہیں وہ بہت مصروف آدمی ہیں۔ کچھ وقت تو لگے گا۔

ساجدہ...... (دکھ سے) آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔

جمشید...... آپ کو یقین نہیں آتا تو...... میں آپ کے سامنے فون کرتا ہوں دوبارہ...... (فون کا نمبر ملانے لگتا ہے) ہاں جی تو کیا نمبر تھا...... (زریں آہستہ سے نمبر بولتی ہے) کون خلیق صاحب (یہ فون جھوٹا ہے) ادھر ڈاکٹر جمشید ہے۔ سر آپ آجائیں۔ سلام علیکم جی جی سب ٹھیک ہے...... جلدی کریں کام چھوڑ دیں (ساجدہ کو تسلی دینے کے انداز میں) اب اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑیں...... اور ری لیکس کریں۔ خلیق صاحب آنے والے ہیں۔

(جمشید اٹھ کر دروازے کی طرف جاتا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے عابدہ جاتی ہے)

جمشید...... دیکھئے آنٹی...... (وقفہ) کیا میں آپ کو آنٹی کہہ سکتا ہوں۔

عابدہ...... ضرور کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے پاس تو پیار سے بلانے والوں کی پہلے ہی کمی ہے۔

جمشید...... (سمجھاتے ہوئے) ایسی حالت میں...... یعنی جس وقت ایموشنل سٹریس، فورس استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ ایسی سچوایشن میں اگر زبردستی کی جائے، زور ڈالا جائے، فورس استعمال کی جائے (رک کر) تو صندوق کھلتا نہیں، پچک جاتا ہے...... انسان بھی صندوق کی طرح ہے۔ اس کا قفل بھی خاص چابی سے کھلتا ہے...... فورس لگانے سے کام نہیں چلتا۔

عابدہ...... مشکل یہ ہے کہ یہ چابی صرف اس کے ابو کے پاس ہے۔

جمشید...... جی جی...... درست فرمایا...... لیکن نئی چابی بنوانی پڑے گی...... اس...... یہ...... اس ایموشنل ڈیپنڈنسی کو ڈائیورٹ کرنا پڑے گا...... اچھا جی سلام علیکم۔

کٹ

سین ۳۱ ان ڈور دن کا وقت

(یہ تین کٹ ہیں جن میں آخری فریم سٹل ہو جاتا ہے)

کٹ نمبر ۱

(بہت ہنستے بولتے انداز میں صاف جھوٹ بولتے ہوئے ڈاکٹر جمشید فون کر رہا ہے...... ساجدہ پاس کھڑی سن رہی ہے لیکن اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہوتا ہے جیسے وہ ڈاکٹر کی چال کو سمجھ رہی ہو......)

کٹ نمبر ۲

(بہت سنجیدہ انداز میں لیکن جھوٹ بولتے ہوئے ڈاکٹر فون کر رہا ہے۔ ساجدہ پاس بیٹھی اس کو غور سے دیکھ رہی ہے)

کٹ نمبر ۳

(نظریں بچاتے ہوئے اور ساجدہ کے موڈ کو بھانپ کر جمشید، ساجدہ کے نتھنے، آنکھیں، ناک سب غصے کے مظہر ہیں)

کٹ

سین ۳۲ ان ڈور شام کا وقت

(صوفے پر عابدہ بیٹھی ہے۔ سامنے قالین پر زریں کھڑی ہے۔ اس سے کچھ آگے دروازے کے قریب ساجدہ غصے میں آگ بھبھوکا منجمد کھڑی ہے۔ جمشید آتا ہے اس کے چہرے پر کھلنڈری مسکراہٹ ہے)

جمشید......میں سیدھا خلیق صاحب کے پاس سے آرہا ہوں۔ وہ مجھے دفتر میں ہی مل گئے۔ میں نے کہا حضرت یہ آپ فون پر وعدہ کر لیتے ہیں اور پھر آتے کیوں نہیں۔ کہنے لگے ایک ہفتے کی مہلت دو۔ تو بس ایک ہفتے کی بات ہے ساری......

(اس وقت پورے ہاتھ کا طمانچہ اس کے منہ پر مارتی ہے۔ دو تین لمحے کے لئے سارا منظر خاموش ہو جاتا ہے۔ پھر عابدہ 'ساجدہ ساجدہ کہتی بھاگتی ہے۔ ادھر سے زریں ساجدہ کی طرف بھاگتی ہے۔ پہلے جمشید بھرپور ہاتھ کا چانٹا مارنے کے لئے اٹھاتا ہے' لیکن پھر پیٹھ موڑ کر جلدی سے چلا جاتا ہے۔ ساجدہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر اندر کی طرف بھاگ جاتی ہے)

کٹ

سین ۳۳ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(نچلے بیڈروم کی کھڑکی اور اوپر والی منزل کے بیڈروم اور غسل خانے کی کھڑکی ایک ساتھ کھلتی ہیں۔ نچلے بیڈروم کی کھڑکی کھول کر عابدہ اس میں ایسے کھڑی ہے جیسے کسی کا راستہ دیکھتی ہے۔ اور بیڈروم کی کھڑکی میں ساجدہ کھڑکی کھول کر ڈرائیووے کی طرف انہماک سے دیکھتی ہے۔ ساتھ ہی ملحق غسل خانے کی کھڑکی کھول کر زریں باہر دیکھتی ہے' جیسے جمشید کا انتظار کر رہی ہو)

کٹ

سین ۳۴ ان ڈور رات کا وقت

(ٹیلی فون کے پاس زریں اور ساجدہ بیٹھی ہیں۔ ٹیلی فون پلنگ پر پڑا ہے۔ ساجدہ کا چہرہ غمناک اور پشیمانی کا حال ہے۔ زریں جیسے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی ہے)

زریں......آخر تم نے اسے مارا تھا طمانچہ۔ اپالوجائز بھی تم ہی کرو گی۔

ساجدہ...... میں اسے خود فون کروں؟

زریں......چلو اچھا نہ سہی۔ دو ہفتے تو گزر گئے ہیں۔ شریف آدمی نے ادھر قدم نہیں رکھا......ہفتہ دو ہفتے اور گزر گئے تو ہم سب بھول جائیں گے......وہ البتہ یاد کیا کرے گا کہ شریف لوگوں سے پالا پڑا تھا۔

ساجدہ......میں مانتی ہوں زریں میری غلطی تھی۔

زریں......مان لیا ہے تو اب معافی بھی مانگ لو۔ بڑا نائیس آدمی ہے۔ فوراً معاف کر دے گا۔

ساجدہ......ایک روم سی ہے......ایک جھلاہٹ گھبراہٹ......میں معافی مانگ نہیں سکتی۔

زریں......اچھا دیکھو میں فون کروں گی۔ لیکن آخر تم ضرور کہو گی آئی ایم سوری۔

(ساجدہ نفی میں سر ہلاتی ہے۔ زریں نمبر ملاتی ہے)

زریں......الماس کلینک؟ جی ڈاکٹر جمشید کو بلا دیں پلیز (چونگے پر ہاتھ رکھ کر) اب الو کی پٹھی نہ بنی رہیں۔ معافی مانگ لیں۔ سلام علیکم ڈاکٹر صاحب وہ جی ہم لوگ تو آپ کا انتظار کرتے رہتے ہیں...... آنٹی کا دل ذرا بہلا تھا۔ آپ اتنا اداس کر گئے ہیں......جی؟ جی دیکھیں ڈاکٹر صاحب میں تو ہوسٹل میں رہتی ہوں۔ آخر کب تک یہاں رہ سکتی ہوں۔ جی؟......جی نہیں۔ جی وہ بیٹھی ہیں یہاں پاس ہی۔

(فون پکڑاتی ہے اور اشارے سے کہتی ہے کہ معافی مانگ لو......)

ساجدہ......ڈاکٹر صاحب آئی ایم............

(زور سے رونے لگتی ہے)

کٹ

سین ۳۵ ان ڈور رات کا وقت

(عابدہ اور ڈاکٹر جمشید بیٹھے ہوئے ہیں)

جمشید......جی نہیں شادی تو میری کوئی نہیں ہوئی۔ ویسے...... میری امی کو بہت شوق ہے۔

عابدہ......تو ان کا شوق تم پورا کیوں نہیں کرتے۔

جمشید......وہ اصل میں بات یہ ہے کہ آنٹی مجھے ذرا بڑی میچور قسم کی لڑکیاں پسند ہیں اور امی میری شادی کرنا چاہتی ہیں۔ یہی کوئی بیس بائیس برس کی لڑکی سے۔

عابدہ......ہائے تو تم کیا کسی بڈھی سے شادی کرو گے۔

جمشید...... نہیں جی۔ بات یہ کہ ایک دفعہ مجھے ایک لڑکی پسند آئی تھی۔ تب میں میڈیکل کے تیسرے سال میں تھا۔ وہ مجھ سے صرف بارہ سال بڑی تھی لیکن امی نے انکار کر دیا فوراً......

عابدہ...... میں بھی فوراً انکار کر دیتی۔

جمشید...... لیکن آخری وجہ۔ وہ مجھے پروٹیکٹ کرتی تھی۔ اس کے ساتھ میں سیکورٹی محسوس کرتا تھا...... وہ...... وہ مجھے اتنی محبت دیتی تھی۔

عابدہ...... اسی لئے وہ ٹھیک نہیں تھی۔

جمشید...... آپ آنٹی چاہے مجھ سے ایگری کریں نہ کریں' ہر مرد ساری عمر...... اپنی ماں جیسی عورت تلاش کرتا ہے۔ ہر مرد...... ایسی عورت جو اس کی ہر برائی' ہر غلطی کو جانتی ہو لیکن اس کا اظہار نہ کرے۔ کم از کم لوگوں کے سامنے...... میرا مطلب ہے ستر پوشی کرے جیسے وہ اپنی غلطیوں' اپنی کوتاہیوں کی کرتی ہے۔

عابدہ...... اب یہ تو میاں بیوی میں ممکن نہیں جمشید۔ ماں بیٹے کا رشتہ اور ہے۔

جمشید...... یہ جو لوگ جی بار بار لڑکیاں پسند کرتے ہیں۔ بار بار چھوڑتے ہیں' ان کا یہی پروبلم ہوتا ہے۔ ان کو محبوبائیں ملتی ہیں لڑکیوں میں...... اور ان کو ایسی عورت کی تلاش ہوتی ہے جو ماں کی طرح محبت کرے بلا مشروط...... ہر جھگڑے کے بعد' ہر برائی کے بعد......

عابدہ...... اچھا یہ فضول باتیں چھوڑو اور اب امی سے کہو وہ تمہارے لئے لڑکی تلاش کرے۔

جمشید...... انہوں نے تو کیا تلاش کرنی ہے جی۔ سارا معاملہ انہوں نے مجھ پر چھوڑ رکھا ہے۔ بس جی کچھ میری ہی سستی ہے۔

(دور سے زریں آواز دیتی ہے "آنٹی آنٹی"...... دونوں مڑ کر دیکھتے ہیں۔ زریں آتی ہے۔ جمشید کے رویئے سے دلچسپی ظاہر ہوتی ہے)

کٹ

سین ۳۶ ان ڈور رات

(کھڑکی کے سامنے لمبی لزابوائے پر ساجدہ نیم دراز ہے۔ پاس کھڑی پشت والی کرسی پر جمشید بیٹھا ہے۔ لیکن اس طرح کہ کرسی کی پشت پر اس کے دونوں بازو ہیں' بازو پر سر ہے اور وہ عام بیٹھنے سے بالکل برعکس بیٹھا ہے)

جمشید...... کچھ حالات ایسے ہوتے ہیں جن میں انسان کو اپنا آپ بالکل ڈھیلا چھوڑ دینا چاہئے۔ زیادہ ہاتھ

پاؤں نہیں مارنے چاہئیں۔

ساجدہ...... مثلاً

جمشید...... مثلاً کسی کا کوئی عزیز مر جائے۔ بڑی محبت ہو اس سے تو ہر روز قبر پر جا کر کے نہیں مارنے چاہئیں کہ اٹھ باہر نکل میری حالت دیکھ...... زندگی برداشت کرنے کے لئے بھی ہوتی ہے ساجدہ...... کچھ باتوں کا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

ساجدہ...... لیکن ابو کو ایسے نہیں کرنا چاہئے تھا۔

جمشید...... اب اس بات کو بھول جائیے کہ کسے کیا کرنا چاہئے تھا' کسے کیا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ کیونکہ یہ جو زندگی ہے' یہ دریا کی طرح ہے......

ساجدہ...... دریا کی طرح۔

جمشید...... جی بالکل دریا کی طرح...... اور تمام لوگ اس میں گرتے ہیں۔ تیرنا کسی کو نہیں آتا...... گرتے ہی پہلا ری ایکشن یہ ہوتا ہے کہ آدمی ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے حالانکہ زریں اصول یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر اپنے جسم کو فلوٹ کرنے دیں...... خود بخود تیرے گا جسم ڈھیلا چھوڑنے پر......

.... ریلکس

(آہستہ آہستہ ساجدہ آنکھیں بند کرتی ہے)

ساجدہ...... پتہ ہے جب آپ آ جاتے ہیں جمشید تو پھر...... میرے ہاتھوں پاؤں خود بخود ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ جبڑے بھی آسانی سے کھلتے ہیں...... تشنج کی کیفیت نہیں رہتی......

جمشید...... اسی لئے تو میں آتا رہتا ہوں ورنہ...... میں تو پرائیویٹ پریکٹس کر ہی نہیں سکتا اصولاً۔

ساجدہ...... ابو بھی مجھے اتنے یاد نہیں آتے۔

جمشید...... یاد تو آنے چاہئیں لیکن اتنے نہیں...... خاص کر میری موجودگی میں......

(دونوں محبت سے مسکراتے ہیں)

کٹ

سین ۳۷ ان ڈور صبح کا وقت

(غسل خانہ۔ زریں منہ دھونے کے عمل میں ہے۔ ساجدہ پاس کھڑی بال برش کر رہی ہے۔)

زریں...... اب تو بالکل ہٹی کٹی۔ نارمل خوش باش لڑکی بن گئی ہے۔ اب میں بآسانی ہوسٹل جا سکتی ہوں۔

ساجدہ...... ہائے اتنی ویک نس ہے مجھے

زریں...... یہاں پڑھائی نہیں ہوتی ساجدہ۔ ہوسٹل جا کر امتحانوں کی تیاری کروں گی۔ پلیز مجھے جانے دے...... پڑھائی کی خاطر۔

ساجدہ...... جاؤ بھئی جاؤ۔ تم سب ایسے ہی ہو۔ سب جاؤ

زریں...... سب کون؟

ساجدہ...... تم...... ابو...... جمشید سارے کے سارے۔

کٹ

سین ۳۸ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(باغ میں ساجدہ اور جمشید ٹہل رہے ہیں۔ آواز سوپر امپوز ہوتی ہے۔)

جمشید...... بات صرف اتنی ہے کہ میری امی اولڈ فیشنڈ ہیں۔ جب میں آپ سب کی باتیں کرتا ہوں آنٹی کی، آپ کی...... زریں کی...... بائی دی وے زریں کہاں ہے۔

ساجدہ...... وہ تو پندرہ دن ہوئے کالج چلی گئی ہوسٹل۔

جمشید...... گڈ گرل......

ساجدہ...... تو آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کی امی پرانے خیالات کی ہیں۔

جمشید...... بالکل ہیں۔ اور وہ مجھے روز پوچھتی ہیں۔ بلکہ ان کی نظر میں یوں ملنا ٹھیک نہیں۔ وہ کسی فیصلے کی منتظر رہتی ہیں۔

ساجدہ...... کیسا فیصلہ۔

جمشید...... مثلاً...... کہ...... یہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں آپ اور میں کہ...... ہم شادی کر لیں......

ساجدہ...... شادی؟...... میں شادی کر لوں...... کسی مرد سے؟...... میں...... (اب کیمرہ اس کے کلوز پر آتا

ہے) میں ساری عمر شادی نہیں کروں گی۔ کسی سے نہیں۔ میرے سامنے فرشتہ بھی آ جائے تو بھی نہیں نہیں نہیں...... میں کسی پر اعتبار نہیں کرتی۔

جمشید...... محبت آپ کو مجبور کر دے گی۔

ساجدہ...... محبت مجھے محبت کرنے پر مجبور کر سکتی ہے شادی پر نہیں......

جمشید...... ساجدہ

کٹ

سین ۳۹ آؤٹ ڈور دن کا وقت

(کوٹھی کی سائیڈ لین میں پہلے نیچے بیڈ روم کی کھڑکی کھلتی ہے، پھر اوپر بیڈ روم کی۔ نچلے بیڈ روم کی کھڑکی سے عابد، دیکھتی ہے، اوپر والی کھڑکی سے ساجدہ)

کٹ

سین ۴۰ ان ڈور دن کا وقت

(فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ ساجدہ بھاگ کر اٹھاتی ہے۔ پھر فون رکھ کر اونچی اونچی آواز دیتی ہے۔ امی آپ کا فون ہے۔)

کٹ

سین ۴۱ ان ڈور دن کا وقت

(گھر کی کال بل بجتی ہے۔ گیلری میں سے ساجدہ بھاگی ہوئی آتی ہے۔

دروازہ کھولتی ہے۔ گیلری جتنی لمبی ہو اور جتنا ساجدہ بھاگتی جائے 'اسی قدر بہتر ہو گا۔ برآمدے میں ڈاکیہ کھڑا ہے۔ وہ یہ کہہ کر امی ڈاکیہ آیا ہے لوٹتی ہے۔ واپسی پر وہ اداس آہستہ آہستہ چلتی ہے۔)

کٹ

سین ۴۲ ان ڈور

(ساجدہ لیٹی ہے۔ فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ نہیں اٹھاتی۔ امی آکر فون اٹھاتی ہے دوسری طرف زریں بھی نظر آتی ہے۔)

زریں......بس آنٹی جی واقعات اتنی جلدی جلدی ہوئے 'کیا بتاؤں؟

امی......کیسے واقعات بھئی۔

زریں......بس جی۔ آنٹی جی میرا نکاح ہو گیا ڈاکٹر جمشید کے ساتھ بالکل اچانک۔

امی......تمہارا نکاح اور ہمیں اطلاع بھی نہیں۔

زریں...... اپالوجائز کرنے کے لئے تو فون کیا ہے۔ اچانک ہوا ناں سب کچھ۔ بالکل اچانک......میں نے تو بڑی کوشش کی کہ ساجدہ کو بتاؤں لیکن ڈاکٹر جمشید نہیں مانے ناں......کہنے لگے ابھی ٹھیک نہیں......اس کی ہیلتھ پر برا اثر پڑے گا۔

امی......لیکن بھئی یہ سب ہوا کیسے......ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے......کہاں کیسے؟ ڈاکٹر جمشید سے کیسے؟۔

زریں......آپ کو سب بتاؤں گی آنٹی گھر آکر۔

امی......اچھا بھئی مبارک ہو......میں سوچتی تھی کہ جمشید کیوں نہیں آیا......

زریں......جی آنٹی جی وقت نہیں ملتا۔ کلینک پر بھی جانا ہوتا ہے۔ بالکل سمپل نکاح تھا آنٹی......کسی کو نہیں بلایا۔

امی......پھر بھی مبارک ہو......آنا تم دونوں چکر لگانا......

زریں ....آؤں گی آنٹی کسی دن۔ ساجدہ کو ذرا فون دیں۔

امی......وہ تو سوئی ہوئی ہے خدا حافظ۔

(کیمرہ ساجدہ پر آتا ہے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہیں۔ چند سیکنڈ کے لئے سارا منظر مکمل طور پر اس کے آنسوؤں کی رعایت سے آؤٹ آف فوکس ہو جاتا ہے۔

دوبارہ جب منظر ان فوکس ہوتا ہے تو ساجدہ پلنگ کی پشت سے کمر لگا کر بیٹھی ہے ماں نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے)

ساجدہ......میں نے اس زریں پر کتنا اعتبار کیا اسے گھر لائی اپنے بیڈروم میں رکھا لیکن وہ بھی Cheater نکلی بے ایمان فریبی......چار سو بیس

عابدہ...... کسی کو ایسے چیپٹر نہیں کہتے۔

ساجدہ...... کہتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ ابو......جمشید...... زریں سارے کے سارے جعل ساز کمینے دھوکے باز سارے لوگ ایک ایک......کوئی قابل اعتبار نہیں ساری دنیا ایسی ہے۔

عابدہ......اپنی زندگی کے اکا دکا تجربات سے لوگوں کا اندازہ نہیں لگانا چاہئے۔

ساجدہ......سب فریبی ہیں......ایک ایک......میں کسی کو ٹرسٹ نہیں کرتی......میں آج کے بعد کسی کو ٹرسٹ نہیں کروں گی۔

عابدہ......سنو ساجدہ

ساجدہ......میں کچھ نہیں سنوں گی نہ آج نہ کل......نہ پھر کبھی

عابدہ......ایک بات صرف آخری

ساجدہ...... (روتے ہوئے ہلکا سا سر ہلاتی ہے)

عابدہ......زندگی کی اتنی مہربانی کیا کم ہے کہ ابھی اس نے ہمیں آزمایا نہیں۔ ہمیں فریبی دھوکے باز بے وفا نہیں بنایا۔ پتہ نہیں زندگی ہمیں آزمانے لگتی تو ہم کیا سے کیا بن جاتے؟ شکر کرو ہم آزمائے نہیں گئے کنارے پر کھڑے تماشا دیکھتے رہے......

کٹ

سین ۴۳ آؤٹ ڈور وہی وقت

(بڑی مدہم موسیقی۔ گھر کی تمام کھڑکیاں بند ہیں۔ پھر کوٹھے والی کھڑکی کھلتی ہے ساجدہ اس میں کھڑی دور

تک اور دیر تک انتظار بھری آنکھوں سے دیکھتی ہے اس کھڑکی پر ٹیلپ آتے ہیں)

کٹ

اختتام

کھل سم سم

(ڈرامہ ۸۴ء)

کردار

منصور .... چھٹی حس کا مالک

عائشہ .... محبت میں حدود الانگ جانے والی

عائشہ کا باپ .... بیچارہ بے کس

آغاجی .... دولت سے محبت کرنے والا۔ عمر پچاس کے قریب

سعیدہ .... آغاجی کی بیوی۔ خوف خدا رکھنے والی

اختر .... منصور کا دوست

لبنیٰ .... ایک ماڈرن لڑکی

الیاس .... عائشہ کا بیٹا

جمیلہ .... عائشہ کی بہو

ایڈیٹر .... بڑی عمر کا آدمی

چند دوسرے کردار

سین ۱ ان ڈور دن

(منصور سائیکل پر سوار ایک کوٹھی کے پھاٹک پر آتا ہے۔ وہ پھاٹک کھول کر اندر جاتا ہے۔ کیمرہ پھاٹک کے تالے پر آتا ہے۔ منصور پورچ میں جا کر سائیکل کھڑی کرتا ہے۔ سائیکل کو تالا لگاتا ہے۔ پھر اندر جا کر گھنٹی بجاتا ہے۔ کیمرہ سائیکل کے تالے پر آتا ہے)

کٹ

سین ۲ ان ڈور دن

(منصور اور عائشہ البم میں تصویریں لگا رہے ہیں۔ کیمرہ ان دونوں کی پشت پر ہے۔ اور البم کی تصویریں صاف نظر آ رہی ہیں)

عائشہ......یہ ممی تھیں میری۔ اگر وہ آج ہوتیں تو تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوتیں۔ انہیں اس گھر سے جانا پڑا۔ ابو انہیں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

منصور......ہوں۔

عائشہ......اور یہ انکل جمشید ہیں۔ اور یہ ان کی فیملی ہے۔ یہ سب کینیڈا میں سیٹل ہو گئے ہیں۔

منصور......ہوں۔

عائشہ......اور یہ ابو ہیں۔ انہیں تو تم جانتے ہی ہو۔

منصور ...ہوں۔

عائشہ......کیا ہوں ہوں لگائی ہے منصور۔ کوئی جواب دو۔

منصور کیا جواب دوں؟

عائشہ......ابو کی صرف عادات سخت ہیں منصور۔

منصور......ہوں۔

عائشہ......جب سے ممی کی سیپریشن ہوئی ہے وہ بڑی روٹین عادات کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ صبح نیبو پانی۔ گیارہ بجے چائے کی پیالی دو بسکٹ' دوپہر کو قیلولہ' شام کو سیر۔

منصور......مجھے ایسے ڈسپلن والے آدمی سے خوف آتا ہے۔

عائشہ......کیوں؟

منصور......وہ سمجھ نہیں سکتا۔

عائشہ......کیا سمجھ نہیں سکتا۔

منصور......پانی ہمیشہ میدانوں میں سے نہیں گزرتے۔ کبھی کبھی انہیں چٹانوں سے سر پٹک کر بھی گزرنا ہوتا ہے۔ زندگی ہمیشہ تو ایک سی نہیں گزرتی۔

عائشہ......کیا مطلب؟

منصور......میں روٹین والے آدمی سے ڈرتا ہوں۔ وہ عموماً کسی اور کا نقطہ نظر سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

عائشہ......یہ دیکھو۔ یہ تصویر۔

منصور......ہوں۔

عائشہ......یہ ہمارا گھر ہوگا۔ بانس کا بنا ہوا۔ اس کے سامنے بانس کا دروازہ ہوگا۔ (تھوڑی دیر کیلئے افریقہ ڈرم کا شیپ بجتا ہے) لیکن کوئی تالا نہیں ہوگا۔

(House of bamboo with a bamboo door)

منصور......دیکھو عائشہ میرے ساتھ زندگی مشکل ہوگی۔ تم چاہو تو اب بھی منگنی توڑ سکتی ہو۔

عائشہ......پھر؟

منصور......پھر تمہارے لئے کوئی مناسب آدمی......

عائشہ......مناسب آدمی وہ ہوتا ہے منصور جسے اپنا دل مناسب سمجھ لیتا ہے۔

منصور......تمہیں سمجھانا بیکار ہے۔

عائشہ......شاید۔

کٹ

سین ۳ ان ڈور رات

(عائشہ کا باپ پلنگ پر لیٹا ہوا ہے۔ اس کا چہرہ ریٹائرڈ کرنل جیسا ہے۔ خوفناک مونچھیں اکڑی ہوئی گردن)

عائشہ......مے آئی کم ان ابو۔

باپ......کم ان۔

(عائشہ اندر آتی ہے۔ اور باپ سے کچھ فاصلہ پر بیٹھ جاتی ہے۔)

عائشہ......جی ابو؟

باپ....مجھ سے منصور نے کہا تھا۔

عائشہ....جی ابو؟

باپ......کہ وہ امتحانوں کے بعد تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

(سر جھکا لیتی ہے)

باپ......میں اس بات کی گارنٹی نہیں دے سکتا کہ میں یہ شادی اتنی جلدی ہونے دے سکوں گا۔

عائشہ......کیوں ابو۔

باپ......ایم بی اے کے امتحان میں کتنی دیر ہے اب؟

عائشہ......ڈیڑھ مہینہ رہ گیا ہے ابو۔ منصور کی ذرا بھی تیاری نہیں ہے۔

باپ......اس ایم بی اے کے بعد اس کا کیا فیوچر ہے؟

عائشہ......ابو انہیں تو ابھی سے جابز آفر ہو رہے ہیں۔ بہاولپور میں اسے ایک اچھی نوکری مل رہی ہے۔ امتحان دیتے ہی وہ جوائن کر سکتا ہے۔

باپ......تم احمق' گدھی' الو کیا سمجھتی ہو کہ میں تمہیں منصور کے ساتھ بیاہ کر

بہاولپور بھیج دوں گا۔ ایک upstart کے ساتھ جس کے متعلق میں کچھ بھی نہیں جانتا۔

عائشہ...... (حیران ہو کر ڈرتے ڈرتے) لیکن اس میں حرج کیا ہے ابو؟

باپ.... حرج! مجھے کیا پتہ وہ چار سالٹر کا کون ہے۔

عائشہ... ابو!

باپ......میں ایک بے گھر اچھڑا چھانگ لڑکا دیکھ کر تو اسے اپنی بیٹی نہیں بیاہ سکتا۔ مجھے فیملی بیک گراؤنڈ پتہ لگنی چاہئے اس کی۔

عائشہ...... آپ کہیں گے تو وہ اپنے سوتیلے ماں باپ حاضر کر دے گا۔ انہی نے اسے پالا ہے۔

باپ...... میں تمہیں ایک ایسے لڑکے سے بیاہ دوں عائشہ، جس کے سوتیلے ماں باپ کہیں ٹکسالی کے اندر رہتے ہیں۔ جن کی شکل و صورت لڑکے نے بھی کئی برسوں سے نہیں دیکھی۔ ٹھیک ہے میں سلف میڈ آدمی کو پسند کرتا ہوں، لیکن سلف میڈ کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ایک قرینہ ہوتا ہے۔ ایک سسٹم ہوتا ہے۔ کچھ لوگ شہادت دیتے ہیں اس کے متعلق۔ یہاں تو سرے سے کچھ پتہ ہی نہیں۔ کوئی جڑ ہی نہیں اس تنے کی۔

عائشہ......ابو (کھڑے ہو کر) میں۔ میں آپ کو ناراض نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن یہ باتیں تو آپ کو میری منگنی سے پہلے سوچنا چاہئے تھیں۔

باپ...... اس وقت میں نے تمہاری اس لئے مانی کہ میں سوچنے کے لئے کچھ وقت

چاہتا تھا۔

عائشہ......اگر آپ ایک بار انکار کر دیتے تو میں منصور سے شادی کرنے پر اصرار نہ کرتی۔

باپ......میں سمجھتا تھا کہ اگر میں نے منگنی نہ کی تو شاید تم بی اے کی پڑھائی چھوڑ دو۔ ویسے میں مانتا ہوں، وہ لائق لڑکا ہے۔

عائشہ......اور اگر وہ میرے نوٹس نہ لکھتا، میرے پرچے تیار نہ کراتا تو آج میں ویسے بھی پڑھائی چھوڑ جاتی۔

باپ......دیکھو عائشہ۔ لڑکا اچھا ہے۔ لیکن وہ تمہاری ٹائپ نہیں ہے۔ میرا خیال تھا کہ منگنی ہو جائے تو منصور کا چارم ختم ہو جائے گا، لیکن نہیں ہوا تو یہ اس کی بدقسمتی ہے۔ میرا ارادہ نہ پہلے کبھی شادی کا تھا نہ اب ہے۔

کٹ

سین ۴ ان ڈور شام کا وقت

(ایک چھوٹا سا سین۔ جس میں عقب میں افریقہ کے ڈرم آہستہ آہستہ بج رہے ہیں۔ سامنے منصور گردن اونچی کر کے مطالبے کے انداز میں کھڑا آہستہ آہستہ بول رہا ہے ـــــ عائشہ کا باپ ٹہل رہا ہے۔ پھر وہ دونوں بازوؤں کو اٹھا کر غصہ اور قہر سے کہتا ہے۔ نکل جاؤ۔ میرے گھر سے نکل جاؤ۔ منصور نہیں جاتا۔ باپ آوازیں دیتا ہے۔ عبدل عبدل۔ عبدل آتا ہے۔ باپ جیسے کہتا ہے اسے دھکے دیکر باہر نکال دو۔ اس سین میں باتیں ریکارڈ نہیں کی جاتیں فقط دونوں کے جذبات کی عکاسی رہتی ہے۔ عبدل دھکے دیتا ہوا منصور کو باہر نکالتا ہے)

کٹ

سین ۵ آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(عبدل دھکے دیکر منصور کو ڈرائیووے پر نکالتا ہے۔ پھر عبدل پھاٹک کو اندر کی طرف سے تالا لگاتا ہے۔ منصور پھاٹک کے باہر کھڑا ہے۔ اور اندر کی طرف دیکھتا ہے۔ کیمرہ تالے پر آتا ہے)

کٹ

سین ۶ ان ڈور وہی وقت

(ایک کھڑکی میں عائشہ کھڑی جیسے باہر کی طرف ہونے والے واقعے کو دیکھ رہی ہے)

کٹ

سین ۷ آؤٹ ڈور رات

(سائیکل پر منصور آتا ہے۔ پھاٹک کے سامنے رکتا ہے۔ پھاٹک کو کھولنا چاہتا ہے۔ نہیں کھلتا۔ اندر ہاتھ ڈال کر دیکھتا ہے۔ تالے کا کلوزاپ آتا ہے۔ دور سے کتے کے بھونکنے کی آواز آتی ہے۔ سارا وقت افریقی ڈرم بجتے ہیں)

کٹ

سین ۸ ان ڈور صبح

(یہ ایک غریب آدمی کا گھر ہے۔ اور دوسری منزل پر ہے۔ پچھلے چوبارے اور ان پر

لگے ہوئے ٹیلی وژن کے انٹینے اس کی کھڑکی میں سے نظر آتے ہیں۔ عائشہ اس وقت کھڑکی میں کھڑی ہے۔ فرش پر جابجا کتابوں کے ڈھیر ہیں۔ منصور دری بچھائے ایک کونے میں گاؤ تکیئے کے سہارے بیٹھا ہے۔ بظاہر وہ کتاب پڑھ رہا ہے۔ لیکن نیم جھکی آنکھوں سے وہ عائشہ کو دیکھ رہا ہے۔ دور کہیں سے آواز آتی ہے۔ بو کاٹا۔ پھر ڈھول پیٹنے کا مدھم شور۔ عائشہ کھڑکی کے سامنے کھڑی پتنگ اڑتے دیکھ رہی ہے)

عائشہ...... کسی کی پتنگ کٹ گئی منصور۔
منصور...... پتنگ ہوتی ہی اس لئے ہے کہ کٹ جائے۔
عائشہ...... یہ منظر گلبرگ سے کتنا مختلف ہے۔ لوگ بازار۔ رہنا سہنا...... باتیں اشیاء۔
منصور...... بالکل جس طرح تم اور میں ایک ہی ملک کے ہیں لیکن مختلف لگتے ہیں۔ ہماری سوچ، رہن سہن۔ سب کچھ مختلف ہے۔
(عائشہ، جو سمجھتی ہے کہ منصور کا دل دکھ گیا ہے، اس کے پاس آتی ہے۔ دری پر بیٹھتی ہے، اور منصور کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیکر کہتی ہے)
عائشہ...... کیا میں نے منصور۔ دل دکھانے والی، فاصلے پیدا کرنے والی کوئی بات کہہ دی ہے۔
منصور...... نہیں نہیں (رک کر) کبھی کبھی تمہارے منہ سے اچانک سچ نکل آتا ہے۔ خود بخود فاصلے قائم ہو جاتے ہیں سچ سن کر۔ عجیب بات ہے کہ میں کچھ بھی تو نہیں کر سکتا ان فاصلوں کو کم کرنے کے لئے۔
(چپ کا ایک لمبا وقفہ۔ جس میں منصور اپنے ہاتھ کو عائشہ سے چھڑا لیتا ہے۔ اور عائشہ اپنے دونوں خالی ہاتھ دیکھتی رہ جاتی ہے)
عائشہ...... (شکستہ دل کے ساتھ) کیا سوچ رہے ہیں منصور۔
منصور...... جب بھی میں تمہارے گھر جاتا تھا، ہمیشہ اپنی سائیکل کھلی رکھتا تھا۔ اور تمہارے گھر کے تمام دروازے مقفل ہوتے تھے۔ حالانکہ مجھے اپنی سائیکل کے چوری ہو جانے کا خوف ہونا چاہئے تھا۔ میں غریب آدمی تھا۔

عائشہ......ابا کی عادت تھی۔ وہ تالوں کے معاملے میں بڑے سخت تھے۔

منصور......اس کی بھی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اس گھر میں سوائے تمہارے اور کوئی چرانے والی چیز نہ تھی۔ اور آدمی پر کبھی قفل نہیں لگایا جاسکتا۔ اللہ نے ایسے چاہاہی نہیں۔

عائشہ...... (محبت سے) تمہارے امتحان سر پر ہیں۔ تمہیں ادھر توجہ دینی چاہئے۔

منصور......مجھے تالوں سے بڑی نفرت ہے۔ کاش کوئی ایسا دیس ہوتا جہاں تالوں کی ضرورت نہ پڑا کرتی...... گھروں میں دروازے ہی نہ ہوتے جن کو لاک کیا جاتا۔ لوگ آسکتے' جاسکتے۔ جس کو جو کچھ درکار ہوتا' لے جاتا۔ جو استعمال میں نہ لاسکتا' چھوڑ جاتا۔ لوگ تالوں کے سہارے نہیں' اعتماد کے زور پر زندگی بسر کرسکتے۔ محبت کے قفل لگاسکتے دلوں پر۔ اور کسی جندرے تالے کی ضرورت نہ رہتی۔

عائشہ...... (ذرا سی خوش ہو کر) پھر تم نے آئیڈیلسٹ باتیں شروع کر دیں۔ یہ دنیا بڑی پریکٹیکل ہے۔ اس میں دودھ' چائے' چینی درکار ہوتی ہے' صبح صبح۔ اٹھو ناں مجھے دودھ لادو۔ چائے بنادوں۔

منصور......میں یونیورسٹی میں پی لوں گا کینٹین پر۔ (رک کر) اچھا برتن لادو۔ تمہارے لئے بھی تو چائے بنانی چاہئے اصولاً۔

عائشہ......(ذرا سادکھ سے) نہیں میرا گزارہ ہوجائے گا۔

منصور...... (محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر) سنو عائشہ! میں تمہیں اپنے اس کھولی نما گھر میں گزاروں کے لئے نہیں لایا۔ محبت' فراغت' راحت کی زندگی گزارنے کے لئے لایا ہوں۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ میں نے کبھی ایسی دنیاوی باتوں کے متعلق سوچا نہیں۔ دودھ پتی' سبزی گوشت' دال چاول یہ سب میری لائن نہیں ہے۔

عائشہ......تمہارے امتحانوں کے بعد سب کچھ ہوجائے گا۔

منصور......کیسے؟

عائشہ......عارف کو کتنی اچھی نوکری مل گئی ہے۔ ابھی اس نے پورا ایم پی اے بھی نہیں کیا۔ ایک سمسٹر رہتا تھا اس کا۔

منصور......کھاتے پیتے گھرانے کا لڑکا تھا۔ میری طرح یتیم ابن یتیم......ابن یتیم نہیں تھا۔ اس کے تمام قفل شروع سے کھلے تھے۔ لاؤ برتن دو۔

(عائشہ برتن دیتی ہے)

عائشہ......یہ لیں۔

منصور......اگر میں کبھی تمہیں چھوڑ دوں عائشہ؟

عائشہ......بلاوجہ؟ بلاتقصیر؟

منصور......ہاں بلاوجہ۔ بلاتقصیر۔ بغیر نوٹس۔ پھر تم کیا کروگی؟

عائشہ......میں؟ میں انتظار۔ اور کیا؟

منصور......کب تک؟

عائشہ......جب تک تمہارے دل پر پڑا ہوا تالا نہ کھل جائے آپی آپ اور تم لوٹ نہ آؤ۔

منصور...... (آنکھیں پھرا کر) آدمی کی بھی کیا مجبوری ہے۔ وہ اپنے پر بھی اعتماد نہیں کرسکتا۔

عائشہ......پلیز بازار سے دودھ لے آؤ۔ اب اس بھینس والے کے پاس نہ چلے جانا۔ وقت ضائع ہوتا ہے۔

منصور......کچھ باتوں پر مجھے فخر کر لینے دو عائشہ۔ غریب آدمی کم از کم اتنا تو کہہ سکتا ہے کہ وہ ساری عمر تازہ خالص دودھ پیتا رہا ہے۔ کچھ تو اسے بھی معلوم ہونا چاہئے۔ ساری باتیں تم ہی لوگوں کو تو پتہ نہ ہوں۔

(جلدی سے چلا جاتا ہے۔ عائشہ دل برداشتہ پانی کی کیتلی چولہے پر چڑھاتی ہے)

کٹ

سین ۹ آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(منصور بازار میں ڈول لیکر آتا ہے۔ اور ایک کھنڈر نما عمارت کو کراس کرتا ہے۔ آج کل گمٹی' انار کلی اور پرانے لاہور میں ایسے کئی بازار ہیں جن میں پرانی عمارتیں ڈھائی جارہی ہیں۔ کچھ حصہ گر چکا ہے اور کچھ بقایا ہے۔ جس وقت منصور اس عمارت سے گزر کر آگے پچھلی گلی کی جانب جانا چاہتا ہے' اس کی نظر کھنڈر میں لگے ہوئے ایک دروازے پر پڑتی ہے۔ یہ مغلیہ عہد کا پرانا دروازہ ہے۔ جو پرانی سی دیوار

میں جڑا ہے۔ اس دروازے میں ایک مضبوط سا پرانا قفل پڑا ہے۔ یہ جندرا پرانا ہونے کے باوصف اس قدر سختی سے بند ہے کہ اس کے کھلنے کے کوئی امکان نظر نہیں آتے۔ منصور اس قفل کے پاس آتا ہے۔ ایک اینٹ لیکر قفل پر مارتا ہے۔ قفل نہیں کھلتا۔ منصور آگے چلا جاتا ہے۔ واپس لوٹتا ہے اور تالے کو ہاتھ لگا کر دیکھتا ہے۔ یکدم تالا کھل جاتا ہے۔ وہ تالے کو کنڈے سے نکال کر دور پھینکتا ہے۔ دروازہ کھولتا ہے۔ اس دوران عقب میں افریقی موسیقی جاری رہتی ہے)

کٹ

سین ۱۰ — ان ڈور — دن

(یہ سین سٹوڈیو میں تعمیر کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک مغلیہ عہد کا دالان ہے۔ جس کے چاروں جانب غلام گردش اور درمیان میں ایک فوارہ ہے۔ ساری جگہ جیسے صدیوں سے استعمال میں نہ رہی ہو۔ چھتوں سے جالے لٹک رہے ہیں۔ فرش پر پتے گرے ہیں۔ منصور اس غلام گردش میں چلتا ہے۔ پتے آہستہ آہستہ ہوا سے چلتے ہیں اس پر کبوتر کی آواز فیڈان ہوتی ہے۔ کچھ دور چل کر منصور پھر دالان میں آتا ہے۔ اس کے آتے ہی دالان میں فوارہ چلنے لگتا ہے۔ پہلے سارا منظر نارنجی فلٹر میں فلمایا جائے اور اب اس کے دالان میں آتے ہی نیلا فلٹر استعمال کرلیں۔ سارا منظر دھویا دھلایا نظر آتا ہے۔ دالان کے درمیان فوارے کے پاس تخت پر ایک بوڑھا بزرگ بیٹھا ہے۔ جس کے جسم پر احرام جیسا لباس ہے۔ منصور آہستہ آہستہ اس کے پاس آتا ہے)

منصور...... (پاس آکر) باباجی۔
بڈھا...... کرامتوں کے پیچھے بھاگو گے تو کرامتیں رہ جائیں گی۔ تم نہیں رہو گے۔
منصور...... میں سمجھا نہیں۔

بڈھا...... معجزہ انسان کی سیرت میں ہے۔ سیرت ہی اس کا معجزہ ہے۔ باقی سب کھیل تماشا ہے۔ ناکارہ ہوس ہے۔ راہ کی رکاوٹ۔ کرشمہ یہی ہے کہ اندر کا قفل ٹوٹ جائے۔ باقی سب فریب ہے۔ دھوکا۔
(یکدم ایک بینگ کے ساتھ موسیقی شروع ہوتی ہے۔ سارے منظر پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ منصور کی آواز آتی ہے باباجی...... باباجی...... دوبارہ نارنجی فلٹر استعمال ہوتا ہے تو وہ دروازے کے باہر کھڑا ہے اور دروازہ بند ہے۔ کیمرہ تالے پر آتا ہے جو مضبوطی سے بند ہے۔ منصور سر جھٹکتا ہے۔ موسیقی جاری رہتی ہے)

کٹ

سین ۱۱ — ان ڈور — دن

(عائشہ دری پر چائے کے برتن لگا رہی ہے۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے)
عائشہ...... کون ہے؟
لڑکا...... میں ہوں باجی جی۔ کامران سٹور سے۔
(عائشہ اٹھ کر دروازہ کھولتی ہے)
عائشہ...... کیا بات ہے؟
لڑکا...... آپ کا فون آیا ہے جی۔ جلدی آجائیں۔ ہولڈ کیا ہوا ہے۔
عائشہ...... ابھی آئی۔
لڑکا...... جلدی آجائیں جی۔ شیخ صاحب ناراض ہوتے ہیں۔
(عائشہ چادر اوڑھ کر باہر نکلتی ہے۔ دروازے کو تالا لگاتی ہے۔ کھینچ کر دیکھتی ہے اور پھر جاتی ہے)

کٹ

سین ۱۲ — آؤٹ ڈور — دن

(کسی جنرل سٹور میں اگر یہ چھوٹا سا سین بنالیا جائے تو شکریہ کا مقام ہوگا۔ عائشہ سٹور میں داخل ہوتی ہے فون اٹھاتی ہے)

عائشہ......ہیلو۔ ہیلو کون؟ جی۔ جی میں اکیلی نہیں آسکتی ابو۔ میں آپ کو مجبور تو نہیں کر سکتی۔ کیا کروں ابو۔ میں بھی مجبور ہوں۔ شکریہ۔ ابو میں بتا چکی ہوں آپ کو......اگر آپ منصور کو accept کرلیں شکریہ ابو خدا حافظ......

(فون آہستہ سے چونگے پر رکھتی ہے۔ پھر دوکان والے کو شکریہ کہتی ہے)

کٹ

سین ۱۳ ان ڈور دن

(منصور دودھ لیکر سیڑھیاں چڑھتا آتا ہے۔ سامنے دروازہ بند ہے اور تالا پڑا ہے۔ منصور ڈول رکھ کر اپنی جیبیں ٹٹولتا ہے کہ چابی نکل آئے۔ لیکن کسی جیب میں سے چابی نہیں نکلتی۔ وہ جھلاہٹ میں تالا کھینچتا ہے۔ تالا یکدم کھل کر اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ وہ حیرانی سے تالے کی طرف دیکھتا ہے)

کٹ

سین ۱۴ ان ڈور دن

(لائبریری کا حصہ۔ یہاں عائشہ لائبریرین کے طور پر کام کر رہی ہے۔ وہ کرسی پر بیٹھی ہے اور پیچھے کتابوں کی چند الماریاں نظر آتی ہیں۔ ایک بزرگ صورت پروفیسر سامنے بیٹھے ہیں۔)

پروفیسر......(تین کتابیں لوٹاتے ہوئے) یہ میرا کارڈ ہے اور یہ کتابیں واپس لیجئے۔

عائشہ......شکریہ۔

پروفیسر......پہلے تو یہاں وحید صاحب ہوا کرتے تھے؟

عائشہ......وہ تو ریٹائر ہو گئے جی۔ ایک مہینہ ہوا۔ میری پوسٹنگ ہوگئی ہے ایڈہوک پر۔

پروفیسر......میں اوپر گیا تھا۔ وہاں مجھے پیرا سائیکلوجی کی کوئی کتاب نہیں ملی۔

عائشہ......وہ جی ڈی ڈی ٹی کروائی تھی۔ الماریاں وغیرہ شفٹ کروی تھیں۔ شاید سیکشن بدل گیا ہو۔

پروفیسر...... آپ مجھے گائیڈ کردیں گی تھوڑا سا۔

عائشہ......ضرور سر آئیے (آواز دے کر) سجاد ذرا میری سیٹ پر بیٹھنا پلیز۔

(دونوں چل کر پیچھے الماریوں کی طرف جاتے ہیں۔ ایک کھڑکی میں بہت سی کتابیں ڈھیر ہیں)

عائشہ......(الماریاں کھولتے ہوئے) سر یہ کچھ کتابیں کل اس سکشن سے نکالی تھیں۔ آپ دیکھ لیجئے۔ شاید آپ کے مطلب کی کوئی کتاب نکل آئے۔

(پروفیسر کھڑکی میں رکھی ہوئی کتابوں کو دیکھتا ہے۔ ایک کتاب نکال کر پڑھنے لگتا ہے۔)

پروفیسر......میں یوری گیلر Yuri Gieller پر ریسرچ کر رہا ہوں۔ آپ جانتی ہیں یوری گیلر کے متعلق؟

عائشہ...... زیادہ تو کچھ نہیں پڑھا سر، لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اس میں غیر معمولی قوت تھی کوئی۔ صرف دیکھنے سے وہ چمچ کانٹے موڑ سکتا تھا۔ نظر سے تالے کھول دیتا تھا۔

پروفیسر......بالکل بالکل وہی یوری گیلر......کچھ حلقوں کا خیال ہے کہ وہ بوگس آدمی تھا۔ اس میں کوئی اَن نیچرل قوت نہیں تھی۔ سب فراڈ تھا۔ میں خود کسی نتیجے فیصلے پر پہنچنا چاہتا ہوں۔

عائشہ......انسان میں سر اَن گنت قوتیں ہیں۔ جن کا ابھی پتہ نہیں چل سکا پوری طرح۔ لیکن ان پر کام ہو رہا ہے مغربی دنیا میں۔ یہ علم بھی کمپائل ہو رہا ہے۔

پروفیسر...... (اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی ڈائری نکال کر قلم کھولتا ہے اور دلچسپی سے عائشہ کی طرف دیکھتا ہے) آپ کا کیا خیال ہے مائینڈ میں اتنی قوت ہے کہ وہ میٹر کو ہلا سکے 'توڑ پھوڑ سکے؟

عائشہ......پتہ نہیں سر۔ میں نے تو اپنی تعلیم بھی ادھوری چھوڑ دی اور اس فیلڈ کا مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔ میں زیادہ نہیں جانتی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ چونکہ پہلے خدا کی ذات تھی اور کچھ نہیں تھا۔ اس کے حکم سے سب کچھ ہوا......سارا میٹر ایک خیال سے پیدا ہوا تو ہو سکتا ہے کہ تمام مادی چیزیں مائینڈ ہی کے تابع نہ ہوں کہیں؟

پروفیسر......بڑی پر امید بات ہے کہ ہمارے ملک کی لڑکیاں اتنا کچھ جانتی ہیں۔

(فون کی گھنٹی بجتی ہے)

عائشہ......ایکسکیوز می سر............میں ابھی آئی۔

(عائشہ بھاگ جاتی ہے۔)

کٹ

سین ۱۵ ان ڈور رات

(منصور دری پر بیٹھا ہے۔ اس کے ارد گرد بہت سی کتابیں پھیلی ہیں۔ اس نے قمیض پہن رکھی ہے وہ اسی قمیض کا بٹن سوئی دھاگے کے ساتھ سینے میں مشغول ہے۔ عائشہ رضائی تہہ کر کے پلنگ پر رکھتی ہے۔)

عائشہ...... میں بٹن لگا دیتی ہوں منصور۔

منصور...... مجھے عادت ہے۔ میری عادتیں خراب نہ کرو۔

(عائشہ اس کے پاس آتی ہے۔)

عائشہ ... میں ابھی تک سمجھ نہیں پائی تم اندر کیسے آئے؟

منصور...... تمہاری لاپروائی سے اور کیسے۔ تم نے تالا اچھی طرح سے نہیں لگایا اور لائبریری چلی گئیں۔

عائشہ...... لگایا تھا منصور' بلکہ دوبارہ کھینچ کھانچ کر چیک بھی کیا تھا۔

منصور...... ویسے اگر تمہارے ابا صاحب نے تالا لگایا ہوتا تو کبھی نہ کھلتا۔ جناب یہ محلہ ہے۔ یہاں لڑکے کوٹھے کوٹھے پتنگیں لوٹتے پھرتے ہیں۔ صابن' تولیہ' رضائی' ڈوئی جو مل جاتا ہے' لے جاتے ہیں آرام سے۔

عائشہ...... آئی ایم سوری منصور۔ جس وقت آپ دودھ لینے گئے تھے ناں' اس وقت کامران سٹور سے لڑکا آ گیا...... فون آیا تھا میرا۔ میں فون سننے گئی تھی لیکن تالا لگا کر۔

منصور...... کس کا فون تھا؟

عائشہ...... ابو کا۔ وہ مجھے بلا رہے تھے واپس۔

منصور...... تو تم جا سکتی ہو...... عائشہ......

عائشہ...... (پورے صبر کے ساتھ) میں تو ان ہی کا ساتھ دینا چاہتی تھی منصور۔ لیکن انہوں نے مجھے مجبور کر دیا۔

منصور...... شاید ماں باپ کی مرضی کے خلاف شادی نہیں کرنی چاہیئے...... ایسے میاں بیوی خوش نہیں رہ سکتے' بے برکتے سے...... بے نوازے ہوئے۔ راندہ درگاہ۔

عائشہ...... ہم خوش ہیں منصور۔ (سر جھکا کر) کم از کم میں بہت خوش ہوں۔

منصور...... میرے اندر کچھ بند ہو گیا ہے۔ جسے میں کھولنا چاہتا ہوں۔ کچھ چھپ گیا ہے۔ اگر تمہارے ڈیڈی مجھے دھکے دے کر گھر سے نہ نکالتے' اگر...... وہ مجھ سے وعدہ کر کے نہ مکرتے تو شاید...... میں تم سے شادی نہ کرتا۔ میرے اندر کا پھاٹک بند نہ ہوتا۔

عائشہ...... ابو کی ایسی ہی طبیعت ہے منصور...... انہوں نے امی کو بھی ویسے ہی نکالا تھا...... اچانک...... دھکے دے کر۔ بلاوجہ۔

منصور...... انہوں نے منگنی کیوں کی تھی ہماری؟

عائشہ...... یہ باتیں ہم ہر روز کیوں کرتے ہیں منصور؟

منصور...... انہیں مجھے مارنے کی تو کوئی ضرورت نہ تھی۔ وہ مجھے شرافت سے بھی سمجھا سکتے تھے۔

عائشہ...... سنو منصور...... ایک بار۔ آخری بار۔ میں نے تم سے شادی اس لئے نہیں کی کہ میں باپ کی نافرمان ہوں۔ یا پھر مجھے کسی قسم کا بدلہ لینا ہے۔ میں تمہارا ساتھ دینا چاہتی ہوں' ہر طرح کے حالات میں۔ آج...... کل' ہمیشہ......

منصور...... (دکھ سے آنکھیں بند کر کے) میں جانتا ہوں۔ جانتا ہوں عائشہ...... میں تمہاری جگہ ہوتا تو ایک لاوارث لڑکے کا ساتھ نہ دے سکتا۔ تم میں عائشہ ایسی کوئی خوبی ہے جو معجزے سے' کرامت سے' کرشمے سے بڑھ کر ہے۔ (کلوز اپ میں چہرہ آتا ہے) تم عام جذبے کو' عام محبت کو عبادت میں بدل دیتی ہو۔ تمہارے اندر کوئی چیز مقفل نہیں ہے۔

عائشہ...... میں نے تالا مضبوطی سے لگایا تھا منصور۔ یقین کرو دو دفعہ پُل کر کے بھی دیکھا تھا۔

منصور...... شاید تمہارے باپ نے مجھے کوئی بد دعا دے دی ہے...... شاید میں بھٹکتا ہوں زندگی بھر اور خوشی میری دسترس سے دور رہے۔

عائشہ...... ابو ایسے نہیں ہیں۔

منصور...... میں ذرا اختر کے گھر جا رہا ہوں پڑھنے۔ مجھے اگر دیر ہو جائے تو اندر سے چٹخنی لگا لینا۔

عائشہ...... بہت زیادہ دیر بھی نہ لگا دینا منصور۔

منصور...... (جاتے ہوئے) معلوم ہے' اگر میں بہت زیادہ دیر بھی لگا دوں' تب بھی تم میرا انتظار کرو گی۔ تمہاری روح بدلتی نہیں' راہ دیکھتی ہے۔

کٹ

سین ۱۶ آؤٹ ڈور رات

(عقب میں مینار پاکستان نظر آ رہا ہے۔ سامنے شاہی قلعہ ہے۔ قلعے کے ساتھ ساتھ جانے والی سڑک پر منصور کچھ کتابیں اٹھائے قلعے کی طرف جا رہا ہے۔ سڑک پر ایک سفید کار کھڑی ہے۔ اس کا ڈرائیور کبھی ایک جیب دیکھتا ہے کبھی دوسری۔ کبھی کار کے اندر جھانکتا ہے۔ منصور سائیکل سمیت اس کے پاس پہنچتا ہے۔)

منصور...... آپ شاید کار کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں۔

کار والا......جی بدقسمتی سے دروازہ میں نے بند کر دیا ہے اور اس کی چابیاں اندر لاک کر دی ہیں۔

منصور...... کوئی چابی سپیئر گھر سے لانی ہو تو میں لا دیتا ہوں۔ آپ مجھے پتہ بتا دیں۔ میں سائیکل پر جا کر لے آتا ہوں۔

کار والا...... کوئی تار ہو گی آپ کے پاس۔

منصور...... صرف سائیکل کی چابی ہے اور سائیکل میں کبھی لاک نہیں کرتا۔

(اب منصور ہاتھ بڑھا کر تفریحاً کار کا دروازہ دیکھتا ہے۔ یکدم دروازہ کھل جاتا ہے۔ منصور اور کار والا ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھتے ہیں۔ کار والا خوشی سے بغل گیر ہوتا ہے۔)

کار والا... شکریہ...... شکریہ...... تھینک یو ویری ویری مچ (یکدم سوچتے ہوئے) لیکن یہ ہوا کیسے؟ تالا کھلا کیسے؟ کیونکر؟

منصور...... کار اندر سے لاک نہیں تھی۔ آپ کو وہم ہوا ہو گا۔ (اندر سے چابیوں کا گچھا نکال کر کار والے کو دیتا ہے۔)

کار والا.... آپ کہیں رات کو کاریں تو نہیں چراتے؟ میں پچھلے آدھے گھنٹے سے دروازوں کے ساتھ کشتی لڑ رہا ہوں۔

منصور...... آپ کے سامنے میں نے دروازے کو صرف ہاتھ لگایا تھا۔

کار والا... میں آپ کو چھو کر دیکھ سکتا ہوں؟

منصور...... کیا مطلب؟

کار والا... میرا خیال ہے کہ آپ انسان نہیں ہیں۔ فقط لمحے کی مدد ہیں...... لیکن پھر بھی بہت بہت شکریہ۔

(منصور چپ چاپ سائیکل پر چڑھ کر روانہ ہو جاتا ہے۔ کار والا دیکھتا رہ جاتا ہے) کٹ

سین ۱۷ ان ڈور رات

(ایک امیر آدمی کا گھر۔ اختر، جو منصور کا دوست ہے، ڈرائینگ روم میں بیٹھا تیز تیز ڈسکو میوزک سن رہا ہے۔ اختر کی بہن لبنیٰ جرابیں پہن رہی ہے اور موسیقی کے ساتھ ساتھ سر اور کندھے اچک رہی ہے۔ منصور دروازے میں بر آمد ہوتا ہے۔)

منصور...... ہیلو۔

دونوں...... ہیلو۔

اختر...... یار جلدی آ جایا کرو۔ ایم بی اے کی پڑھائی کوئی آسان کام نہیں۔

لبنیٰ...... تو تم سے کس نے کہا تھا کہ ایم بی اے کرو۔ تمہیں تو میں بار بار کہتی تھی ایم اے انگلش کر لو۔

اختر...... خیر خیر! تمہارے مشورے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔

لبنیٰ...... آپ اپنی وائف کو بھی ساتھ لے آیا کریں۔

اختر...... اگر وائف کو ساتھ لائے گا تو پڑھے گا کیسے۔

لبنیٰ...... منصور آپ میرے لئے ایک مضمون لکھ دیں گے؟

منصور...... (جیسے کھویا ہوا ہے) مضمون۔

لبنیٰ...... مضمون!

منصور...... کیا عنوان ہے؟

لبنیٰ...... ٹیلی پیتھی پر ایک نظر۔ سائنس اور فکشن دونوں۔

اختر...... مہربانی شکریہ۔ اب تم دفع ہو جاؤ اور کسی اور کمرے میں بیٹھ کر گھوٹا لگاؤ۔ ہمیں لکھنے دو پلیز۔

لبنیٰ...... (لاؤڈ سے آواز دے کر) آغاجی! یہ دونوں ریچھ مجھے نکال رہے ہیں۔

اختر...... ریچھ کی خالہ اب دفع بھی ہو جا۔

(لبنیٰ جاتی ہے، لیکن جاتے جاتے منصور کو دیکھتی جاتی ہے۔ وہ اس وقت آہستہ آہستہ اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہا ہے، الٹ پلٹ کر غور کے ساتھ۔)

اختر...... کیا مصیبت ہے یہ پڑھنا لوڑھنا بھی۔ آدمی بغیر پڑھے کیریئر نہیں بنا سکتا؟

منصور...... ہاں۔

اختر...اپنے ہاتھوں کو کیا دیکھ رہے ہو۔

منصور......اختر۔

اختر......کیوں کیا ہوا ہے؟

منصور......میں......میں......مجھے ایک شبہ ہے۔

اختر......شبہ کس پر؟

منصور......اپنے پر۔ اپنے ہاتھوں پر......

اختر......کیسا شبہ۔

منصور...... میرے ہاتھوں میں ایک قوت آ گئی ہے اختر۔ اچانک ایک ایسی قوت جیسے غار میں سے (اس وقت آغاجی اندر آتے ہیں) کوئی تیز ہوا گزرتی ہو۔ پل پر سے آندھی۔

آغا......کیوں بھئی پڑھائی ہو رہی ہے۔

اختر......جی ڈیڈی۔

(کھڑے ہو کر)

منصور......سلام علیکم انکل۔

آغا......کیوں بھئی! تمہارا وہ بڑھافا وران لاء مانا کہ نہیں۔

منصور......ابھی تو حالات ویسے ہی ہیں۔

آغا......کوئی پیسہ و یسہ کماؤ اور اس کے ساتھ کوٹھی ڈالو۔ شرمندہ ہو خبیث۔

اختر......جتنی دیر میں یہ کوٹھی ڈالے گا ابو' بڈھا فوت ہو جائے گا۔

آغا......ریس ویس کا شوق ہو تو میرے ساتھ چلا کرو۔

اختر......یہ بزدل آدمی ہے ابو۔ داؤ سے ڈرتا ہے۔

آغا......تو کوئی کھٹا کھٹ قسم کا کام ہونا چاہیئے ناں۔ فٹافٹ قسم کا۔ آج لاکھ' کل دس لاکھ۔

منصور......میں تو آغاجی اس زندگی میں لاکھوں کی امید نہیں کر سکتا۔

آغا......مایوس نہیں ہوتے......مایوس نہیں ہوتے۔ اللہ ہزار طریقوں سے دے سکتا ہے۔ لیکن اس بڈھے سے بدلہ ضرور لینا ہے۔ اپنی بے عزتی کا۔ ضربچے کا یہ کام نہیں کہ وہ شکست کھا جائے سر جھکا دے۔

(منصور سر جھکا کر اپنے ہاتھ دیکھنے لگتا ہے۔)

کٹ

سین ۱۸ آؤٹ ڈور رات

(عقب میں افریقی موسیقی جاری ہے۔ عائشہ جس کوٹھی میں رہتی تھی' اس کوٹھی کے پھاٹک پر منصور سائیکل سوار آتا ہے۔ رات کا وقت ہے۔ وہ سائیکل سے اترتا ہے۔ پھاٹک کے اندر ہاتھ ڈالتا ہے۔ تالے اور ہاتھ کا کلوز اپ سکرین پر آتا ہے۔ تالا یکدم کھلتا ہے۔ وہ لمبی ڈرائیووے پر بھاگتا ہوا جاتا ہے۔ سلو موشن میں اسے بھاگتے ہوئے دکھاتے ہیں۔ پھر وہ گھر کے دروازے کو ہاتھ لگاتا ہے۔ دروازے کا لاک یکدم کھل جاتا ہے۔ وہ اندر داخل ہوتا ہے۔ اندر بیڈ روم کا دروازہ کھولتا ہے' وہ کھل جاتا ہے۔ عائشہ کا باپ سویا ہوا ہے۔ وہ پاس جا کر مسکراتا ہے اور اپنے ہاتھ اس کی طرف بڑھاتا ہے' جیسے گلا گھونٹنے کا ارادہ ہو۔ بیک گراؤنڈ میں افریقی موسیقی جاری رہتی ہے۔ اس سین کو سلو موشن میں فلمایا جاتا ہے۔)

کٹ

سین ۱۹ ان ڈور رات

(عائشہ اس وقت بہت غصے میں کھڑی ہے)

عائشہ......تمہیں کیا ضرورت تھی کہ تم ابا کے گھر جاتے۔

منصور......میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں نے تمہارے ڈیڈی کو کچھ نہیں کہا۔ میں نے انہیں جگایا تک نہیں۔

عائشہ......لیکن اگر جاگ ہو جاتی منصور۔ اگر فرض کرو وہ جاگ جاتے اور پولیس کو بلا لیتے پھر؟ پھر منصور۔

منصور......ایسے ہی پولیس کو بلا لیتے۔ جب میں نے اپنی بیوی کے باپ پر ترس کیا تو کیا وہ بیٹی کے شوہر پر رحم نہ کرتے؟

عائشہ......پھر بھی تمہیں وہاں نہیں جانا چاہیئے تھا۔

منصور......بھلا میں اور جا بھی کہاں سکتا تھا عائشہ۔ جس گھر میں مجھ پر قفل پڑے......مجھے ان تالوں کو ہی تو کھولنا تھا۔ وہاں عائشہ میں ایسے گیا جیسے ہوا اڑا کر لے جاتی ہے۔ کشتی کو تیز ہوا اڑائے لیے جائے۔ ایسے۔

عائشہ......امتحانوں میں بہت کم وقت رہ گیا ہے منصور۔

منصور......تم کو امتحان کی پڑی ہے۔ عائشہ میں ان ہاتھوں سے ہر قسم کا تالا کھول سکتا ہوں۔ نمبروں والا' ڈھبری والا' آنکڑے والا گول ولایتی' ہر قسم کا لاکر' سیف۔

عائشہ...... (خوفزدہ ہو کر) منصور......اس خوبی کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

منصور......کیوں۔؟

عائشہ......انسان کی ہر خوبی دراصل اس کی آزمائش ہوتی ہے۔ حسن' دولت' اولاد......پھر ایسی طاقت سے ہمیں کیا لینا ہے جس کی تمام زندگی میں ضرورت ہی نہ ہو۔

منصور......آخر میرے خدا نے مجھے اچانک یہ قوت دی ہے تو اس کا کچھ مصرف بھی ہو گا۔

عائشہ......اس کا مصرف یہی ہے کہ تم اس کا ذکر نہ کرو۔ ہر کسی سے چھپائے رکھو بات۔ انسان کی عظمت ایسی باتوں میں نہیں ہے منصور۔ خرق عبادت انسان کا معجزہ نہیں ہے۔

منصور......تم خوفزدہ ہو؟ مجھ سے؟

عائشہ......میری مان جاؤ منصور۔ اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ انسان کی نیکی تک اس کا ذاتی امتحان ہے۔ خدا کے لئے اپنی خوبی کو کسی کے سامنے عیاں نہ کرنا۔ پھنس جاؤ گے۔

منصور......بکواس بند کرو۔ اب میں تمہارے باپ کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ معاشرے کو سمجھا سکتا ہوں۔ میں نالی میں رینگنے والا ایسا کیڑا نہیں تھا جسے چمٹے سے اٹھا کر جون کی دھوپ میں سوکھنے کے لئے ڈالا جا سکتا ہے۔ اگر معاشرہ صرف دولت کی عزت کرتا ہے تو میں بھی دولت پیدا کر سکتا ہوں' راتوں رات۔

عائشہ......سنتے کیوں نہیں منصور۔ میں تیسری بار کہتی ہوں اور اونچی آواز میں کہتی ہوں۔ خوبصورت عورت کا حسن اس کی آزمائش ہے' سب سے بڑی آزمائش۔ امیر آدمی کی دولت اس کا امتحان ہے۔ اولاد ہر والدین کو ترازو کا سرا پکڑاتی ہے۔ عبادت کرنے والے کے لئے عبادت' نیکی کرنے والے کے لئے نیکی امتحان ہے۔ خدا کے لئے! جو لوگ اپنی خوبی کی نمائش کرتے ہیں' وہ فیل ہوتے ہیں ہمیشہ۔ کسی سے ذکر نہ کرنا خدا کے لئے ہاتھ جوڑتی ہوں ہم برباد ہو جائیں گے۔

(اس وقت منصور وری سے اٹھتا ہے)

منصور......برباد......برباد۔ کیا برباد کی رٹ لگائی ہے۔ اب تو تمہارے ڈیڈی کی بد دعا بھی ہمیں برباد نہیں کر سکتی۔

(منصور الماری کی طرف بڑھتا ہے۔ اس میں تالا لگا ہوا ہے۔ منصور تالے کو ہاتھ لگاتا ہے' تالا گرتا ہے۔ منصور نے اس وقت سفید چادر اوڑھ رکھی ہے۔ وہ اسے دونوں بازوؤں پر پھیلا کر پرندے کی طرح بازو اٹھا کر خوشی میں چکر لگانے لگتا ہے۔ افریقی ڈرم بجتے ہیں۔ وہ پہلے زور زور سے کہتا ہے کھل سم سم' پھر آہستہ آہستہ زیر لب کہتا ہے' کھل سم سم کھل سم سم)

کٹ

سین ۲۰ ان ڈور دن

(عائشہ اپنی لائبریری میں بیٹھی ہے۔ سامنے اس کا باپ بیٹھا ہے)

باپ......میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ اور تمہیں چلنا ہو گا۔

عائشہ......ابو پلیز۔ آپ منصور کو بھی ایکسیپٹ کر لیں۔ ان کو بھی لے چلیں ساتھ۔

باپ......تم نے میری شفقتیں' محبتیں اتنی جلدی بھلا دیں۔ تم اپنی ماں کی طرح نکلیں بے وفا' بے مہر۔

عائشہ......یہ بات نہیں ہے ابو۔ ہم ٹوٹے گھروں کی لڑکیاں کیسے بے وفا ہو سکتی ہیں۔ ہم نے تو بے وفائی کے ہاتھوں' بے مہری کے ہاتھوں اتنا دکھ اٹھایا ہے۔

باپ......پھر' تم مجھے بھول چکی ہو۔

عائشہ......میں آپ کو کیسے بھول سکتی ہوں ابو۔ (نظریں جھکا کر) آپ نے میرے لئے واپس آنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی۔

باپ......میں ہر راہ کھولوں گا۔ سوائے منصور کو اپنانے کے۔

عائشہ......میں آج تک نہیں سمجھ سکی۔ جب منصور آپ کو پسند نہیں تھے' جب آپ شادی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے تو آپ نے میری منگنی اس سے کیوں کی تھی۔ کیوں۔

باپ......کیونکہ۔ میں تمہاری امی سے ون اپ ہو سکتا تھا۔ منصور جیسے لڑکے سے منگنی کر کے اس کا دل دکھا سکتا تھا۔

عائشہ......وہ تو دس سال ہوئے ابو ہمارے گھر سے چلی گئیں۔ ان کو کیا فرق پڑتا تھا میری منگنی سے؟

باپ......خبر حقیقت سے بھی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ اسے خبر ملتی رہتی ہو گی۔ چلو اٹھو تمہیں میرے ساتھ جانا ہے' ابھی اسی وقت۔

عائشہ......ابو مجھے افسوس ہے' لیکن میں آپ کا حکم نہیں مان سکتی۔ نہ آج' نہ کل۔

باپ......مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ اس قدر غریب لاوارث ہے۔ پکڑ کے وہ اپنے سوتیلے چچا چچی اٹھا لایا ہمارے گھر۔ ویسے لوگ تو میرے پھاٹک کے اندر بھی داخل نہیں ہو سکتے۔

عائشہ......بس کریں ابو۔ بس کریں اب تو۔

باپ......میں کیسے بس کروں۔ تم لائبریری میں کام کر رہی ہو؟ میری بیٹی؟ میں کیسے بس کروں۔

عائشہ......تو پھر آپ منصور سے جھگڑا ختم کر دیں۔

باپ...... منصور ازاے غنڈہ اس نے باپ بیٹی کا رشتہ توڑا۔ میں جب موقع پاؤں گا' اس کی گردن مروڑ دوں گا۔

عائشہ...... اول تو ابو منصور غنڈے نہیں ہیں۔ آپ کو یہ حقیقت ماننا پڑے گی۔ پھر انہوں نے آپ کے گھر سے کچھ نہیں چرایا۔ آپ کی خوشی سے منگنی کی۔ یہ اور بات ہے کہ اندر سے آپ کی نیت کچھ اور تھی۔

باپ...... تمہیں اسے چھوڑنا پڑے گا......

عائشہ...... میں آپ کی نافرمان نہیں ابو۔ لیکن مجبوری ہے۔

باپ...... عائشہ۔

عائشہ...... خدا کے لئے ابو...... آپ منصور سے سمجھوتہ کرلیں میری خاطر۔

(ہاتھ جوڑتی ہے)

باپ...... مائی فٹ۔

کٹ

سین ۲۱ آؤٹ ڈور دن

(ایک پتنگ والے کی دکان۔ اس دکان پر چند گاہک نما آدمی کھڑے ہیں۔ چھوٹا سا لڑکا پتنگیں دکھا رہا ہے۔ دکان کے سامنے ان گنت تالے بھی پڑے ہیں۔ منصور ایک گاہک کو چابی تالا پکڑاتا ہے۔ وہ تالا لاک کرتا ہے۔ منصور بغیر چابی کے کھولتا ہے۔ اب دو تین اور گاہک تالا چابی سے بند کر کے اس کے حوالے کرتے ہیں۔ وہ تالے کھولتا ہے۔ گاہکوں کے چہروں پر حیرانی اور منصور کے چہرے پر ایک عجیب قسم کی خوشی ہے)

کٹ

سین ۲۲ ان ڈور شام کا وقت

(منصور اس وقت دری پر بیٹھا پڑھائی میں مشغول ہے۔ پاس ہی چائے کی پیالی پڑی ہے۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے)

منصور...... کون ہے۔ بھئی آجایئے۔ کون ہے۔ اس قدر تکلف کی بھی کیا ضرورت ہے۔

(دو نوجوان' جو بازار میں منصور کی کرامت دیکھ چکے ہیں' اندر آتے ہیں۔ یہ دونوں مڈل کلاس ہیں۔ ایک نے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ اٹھا رکھا ہے)

نوجوان...... سلام علیک منصور صاحب۔

منصور...... وعلیکم وعلیکم۔ آیئے۔ آجایئے۔

نوجوان ۲...... بس جی اللہ نے آپ پر بڑا کرم کیا ہے۔ ہم لوگ آپ کا دیدار کرنے آئے تھے۔

منصور...... بیٹھیں تشریف رکھیں۔

نوجوان ۲...... یہ جی ہم کچھ مٹھائی لائے ہیں' اپنی عقیدت کے اظہار میں۔

نوجوان...... سر جی کیا یہ طاقت آپ میں اچانک آئی ہے' کہ شروع سے آپ کو اس کا احساس تھا۔

منصور...... مجھے بچپن کا ایک چھوٹا سا واقعہ یاد ہے۔ تب میں نے اسے اہمیت نہیں دی تھی۔ میری نانی زندہ تھیں تب۔ ان کے ٹرنک کی چابی کھو گئی تھی اور انہوں نے مجھے چابی بنانے والے کو بلانے کیلئے کہا۔ میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ غصے سے میں نے ان کے تالے کو جھٹکا اور وہ فوراً کھل گیا۔ میں نے اس وقت تو اسے محض حادثہ سمجھا۔

نوجوان ۲...... ماجد میں نے نہیں کہا تھا' ایسے ہوتا ہے۔ سر جی ہم دونوں سے شرط لگا رکھی ہے۔ یہ مانتا نہیں تھا۔

(اپنی جیب سے تالا نکالتا ہے)

اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو ذرا اسے کھول کر دکھادیں۔ (منصور اٹھ کر پاس جاتا ہے)

نوجوان...... جی میں مانتا ہوں۔ لیکن دیکھیں ناں یہ کوئی عام سی بات تو نہیں ہے ناں۔

(اس وقت نوجوان نمبر ۲ بند تالا منصور کو دیتا ہے۔ منصور اسے غور سے دیکھتا ہے۔ عقب میں زور سے آندھی چلتی ہے۔ پھر منصور تالے پر ہاتھ رکھتا ہے۔ تالا کھلتا ہے۔ اس وقت عائشہ آتی ہے اور یہ سارا ماجرا دیکھتی ہے۔)

کٹ

سین ۲۳ ان ڈور رات

(آغا جی کی فیملی۔ آغا جی' ان کی بیوی سعیدہ' اختر' لبنیٰ اور منصور۔ ڈرائنگ روم اور ڈائننگ روم ساتھ ساتھ

ہیں۔ منصور اور اختر ڈائننگ ٹیبل پر ڈھیر ساری کتابیں رکھے پڑھ رہے ہیں۔ لبنیٰ، سعیدہ اور آغاجی ڈرائنگ روم میں)

لبنیٰ ......ڈیڈی پلیز! تھوڑی دیر اور باتیں کر لینے دیں ہمیں۔

آغا......دیکھو بھئی۔ اب تو ان گدھوں کے کل بارہ دن رہ گئے ہیں امتحان میں۔

اختر......ابوجان ہمیں امتحان کی کوئی فکر نہیں۔ ہم تمام تالے کھول کر خود اپنے نمبر بدل سکتے ہیں۔

سعیدہ......توبہ توبہ اختر

لبنیٰ ......ڈیڈی کم از کم آپ ان کا ایک انٹرویو تو شائع کروا دیں اخباروں میں دنوں میں مشہوری ہو جائے گی۔

سعیدہ...... تم اسے پڑھنے دو لبنیٰ۔

لبنیٰ ...... سارا پڑھ لکھ کر 'امیر بنکر' آخر میں تو آدمی مشہور ہی ہونا چاہتا ہے۔ یہی آخری اچیومنٹ ہوتی ہے ہر انسان کی۔

منصور...... مشہوری میرا مسئلہ نہیں ہے۔

لبنیٰ ......ابو ہر وقت آپ کے وہ فرینڈ ایڈیٹر صاحب آتے رہتے ہیں۔ چار چار دفعہ چائے پیتے ہیں۔ اب ان سے کہیں ناں کہ ان کا انٹرویو لیں۔

آغا......طوطی...... طوطی چپ کر تو نے تو باتیں کر کر کے منصور کو تھکا دیا ہے۔ بھائی منصور ہماری فیملی کو تو عادت ہے۔ ہم باتیں کرتے تھکتے ہی نہیں۔ اٹھو سب پڑھنے دو بچوں کو۔

(تینوں اٹھ کر اوپر جاتے ہیں۔ اختر اور منصور رہ جاتے ہیں)

اختر......یار ہم کیوں پڑھ رہے ہیں۔

منصور...... کیا مطلب؟

اختر......ہمارا نصیب کھل گیا ہے اور ہم محنت کئے جا رہے ہیں بلاوجہ

(لبنیٰ اوپر سے چوری چوری آتی ہے۔ وہ منصور کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ کر باتیں کرتی ہے۔

لبنیٰ ......جب آپ کا انٹرویو پوچھیں تو آپ اس میں ہماری فیملی کا ذکر بھی کر دیں گے ناں۔

اختر...... کیا مطلب؟

لبنیٰ ...... یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب مجھ پر اس غیر معمولی قوت کا انکشاف ہوا تو میں بہت نروس تھا اور اس دوران اگر کسی نے میری حوصلہ افزائی کی تو وہ آغاجی کی فیملی تھی۔

اختر......پھر تو ہماری تصویریں شائع ہو سکتی ہیں منصور کے ساتھ۔

(اس وقت آغاجی اوپر کی سیڑھیاں اترتے آتے ہیں)

آغا......میں سوچ رہا تھا منصور کہ امکانات تو بہت روشن ہیں۔ تمہاری اس قوت کے بہت سے فائدے اٹھائے جا سکتے ہیں۔ تم ابھی یہی بیٹھی ہو۔؟

(اس وقت اوپر والی سیڑھی سے سعیدہ آوازیں دیتی اترتی ہے لبنیٰ...... لبنیٰ......

آغاجی......بھئی کہاں ہیں سب۔)

کٹ

سین ۲۴ ان ڈور دن

(اختر اور منصور ایڈیٹر کے کمرے میں ایڈیٹر گھومنے والی کرسی میں بیٹھا ہے۔ فون پر وہ کسی سے بات کرتا ہے)۔

ایڈیٹر......جی میں نے سن لیا ہے، لیکن آپ فوراً سب کام چھوڑ کر ادھر آجائیں اور فیروز کو بھیج دیں فوراً دو چار تصویریں بنا دے۔ جی اختر صاحب تو آپ کا کلیم ہے کہ آپ ہر طرح کا تالا کھول سکتے ہیں۔

اختر......جی میں نہیں۔ منصور صاحب ۔

ایڈیٹر...... آپ کے ابو کا فون آیا تھا۔ میں سمجھا کہ آپ۔ اچھا خیر ہاں تو منصور صاحب یہ بتایئے کہ آپکو زور تو نہیں لگانا پڑتا۔

منصور......جی نہیں بس اس وقت مجھے لگتا ہے جیسے میرے ہاتھوں میں غیر معمولی قوت آ گئی ہے اور بس۔ جیسے نمازیں آندھی چلتی ہو۔ (فوٹو گرافر آتا ہے)

ایڈیٹر......بھئی کہاں چلے جاتے ہیں آپ فیروز صاحب۔ آپکو ہم صبح سے تلاش کر رہے ہیں۔

فوٹو گرافر...... سر میں ائرپورٹ گیا تھا۔ وہاں سے امینہ گرلز کالج گیا۔

ایڈیٹر...... ایک تو آپ ان گرلز کالج کے فنکشنوں کو نہیں چھوڑتے کبھی۔ اختر صاحب کی تصویریں بنائیں۔

اختر...... میری نہیں جی ان کی، منصور صاحب کی ۔

ایڈیٹر......ہاں ہاں منصور صاحب کی۔

(فوٹوگرافر تصویریں بناتا ہے' ایڈیٹر فون پر)

ایڈیٹر...... خضر صاحب آپ کا پیاں چھوڑ کر فوراً آجائیں۔ ایک دلچسپ معاملہ ہے۔ ہاں تو اختر صاحب آپ کے ڈیڈی نے کہا تھا۔

کٹ

سین ۲۵ ان ڈور صبح کا وقت

(عائشہ اس وقت اخبار دیکھ رہی ہے۔ منصور حسب معمول دری پر بیٹھا ہے۔ اور ایک تالے سے کھیل رہا ہے۔ عائشہ یکدم اٹھتی ہے۔ اس کی بیک سے اخبار کا صفحہ دکھائیے۔ یہ رنگین صفحہ ہے جس پر ہر جگہ منصور کی' تالے کی' اختر وغیرہ کی تصویریں لگی ہیں۔)

عائشہ...... یہ سب کیا ہے۔؟

منصور...... کیا ہے۔؟

عائشہ...... یہ تمہارا انٹرویو کیسے چھپا؟

منصور...... (بھاگ کر اٹھتا ہے اور اخبار چھینتا ہے)

چھپ گیا۔ چھپ گیا میرا انٹرویو۔ اب میری زندگی کے امکانات روشن ہو گئے۔

عائشہ...... ان باتوں میں کوئی امکان نہیں ہیں منصور' آرام سے ناشتہ کر کے پڑھائی میں لگ جاؤ۔

منصور...... کیا ہر وقت پڑھائی پڑھائی پڑھائی میں اس قوت کے متعلق سوچنا چاہتا ہوں' جو اچانک مجھ میں در آئی ہے اور تم جاہل عورتوں کی طرح ہر وقت پڑھ لو' پڑھ لو۔ کیا ہوگا پڑھائی سے آخر۔؟

عائشہ...... ہمارے حالات بہتر ہو جائیں گے۔ تم ایم بی اے ہو جاؤ گے۔

منصور...... ہمارے نہیں تمہارے' تمہیں ہر وقت اپنے حالات بہتر کرنے کی فکر کیوں پڑی رہتی ہے عائشہ تم انسان کے امکانات کے متعلق کبھی نہیں سوچتیں جو کچھ اس کے اندر لاوا ابلتا ہے' پکارتا رہتا ہے وہ۔ وہ جو کچھ اسے اڑا سکتا ہے اوپر ہی اوپر...... وہ ....

عائشہ...... منصور انسان ضرور اڑ سکتا ہے لیکن آخر دھرتی پر ہی اترنا ہوگا۔ زمین پر ہی زندگی گزاری جا سکتی ہے' ہوا میں نہیں۔

منصور...... اب میں نالی میں رینگنے والا کیڑا نہیں رہوں گا' لاوارث۔ جس پر دروازے بند ہو سکیں۔

عائشہ...... دیکھو منصور! جب تک خوبی چھپی رہتی ہے' فائدہ پہنچاتی ہے۔ اشتہار بن جائے تو اس کا نقصان ہونے لگتا ہے۔ کتنی بار سمجھاؤں گی تمہیں۔

منصور...... چھپاؤ' چھپاؤ' چھپاؤ۔ کیوں چھپاؤں میں اپنی خوبی کو لوگوں سے۔ اگر لوگوں کو معلوم نہ ہو گا تو میں مشہور کیسے ہوں گا۔ تم سے تو اختر کی فیملی اچھی ہے' جو مجھے ابہرج تو کرتی ہے۔ میری تعریف تو کرتی ہے۔ تم تو جلتی ہو۔ جلتی ہو جلتی ہو اور بس۔

کٹ

سین ۲۶ ان ڈور رات

(منصور بیٹھا پڑھ رہا ہے۔ لبنیٰ بیٹھی بال برش کر رہی ہے)

لبنیٰ...... لیکن وہ چڑتی کیوں ہے۔

منصور...... بس۔ ایویں

لبنیٰ...... مجھے کچھ کہنا تو نہیں چاہئے لیکن آپ کی وائف ہیں بڑی سٹرینج ایک بار ہی آپ کے گھر گئی تھی میں' تو بابا ان سے ڈر گئی۔ پھر ہمت نہیں پڑی۔

منصور...... کیوں؟

لبنیٰ...... ایسی کڑوی کڑوی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

منصور...... نہیں لبنیٰ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ ایسے ہی پریشان ہے' اپنے حالات کے ہاتھوں۔

لبنیٰ...... جی سبھی پریشان ہیں۔ یہ تو عہد ہی ایسا ہے۔ کون پریشان نہیں اپنے اپنے لیول پر ہر آدمی کسی نہ کسی الجھن میں گرفتار ہے۔ میں خود سوچتی ہوں کہ میری بھی کوئی زندگی ہے۔

منصور...... آپ؟ آپکو بھی کوئی پریشانی ہے۔

لبنیٰ...... دیکھیں ناں! جو کچھ میری ایمبیشن ہیں' وہ تو پوری نہیں ہو سکتیں کبھی تو فرسٹریشن ہوگی کہ نہیں۔

منصور...... اور آپ زندگی سے کیا چاہتی ہیں۔

لبنیٰ...... میں دنیا کی خوب صورت ترین' امیر ترین' مشہور ترین' عورت بننا چاہتی ہوں۔

منصور ...... اتنا کچھ۔ ایک ساتھ؟

لبنیٰ ...... بتایئے میں زیادہ پریشان ہوں کہ عائشہ۔ جس قدر کسی کی منزل مشکل ہو گی' اسی قدر وہ پریشان بھی تو ہو گا۔ ہو گا کہ نہیں۔ آپ انصاف کریں ناں؟ مجھ سے ہمدردی زیادہ ہونی چاہئے آپکو۔

کٹ

سین ۲۷ آؤٹ ڈور دن

(ایک لمبی سی کار میں آغاجی اینڈ فیملی کے ساتھ منصور ٹیلی ویژن سٹیشن میں آتا ہے۔ ساری فیملی آگے آگے' آغاجی آخر میں منصور کے ساتھ سٹیشن میں داخل ہوتے ہیں۔)

کٹ

سین ۲۸ ان ڈور دن

(سٹیج شو کی طرح سیٹ لگا ہے۔ سٹیج پر ایک کمپیئر کھڑا ہے اور سامنے ناظرین میں آغاجی اینڈ فیملی بیٹھے ہیں)

کمپیئر ...... ناظرین! ہم ہر ہفتہ آپ کی ملاقات کسی صاحبِ کمال سے کراتے ہیں۔ پچھلے ہفتے ہم نے آپکو مسٹر جنجوعہ سے ملایا تھا' جو جوڑے کرانے کے ماہر ہیں۔ اس مرتبہ ہم آپ کی ملاقات ایک ایسے باکمال شخص سے کروا رہے ہیں جس کا کمال شاید ہی پریکٹس' علم یا محنت سے پیدا ہو سکے۔ یہ یہ قطعی طور پر اللہ کی دین ہے۔ آپ کے سامنے تشریف لاتے ہیں منصور عظیم۔

(ناظرین میں سے منصور عظیم اٹھ کر سٹیج پر آتا ہے۔ زور زور سے آغاجی اینڈ فیملی تالیاں بجاتی نظر آتی ہے۔ ہال تالیوں سے گونجتا ہے۔ افریقی موسیقی فیڈ ان ہوتی ہے۔)

کٹ

سین ۲۹ ان ڈور رات

منصور ...... میں نے ایسا کونسا گناہ کیا ہے عائشہ! تھوڑی سی پبلسٹی' تھوڑی سی شہرت۔

عائشہ ...... وہ بھی جب امتحان میں دو دن رہ گئے ہیں۔ ہمیں کسی شعبدے' کرامت سے کیا لینا ہے منصور؟ انسان کا سب سے بڑا معجزہ یہی ہے کہ وہ سیدھی سادی ٹھیک ٹھاک زندگی بسر کرے۔

منصور ...... مجھے میرا دل کہتا تھا کہ کسی بروکن ہوم کی لڑکی سے شادی نہ کرنا۔ ساری عمر وہ تم پر حاوی رہے گی۔ لیکن میں نے اس آواز پر کان نہ دھرے۔

عائشہ ...... میں نے تمہاری خاطر ابو کا ساتھ نہ دیا۔

منصور ...... تو اب ساتھ دو۔ کس قدر خوش ہو جائے گا بڈھا۔ فتح مندی کے احساس سے دوبارہ جوان ہو جائے گا۔

عائشہ ...... تمہیں ایسی زبان استعمال نہیں کرنی چاہئے۔

منصور ...... آخر ان چھوٹے چھوٹے ان گنت جھگڑوں کا فائدہ؟

عائشہ ...... (نظریں جھکا کر) کہیں وہ لوگ تمہیں برائی کی طرف مائل نہ کر لیں۔ آخر ہمیں تالے کیوں توڑنے ہیں؟ جس نے تالا لگایا ہے' حفاظت کے لئے لگایا ہے۔ لگا رہنے دو کیا ہم چور ہیں؟

منصور ...... حسد ...... حسد ......

عائشہ ...... حسد نہیں ہے ...... منصور

منصور ...... میں جا رہا ہوں ......

عائشہ ...... کہاں؟

منصور ...... جہاں کہیں یہ طاقت مجھے لے گئی ...... تم بھی کہیں چلی جانا' جہاں تمہاری ماننے والے موجود ہوں۔

کٹ

سین ۳۰ ان ڈور

۱ کٹ ...... لبنیٰ منصور ساتھی ہیں۔ آغا جی اور اختر ساتھی ہیں۔ تاش کھیلی جا رہی ہے۔

۲ کٹ ...... ساری فیملی ناشتہ کر رہی ہے۔

۳ کٹ ...... لبنیٰ اور منصور پاس پاس بیٹھے ہیں۔ منصور فون اٹھاتا ہے۔ پھر چونگے پر ہاتھ رکھ کر بتاتا ہے۔

پھر فون لبنیٰ کو دیتا ہے۔

کٹ

سین ۳۱ ان ڈور رات

(منصور پلنگ میں لیٹا ہوا ہے۔ پاس ہی آغا جی صوفے پر بیٹھے ہیں)

آغا...... کیا تم ابھی تک سمجھ نہیں پائے کہ یہ قوت تمہیں کیوں عطا ہوئی ہے۔

(منصور نفی میں سر ہلاتا ہے۔)

آغا...... اللہ میاں تمہیں پل بھر میں امیر کرنا چاہتا ہے اور تم اشارہ سمجھ نہیں رہے۔

منصور...... جی؟ میں سمجھا نہیں۔

آغا...... یہی سمجھانے کے لئے تو مجھے داخل کیا ہے تمہاری زندگی میں۔ ایک بار...... بنک کا تالا کھولنا ہے۔ آدھی رات کے وقت۔

منصور...... توبہ...... توبہ......

آغا...... تم صرف تالا کھولو گے۔ روپیہ سب میں اٹھاؤں گا۔ مجھے تمہارے morals کا پاس ہے۔ بعد میں وہ ساری رقم ہم دونوں آدھی آدھی کریں گے' انصاف کے ساتھ......

منصور...... وہ مجھے گھر میں گھسنے نہیں دے گی۔

آغا...... ہر عورت کا دولت سے پہلے کچھ اور حساب ہوتا ہے۔ دولت کو دیکھ کر وہ اپنے نظریئے آپ ہی نرم کر دیتی ہے

منصور...... وہ ایسی نہیں ہے......

آغا...... تو پھر یہیں رہنا بادشاہو...... کچھ عرصہ کے لئے...... اس کے پاس نہ جانا۔

منصور...... لیکن............

آغا...... ہم نے کوئی روز روز یہ کام کرنا ہے۔ ایک بار فائدہ اٹھانا ہے بس۔ دلدر دور کرنے ہیں اپنے۔ میں نے اپنے قرضے اتارنے ہیں۔ اختر اور لبنیٰ کو سیٹل کرنا ہے۔ تمہیں اپنے فادر ان لاء سے اپنی حیثیت منوانی ہے

منصور...... آپ مجھے مجبور نہ کریں۔ میں اخلاقی طور پر کمزور آدمی ہوں۔

آغا...... لو...... یہ سویٹر پہنو...... شاباش اٹھو۔ یہی گہری نیند کا وقت ہے۔ اٹھو...... روز روز کوئی ڈاکے تھوڑی ڈالنے ہیں۔ ایک دفعہ اور بس شاباش جرابیں پہن لو باہر سردی ہے۔

کٹ

سین ۳۲ ان ڈور رات

(بنک کے اندر آغا اور منصور داخل ہوتے ہیں۔ عقب میں افریقی موسیقی۔ منصور ایک سیف کے پاس آتا ہے۔ آغا ایک لمبا سا تھیلا اور پستول لئے ساتھ ساتھ ہے۔ ایکو میں آواز آتی ہے۔ کھل سم سم...... یہ آواز منصور کی ہے۔ آہستہ آہستہ کھل سم سم جاری رہتی ہے۔ بالکل ایک سرگوشی میں وہ سیف کے تالے کو ہاتھ لگاتا ہے۔ دروازہ کھولتا ہے۔ آغا رومال سے تالا صاف کرتا ہے۔)

کٹ

سین ۳۳ ان ڈور رات

(عائشہ کھڑکی میں کھڑی انتظار کر رہی ہے۔ ریڈیو میز پر دھرا ہے۔ اس میں خبریں پڑھی جا رہی ہیں)

آواز...... آج اسلام آباد میں سائنس کانفرنس کا اختتام ہوا۔ اس میں شرکت کرنے والے کچھ بین الاقوامی سائنس دان کل شام ٹیکسلا پہنچیں گے۔ یہاں وہ ایک روزہ قیام کے بعد ٹھٹھہ کے لئے روانہ ہوں گے۔

کل رات ایک مقامی بنک میں بائیس لاکھ کی چوری ہوئی۔ بنک کے تمام تالے پراسرار طور پر کھلے تھے۔ لیکن کسی تالے پر چابی کی ضرب یا ہاتھ کا کوئی نشان نہ تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ چوری کرنے والوں کا یہ گروہ دس افراد سے کم نہ ہوگا۔

(جس وقت یہ خبر پڑھی جاتی ہے' کیمرہ عائشہ کے چہرے کا کلوز اپ دکھاتا ہے۔ وہ یکدم منہ پر ہاتھ رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے)

کٹ

سین ۳۴ ان ڈور رات

(آغاجی کا گھر تمام فیملی بیٹھی ہے صرف سعیدہ جی کچھ الگ تھلگ بیٹھی ہیں)

آغا..... بڑی معقول کوٹھی ہے۔ خرید لو منصور۔ تمہارے فادر ان لاء کے بنگلے کے سامنے ہے۔

لبنیٰ ..... دیکھیں منصور یہ چانس بار بار نہیں ملے گا۔ دولت تو آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

سعیدہ..... کیسا چانس لبنیٰ۔

اختر..... امی کل چار امریکن جو آئے تھے' وہ کیا کہہ رہے تھے۔

سعیدہ..... کیا کہہ رہے تھے؟

لبنیٰ ..... ایک تو امی موجود ہوتی ہیں لیکن سنتی کچھ نہیں ہیں۔ یہ مصیبت ہے ساری۔

آغا..... سنو منصور میں تمہیں وارن کر رہا ہوں۔ یہ بڑا گولڈن چانس ہے۔ تمہارے پاس گیارہ لاکھ ہے۔ آٹھ لاکھ کی کوٹھی ہے۔ تین لاکھ سے بزنس کر لو۔ نارمل لائف' عزت کے ساتھ اور بھول جاؤ امریکہ اور امریکنوں کو.....

لبنیٰ ..... منصور پلیز۔ سان فرانسسکو چلے جائیں۔ ان امریکیوں کے ساتھ۔

سعیدہ..... لیکن کیوں؟۔

اختر..... امی! وہ امریکن منصور کو امریکہ لے جا کر ایک شو کروانا چاہتے ہیں' منصور کی عزت بنے گی۔ بے اندازہ شہرت ہوگی۔

لبنیٰ ..... پھر منصور یوری گیلر سے بھی بڑا نام ہو جائے گا۔ امریکہ کے تمام ٹیلی ویژنوں کے نٹ ورک پر پبلسٹی ہوگی۔ ہائے کتنا مزہ آئے گا۔ ذرا سوچیں ممی کتی دولت..... کتنا نام..... کتنی عزت..... اکٹھے سب کچھ ساتھ ساتھ.....

سعیدہ..... رہنے دو' مزہ آئے گا۔ منصور اپنے گھر جاؤ اور بیوی کے ساتھ مشورہ کر کے کوٹھی خرید لو بیٹا۔

اختر..... کتنا پھسپھسا مشورہ..... کتنا زمینی بغیر کسی تخیل کے امی ہم لوگ' ہماری جنریشن تھرل سیکرز کی ہے۔

آغا..... تم تو فی الحال اٹھ کر امتحان کی تیاری کرو۔ صبح پرچہ ہے۔ شاباش۔

(اختر بددلی سے اٹھتا ہے)

سین ۳۵ آوٹ ڈور دن

(پی آئی اے کا طیارہ اڑتا ہوا دکھایا جائے۔ جس سے ظاہر ہو کہ منصور امریکہ جا چکا ہے۔)

کٹ

سین ۳۶ ان ڈور دن

(عائشہ دری پر بیٹھی ہے۔ اس کے ہاتھ میں منصور کا خط ہے)

منصور..... عائشہ! میں تمہیں وطن چھوڑنے سے پہلے ملنا چاہتا تھا' لیکن اس خوف سے کہ تم ناراض ہو جاؤ گی' نہ ملا۔ یہ خط میں تمہیں سان فرانسسکو کے پل کے ایک کنارے سے لکھ رہا ہوں۔ جس قدر یہ پل لمبا ہے' اسی قدر میرے اور تمہارے درمیان کا فاصلہ بھی طویل ہے۔ میں یہاں کچھ امریکیوں کے ساتھ آیا تھا۔ میرے شو کی ایک ایک ٹکٹ ہزار ہزار ڈالر میں بکی' لیکن جب میں سٹیج پر پہنچا تو میں جانتا تھا کہ میں کوئی تالا کھول کر نہ دکھا سکوں گا۔ وہ قوت مجھے الوداع کہہ چکی تھی۔ جو رسوائی مجھے اور میرے ملک کو میری وجہ سے ہوئی' اسے بیان نہیں کر سکتا۔ اب اتنا جانتا ہوں کہ اس قدر رسوائی کے بعد میں تمہارے پاس لوٹ نہیں سکتا..... مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ ماں باپ بددعا نہ بھی دیں تو بھی ان کا دکھا ہوا دل کافی بددعا ہوتی ہے۔

(آہستہ آہستہ آنسو عائشہ کی آنکھوں سے گرتے ہیں)

کٹ

سین ۳۷ ان ڈور رات

(آغا کا گھر)

لبنیٰ ..... بتائیے ڈیڈی منصور فراڈ تھے کہ..... حقیقت.....

آغا..... تھا تو حقیقت لیکن پتہ نہیں وہ۔ امریکہ جاتے ہی کیسے فراڈ سمجھا گیا؟

سعیدہ...... آپ اسے خط لکھیئے کہ جلد از جلد واپس آئے اور اپنی بیری کو سنبھالے۔ اس کے بچہ ہونے والا ہے۔

لبنیٰ ......ابو جی کیا پتہ کوئی ٹرک ہو۔ یہ امریکہ والے ٹرک نہیں چلنے دیتے ناں۔

سعیدہ......تم اسے خط لکھ کر بلاؤ اختر۔

اختر......اب اس نے کیا آنا ہے ابھی وہیں کہیں ڈش واشنگ کرتا مر کھپ جائے گا۔

لبنیٰ ......ابو......ڈیڈی...... کیا منصور فیک تھے؟

آغا......نہ کوئی فراڈ تھا' نہ ہی منصور فیک تھے۔ بس کبھی کبھی کوئی خوبی' کوئی طاقت قدرت سے مل جاتی ہے......یہ راز ہیں قدرت کے ....

لبنیٰ ......ہائے بیچارے! ویسے تھے بالکل پینڈو سے۔ ایک ہی خوبی تھی وہ بھی جاتی رہی۔

کٹ

سین ۳۸ ان ڈور دن

(ایک ٹوٹی پھوٹی جھگی۔اس وقت منصور بالکل بوڑھا ہو چکا ہے۔ بد حال ہے۔ اس کی ڈاڑھی سفید ہے اور لمبا سا کمبل کا چوغا پہنے ہوئے ہے۔ لمبے لمبے منکوں کے ہار اس کے گلے میں ہیں۔اس نے اینٹ روڑوں کا ڈھیر اپنے پلنگ کے پاس بنا رکھا ہے۔ وہ ان روڑوں کو کیمرے کی جانب پھینکتا ہے اور بولتا جاتا ہے۔)

منصور......اوئے نامرادو۔ کچھ نہیں ہے میرے پاس۔آ جاتے ہیں وہاں سے مرادیں مانگنے...... کم بختو! اللہ سے مانگو' جو مانگنا ہے......کچھ نہیں ہے۔ اوئے تو باز نہیں آتا۔ بڑھے چلا آتا ہے......جان سے مار دوں گا سمجھا کیا ہے۔ فیکٹری الاٹ کرا دوں - بچہ دلوا دوں - اوئے نکڑو میں تمہیں ایسا لگتا ہوں کرنی والا...... کچھ نہیں ہے بندے میں......اوپر والے سے مانگو......ہیں ہیں مائی' خبردار جو آگے قدم دھرا۔ میں دو ٹوٹے کر دوں گا۔ بچڑا بچڑا کرتی مر جائے گی۔ نہ آئی جاؤ۔ نہ آئی جاؤ آگے۔

(زور سے تھوکتا ہے۔ پتھر مارتا ہے)

دفع ہو گئے سارے......کیا لوبھی دنیا ہے۔ کیا لوبھی سنسار ہے۔ ماتھا پھڑوا لیں گے' حرص نہیں چھوڑیں گے...... اخ تھو۔

(پلنگ پر لیٹ جاتا ہے۔ اب عقب سے جھگی کی پچھلی جانب سے ایک نوجوان آدمی چوری چوری آتا ہے اور منصور

کے قدموں سے لپٹ جاتا ہے۔)

نوجوان......باباجی......مجھ پر رحم کرو۔ خدا کیلئے۔

(منصور ہڑبڑا کر اٹھتا ہے)

منصور......چھوڑ دے میرے پاؤں۔ چھوڑ۔ تو کہاں سے آیا۔

نوجوان......جھگی کے پیچھے تھا جی میں۔

منصور......جان پیاری نہیں ہے تجھے۔

نوجوان......ہے جی بہت پیاری ہے۔

منصور......میں آدم خور ہوں۔ پتہ ہے تجھے۔

نوجوان......میں حاضر ہوں باباجی۔

منصور......تجھے اپنی جوانی پر ترس نہیں آتا۔

نوجوان......اپنی جوانی پر ہی تو ترس آتا ہے۔ تبھی تو آپ کے پاس آیا ہوں۔

منصور......اٹھ چلا جا اپنے گھر......

نوجوان......باباجی......خدا کیلئے میری بات سنئے۔ میری بیوی کے بچہ ہونے والا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں......

منصور......پھیری لگا۔ سامان ڈھو۔ سب کچھ ہو جائے گا۔

نوجوان......باباجی......

منصور......اوئے کیا ہے باباجی کے بچے۔ کم ظرف۔

نوجوان......میں ایک بڑے اونچے گھرانے کا بیٹا ہوں۔

منصور......مجھے اونچے گھرانے کی تڑی دیتا ہے۔ میں بینڈا بنا دوں گا ایک پتھر مار کر......

نوجوان......لیکن اب میرے پاس کچھ نہیں۔ میرے نانے کی بڑی جائیداد تھی۔ بڑی دولت تھی۔ سب میں نے برباد کر دی۔ ریس کھیل کھیل کر۔

منصور......عش کے۔ سبحان اللہ۔ تیرے جیسے جہاں پیدا ہوں گے' یہی نتیجے بر آمد ہوں گے۔ جیتا رہ......نانا بھی قبر میں یاد کرتا ہو گا۔

نوجوان......میری بیوی بڑی سوہل ہے باباجی۔ اس نے کبھی ہاتھوں سے کام نہیں کیا......وہ بچے کا کام کیسے کرے گی۔

منصور...... (وحشیوں کی طرح ہنستا ہے) کیا جوڑی ملائی ہے میرے رب نے۔ واہ رب جی صاحب

واہ......ایک عمدی دوسرا کم چور...... شاوا بھئی شاوا۔

نوجوان...... آپ ایک بار۔

منصور...... (اینٹ اٹھاتا ہے) نکل جا۔ نکل جا فوراً۔ میرے احاطے سے نکل۔ دفع دور ہو جا میری نظر سے فوراً۔

(نوجوان بھاگتا ہے۔ منصور پتھر مارتا ہے)

کٹ

سین ۳۹ ان ڈور دن

(جھگی کے پچھلے حصہ میں جھگی کی اوٹ میں نوجوان بیٹھا ہے۔ وہ کرتے کی جیب سے ایک پوٹلی نکالتا ہے۔ اس میں کچھ چاندی کی چوڑیاں اور بالے ہار ہیں۔ وہ یہ زیور اچھی طرح سے باندھ کر ہاتھوں میں لیکر آگے بڑھتا ہے۔ افریقی موسیقی جاری ہوتی ہے۔ ڈرم بجتے ہیں۔ جھگی کی پچھلی طرف سے کیمرہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا جھگی کے سامنے منصور کے احاطے میں آتا ہے۔ منصور لکڑی کے ٹھنتہ پر بیٹھا روٹی کھارہا ہے)

نوجوان...... (ہاتھ باندھ کر) مجھے کچھ نہ کہنا باباجی۔ میں مجبور ہوں۔

منصور......پھر آگیا اوئے کتے۔

(روٹی کا ٹکڑا اس کی طرف پھینکتا ہے نوجوان ٹکڑا اٹھا کر کھانے لگتا ہے)

میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ کچھ نہیں ہے میرے پاس۔ میرا پیچھا نہ کرو۔ نہ کرو دنیا دارو۔

نوجوان......باباجی ایک بار اس چاندی کے زیور کو ہاتھ لگا دیں۔ میرا ایمان ہے یہ سونا بن جائے گا۔ یہ ساری چاندی......

منصور ......سونا بنجائے گی! سونا بن جائے گا! بھاگ جا، تو بھی احمق، گدھے، بھاگ جا او ئے شعبدے، کرامتیں ایسے ہی ہیں نقلی مال۔ اِنسان کا معجزہ صرف اتنا ہے کہ وہ اپنی سیرت کی خبرگیری کرے۔ سیرت بن گئی تو معجزہ ہو گیا نہیں تو باقی سب کھیل تماشہ ہے بھٹکے راستے ہیں ساری رکاوٹیں ہیں راہ کی۔

نوجوان......باباجی میری بیوی بیمار ہے۔ میری ماں بیمار ہے۔

منصور......تو نانے کی جائیداد سنبھال کر رکھنی تھی ناں بچو۔

تب تو بیوی نظر نہیں آئی۔

نوجوان......کچھ ترس کریں باباجی۔ خدا کے لئے

منصور...... کتنی بار آئے گا۔ کتنی بار مار کھائے گا۔ کتنی بار سمجھاؤں تجھے؟

نوجوان...... آپ چاہے مجھے جان سے مار دیں میں آتا رہوں گا۔

منصور......اوئے کم عقل اعتبار کر...... میرے پاس کوئی طاقت نہیں......

نوجوان...... آپ کو نبی کا واسطہ۔

(بابا یکدم ساکت ہو جاتا ہے)

منصور...... کس کا واسطہ دیدیا تو نے۔ چل۔ ساتھ چل میرے۔ آج میں تیرے گھر والوں کے سامنے تیرے کرتوت کھول کر آؤں۔ ان کے سامنے جواب دوں کہ میرے پاس کوئی طاقت نہیں۔ چل آگے لگ...... کبھی میں باہر نہیں نکلا۔ پر واسطہ ایسا دیا تو نے...... بے عقل۔ گدھے۔ چل چلتا کیوں نہیں۔ میں تیری بیوی کے ہاتھ میں باگ پکڑا کر آؤں گا۔ پوچھوں گا بہو سے ایسے کھلا چھوڑ رکھا ہے۔ عورت تو باندھنے کیلئے ہوتی ہے۔ پھر تجھے کھلا کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ چل اب۔

(ایک دو ہتڑ مار کر نوجوان کو آگے دھکیلتا ہے)

کٹ

سین ۴۰ ان ڈور دن

(عائشہ بڑھی پھونس پلنگ پر دراز ہے۔ نوجوان پلنگ کے پاس کھڑا ہے۔ اس کی بیوی، جو فیشن ایبل سی، مرجھائی سی لڑکی ہے اور بچے سے ہے، پاس کھڑی ہے اور غصے میں ہے)

عائشہ......اب بولے نہ جا جیلہ! رہنے دے۔ اگر کسی دن تیرے بول بلارے کے ہاتھوں یہ چلا گیا تو پھر ساری عمر اس کا راستہ دیکھنا۔ عورت میں سارے گن ہوں پر ایک بولنے کا اوگن ہو تو اس کی قسمت اجڑ جاتی ہے۔

نوجوان......دیکھا دیکھا اماں ٹھیک کہتی ہے۔ تیرے ہاتھوں تنگ ہو کر جاؤں گا ایک دن اور پھر ایسا جاؤں گا لوٹ کر نہیں آؤں گا۔

عائشہ......تو بھی منہ بند کر الیاس......اپنی دس انگلیوں کی کمائی سے اسے ایک چھلا نہیں لا کر دیا، نکرمی کو

نانے کی ساری جائیداد تو نے اجاڑ دی...... بالکل باپ کی طرح۔ تو پوری چوڑی نہیں ہے۔ پھر کانچ ٹوٹ کر اور بھی نکھر آتا ہے۔ اپنے باپ کی طرح دکھ دینا اسے۔ وقت کا ایندھن بنا دینا اسے۔ تیرے باپ نے جیسا مجھے جلا دیا' تو اسے جلانا۔ شاباش۔

(یہ تمام ڈائیلاگ منصور کے چہرے پر سپرامپوز ہوتے ہیں۔ جو آدھے کھلے دروازے میں کھڑا ہے اور یہ مکالمے سن رہا ہے)

نوجوان...... آہستہ بول ماں۔ بڑی کرنی والے فقیر کو ساتھ لایا ہوں۔ دروازے پر کھڑے ہیں۔ باباجی تیری باتیں سن کر کہیں چلے نہ جائیں۔

بیوی...... اس کی کسر تھی۔ اب کوئی بابا پکڑ لایا ہے۔ یا اللہ توبہ۔

نوجوان...... چپ کر جا چڑیل۔ چاندی کا سونا بنا لیتے ہیں۔ ہر قسم کا تالا کھول لیتے ہیں ہمارے گھر تو خود آئے ہیں ماں۔

(عائشہ جلدی سے اٹھتی ہے۔ کیمرہ منصور پر آتا ہے۔ وہ جلدی سے مڑتا ہے)

عائشہ...... کہاں ہے کرنی والا جوگی۔ کہاں ہے فقیر بابا۔ کہاں ہے تالا کھولنے والا۔ وہ نہ ہو کہیں اس بار پھر کھسک جاؤں۔

(دروازہ کی طرف جلدی سے جاتی ہے)

کٹ

سین ۴۱   آؤٹ ڈور   کچھ دیر بعد

(اس وقت منصور بازار میں سے گزر کر اسی کھنڈر میں آتا ہے' جہاں پہلی مرتبہ اس پر اپنی قوت آشکار ہوئی تھی۔ وہ دوبارہ کھنڈر میں آتا ہے۔ دروازہ اسی طرح دیوار میں لگا ہے۔ اور اس میں ویسا ہی تالا پڑا ہے جو مقفل ہے۔ منصور پاس پہنچتا ہے۔ ڈرتے ڈرتے تالے کو ہاتھ لگاتا ہے۔ تالا کھلتا ہے۔ منصور شکر گزاری کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھتا ہے۔ تالا دور پھینکتا ہے۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتا ہے۔ دروازے کے اندر نارنجی روشنی ہے' کیمرہ دور سے ماں اور نوجوان کو آتا دکھاتا ہے۔ وہ دونوں دروازے تک پہنچتے ہیں۔ اس وقت کیمرہ پھر دروازے کو انکلوڈ کرتا ہے۔ دروازہ بند ہے۔ اور اس میں تالا اس طرح پڑا ہے' جیسے کبھی کھلا ہی نہ تھا۔ عائشہ اور بیٹا دروازے کے سامنے کھڑے ہیں۔ منظر بند ہوتا ہے' سارا وقت افریقی موسیقی جاری رہتی ہے اور اب اس

دروازے پر ٹیلپ آنے لگتے ہیں)

اختتام

سانول موڑ مہاراں

(ڈرامہ ۶۸۴)

کردار

مائی .... عمر ستر کے قریب۔ نیم اندھی۔ لاٹھی لیکر چلنے والی

منگتا .... مائی کا شوہر۔ لالچی بڈھا۔

مانی .... نوجوان ماڈرن عورت۔ عمر پینتیس کے لگ بھگ۔

وقار حفیظ .... مانی کا شوہر۔ الیکٹرک لائٹس کا صنعت کار۔

عامر .... دس برس کا لڑکا

نینی .... آٹھ برس کی لڑکی/ مانی اور وقار کے معصوم' بھولے بھالے اور لاڈلے بچے

امی .... مانی کی والدہ۔ شوگر کی مریض' ہنس مکھ' مرنجان مرنج۔
(زندگی سے اس نے مثبت ہونا سیکھ لیا ہے اور مانگنے کے مقام سے نکل کر دینے کے مقام تک جا پہنچی ہے)

مس نائلہ اعجاز .... نوجوان خوبصورت خاتون۔ ایڈورٹائزنگ ایجنسی میں سیلز اگزیکٹو۔

جمشید .... وقار حفیظ کا دوست۔ خوبصورت' ہنس مکھ' شائستہ نوجوان۔

سین ۱   آؤٹ ڈور   دن

(لاہور سے شاہدرے کی طرف جاتے ہوئے اومنی بس کا آخری سٹاپ۔ یہاں پر جس وقت چار پانچ اومنی بسیں جمع ہوں' اس وقت شوٹنگ کی جائے۔ منگتا ہاتھ میں پیالہ لے کر رکی ہوئی بسوں کی سواریوں سے بھیک مانگ رہا ہے۔ اس پر ٹیپ آتے ہیں۔

سانول موڑ مہاراں کی موسیقی جاری رہتی ہے)

—— کٹ ——

سین ۲   ان ڈور   رات

(یہ جگہ بس سٹاپ کے قریب ہی مائی کے گھر کا بیرونی حصہ ہے۔ انتہائی غریبی کا عالم ہے۔ آنگن میں کسی قسم کی آسائش نہیں۔ کیمرہ سب سے پہلے تین کچی قبروں پر آتا ہے' جو آنگن میں ہی بنی ہوئی ہیں۔ ان قبروں سے کچھ ہٹ کر ڈنڈا پکڑے مائی ایک چھوٹی سی جھلنگی چارپائی پر بیٹھی ہے۔ اس وقت بیک گراؤنڈ میں سانول موڑ مہاراں کا میوزک' جو پچھلے سین سے جاری تھا' رکتا ہے۔ منگتا داخل ہوتا ہے۔ منگتا مائی کے مقابلے میں جوان ہے۔ مشٹنڈا ہے۔ تہمد اور کرتے میں ملبوس ہے اور پیسے گنتے ہوئے اندر آتا ہے)

مائی ..... (زمین پر ڈنڈا مار کر) کون ہے؟

منگتا ..... میں ہوں۔ میں گلو اور کون ہوتا۔

مائی ..... (ذرا خوفزدہ ہو کر) میں سمجھی تھی کوئی چور ہے۔

منگتا...... اوئے چور نے یہاں کیا لینے آنا ہے؟ پاگلے چور کبھی منگتوں کے گھر بھی آئے ہیں۔

مائی...... اچھا...... ان کی مرضی۔ چوروں کی۔

منگتا...... بڑا مندا کاروبار ہے...... کوئی پیالے میں ٹھوٹھے میں دس پیسے سے بڑا سکہ نہیں ڈالتا۔ پکوڑے کھائی جائیں گے۔ مونگ پھلیاں خرید لیں گے۔ بچوں کو کیلے لے دیں گے۔ فقیر کے لئے انگوٹھا۔ ڈُرے ڈُرے۔

مائی...... بڑا ہے...... بڑا ہے...... ہم دونوں کے دم کے لئے...... بڑا ہے۔

منگتا...... تومان جائے تو لاہور کے بڑے ٹیشن پر گاڑیوں میں مانگنے چلا جاؤں۔

مائی...... بڑے ٹیشن کا خدا اور نہیں ہے۔ ایویں روز روز بک بک نہ لگا کر بیٹھ جایا کر۔

منگتا...... وہاں بڑی بڑی لمبی لمبی گاڑی آتی ہے...... ڈبے بھرے ہوتے ہیں خدا ترس سواریوں کے ساتھ۔ تیرے میرے دن پھر جائیں گے۔ پھر میں تجھے اتنا ناواں کماؤں گا' یہ قبریں پکی کرا لینا۔

مائی...... تو کتنے اور سال میرا سر کھاتا رہے گا۔ باپ غریب تھا' پر محنت مزدوری کرتا تھا۔ منگتا نہیں تھا۔ ساری عمر تو نے میری کوئی نہ مانی۔ کوئی نہ سنی۔ ہاتھ ہی پھیلائے۔ پتہ نہیں میرے باپ کی سمجھ پر کیا پتھر پڑ گئے تھے۔

منگتا...... میں بھی تجھے ساری عمر سمجھاتا رہا ہوں' لاہور چل' لاہور۔ فاصلہ ہی کتنا ہے؟ جو تومان جاتی تو ہمارے دن کبھی کے پھر جاتے۔

مائی...... اچھا چل بس کر۔ مجھے یہاں سے کہیں نہیں جانا۔

منگتا...... (پلے سے روٹی کھول کر) کھالے...... دوپہر کو مجھے ایک بابو نے دی تھی۔

(روٹی کا بڑا ٹکڑا مائی کو پکڑاتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اسے کھانے لگتی ہے)

کٹ

سین ۳ ان ڈور دن

(یہ میسرز گریٹ لائٹس کا دفتر ہے۔ دیواروں پر چھت پر ہر جگہ شیڈ لائیٹز اور بڑی بڑی بتیاں لگی ہوئی ہیں۔ کیمرہ پہلے انہی بتیوں پر جاتا ہے اور ان کی بہار دکھاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ دفتر کی آرائش دکھاتا ہے۔ یہ دفتر

بہت ہی خوبصورت، آراستہ اور شان دار ہے۔ میز کے پیچھے گھومنے والی کرسی میں وقار حفیظ بیٹھا ہے۔ یہ خوبصورت مرد چالیس کے لگ بھگ ہے۔ اپنی جوانی' کارکردگی' شخصی انا اور کامیابی کی چوٹی پر ہے۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں چمک' چہرے پر مسکراہٹ' انداز میں دلربائی ہے اور وہ بڑے رساں سے نائلہ اعجاز کے ساتھ فلرٹ کرنے میں مشغول ہے۔ نائلہ اعجاز فور فرنٹ کی سیلز ایگزیکٹو ہے اور فور فرنٹ ایڈورٹائزنگ ایجنسی کی جانب سے یہاں سے کچھ بزنس اکٹھا کرنے کے لئے آئی بیٹھی ہے۔ چونکہ اسے حفیظ کو شیشے میں اتار کر بزنس حاصل کرنا ہے اس لئے وہ بھی خوب چمک رہی ہے۔ اس کے قہقہے گو بناوٹی ہیں لیکن ان کی چمک خیرہ کن ہے)

حفیظ...... نہیں جی کافی تو آپ کو پی کر جانا پڑے گی۔

نائلہ...... نہیں سر۔ میں نے تو پہلے آپ سے کہہ دیا تھا کہ کافی میں صرف ایک شرط پر پی سکتی ہوں۔ وہ شرط آپ مانتے نہیں۔ میں آپ کی کافی پیتی نہیں۔

حفیظ...... نائلہ صاحبہ! آپ ذرا تھوڑی سی میری پوزیشن کو بھی تو سمجھئے۔

نائلہ...... کمال کر رہے ہیں آپ سر۔ یہ میرا پانچواں پھیرا ہے۔ آپ کوئی بزنس ہی نہیں دیتے۔

حفیظ...... دیکھئے ہماری گریٹ لائٹس پروڈکشن کی ساری ایڈورٹائزنگ پچھلے سات سال سے بگ کرائی ایجنسی کر رہی ہے۔ ہمیں ان سے شکایت بھی کوئی نہیں۔ آناً فاناً میں ان سے کنٹرکٹ کیسے توڑ سکتا ہوں۔

نائلہ...... یہ پروفیشنل کمپی ٹیشن کا زمانہ ہے حفیظ صاحب۔ رعایتوں کا عہد نہیں ہے اِس وقت ہماری فور فرنٹ ایڈورٹائزنگ ایجنسی کا ہر آئیڈیا مارکیٹ پر حاوی ہو جاتا ہے ہمارا ہر سلوگن دنوں میں منہ پر چڑھ جاتا ہے۔ آپ ہمیں چانس تو دیں۔

حفیظ...... آپ کو تو ہم ہر قسم کا چانس دینے کے لئے تیار ہیں۔

(نائلہ منہ کھول کر چھت کی طرف دیکھتی ہے اور اونچا بناوٹی قہقہہ لگاتی ہے)

حفیظ...... میں کوئی جوک نہیں کر رہا واقعی۔

نائلہ...... نہیں سر۔ آپ میرے ساتھ بالکل بھی کوآپریٹ نہیں کر رہے۔ دیکھیں آپ پریس کا کام، ریڈیو پروگرام' ٹیلی ویژن سپاٹ' سینما سلائیڈ کسی نہ کسی شعبے کا کام ہمیں ضرور دیں۔ دیکھیں ہر روز قریباً میں آپ کی منتیں کرنے آتی ہوں۔

حفیظ...... اگر میں کام دوں تو پھر۔

نائلہ...... آپ ایک دفعہ ہمیں تھوڑا سا کام دیں۔ ہم پھر خود آپ پر ثابت کر دیں گے کہ فور فرنٹ ایڈورٹائزنگ ایجنسی آپ کی دقیانوسی پرانی بڈھے سلوگن والی ایجنسی سے کتنی اچھی ہے۔

حفیظ.. پورے دس سال کا ساتھ ہے۔ کیسے چھوڑیں۔

نائلہ......چھوڑ دیں سر' چھوڑ دیں۔ آج کل کمپی ٹیشن کا زمانہ ہے۔ اشتہاروں کا عہد ہے۔ آپ کی لائٹوں کو چار چاند لگ جائیں گے۔ اتنی سیل بڑھ جائے گی' آپ دنگ رہ جائیں گے۔

حفیظ......وہ تو ہم ہو ہی گئے ہیں مکمل طور پر دنگ۔

(نائلہ کا اونچا بناوٹی قہقہہ)

حفیظ......ایک کپ کافی۔

نائلہ......(ہنستے ہوئے) تھینک یو۔ ضرور۔

(حفیظ گھنٹی بجاتا ہے)

——کٹ——

سین ۴ ان ڈور شام کا وقت

(یہ مانی اور حفیظ کے گھر کا ایسا ٹی وی لاؤنج ہے' جہاں پر ایک طرف صوفے ہیں دوسری طرف کھانے کی میز۔ ایک جانب چھوٹا سا تخت۔ اس وقت ایک میز کے ساتھ تین کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ ان پر عامر' نینی اور مانی بیٹھے ہیں/سامنے بچوں کی ہوم ورک کی کاپیاں ہیں۔ مانی نے چہرے پر عینک لگائی ہوئی ہے اور وہ پوری استانی لگ رہی ہے۔ کچھ فاصلے پر حفیظ گریبان کھولے جیسے کچھ اور ہی سوچتا ہوا تھکا ہارا صوفے پر ایسے دراز ہے کہ اس کے پاؤں سامنے والی میز پر ہیں اور سارا دھڑ صوفے پر پھیلا ہوا ہے۔ وہ اپنے گھر سے بیزار سا نظر آتا ہے اور خالی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا ہے۔ مانی دونوں کو پڑھاتے ہوئے دو تین مرتبہ اس کی طرف بھی آتی ہے)

مانی...... نہیں نہیں عامر ربڑ سے مٹاؤ اور پھر سوال کرو۔

عامر...... (ضد کے ساتھ) امی میں نے تین کاٹ دیا ہے۔

مانی...... نہیں نہیں کاٹنا۔ ربڑ سے مٹا کر دوبارہ لکھنا ہے۔ (خود ربڑ سے مٹاتی ہے)

نینی......امی یہ کیا ہے؟

مانی......ٹن......

نینی......ٹی آئی این......

مانی...... لکھو بیٹی......اوپر سے دیکھ کر...... شاباش۔

(اٹھ کر حفیظ کے پاس جاتی ہے)

کیا بات ہے؟

حفیظ...... (ایک دم گھبرا کر) کچھ نہیں۔

مانی......طبیعت ٹھیک ہے؟

حفیظ......بس یار اس گریٹ لائٹس کی پروڈکشن نے تو میرا کونڈا ہی کر دیا ہے۔

مانی...... تھوڑا تھوڑا مارکیٹ کنٹرول کرنا تھا ناں حفیظ۔ تم نے تو سارا شہر ہی اپنی پروڈکشن سے فلڈ کر دیا ہے۔ آدمی تمہارے پاس کام کا کوئی ہے نہیں' بھاگ دوڑ کے لئے۔

حفیظ......کیا کریں۔ کمپی ٹیشن کا زمانہ ہے یا تو کام لارج سکیل پر ہوتا ہے یا ہوتا ہی نہیں۔

مانی......ادھار پر مال دیا ہی نہ کرو۔

حفیظ......نقد پر کوئی خریدتا ہی نہیں۔ بعد میں ادائیگی لینے کیلئے جو پریشانی ہوتی ہے' جو چکر لگانے پڑتے ہیں' آدمی زچ آ جاتا ہے۔

(لمبی جمائی لیتا ہے۔ اس وقت نینی اور عامر میں لڑائی ہوتی ہے)

عامر......امی۔ نینی میری پنسل نہیں دیتی۔

نینی......یہ میری پنسل ہے امی۔ عامر کی نہیں ہے۔

مانی......(بچوں کی طرف جاتے ہوئے) افوہ۔ دو منٹ کے لئے بھی اٹھنے نہیں دیتے۔ پنسل واپس کرو نینی۔ تم دونوں مجھے پاگل کر دو گے۔

نینی......امی یہ پنسل میری ہے۔

مانی......اچھا تیری ہے۔ وہ تھوڑی دیر لکھ لے گا تو پنسل گھس نہیں جائے گی۔ چپ چاپ کام کرو۔ ابو تھکے ہوئے ہیں۔

(بچے کتابوں پر جھکتے ہیں)

میں ابو کے لئے چائے کا پانی رکھنے جارہی ہوں۔ اگر تم دونوں اپنی اپنی جگہ سے ہلے تو میں الٹا لٹکا دوں گی۔ پنکھے کے ساتھ۔

(اندر جاتی ہے۔ اس کے جاتے ہی دونوں بچے اپنی جگہ سے اٹھتے ہیں۔ عامر ایک طرف سے لوڈو اٹھاتا ہے۔ نینی بستے میں سے کنگھی نکالتی ہے۔ دونوں بھاگ کر باپ کے پاس آتے ہیں)

عامر......ابو جی لوڈو کھیلیں گے؟
حفیظ......یار وہ تمہاری ماں آ کر مارے گی۔ پہلے ہوم ورک ختم کر لو۔
(نینی صوفے پر چڑھ کر لاڈ کے ساتھ ابو کے بالوں میں کنگھی کرنا چاہتی ہے)
نینی......ابو جی میں آپ کے بالوں میں کنگھی کر دوں؟
حفیظ......نہیں بیٹے آج نہیں۔ میرا سر درد کر رہا ہے۔
نینی......ابو جی آپ نے کل بھی نہیں کروائی تھی۔ پرسوں بھی نہیں کروائی تھی کنگھی۔
عامر......ابو جی آپ نے پچھلے پورے ہفتے میرے ساتھ لوڈو نہیں کھیلی۔
حفیظ......بس بیٹے! کبھی کبھی ایسے بھی ہو جاتا ہے۔

(اس وقت مانی سر کو پنسل سے کھجاتے ہوئے داخل ہوتی ہے)

مانی...یہ حال ہے ان کا۔ اسی لئے کلاس میں ۲۰ویں ۲۲ویں پوزیشن آتی ہے دونوں کی۔ دو منٹ اکیلے بیٹھ کر ہوم ورک نہیں کر سکتے نالائق۔
عامر نینی ......سوری امی۔
مانی.....خدا قسم حفیظ...... یہ مجھے بڑا تنگ کرتے ہیں۔ کبھی حکم نہیں مانتے۔ کبھی ہوم ورک خود نہیں کرتے۔ اپنے کپڑے سکول سے آ کر نہیں بدلتے۔ دفع ہو جاؤ باہر۔ تم دونوں کو کچھ نہیں بننا۔ دسویں بھی نہیں ہونی تم دونوں سے۔ بھانڈے مانجنے ہیں دونوں نے ہوٹلوں میں جا کر۔
عامر نینی.....سوری امی۔
مانی......باہر جا کر کھیلو۔ کوئی ضرورت نہیں تم نالائقوں کو پڑھانے کی۔ آؤٹ۔ آؤٹ۔

(عامر اور نینی دونوں تھوڑی سی خوشی اور تھوڑی سی شرمندگی کے ساتھ باہر جاتے ہیں۔ حفیظ لمبی سی جمائی لیتا ہے۔ مانی ایک جھاڑن اٹھا کر ساتھ ساتھ صفائی کرتی ہے اور ساتھ ساتھ حفیظ کے ساتھ باتیں کرتی جاتی ہے۔ یہ صفائی ٹھیک ٹھاک قسم کی ہونی چاہئے، فلمی قسم کی صفائی نہیں)

مانی......عارفہ کے چلیں تھوڑی دیر کے لئے۔ تین دفعہ بلا چکی ہے۔
حفیظ......(لمبی جمائی لے کر) یار وہ تمہاری سہیلی کی اتنی بے معنی گفتگو ہوتی ہے اور اس کا گنجا میاں اتنا چپ ہے کہ میں تو بور ہو جاتا ہوں۔ (بستر کی طرف جاتے ہوئے) میرا خیال ہے میں تو تھوڑا سا ریسٹ کر لوں۔
مانی......پلیز حفیظ۔ تھوڑا سا اپنا خیال رکھا کرو۔ گریٹ لائٹس کے پیچھے صحت نہ خراب کر لینا۔

(حفیظ پلنگ پر جوتوں سمیت دراز ہو جاتا ہے۔ اب مانی اپنے بالوں کا پن درست کرتی ہوئی بڑی واڈروب کھولتی ہے اور اس کے کپڑے درست کرنے لگتی ہے۔ حفیظ جو مانی کی باتیں دراصل سن نہیں رہا اور اندر ہی اندر نائلہ کے متعلق سوچ رہا ہے، چھت کی طرف خالی خالی خوابناک آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کے چہرے پر نائلہ کی ملاقاتوں کا ہلکا سا خوشنما عکس ہے)

مانی......(کپڑے درست کرتے ہوئے) میں نے تو ارادہ کر لیا ہے۔ اس الو کے پٹھے خانساماں کی چھٹی کر دوں گی۔
حفیظ......خدا کے لئے اسے نہ نکالنا۔ نیا آدمی ڈھونڈنا بہت مشکل ہے۔ اعتباری آدمی ہے۔
مانی......خاک اعتباری ہے۔ آج میں نے تین کلو چینی منگوائی مجھے شک ہوا تولی تو کم تھی۔
حفیظ......چلو ہو جاتا ہے۔
مانی......مہینے میں دس تو چھٹیاں کرتا ہے۔ آج میری ماں بیمار ہے۔ آج میری بھانجی کا بیاہ ہے۔ آج مجھے ڈاکٹر کے جانا ہے۔ میں خود کر لوں گی سارا کام......ہم گھر کے آدمی کل کتنے ہیں۔
حفیظ......ہوں۔
مانی......سچی حفیظ۔ بڑا ہی تنگ کرتا ہے۔ اوپر سے وہ جمعدارنی بھی ایسی ہے الو کی پٹھی۔

(اب کیمرہ آہستہ آہستہ حفیظ کے چہرے پر آتا ہے اور بہت بڑا کلوز اپ سکرین پر رہ جاتا ہے۔ مانی کی آواز بیک گراؤنڈ میں رہ جاتی ہے۔ حفیظ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ہے۔ آنکھوں میں خواب کی سی کیفیت

ہے۔ اس کے اوپر نائلہ کا بناوٹی قہقہہ سپرامپوز ہوتا ہے)

___کٹ___

سین ۵ | آؤٹ ڈور | دن

(کار میں حفیظ مال روڈ پر جاتا ہے۔ ایسی کوئی دکان، جس پر ریڈی میڈ انگلش سوٹ ملتے ہیں، وہاں پر شوٹنگ کی جاتی ہے۔ کار دکان کے نیچے پارک کر کے حفیظ اندر جاتا ہے۔ دکاندار سے چند سوٹ دیکھ کر ایک منتخب کرتا ہے اور اس کی قیمت ایک ہزار روپیہ ادا کرتا ہے اور سوٹ لے کر باہر نکلتا ہے)

___کٹ___

سین ۶ | آؤٹ ڈور | دن

(کار مال پر جاتی ہے۔ ایک گھڑیوں کی دکان میں حفیظ داخل ہوتا ہے۔ گھڑیاں دیکھتا ہے۔ ایک گھڑی پسند کرتا ہے۔ قیمت ادا کرتا ہے)

___کٹ___

سین ۷ | آؤٹ ڈور | دن

(ایک فیشن ایبل باربر کی دکان پر حفیظ بڑی توجہ کے ساتھ اپنے بال کٹوا رہا ہے)

___کٹ___

سین ۸ | ان ڈور | شام کا وقت

(مانی اور بچے ہمیشہ کی طرح میز پر بیٹھے ہوم ورک کر رہے ہیں۔ حفیظ پلاسٹک کے کور میں سوٹ لے کر داخل ہوتا ہے۔ بچے خوشی سے اٹھ کر باپ کی طرف بھاگتے ہیں۔ مانی پنسل سے سر کو کھجاتی ہوئی اٹھتی ہے)

مانی..... (خوشدلی کے ساتھ) اسلام علیکم

حفیظ..... وعلیکم اسلام

عامر..... ابو یہ کیا ہے؟

حفیظ..... یار سوٹ خریدنا پڑا۔ کل ایک میٹنگ ہے زبردست قسم کی۔

مانی..... اتنے سارے سوٹ پہلے گل سڑ رہے ہیں حفیظ۔ فضول خرچی کی کیا ضرورت تھی۔

حفیظ..... سیل میں ملا ہے۔ بہت ہی سستا۔

نینی..... ابو جوتے بھی نئے؟

حفیظ..... ہاں یار کیا کریں۔ اب نئے سوٹ کے ساتھ پرانے جوتے تو پہنے نہیں جاتے۔

عامر..... ابو میرے لئے کچھ نہیں لائے؟

مانی..... ہر وقت اپنی فکر رکھا کرو شاباش۔

(حفیظ ہمیشہ کی طرح صوفے پر نیم دراز ہو کر سامنے میز پر ٹانگیں رکھتا ہے اور لمبی سی جمائی لیتا ہے۔ نینی بھاگ کر کنگھی لاتی ہے۔ عامر باپ کے ساتھ لگ کر بیٹھتا ہے)

مانی..... بس۔ کافی باتیں ہو گئیں۔ واپس میز پر جاؤ۔

نینی..... امی پانچ منٹ کی بریک۔

عامر..... پلیز امی۔

نینی..... ابو میں آپ کے بالوں میں کنگھی کر دوں؟

حفیظ..... نہ یار میں نے ابھی بال کٹوائے ہیں۔

نینی..... اب تو آپ مجھ سے کبھی بھی کنگھی نہیں کرواتے۔

عامر..... ابو نئی گھڑی!

حفیظ...... یہ تمہارے انکل احسن میرے لئے دوبئی سے لائے ہیں تحفہ۔ میں انہیں ایئرپورٹ پر چھوڑنے گیا تھا پکڑ کے گھڑی پہنادی۔

مانی...... ہائے احسن بھائی نے کب سے اتنا دل نکالا۔ وہ تو کبھی کھجوریں نہیں لائے مکے مدینے سے' پوری سالم گھڑی لے آئے۔ کوئی معجزہ ہی ہے۔ دکھائیں۔

(حفیظ مانی کو اپنی گھڑی اتار کر دیتا ہے۔ وہ گھڑی دیکھتی ہے اور پسندیدہ نظروں سے دیکھتی ہے)

مانی... کافی مہنگی لگتی ہے۔

حفیظ...... کافی۔

عامر...... ابو اپنی پرانی گھڑی مجھے دے دیں۔

مانی...... مانگو۔ مانگو...... ہر چیز مانگ مانگ کر اکٹھی کر لینا زندگی میں...... پڑھ لکھ کر لائق نہ بننا کہ کچھ اپنے جوگے بھی ہو جاؤ۔ کسی سے کار مانگ لینا۔ کسی سے گھر...... اٹھ ہوم ورک کر۔ ابھی اٹھ۔

نینی...... امی ابھی پانچ منٹ تو نہیں ہوئے۔

مانی...... مجھے کچھ نہیں پتہ۔ اٹھو میں چمڑی ادھیڑ دوں گی۔

حفیظ...... چلو یار۔ نہیں تو کہیں تمہارے ساتھ میری چمڑی بھی نہ ادھڑ جائے۔

(بچے ان مانے جی سے واپس میز پر جاتے ہیں۔ مانی پنسل سے سر کھجاتی ان کے پاس بیٹھتی ہے۔ کیمرہ ان کو چھوڑ کر آہستہ آہستہ حفیظ کی طرف ٹریک بیک کرتا ہے۔ اس کے پاس صوفے پر نیا سوٹ پڑا ہے۔ اس کے نئے جوتے میز پر چم چم کر رہے ہیں۔ کیمرہ اس کا بڑا سا کلوز اپ پیش کرتا ہے۔ آنکھوں میں خوابناک خوشی ہے۔ چہرے کے اوپر نائلہ کا بناوٹی پرجوش قہقہہ سپر امپوز ہوتا ہے)

کٹ

سین ۹ آؤٹ ڈور دن

(نائلہ اور حفیظ کسی باغ یا کسی تاریخی مقام پر' جہاں بھی پروڈیوسر صاحب مناسب سمجھیں۔ ان دونوں کو

سیر کرتے ہوئے باتیں کرتے' ایک دوسرے کے ساتھ تکلف سے پیش آتے ہوئے دکھایا جا سکتا ہے۔ یہاں پر سانول موڑ مہاراں کا میوزک سوپر امپوز کیجئے۔)

کٹ

سین ۱۰ آؤٹ ڈور دن

(کار میں نائلہ اور حفیظ جا رہے ہیں۔ دونوں کے چہرے ایک دوسرے کی پرلطف رفاقت کے باعث جگمگا رہے ہیں۔ کار میں کیسٹ چل رہا ہے۔ سانول موڑ مہاراں...... صرف موسیقی)

کٹ

سین ۱۱ ان ڈور دن

(ہوٹل کا ایک چھوٹا سا کونہ۔ حفیظ اور نائلہ کھانا کھا چکے ہیں اور اس وقت آئس کریم کھا رہے ہیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے کو اپنا فلیور چکھانے کے لئے آئس کریم بدل لیتے ہیں یا چمچے سے ایک دوسرے کو فیڈ بھی کرتے ہیں)

نائلہ...... چھوڑیں حفیظ...... ہر وقت گریٹ لائٹس کے وہموں میں نہ پڑے رہا کریں۔ اور بھی دکھ بڑے جان لیوا ہوتے ہیں۔

حفیظ...... تم اس ٹون میں باتیں نہ کیا کرو نائلہ۔ سب کچھ بدل جاتا ہے۔

نائیلہ...... میں ہنستی رہتی ہوں۔ اپنے آپ کو کور اپ کرتی رہتی ہوں۔ تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میرے پرابلم ہی کوئی نہیں بس یہ آج کے عہد کی بدنصیبی ہے۔ ہم لوگوں کو بہادر بننا پڑتا ہے۔ ہمیں فیس کرنا پڑتا ہے سب کو۔

حفیظ...... ہٹی کٹی ہو۔ شاباش۔

نائیلہ...... جی ایسے ہی کہتے ہیں۔ تھینک یو۔

حفیظ...... (مسکرا کر) ناراض؟

نائیلہ...... نہیں حفیظ۔آپ سے میں ناراض نہیں ہو سکتی۔ آپ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مجھے خوشی دی ہے۔ میرے اپنے ماں باپ اتنے سیلفش ہیں۔ توبہ اتنے خود غرض ہیں کہ انہیں میری رتی پروا نہیں۔

حفیظ...... ماں باپ کا گلہ اچھا نہیں نائیلہ۔

نائیلہ...... ادھر میں آرٹس کالج سے نکلی ہوں' ادھر انہوں نے مجھے اس فور فرنٹ ایڈورٹائزنگ ایجنسی میں دھکیل دیا پانچ سال کی سروس ہو گئی ہے میری اور میرا بنک بیلنس کیا ہے۔ بائیس روپے آٹھ آنے۔

حفیظ...... چلو بائیس سو ہو جائے گا اگلے مہینے

نائیلہ...... یہ بات نہیں ہے حفیظ جس وقت گھر میں گھستی ہوں سو دیدے، پچاس دیدے' آٹا منگوانا ہے، بجلی کا بل دینا ہے۔

حفیظ...... تمہارے ابو کچھ نہیں کرتے؟

نائیلہ...... ریٹائر ہو گئے ہیں۔ پندرہ سو پنشن ملتی ہے۔ میں کئی بار مشورہ دے چکی ہوں' ابو کوئی کام کر لیں کوئی نوکری تلاش کر لیں بس آنکھوں میں آنسو لا کر کمینے سے بن کر کہتے ہیں بیٹے ساری عمر کام کیا اب جسم ساتھ نہیں دیتا۔

حفیظ...... چلو بھائی ڈاکٹر بن رہے ہیں۔ دن پھر جائیں گے۔

نائیلہ...... پڑھتے کہاں ہیں؟ وہ دونوں تو سات سات سال میں بھی ڈاکٹر بن گئے تو میں سمجھوں گی ہم خوش نصیب ہیں۔ سارا دن موٹر سائیکل' سارا دن آوارہ گردی...

(حفیظ محبت کے ساتھ نائیلہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے)

حفیظ...... آج تو سیلز ایگزیکٹو کا موریل بہت ہی گر گیا ہے۔

(نائلہ دکھ کے ساتھ کرسی کی پشت سے سر لگاتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں ہلکے ہلکے آنسو آتے ہیں۔ چہرے کا سب تصنع غائب ہو جاتا ہے اور ایک جیتی جاگتی حساس لڑکی بر آمد ہوتی ہے)

نائیلہ...... میں کوئی بچہ نہیں ہوں حفیظ میری عمر بھی ستائیس سال ہو گئی ہے۔ آج تک میرے ماں باپ کو یہ خیال نہیں آیا کہ میں بھی چاہتی ہوں میرا اپنا گھر ہو۔ میرے بچے ہوں۔ میری بھی اپنی لائف ہو۔ خوشیاں ہوں..... انہیں تو بس یہ چاہئے کہ دونوں بھائی ڈاکٹر بن جائیں۔ میری نوکری قائم رہے سو دیدے ہزار دیدے۔ فیس بھر دے..... کرایہ دیدے۔ فور فرنٹ والے مجھے ۲۵۰۰/ دیتے ہیں۔ اگر میں وہ ہی جوڑتی تو اپنا جہیز بنا سکتی تھی۔

(اب حفیظ قدرے پیچھے ہٹ کر کچھ شرمندہ سا اور ذمہ داری سی محسوس کرتا ہوا بات کرتا ہے)

حفیظ...... کوئی رشتہ وغیرہ..........
میں اپنی وائف سے کہوں...... یعنی...... تلاش کیا جا سکتا ہے..........

نائیلہ...... پچھلے سال ایک انجینئر کا رشتہ آیا تھا۔ لیکن یہ سونے کی چڑیا کو کہاں اڑنے دیتے ہیں۔

حفیظ...... تم تو خود اتنے لوگوں سے ملتی ہو نائیلہ۔

نائیلہ...... (دکھ سے) اب حفیظ ماں باپ کی عزت سے بھی کھیلا نہیں جا سکتا ناں۔ کیا کریں دیکھنے میں ماڈرن، اندر سے وہی ماں مری ہوئی مشرقی لڑکی۔

حفیظ...... نائلہ؟

نائیلہ...... جی

حفیظ...... (دکھ سے لمبی سانس لیکر) کاش میں تم سے نہ ملا ہوتا۔

نائیلہ...... (اور بھی دکھ سے) کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ آپ مر جائیں تاکہ یہ جو...... یہ جو اکلوتی خوشی ہے' یہ بھی ختم ہو۔ جھنجھٹ ختم ہو خوشیوں کی تلاش کا۔

—— کٹ ——

سین ۱۲ ان ڈور رات

(ڈبل بیڈ پر ایک طرف حفیظ سو رہا ہے۔ دوسری طرف مانی اور نینی سو رہی ہیں۔ نینی کا سر مانی کے بازو پر ہے اور وہ ماں کے پیٹ پر ٹانگ دھرے گھوک سو رہی ہے۔ تھوڑے فاصلے پر ایک پلنگ پر عامر سویا پڑا ہے۔ حفیظ کی جانب سائڈ ٹیبل پر فون دھرا ہے۔ نینی' عامر اور مانی گہری نیند سوئے ہوئے ہیں۔ رات کا پچھلا پہر لگتا ہے۔ فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ دو ایک مرتبہ کوئی نہیں سنتا۔ پھر حفیظ نیند میں چونگا اٹھاتا ہے اور نارمل آواز میں ہیلو کہتا ہے۔ یکدم جیسے آگے کی آواز سنکر وہ دم بخود ہو جاتا ہے۔ اب وہ راز داری کے ساتھ فون اٹھاتا ہے اور بہت ہی دبے پاؤں فون کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں جاتا ہے۔ ساتھ والے کمرے میں نیم اندھیرا ہے۔ یہاں پہنچ کر

حفیظ ہولے ہولے فون پر باتیں کرنے لگتا ہے۔ عقب میں سانول موڑ مہاراں کی بالکل مدھم دھن بجتی ہے۔ بیڈ روم میں کیمرہ آتا ہے۔ مانی کروٹ لیتی ہے۔ یک دم اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ ساتھ والے بیڈ پر حفیظ نہیں ہے۔ وہ اٹھتی ہے۔ غسل خانے کے دروازے پر جا کر ہلکی سی دستک کرتی ہے۔ پھر آہستہ سے کہتی ہے:

" حفیظ ..... حفیظ "۔

اس کے بعد وہ غسل خانے کا دروازہ کھولتی ہے۔ غسل خانہ خالی ہے۔ اب وہ قدرے حیرانی کے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف جاتی ہے۔ دروازے میں جا کر وہ ٹھٹھکتی ہے۔ اندر فرش پر حفیظ بیٹھا ہے۔ اس کی کمر مانی کی طرف ہے۔ وہ بڑی رازداری سے فون پر باتیں کر رہا ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ مانی دروازے میں کھڑی ہے۔ پہلے مانی اس فون کا نوٹس نہیں لیتی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر جیسے عیاں ہو جاتا ہے کہ فون خاص نوعیت کا ہے۔ اس کے چہرے پر دلچسپی اور خوف کے تاثرات آتے ہیں)

کٹ

سین ۱۳ ان ڈور صبح کا وقت

(عامر اور نینی بیٹھے لوڈو کھیل رہے ہیں۔ مانی کی حالت غیر ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ رہے ہیں' جا رہے ہیں۔ لیکن وہ ضبط کر رہی ہے۔

اس وقت وہ واڈروب کھولے حفیظ کے سوٹوں کی تلاشی لے رہی ہے۔ پتلون کی جیبیں'' ، قمیض' کوٹ سب جیبیں دیکھ رہی ہے۔ پھر وہ حفیظ کے سائڈ ٹیبل کی درازیں بھی کھولتی ہے۔ کاغذات وغیرہ دیکھتی ہے۔ آخر میں وہ حفیظ کا نیا سوٹ نکالتی ہے۔ اس کی اندر والی جیب سے چاندی کا کڑا نکلتا ہے' جو نائلہ کا ہے۔ وہ یہ کڑا دیکھتی ہے۔ آہستہ آہستہ آنسو اس کی گال پر سے بہتے ہیں۔ پلنگ پر بیٹھتی ہے۔ سامنے میز پر حفیظ کا بریف کیس پڑا ہے)

نینی..... امی آپ رو رہی ہیں۔

مانی..... نہیں بھائی آرام سے کھیلو۔ مجھے الرجی ہے ان کپڑوں کی مٹی سے۔

عامر..... آپ رو رہی ہیں امی؟

(یک دم مانی کو بریف کیس کا خیال آتا ہے۔ وہ اٹھتی ہے اور بریف کیس کھولنے کی کوشش کرتی ہے۔ بریف کیس نہیں کھلتا)

مانی..... عامر!

عامر..... جی امی۔

مانی..... تمہیں ابو کے بریف کیس کا نمبر پتہ ہے۔

عامر..... نہیں امی وہ اس کا نمبر کسی کو نہیں بتاتے۔ لیکن میں اسے کھول سکتا ہوں۔

نینی..... یہ ہر وقت ٹرائی کرتا رہتا ہے امی۔ ہر وقت

مانی..... تو ذرا اسے کھول دے۔

عامر..... (نینی سے) خبردار جو کوئی گیٹی ہلائی میرے آنے تک۔ (ماں کے پاس آتا ہے) ابو سمجھتے ہیں وہ کسی کو نمبر نہیں بتاتے تو بریف کیس کھل نہیں سکتا۔ لائیں (عامر بریف کیس کھولتا ہے) امی..... آپ ابو کو مت بتانا وہ مجھے ماریں گے۔

مانی..... ایویں بتانا ہے۔ تو چلا کو ماسی نینی خبردار ابو کو بتایا۔ میرے ہار کی رسید گم ہو گئی ہے۔ شائد اس میں ہو۔

(عامر بریف کیس کھولتا ہے۔ مانی بریف کیس لے کر ساتھ والے کمرے میں جاتی ہے۔ کیمرہ اسے فالو کرتا ہے۔ ساتھ والے کمرے میں جا کر حفیظ کے بریف کیس کی پڑتال کرتی ہے۔ ایک چھوٹے سے لفافے میں سے نائلہ کی تصویر نکلتی ہے۔ مانی تصویر دیکھتی ہے۔ کیمرہ تصویر کا کلوز لیتا ہے)

کٹ

سین ۱۴ آؤٹ ڈور دن

(مانی تیزی سے کار چلا رہی ہے۔ آنسو اس کے چہرے پر تواتر سے

گر رہے ہیں۔ سانول موڑ مہاراں کی دھن بیک گراؤنڈ میں بجتی ہے)

——کٹ——

سین ۱۵ ان ڈور دن

(حفیظ اپنے دفتر میں بیٹھا ہے۔ سامنے نائلہ بیٹھی ہے۔ دونوں کافی پی رہے ہیں دروازہ کھول کر مانی داخل ہوتی ہے۔ حفیظ نائلہ سے اپنی بیوی کا تعارف کراتا ہے۔ دونوں بناوٹی خوش دلی کے ساتھ ہاتھ ملاتی ہیں۔ حفیظ گھنٹی بجاتا ہے۔ چپراسی آتا ہے۔ حفیظ اشارے سے کہتا ہے کہ ایک کافی کی پیالی اور)

——کٹ——

سین ۱۶ ان ڈور دن

(ماں پلنگ پر لیٹی ہوئی ہے۔ بیمار ہے۔ مانی پائینتی رو رہی ہے)

ماں...... بیوقوف ادھر میرے پاس آ! ادھر گدھی۔

مانی...... نہیں جی میں ٹھیک ہوں۔ جب میں گھر سے چلی تو مجھے معلوم تھا کہ آپ میری طرف داری نہیں کریں گی۔

ماں...... مانی بیٹے! بڑے آدمی کے پیچھے ایک بڑی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ایک بڑی عورت کی قربانیوں کے بغیر بڑا آدمی دنیا کے ہاتھ نہیں لگتا۔

مانی...... اونہہ پرانی باتیں۔

ماں...... اور بڑی عورت وہ ہوتی ہے جو مرد کو بڑا بننے کی خوشی سے اجازت دے! سے آزاد چھوڑ دے تاکہ وہ اپنی پوری صلاحیت کو کام میں لا سکے۔

مانی...... خود آزاد ہو جائے اور عورت کو گلنے سڑنے کے لئے گھر کی روٹین میں دفن کر دے' بغیر محبت کے۔

ماں...... الّو یہ تو عورت کی اپنی ذاتی پسند ہے۔ اپنا فیصلہ ہے اس کا اگر وہ چھوٹے آدمی کی بیوی بننا چاہتی ہے تو

انگلی کے گرد باندھ کر رکھے شوہر کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دے۔ ہر جگہ ساتھ لے جائے' ہر جگہ ساتھ ہو۔ پھر ایک چھوٹا ساجی حضوری کرنے والا گھٹ مٹھا بونا اٹھک بیٹھک کرنے والا مل جائے گا۔ لیکن وہ کبھی بھی ایک بڑے آدمی کی بیوی نہیں بن سکے گی۔ کبھی عزت محبت کی زندگی بسر نہیں کر سکے گی۔

مانی...... یہ بہت پرانی باتیں ہیں امی۔ ہمارے عہد کی کوئی عورت انہیں نہیں مانے گی۔

ماں...... بڑے سائنس دان' بڑے دانشور' بڑے شاعر' بڑے فلسفی کس کس کی مثال دوں ہر بڑے آدمی کو سوچ کے لئے آزادی اور کھلی فضا چاہئے جان میری۔ اگر بیوی خوشی سے یہ وقت اپنے وقت میں سے نکال کر نہیں دے گی تو پھر اس بیچارے نے کیا بننا ہے۔ جورو کا غلام اور کیا۔ قربانی دیئے بغیر بھی کوئی زندگی بنی ہے کبھی۔ بڑی محنت پڑتی ہے بڑا آدمی بنانے میں۔

مانی...... امی عورت کو بھی ایک ہی زندگی ملتی ہے۔ وہ کدھر جائے' گھر کتنی بورنگ چیز ہے۔ آخر اسے بھی تو توجہ چاہئے۔ وہ مر جائے قربانیاں دے دے کر اور ماننے والا بھی کوئی نہ ہو۔

ماں...... چاہئے' چاہئے...... محبت کرنے والا بالکل چاہئے۔ لیکن یہ تم چھوکریوں کو آج کل کیا ہوا ہے؟ سارا دن شوہروں کے ساتھ شاپنگ اکٹھے' ملنے ملانے اکٹھے' ہر وقت ساتھ ساتھ اور ہر وقت لڑائی۔ ہر وقت جھگڑے تم لوگوں کو تو توجہ لینی بھی نہیں آتی کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو محبت کرنے والے سے جھگڑا کیسا۔

مانی...... میں چلتی ہوں۔ آپ ہمیشہ سے صرف اپنا نقطہ نظر سمجھتی ہیں۔

ماں...... ادھر آ میرے پاس

مانی...... شکریہ میں ٹھیک ہوں۔ پھول پر امی پھوار نہ پڑے تو وہ سوکھ جاتا ہے۔ اتنی سی بات آپ سمجھتی نہیں ہیں' باقی کیا سمجھیں گی۔

ماں...... (ہنس کر) پھوار ملے یا منہ زور بارش کے دس منٹ ملیں' ایک ہی بات ہے۔ تم لوگ سارا دن توجہ کیوں چاہتی ہو۔ کیا شام کے ایک دو گھنٹے کی رفاقت کافی نہیں چاہے ایک بالٹی میں ایک بڑا چمچ نمک ڈال لو' چاہے ایک گلاس میں ایک چٹکی' بات تو ایک ہی رہے گی۔

مانی...... امی دھرتی پر ایک دن سورج نہ چڑھے تو کتنا اندھیرا ہوتا ہے۔

ماں...... میری جان وہ دن بھی ہوتے ہیں جب آدمی بادلوں کی دعا مانگتا ہے۔ سورج سے بچنے کے لئے چھتری لگائے پھرتا ہے...... آدمی کو کون خوش کر سکا ہے۔ اس کا رب تک تو اس کو خوش نہیں کر سکا۔ ہر نعمت دینے کے بعد....

مانی...... آپ کے عہد کی عورتوں کے لئے یہ ساری منطق درست ہو گی۔ اب ہم اس پر رضامند نہیں ہو سکتیں۔ ہماری بھی ایک ہی زندگی ہے۔

ماں...... نہیں بیٹے مانی جان۔ ایسے نہیں سوچتے ایسے نہیں سوچتے اچھی بچی مرد کو اپنی ذات کی تکمیل کے لئے'

پروفیشن کی تکمیل کے لئے وقت درکار ہوتا ہے اگر تو یہ وقت نہیں دے گی' اگر تو یہ قربانی نہیں دے گی' اپنے بچوں کو سمجھائے گی نہیں کہ ابو وقت نہیں دیتے لیکن غافل نہیں ہیں تو پھر تو تیرا گھر ٹوٹ جائے گا۔

مانی...... میرا گھر ٹوٹ چکا ہے اماں۔

ماں...... اللہ نہ کرے (فون آتا ہے اٹھاتی ہے) ہیلو۔ جی سلام علیکم نہیں جی بخار نہیں ہے۔ اب سر درد بھی نہیں ہو رہا۔ جی ٹیکہ لگوا لیا تھا۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں ٹھیک ہوں ڈونٹ وری نہیں نہیں میں سچ بول رہی ہوں خدا حافظ

(چونگا دھرتی ہے) تمہارے ابو تھے۔ آپریشن تھیٹر سے فون کر رہے تھے۔

مانی...... اور آپ ان سے جھوٹ بول رہی تھیں۔ آپکو بخار ہے۔ پھوڑے میں بھی تکلیف ہے۔

ماں...... اب وہ آپریشن تھیٹر میں ہیں۔ کسی کی جان کا سوال ہے۔ ایسے ہی ٹینس ہو جاتے۔ ٹھیک سے آپریشن نہ کر سکتے۔

مانی...... ٹیکہ بھی ابھی نہیں لگا ہو گا۔ ہے ناں۔

ماں...... وہ بھی ابھی لگ جائے گا۔ آ رہا ہے ڈاکٹر اس نے مجھے فون کر دیا ہے۔

مانی...... آپ سمجھتی ہیں ہر ایک کو ایسے جھوٹ پر زندگی بسر کرنی چاہئے۔

ماں...... یہ جھوٹ نہیں ہے مانی۔ یہ اپنا فیصلہ ہے۔ میں نے شروع میں فیصلہ کر لیا تھا کہ تمہارے ابو کو دنیا کا نہیں تو کم از کم پاکستان کا سب سے بڑا ہارٹ سرجن ہونا چاہئے۔ باقی تمام فیصلے اس چھوٹے سے فیصلے میں بند تھے۔ اگر میں ان کو اپنی جی حضوری میں رکھتی تو آج میں اتنے بڑے سرجن کی بیوی نہ ہوتی۔ ان کے طفیل مجھے اتنی عزت ملی۔ اتنا پیار ملا۔ سمندری' قلعہ گوجر سنگھ' سبھی جانے کہاں کہاں کے دور افتادہ علاقوں سے لوگ میری خیریت پوچھنے آتے ہیں۔ پتہ نہیں ان کے طفیل کون کون میرے لئے دعا مانگتا ہے۔

مانی...... میں نے امی...... میں نے...... بھی شاید پہلے آپ جیسے فیصلے کئے تھے۔ میں نے چاہا تھا کہ حفیظ پاکستان کے سب سے بڑے بزنس میگنٹ بنیں میں ان کے راستے میں نہیں کھڑی ہوں گی۔ دس سال میں نے کبھی ان کے راستے میں کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کی ایک دن بھی نہیں۔

ماں...... اچھا کیا اچھا کیا۔ اسی طرح گھر بنتا ہے۔

مانی...... لیکن اب نہیں اب گھر خود بخود گرتا نظر آتا ہے۔

ماں...... ادھر آ مانی تجھے ہوا کیا ہے۔ بات کیا ہے۔ تو صاف صاف بتاتی کیوں نہیں۔

مانی...... کبھی کبھی امی مرد اپنی تکمیل کے لئے اپنے پروفیشن کی تکمیل کے لئے بڑا آدمی بننے کے لئے گھر سے باہر نہیں رہتا۔ کچھ اور وجہ بھی ہوتی ہے' گھر سے نفرت کرنے کی۔

ماں...... (اٹھ کر تشویش کے ساتھ) کیا بات ہے۔

مانی...... ایک اور وجہ بھی اسے گھر سے دور رکھتی ہے۔ کسی اور ساتھی کی تلاش...... کسی اور افق کی پرواز۔ کسی اور عورت کا عشق...... نئی رفاقت کا خواب۔

ماں...... حفیظ ایسے نہیں کر سکتا۔

مانی...... حفیظ ایسے کر نہیں سکتا بلکہ کر رہا ہے۔ اور میں اسے کسی اور عورت کی وجہ سے اپنے آپ کو برباد کرنے کی اجازت نہیں دوں گی۔

ماں...... یہ بھی ہو جاتا ہے۔ ہو جاتا ہے یہاں بھی پتنگ کو لمبی ڈھیل دو تو اتارنے کا امکان ہوتا ہے۔ ڈور تنگ کے رکھو' کھینچا تانی کرو تو پتنگ کٹ جاتی ہے۔

مانی...... جانے دیں۔ جانے دیں امی آپ اور آپ کا فلسفہ تھینک یو۔ میں پچاس سال کی بڑھی نہیں ہوں۔ میرے بھی جذبات ہیں۔ مجھے بھی صرف ایک زندگی ملی ہے بسر کرنے کو۔ میں پہلے ہی جانتی تھی کہ آپ کے پاس سے کچھ نہیں ملے گا۔ نہ ہمدردی نہ پیار...... نہ ہمت۔ پھر بھی مجبوراً میں آپ کے پاس ہی آئی۔ آپ کو کیا پتہ میرے دل پر کیا بیت رہی ہے آپ کو کیا پتہ میں کتنی خوفزدہ ہوں۔ آپ کو کیا پتہ میرے اندر کیا کچھ ٹوٹ گیا ہے...... کیا کچھ ہو گیا ہے' کیا کچھ ہونے والا ہے۔

(روتے ہوئے جاتی ہے۔ ماں مانی مانی کہہ کر آوازیں دیتی ہے۔ فوراً اس کا سر چکرا جاتا ہے)۔

کٹ

سین ۱۷ ان ڈور گہری شام

(اس وقت مانی اور حفیظ بیڈ روم میں اکیلے ہیں۔ حفیظ پلنگ پر لیٹا ہوا ہے اور اس کا سر پلنگ کی پشت کے ساتھ لگا ہے۔ ایک بازو مانی کی جانب جیسے التجا کے انداز میں بڑھا ہوا ہے اور دوسرا سر کے پیچھے ہے۔ ڈبل بیڈ کی پائینتی مانی شکستہ انداز میں بیٹھی ہے۔ اس کا سارا انداز خود ترسی کا ہے اور وہ جھگڑنے' رونے اور بپھرنے کے بہت قریب ہے)

مانی...... تم سمجھتے ہو مجھے معلوم نہیں۔ مجھے کچھ پتہ ہی نہیں حفیظ۔ کتنے مہینے سے یہ چل رہا ہے' اس کی مجھے کچھ اطلاع ہی نہیں۔

حفیظ...... میرا کسی سے کوئی افیئر نہیں چل رہا۔

مانی...... جھوٹ مت بولو۔ عورت کے دل میں ایک میٹر لگا ہوتا ہے۔ جس روز مرد کی آنکھ بدلتی ہے' اس کا جذبہ بدلتا ہے' اس کا دل بدلتا ہے' اس میٹر کی سوئی ہلتی ہے۔ اطلاع دیتی ہے فوراً۔

حفیظ...... تم یہ تمام شک دل سے نکال دو۔

مانی...... شک؟ شک۔ میرے اللہ میں بھی کہاں جاؤں۔ یہ نائلہ اعجاز شک ہے؟ ابھی تک اکمال کرتے ہو حفیظ۔!

حفیظ...... وہ بیچاری ایک دکھی لڑکی ہے۔ اس نے اپنے اوپر بناوٹی سی خوشی کا خول چڑھا رکھا ہے۔ بدنصیب ہے۔ ہمدردی کی مستحق ہے۔

مانی...... تمہیں ساری دنیا کی لڑکیاں عورتیں بیچاری' دکھی' بدنصیب لگتی ہیں۔ میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں بیچاری نہیں؟ میں دکھی نہیں؟

حفیظ...... شکر کرو مانی شکر کرو۔ چاند سے بچے ہیں۔ اچھا بھلا گھر ہے۔ میں ہوں۔

مانی...... اور وہ ہے۔ نائلہ اعجاز۔ پانچ فٹ چھ انچ کی لمبی چھری عین دل کے اندر۔

حفیظ...... یار اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں۔ اس کے تو ماں باپ بھی جونکیں ہیں۔ اس کی کمائی پر اپنے بیٹوں کو ڈاکٹر بنا رہے ہیں۔

مانی...... اتنی ہمدردی...... اتنی ہمدردی تمہیں کبھی میرے مسائل میں تو پیدا ہوئی نہیں ...... اتنی ساری ہمدردی کی وہ یوں اچانک کیسے مستحق ہو گئی حفیظ میں نے اس گھر کے لئے کیا نہیں کیا؟ میں کس طرح صبح و شام بچوں پر جان مارتی ہوں۔ مجھ سے تو تمہیں کوئی ہمدردی نہیں، مجھ پر جو کچھ بیتتی ہے' وہ تو تم کبھی سننا بھی نہیں چاہتے۔

(حفیظ محبت سے ہاتھ مانی کی طرف بڑھاتا ہے)

حفیظ...... ادھر آؤ۔ یہاں آؤ میرے پاس.......... اس تکیہ پر۔

مانی...... خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا۔ خبردار جو آج کے بعد حفیظ مجھے چھونے کی کوشش کی...... میری ٹریننگ' پرورش کچھ اور طرح سے ہوئی ہے۔ میں جھوٹے آدمی کے ساتھ رہ تو سکتی ہوں لیکن اس کے ساتھ جھوٹی محبت کا ڈھونگ نہیں رچا سکتی۔

(مانی اٹھتی ہے۔ غصے میں حفیظ کے سر کے پاس جو دوسرا تکیہ ہے' وہ اٹھاتی ہے اور دوسرے کمرے میں

جاتی ہے۔ کیمرہ حفیظ کے چہرے پر آتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں خوابناک ہوتی ہیں۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آتی ہے اور چہرے پر نائلہ کا فرمائشی قہقہہ سپر امپوز ہوتا ہے)۔

____ کٹ ____

سین ۱۸ ان ڈور صبح کا وقت

(حفیظ شیو کر رہا ہے۔ پاس ہی مانی کھڑی ہے۔ دونوں آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔)

____ کٹ ____

سین ۱۹ ان ڈور شام کا وقت

(مانی استری سٹینڈ پر حفیظ کا کوٹ استری کر رہی ہے۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ رہے ہیں۔ پاس ہی حفیظ کھڑا ٹائی لگا رہا ہے۔ دونوں تیز تیز جھگڑے کے انداز میں باتیں کر رہے ہیں۔)

____ کٹ ____

سین ۲۰ ان ڈور دن

(بچے اور مانی ہوم ورک والی میز پر ہیں۔ حفیظ ہمیشہ کی طرح صوفے پر نیم دراز ہے۔ مانی سر پنسل سے کھجلاتی ہوئی اٹھتی ہے۔ حفیظ اور مانی میں جھگڑا ہوتا ہے۔ بچے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ پھر کمرے سے کھسک جاتے ہیں)

سین ۲۱ ان ڈور دن

(یہ فور فرنٹ ایڈورٹائیزنگ ایجنسی میں نائلہ کا دفتر ہے۔)

(سامنے دیوار پر سلوگن تصویریں اور اشتہار ٹنگے ہوئے ہیں۔ بہت سجا سجایا دفتر ہے۔ نائیلہ بڑے طمطراق کے ساتھ بیٹھی ہے۔ اس کے سامنے مانی غصے میں بپھری ہوئی غم سے نڈھال براجمان ہے)

نائیلہ...... بیگم صاحبہ اول تو آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ اس طرح میرے دفتر میں آئیں اور میری بے عزتی کریں۔ یہ آپ کا اور آپ کے ہزبنڈ کا پرسنل معاملہ ہے۔ آپ اسے اپنے گھر تک رکھیں تو آپ کے لئے بہتر ہو گا۔

مانی...... تم۔ تم اتنی پتھر دل ہو۔ کیا تمہاری وجہ سے میرا گھر نہیں ٹوٹ رہا۔ میری زندگی تباہ نہیں ہو رہی۔ اگر تم میں ذرا سی بھی انسانیت ہوتی تو شاید تمہیں مجھ پر ترس آتا۔

نائیلہ...... دیکھئے مسز حفیظ میں پچھلے آدھے گھنٹے سے آپ کی بک بک جھک جھک سن رہی ہوں اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کے ہزبنڈ کو نہ ملوں تو اس کے لئے آپ کو میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنے ہزبنڈ کو سمجھائیں۔ اس کے گلے میں پٹہ ڈالیں۔ آپ کی اسی سے شادی ہوئی ہے۔

نائیلہ...... آپ کو اسے کنٹرول کرنا ہے۔ میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ مجھے کیوں کنٹرول کرنا چاہتی ہیں۔

مانی...... (اٹھتے ہوئے) تمہیں معلوم ہے میرا باپ اس شہر کا سب سے بڑا ہارٹ سرجن ہے۔

نائیلہ...... آپ کے متعلق میری معلومات کافی وسیع ہیں۔

مانی...... لیکن شاید تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمہارا فور فرنٹ ایڈورٹائزنگ ایجنسی کا مالک میرے والد کا پیشنٹ ہے۔

نائیلہ...... پھر؟

مانی...... سوچ لو نائلہ اعجاز...... میں تمہیں اس نوکری سے نکلوا سکتی ہوں کھڑے کھڑے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ تمہیں نوکری کی کس قدر ضرورت ہے۔

نائیلہ...... (کھڑی ہو کر) اچھا تو آپ بیگم صاحبہ مجھے بلیک میل کرنے کے لئے آئی ہیں۔ پہلے میں سمجھی کہ شاید آپ رحم کی اپیل کے لئے آئی ہیں۔ بچوں کے نام پر۔ گھر کے نام پر۔ عورت کی مظلومیت کے نام پر۔ سنئے دھونس میں کسی کی مانتی نہیں۔ چاہے اس کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

مانی...... نائلہ۔

نائیلہ...... میں نے اپنی زندگی خود بنائی ہے۔ زندگی کا ہر فیصلہ خود کیا ہے۔ اول تو میں کسی بلیک میل سے نہیں ڈرتی۔ بالفرض آپ مجھے نکلوا بھی دیں تو مجھے اس سے اچھی نوکریاں مل جائیں گی لیکن ایک بات کا شکریہ۔ آپ نے مجھے اپنا فیصلہ کرنے میں بڑی مدد دی۔

—— کٹ ——

سین ۲۲ ان ڈور دن

(سکرین پر دو حصوں میں مانی اور اس کی امی فون پر باتیں کر رہی ہیں۔ امی ہمیشہ کی طرح پلنگ میں نیم دراز ہے۔ دونوں چہرے سارا وقت سکرین پر رہتے ہیں)

مانی...... (اپنا دکھ چھپاتے ہوئے) میں کچھ دن کے لئے آپ کے پاس آجاؤں امی۔

امی یہاں آ کر کیا کرے گی؟ خواہ مخواہ حفیظ اور بچوں کو تکلیف ہو گی بیوقوف۔

مانی...... کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

امی...... نہیں نہیں۔ بچوں کی پڑھائی میں حرج ہو گا۔ ان کے امتحان ہونے والے ہیں۔

مانی...... کیا میں اپنی ماں کی خدمت کے لئے چند دن گھر سے نہیں نکل سکتی۔ ہمیشہ شوہر۔ ہمیشہ بچے۔ میرا دل نہیں کرتا کہ میں کچھ دن بیماری میں آپ کے پاس رہوں۔ اپنی بیمار ماں کے پاس؟

امی...... نہیں نہیں نہیں، مجھے خدمت کی ضرورت ہوتی تو میں تجھے خود بلا لیتی۔ پانچ نوکر، ایک نرس صبح کی، ایک رات کی۔ سارا دن رشتہ دار مہمان پوچھنے والے...... پتہ نہیں کہاں کہاں سے تیرے ابو کے پیشنٹ آتے رہتے ہیں۔ دعائیں پھل پھول، بڑا شغل میلہ رہتا ہے۔ رونق کی کمی نہیں۔ مجھے خدمت نہیں چاہئے جانی۔

مانی...... امی! کچھ دن کے لئے پلیز۔

امی...... دیکھ میری جان۔ اگر ایسی سچویشن ہوتی جس میں مجھے تیری خدمت کی ضرورت ہوتی تو میں تجھے زبردستی بلا لیتی...... تو فون کر کے پوچھ لیتی ہے۔ بہت ہے۔ اپنے گھر کو نیگلیکٹ نہیں کرنا۔ اپنے شوہر سے بے پروائی نہیں برتنی ہے۔ اپنی لائف گزارنی ہے۔ مضبوطی سے۔ ماں باپ کی زندگی والا دور ختم ہو گیا۔

مانی...... ماں باپ کے لئے آدمی کچھ نہ کرے؟

امی...... سب کچھ کرے اگر ان کو ضرورت ہو تو۔ اور اگر ضرورت نہ ہو تو صرف دعا کرے۔ ماضی کے کھنڈر کو سنبھالتے نہیں رہتے۔ مستقبل مضبوط کرتے ہیں مانی میری محبت کوئی تیرے عمل سے وابستہ ہے۔ پاگل ماں باپ ہر اچھے برے عمل کو دیکھ کر پیار نہیں کرتے۔ وہ تو ہر حال میں محبت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

مانی...... آپ مجھے کبھی مس نہیں کرتیں۔ امی کبھی آپ کا دل نہیں چاہتا میں آپ کے پاس آؤں۔

امی...... میری جان میں تو تجھے ہر وقت یاد کرتی ہوں تیرے لئے دعا کرتی ہوں۔ تو جہاں رہے خوش رہے۔ مجھے اچھی خبر ملے۔ میں تجھے یاد کر کے اپنے پاس بلانے کی کوشش نہیں کرتی۔

مانی...... آپ کا شوگر لیول پھر ہائی ہے۔

امی...... کیوں؟

مانی......کیونکہ آپ پھر بہکی بہکی باتیں کر رہی ہیں۔

امی......اچھا اب بند کر......بچوں کو سکول سے لے آئی ہے۔

مانی......نہیں جی۔ جا رہی ہوں۔

امی......جا رہی ہے تو جا۔ اتنا لمبا ٹیلی فون کیوں کیا۔ وہ گیٹ پر کھڑے ہوں گے دونوں۔ لال لال چہرے لئے۔ شاباش جا اور میرے پاس مت آجانا۔ اٹیچی اٹھا کر سنا؟

مانی......خدا حافظ امی۔

امی......خدا حافظ میری جان

(مانی والا حصہ غائب ہوتا ہے۔ امی تھکان سے چونگا رکھتی ہے۔ عقب سے ایک نرس تھرمامیٹر جھاڑتی ہوئی پلنگ کی طرف آتی دکھائی جاتی ہے۔)

کٹ

سین ۲۳ ان ڈور شام کا وقت

(مانی بچوں والی میز پر بیٹھی ہے اور نینی کا ہاتھ پکڑ کر اس سے لکھائی کرا رہی ہے۔ عامر کمرے میں موجود نہیں ہے۔ اس وقت عامر بھاگ کر باہر سے آتا ہے)

عامر......امی انکل جمشید آئے ہیں۔

مانی......تو انہیں اندر بلاؤ۔

عامر......وہ ابو کا پوچھ رہے ہیں۔

مانی......ابو آنے والے ہیں۔ بلاؤ اندر انہیں۔

(عامر باہر جاتا ہے) نینی کس دن تو صاف صاف لکھنا سیکھے گی۔؟

نینی......میں لکھ تو رہی ہوں امی۔

مانی......پتہ نہیں کیا کیڑے مکوڑے ڈال رہی ہے۔

(اس وقت انکل جمشید اندر آتا ہے۔ ایک دراز قد خوبصورت صاف ستھرا نوجوان ہے۔ اس کے چہرے پر پاکبازی اور شرم ہے۔ انداز ایک ہنس مکھ انسان کے ہیں۔ بڑی شائستگی سے بات کرتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ رہنا بسنا اس کے لئے کوئی مسئلہ نہیں)

جمشید......سلام علیکم۔ جی سلام علیکم۔

مانی......وعلیکم سلام۔ جمشید بھائی آپ باہر کیوں کھڑے تھے؟

جمشید......وہ جی عامر نے مجھے بتایا کہ آپ بچوں کو پڑھا رہی ہیں۔ حفیظ گھر پر نہیں ہے۔ میں نے سوچا پھر آ جاؤں گا (گھڑی دیکھ کر) حفیظ نے تو مجھے کہا تھا کہ وہ پورے پانچ بجے آجائے گا۔

نینی......ابو اب کبھی شام کو جلدی نہیں آتے جمشید انکل۔

مانی......آپ بیٹھیں جمشید بھائی۔ وہ آنے والے ہیں۔ تم دونوں نے اگر کتابوں سے نظریں اٹھائیں تو میں چمڑی ادھیڑ دوں گی۔

(بچے سہم کر پڑھتے ہیں)

جمشید......میں پھر آ جاؤں گا جی۔ دو چار دن بعد۔

مانی......چھ مہینے کے بعد تو آج میں نے آپ کی شکل دیکھی ہے۔ جلدی آپ کیا آئیں گے۔ بیٹھیں۔

جمشید......اچھا جی۔ (بیٹھ جاتا ہے)

(جمشید عین اسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں ہمیشہ حفیظ بیٹھا کرتا ہے)

مانی......میں آپ کے لئے ایک منٹ میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔ (چٹکی بجا کر) اتنی اچھی کافی کہ آپ حفیظ کو بھی مس نہیں کریں گے۔

جمشید......نہیں نہیں پلیز نہیں، واقعی میں کچھ نہیں پیوؤں گا۔ بس جی میں چلتا ہوں۔

مانی......جمشید بھائی اب اس قدر فارمل ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہم تینوں آپ کو کاٹ نہیں کھائیں گے۔

جمشید......ایک شرط ہے پھر۔

مانی......جی فرمائیں۔

جمشید......آپ خانساماں جی سے کہہ دیں۔ وہ کافی بنا دیں۔

مانی......وہ تو میں نے تین مہینے ہوئے نکال دیا۔

عامر......بڑی چھٹیاں کرتا تھا انکل جمشید۔

نینی......چور بھی تھا۔ سودے میں سے پیسے چراتا تھا۔

مانی......میں ابھی آئی۔ تم دونوں اگر اپنی سیٹوں سے ہلے تو دیکھنا۔ الٹا لٹکا دوں گی۔ پنکھے کے ساتھ۔

(مانی اندر جاتی ہے۔ بچے ادھر ادھر دیکھتے ہیں۔ نینی اپنے بیگ میں سے کنگھی نکالتی ہے اور عامر لوڈو اٹھاتا ہے۔

دونوں جمشید کی طرف بڑھتے ہیں۔ مانی جیسے پہلے سین میں باپ کے پاس بیٹھی تھی بالکل ویسے اور عامر بھی اسی انداز میں جمشید کے پاس جا کر بیٹھتا ہے۔)

عامر......انکل لوڈو کھیلیں گے۔

جمشید......یار تمہاری ماما ناراض ہوں گی آ کر۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔ کہیں وہ مجھے کافی ہی نہ دیں پینے کے لئے۔

عامر......امی ایسے ہی بولتی رہتی ہیں۔ کوئی ناراض نہیں ہوتیں۔

نینی......اوپر اوپر کا غصہ ہوتا ہے امی کا۔

عامر......لال گوٹیاں لیں گے انکل جمشید کہ گرین۔

جمشید......یار لال ٹھیک رہیں گی۔ خطرے سے بھری ہوئی۔

(عامر گوٹیاں لگاتا ہے اور خود پہلی باری لیتا ہے)

نینی......انکل جمشید آپ کے چیر نکال دوں؟

جمشید......جو مرضی ہے کرو۔ بڑا مزہ آ رہا ہے۔ واہ وا۔

عامر......چھکّا۔

(اس وقت مانی آتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں کافی کی پیالی ہے)

مانی......میں نے ذرا کریم زیادہ ڈال دی ہے۔ آپ کو کریم بری تو نہیں لگتی۔

جمشید......لیجئے کریم کسے بری لگتی ہے۔

مانی......حفیظ کریم بالکل پسند نہیں کرتے۔

(اب نینی کنگھی کر رہی ہے۔ عامر اور جمشید کھیل رہے ہیں اور ساتھ ساتھ جمشید کافی بھی پیتا جاتا ہے۔ مانی دراز کھول کر کچھ تلاش کرتی ہے۔ آخر میں بجلی کا بل نکال کر جمشید کی طرف آتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں پرس بھی ہے)

مانی......جمشید بھائی میرا ایک کام کر دیں گے پلیز۔

جمشید......جی جی جی فرمایئے۔

مانی......یہ ذرا بجلی کا بل ادا کر دیں گے کل صبح۔ پتہ ہے کل ہے جمعرات۔ صبح نینی کو ساڑھے دس بجے چھٹی ہو جائے گی۔ بنک پورے گیارہ بجے بند ہو جاتا ہے۔ مجھے وقت نہیں مل سکے گا۔

جمشید......میں ضرور جمع کرا دوں گا۔ لیکن حفیظ کیا اتنا سا کام بھی نہیں کر سکتا۔

مانی......نینی کے سکول کے ساتھ بنک ہے۔ حفیظ کو تو الٹا جانا پڑتا ہے ناں۔ میرے لئے آسان ہے۔ کل دس منٹ کی واک ہے۔

جمشید......اچھا جی۔

مانی......یہ لیں ۲۱۳ روپے اور پچاس پیسے۔ پلیز کل ہی کرا دیجئے گا آخری ڈیٹ ہے۔

جمشید......ضرور جی۔

مانی......بس اب تم دونوں اٹھو بریک ختم۔ شاباش۔ کنگھی چھوڑ نینی کیا بالوں کے پیچھے پڑ گئی ہے، عامر لوڈو بند کرو، نہیں تو پتہ ہے میں کیا کروں گی۔

دونوں......سوری امی۔

(بچے واپس اپنی سیٹوں پر جاتے ہیں۔ وہ پنسل سے سر کھجلاتی ہے۔ بچوں کی میز پر بچوں کے ساتھ بیٹھتی ہے۔ جمشید کچھ سوچتا ہوا کافی پیتا ہے)

—کٹ—

سین ۲۴ ان ڈور شام کا وقت

(ایک ہوٹل کی میز پر کھانے کے سامنے حفیظ اور نائلہ بیٹھے ہیں۔ نائلہ رو رہی ہے، جیسے کچھ جھگڑا کر رہی ہو۔ حفیظ اپنی جیب سے رومال نکال کر اسے پیش کرتا ہے۔ نائلہ رومال لیکر اپنے آنسو پونچھتی ہے)

—کٹ—

سین ۲۵ ان ڈور صبح کا وقت

(مانی اپنے گھر میں بوری پھیر رہی ہے۔ وہ ٹاٹ کو بالٹی میں بھگو کر نچوڑتی ہے اور پھر ٹاٹ پھیرتی ہے۔

اس کا سارا حلیہ اس وقت جمعدارنی کا سا بنا ہوا ہے۔ بال بکھرے ہیں۔ سر پر دوپٹہ نہیں ہے۔ پائنچے اٹھے ہوئے ہیں۔ گھر کی گھنٹی بجتی ہے)

مانی...... آجاؤ۔ آجاؤ۔ جو بھی ہے اندر آجاؤ۔ گھنٹی نہ بجاتے رہو کم ان۔ آؤ بھئی۔

(جمشید اندر آتا ہے۔ وہ تھری پیس سوٹ میں ملبوس ہے اور بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔ جس وقت وہ اندر آتا ہے اس وقت مانی ٹاٹ پھیر رہی ہے)

جمشید...... (اندر آکر) سلام علیکم جی۔

مانی......وعلیکم سلام۔ جیتے رہو۔

(سر اٹھا کر نہیں دیکھتی)

جمشید...... (مانی کو اس حالت میں دیکھ کر اسے افسوس ہوتا ہے) یہ جی آپ کے بجلی کے بل کی رسید۔

مانی...... تھینک یو ویری مچ۔ جمشید بھائی اللہ آپ کا بھلا کرے۔ پتہ ہے جرمانہ لگ جاتا تھا۔

جمشید...... آپ کیوں بوری پھیر رہی ہیں۔

مانی......جمعدارنی ایک ہفتے کی چھٹی لے گئی ہے۔ اب کیا کیا جائے۔

جمشید......یوں لگتا ہے جیسے آپ کے گھر میں سوائے آپ کے چھٹی ہی رہتی ہے سب کو۔

(مانی کام چھوڑ کر کرسی پر سے دوپٹہ اٹھا کر کندھوں پر ڈالتی ہے اور پھر بوری پھیرنے لگتی ہے۔ ساتھ ساتھ وہ جمشید سے باتیں بھی کرتی جاتی ہے۔ جمشید اسے اس حالت میں دیکھ کر خوش نہیں ہے)

مانی......یہ ہوتا ہی ہے جمشید بھائی۔ ذمہ داری سمجھنے کی بات ہے' کام وام تو کرنے ہی پڑتے ہیں ناں گھر کے۔ جو گھر میں ہوگا' وہی کرے گا......ناں۔

جمشید...... ٹھیک ہے جی۔ لیکن مجھے برا لگتا ہے کہ آپ ٹاٹ پھیر رہی ہیں۔

مانی......جمشید بھائی جب پہلے پہلے میری شادی ہوئی تھی تو مجھے بھی برا لگتا تھا۔ میرے ابو کا کچھ اور طرح کا سٹینڈرڈ تھا۔ کچھ ٹھاٹھ باٹھ والا۔ نوکر چاکر۔ میں نے بھی سولہ سال صرف کتابیں پڑھی تھیں۔ باورچی خانے کا تو مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ کدھر ایگزسٹ کرتا ہے۔ آپ مانیں نہ مانیں۔ امی کا قصور تھا سارا۔ انہوں نے مجھے گھر داری سکھائی ہی نہیں تھی۔ پتہ ہی نہیں لگنے دیا شادی کیا چیز ہوتی ہے' اور بیاہ دیا۔

جمشید......پھر آپ نے اتنی ساری ایڈجسٹمنٹ کیسے کی۔ اتنے سارے کاموں کے ساتھ۔ اتنی ساری تنہائی کے ساتھ۔

مانی......شروع شروع میں مشکل لگتا تھا۔ انڈا ابالنا پڑتا تھا تو کوفت ہوتی تھی۔ آہستہ آہستہ جمشید بھائی آدمی بڑے بڑے بوجھ کے لئے تیار ہو جاتا ہے ناں۔ کنڈیشنگ ہو جاتی ہے۔

جمشید......بڑی ہمت ہے آپ کی۔

مانی......ہمت وغیرہ کوئی نہیں ہے۔ بس عادت پڑ گئی ہے اب تو۔ دراصل حفیظ سے جب میری شادی ہوئی ہے تو اس وقت یہ گریٹ لائٹس کی جو فیکٹری ہے حفیظ کی' یہ بڑے کرائسس میں سے گزر رہی تھی۔ ہم دونوں کچھ افورڈ نہیں کر سکتے تھے......وہیں سے عادت پڑ گئی۔ اپنا کام خود کرنے کی۔ اب چھوٹتی نہیں۔

جمشید...... اگر میں کچھ آپ کی مدد کر سکوں۔ تو۔ لایئے میں ٹاٹ پھیر دوں۔

مانی...... شکریہ۔ بڑی مدد کر سکتے ہیں آپ۔ کبھی کبھی ملنے آجایا کریں۔ یہ بچے بیچارے خوش ہو جاتے ہیں۔

جمشید......خدا حافظ۔

مانی......خدا حافظ

(جمشید جاتا ہے۔ مانی کی آنکھوں میں آنسو آتے ہیں۔ وہ آنسو پونچھتی ہے۔ ٹاٹ پھیرتی رہتی ہے)

___کٹ___

سین ۲۶ ان ڈور شام کا وقت

(کیمرہ سب سے پہلے ڈائننگ ٹیبل پر آتا ہے۔ یہاں ایک بڑا سا برتھ ڈے کیک پڑا ہے۔ کیمرہ ٹریک بیک کرتا ہے۔ اب دکھاتے ہیں کہ عامر اور نینی اس کیک پر موم بتیاں لگا رہے ہیں۔ سارا ڈرائینگ روم برتھ ڈے پارٹی کی طرح سجا ہوا ہے۔ باورچی خانے کی طرف سے جمشید ٹرالی دھکیلتا ہوا آتا ہے۔ نینی اٹھتی ہے۔ غسل خانے کی طرف جاکر دروازے پر دستک دیتی ہے)

نینی...... (دستک دے کر) امی جلدی کریں۔ انکل جمشید کیک لائے ہیں اتنا بڑا سا۔ باہر نکلیں۔ امی... امی...

(اب ایک چھوٹا سا کٹ اندر غسلخانے کا اسی سین میں انسرٹ کریں۔ غسلخانے کے اندر آئینے کے سامنے مانی

لپ سٹک لگا رہی ہے۔ اس نے ایک نہایت ہی قیمتی سفید ساڑھی پہن رکھی ہے۔ جوڑا بنا رکھا ہے۔ کانوں میں بھی زیور ہے اور اس وقت وہ تباہ کن حد تک خوبصورت لگ رہی ہے۔ کیمرہ واپس ڈرائینگ روم میں۔ جمشید میز پر پیالیاں لگا رہا ہے۔ غسلخانے کا دروازہ کھول کر مانی باہر نکلتی ہے جمشید اسے دیکھ کر ٹھٹھک جاتا ہے۔ مانی مسکراتی ہوئی آگے بڑھتی ہے)

جمشید...... لیجئے جی سب کچھ تیار ہے۔ صرف مجھے چائے دم کرنی نہیں آتی۔ کیتلی میں گیس پر چڑھا آیا ہوں۔

مانی...... آپ کو کیسے پتہ چلا کہ آج میری برتھ ڈے ہے؟

جمشید...... بس جی ہم نے بھی اس گھر میں چوہے چھوڑ رکھے ہیں۔

نینی...... میں نے بتایا تھا ای۔

جمشید...... حفیظ پھر لیٹ ہے؟ آپ اسے فون کریں جی۔ آج ہم کچھ نہیں سنیں گے۔ گریٹ لائٹ .... اور نو لائٹ۔ گھر آئے۔

نینی...... ابو تو صبح اسلام آباد گئے ہیں انکل جمشید۔

عامر...... اگرائی کرنے لائینٹوں کی۔

مانی...... میں ابھی چائے دم کر کے لاتی ہوں۔ ایک منٹ میں۔

(جاتی ہے)

نینی...... کل آئیں گے ابو۔ شام کی فلائیٹ سے۔

(اب جمشید باورچی خانے کے دروازے میں چوگاٹ کی ایک جانب جا کر کھڑا ہوتا ہے اور دوسرا بازو چوگاٹ کی دوسری طرف رکھتا ہے۔ اس طرح باورچی خانے سے باہر نکلنے والے کو اس کے بازو کے نیچے سے نکل کر ڈرائینگ روم کی طرف آنا ہوگا)

جمشید...... یار یہ تمہارا ابو بڑا گڑبڑ آدمی ہے۔ کہتا کچھ ہے، کرتا کچھ ہے۔ اس کو سیدھا کرنا پڑے گا۔

(فاصلے سے بچوں سے بات کرتا ہے)

عامر...... سچی انکل آپ ٹھیک کہتے ہیں۔

نینی...... مجھے تو آج کل ابو کی کچھ سمجھ ہی نہیں آتی۔ ہر وقت جھڑکتے رہتے ہیں۔ گھورتے رہتے ہیں۔

جمشید...... اس کی مجال ہے!

عامر...... ان کے تو سر میں ہی درد ہوتا رہتا ہے چوبیس گھنٹے۔

جمشید...... ہم سب درد نکال دیں گے۔ ایک مکا مار کر۔

نینی...... انکل اب ابو کبھی آئیس کریم کھلانے بھی نہیں لے جاتے۔

عامر...... وہ بات نہیں کرتے، یہ آئیس کریم کھانے چلی ہے ان کے ساتھ۔

(اس وقت مانی چائے دانی اٹھا کر باورچی خانے سے باہر آتی ہے لیکن وہ جمشید کے بازو کی محراب تلے کھڑی رہ جاتی ہے)۔

نینی...... انکل آج امی اچھی لگ رہی ہیں ناں۔

جمشید...... (کھانس کر جیسے اس کے دل کی بات کسی کی زبان پر آ گئی ہو) ہاں جی آپ کی امی جو ہوئیں۔ یہ تو ہر وقت اچھی لگیں گی۔

عامر...... انکل آپ کو امی اچھی لگتی ہیں کہ ابو؟

(اب کیمرہ جمشید اور مانی کے کلوز پر آتا ہے۔ مانی جمشید کی طرف دیکھتی ہے۔ وہ دونوں یکدم اس جملے پر ہنسنے لگتے ہیں۔ ہنستے ہی چلے جاتے ہیں۔ ان دونوں کی خوشی جیسے چشمہ بن کر پھوٹ رہی ہے)

—کٹ—

سین ۲۷ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(مانی جمشید، عامر اور نینی لبرٹی مارکیٹ کار میں پہنچتے ہیں۔ ایک کون شاپ پر جمشید کون کا آڈر دیتا ہے۔ چاروں کار کے اندر بیٹھے ہیں۔ مانی اور جمشید سامنے ہیں۔ عامر اور نینی پیچھے ہیں۔ چاروں کون کھاتے ہیں۔ اس سارے وقت میں بیک گراؤنڈ میں سانول موڑ مہاراں کا میوزک بجتا ہے۔
نائیلہ اور حفیظ نہر کے کنارے بیٹھے ہیں۔ نائیلہ چھوٹے چھوٹے پتھر نہر کے پانی میں مارتی ہے)

—کٹ—

سین ۲۸   ان ڈور   دن

(اس وقت جمشید اور مانی ہوٹل کے ایک کونے میں بیٹھے ہیں۔ میز پر کھانا لگا ہوا ہے۔ دونوں بڑی آہستگی سے چھری کانٹے کا شور کئے بغیر شائستگی سے کھا رہے ہیں۔ ان کے کھانے کی رفتار اتنی آہستہ ہے کہ وہ بڑی بڑی دیر تک لقمہ منہ میں نہیں ڈالتے)

جمشید...... بڑے سالوں کی بات ہے۔ ابھی آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ میں ایم بی اے کے آخری سال میں تھا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تھا پہلی بار۔

مانی...... کمال ہے۔ آپ نے آج تک بتایا ہی نہیں۔

جمشید...... کچھ باتیں اپنے آپ سے بھی دہرانے کو دل نہیں چاہتا۔

مانی...... لیکن کہاں دیکھا تھا۔

جمشید...... میرے ڈیڈی آپ کے ابو کے پیشنٹ تھے۔ ہم دونوں آپ کے ابو کے کلینک پر بیٹھے تھے' جب آپ اور آپ کی امی آئی تھیں وہاں۔

مانی...... پھر۔

جمشید...... آپ نے کانوں میں لکڑی کے بالے پہنے ہوئے تھے میں ان سے بڑا ہی فیسینیٹ ہوا تھا۔

(ہلکا سا ہنستی ہے۔)

جمشید...... اتنی پرانی پرانی باتیں کچھ لوگوں کو یاد ہوتی ہیں۔ پتہ نہیں کیوں؟

مانی...... پرانی باتوں کا کسی کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا جمشید۔

جمشید...... میں ایسا کوئی سٹیپ لینا نہیں چاہتا مانی جس سے کچھ سالوں بعد تمہیں اپنے فیصلے پر افسوس ہو۔

مانی...... حفیظ کی طرف سے تو فیصلہ تقریباً ہو ہی چکا ہے جمشید...... وہ اتنی دور نکل گیا ہے کہ اب شائد اس کے لئے لوٹنا ممکن نہیں۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ...... اس کے فیصلے سے پہلے میں خود کسی نتیجے پر پہنچوں۔ کم از کم میری اتنی عزت تو رہ جائے کہ میں نے اسے چھوڑ دیا...... میں یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکتی کہ...... کہ حفیظ نے مجھے چھوڑ دیا...... اب تو بات صرف عزتوں کی رہ گئی ہے جمشید۔ اور تو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

جمشید...... دیکھو مانی۔ میں نے ہمیشہ تمہیں ایڈمائیر کیا ہے۔ حفیظ کی بیوی کے روپ میں بھی...... اور اس سے

بھی بہت پہلے...... میں تم جیسی باہمت لڑکی کے ساتھ زندگی گزارنا اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔

مانی...... لڑکی نہیں عورت!

جمشید...... چلو اگر تمہیں عورت بن کر خوشی ہوتی ہے تو عورت سہی بلکہ میڈم سہی۔ لیکن دیکھو مانی...... تمہارا ایک گھر ہے۔ تمہارا ایک حفیظ ہے جیسا کیسا...... تمہارے بچے ہیں۔ مجھے کچھ لوز نہیں کرنا...... لیکن ہو سکتا ہے آج سے دس سال بعد' آج سے بیس سال بعد تم سوچو کہ...... تم نے بہت زیادہ قیمت ادا کی ہے۔ نیا گھر بسانے کی۔

مانی...... میرے دل میں بھی خوف ہے جمشید۔ ہو سکتا ہے آج سے دس سال بعد' آج سے بیس سال بعد تم بھی پچھتاؤ...... کسی اور شخص کے بچے پالنا'...... اپنے سے چار سال بڑی عورت سے محبت کرنا۔ شاید اتنا آسان نہ ہو۔

جمشید...... (مضبوطی سے مانی کا ہاتھ پکڑ کر) ہر آدمی حفیظ نہیں ہوتا مانی۔

مانی...... جمشید!

جمشید...... چلو...... نہ تم فیصلہ کرو...... نہ حفیظ میں فیصلہ کرتا ہوں۔

مانی...... کیا؟

جمشید...... چار دن کے لئے میرے ساتھ اسلام آباد چلو۔ میں وہاں تمہیں تمہاری آنٹی بختیار کے گھر ڈراپ کر دوں گا۔ پورے چار دن ہم آپس میں نہیں ملیں گے۔ اس کے بعد چوتھے دن شام کو میں رنگ کر کے تمہاری آنٹی کے گھر آؤں گا۔ اور ساتھ انگوٹھی لاؤں گا۔ میز پر انگوٹھی رکھوں گا۔ بولوں گا نہیں۔ اگر تم نے انگوٹھی پہن لی...... تو ہم طلاق کے لئے حفیظ کو کہہ دیں گے۔ ورنہ میری چھٹی ۔ منظور؟

مانی...... (ہنستے ہوئے) منظور!

(دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ہیں۔ سانول موڑ مہاراں کا میوزک فیڈ ان ہوتا ہے)

کٹ

سین ۲۹   آؤٹ ڈور   رات

(ایک بڑی سی کوٹھی کے باہر کار میں رات کے وقت جمشید اور مانی آتے ہیں۔ کار پھاٹک کے باہر رکتی ہے۔ مانی باہر نکلتی ہے اور اندر ڈرائیو کر جاتی ہے۔ کیمرہ اسے اندھیرے میں اندر کی طرف جاتا ہوا دکھاتا ہے)

کٹ

سین ۳۰ ان ڈور رات

(پلنگ پر امی لیٹی ہوئی ہے۔ پائینتی پر مانی بیٹھی ہوئی ہے۔ مانی عجیب کشمکش کے عالم میں ہیں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ جا رہے ہیں)

امی...... مرد کا تکبر، مرد کی انا کو توڑنے کے لئے سو بہانے بن جاتے ہیں۔ اس کا پیشہ، اس کی محبوبہ، اس کا دشمن، زمانہ، وقت جانے کس کس کٹھالی میں سے نکلتا ہے مرد۔ اس کا تکبر ٹوٹ ہی جاتا ہے۔ ہر ایک کا۔ لیکن عورت کا تکبر، عورت کی انا کسی کٹھالی میں نہیں پگھلتی...... عورت کے تکبر کے لئے صرف ایک کٹھالی بنائی ہے خدا نے۔

مانی...... میں آپ کو کچھ بتانے آئی ہوں امی۔ ضروری بات۔

امی...... میں سب جانتی ہوں...... ساری ضروری باتیں۔ میری بات سن۔ عورت کی انا، عورت کا تکبر صرف ایک جنتری سے گزر کر سیدھا ہوتا ہے۔ صرف ایک کٹھالی سے نکل کر وہ سونا بن سکتی ہے۔ بھگت ہو سکتی ہے، آرام پا سکتی ہے اپنے تکبر کے ڈسنے سے۔

مانی...... توبہ کون سی کٹھالی امی۔

امی...... سوکن کی آگ...... دوسری عورت کا جلایا۔

مانی...... آپ کا شوگر لیول پھر ہائی لگتا ہے۔ آپ پھر بہکی بہکی باتیں کر رہی ہیں۔

امی...... بدصورت سے بدصورت عورت کے کان میں پتہ نہیں شیطان نے کیا پڑھ کر پھونک دیا ہے کہ وہ مرد کا خدا بننا چاہتی ہے۔ اس کا تکبر...... اس کی انا مرد کی پرستش کے بغیر اسے زندہ ہی نہیں رہنے دیتی۔ پھر دوسری عورت آتی ہے...... سارا تکبر جھاگ بن کر بیٹھ جاتا ہے...... ساری انا ملیامیٹ ہو جاتی ہے۔ پہلی بار عورت کو پتہ چلتا ہے وہ کچھ نہیں ہے۔ معمولی ہے۔ دوسری عورتوں کی طرح اسے ٹھکرایا جا سکتا ہے۔ چھوڑا جا سکتا ہے۔ پھر وہ تلملاتی ہے، روتی ہے، ٹوٹتی ہے...... کٹھالی بڑی سخت ہے۔ نتیجہ اچھا نکلتا ہے۔ جتنی بڑی کسی عورت کی انا ہو گی مانی، جتنا زیادہ تکبر ہو گا، اتنی ہی شہ زور سوکن ملے گی۔ جتنا گھمنڈ سخت ہو گا، اتنے سالوں کی تپش ہو گی۔ لیکن نتیجہ اچھا نکلے گا...... کٹھالی سے نکل کر۔ ساری انا ٹوٹ جائے گی۔ سارا تکبر ختم ہو جائے گا۔

مانی...... اچھا امی میں چلتی ہوں۔ آپ کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔

امی...... سن ایک دفعہ تیرے ابو کو بھی بڑی محبت ہو گئی تھی۔

مانی...... ابو کو......؟

امی...... وہ ان کی پیشنٹ تھی۔ ہارٹ کے بائی پاس کے لئے آئی تھی تیرے ابو کے پاس...... ایک بڑے چوٹی کے سرمایہ دار کی بیوی تھی۔ افوہ افوہ...... کیا عورت تھی! کیا عورت تھی۔ اسے دیکھ کر تو عورتوں کا دل بند ہو جاتا تھا۔ تمہارے ابو کی کیا حیثیت تھی۔ بیچاروں کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے تھے اس کو دیکھ کر۔

مانی...... ابو بھی عام مردوں کی طرح تھے؟ بے وفا ہرجُگ۔ دوسری عورتوں پر مرنے والے۔

امی...... اوہ نہیں بابا تو نہیں سمجھتی۔ ابو تیرے تو فرشتہ ہیں۔ اس عورت میں کچھ ایسی بات تھی۔ پتہ نہیں اس کی شکل میں تھی کہ اس کی روح میں، سب کھنچتے تھے اس کی طرف...... بڑے چکر دیئے اس نے مجھے...... بڑی مار ماری...... بڑا ہلکان کیا۔ میری انا کی تلوار توڑ دی۔ تکبر کا ہرا اونچا مینار ڈھا دیا...... مجھ پر میری حقیقت کھل گئی مانی...... پتہ چل گیا میں کتنی معمولی تھی...... پتہ چل گیا کہ مجھ میں ایسی کوئی بات تھی ہی نہیں جس سے محبت کی جا سکتی----- جب میں حسد کی بھٹی میں جلتی تھی، تب اسے بددعائیں دیتی تھی۔ اب اس کا شکریہ ادا کرتی ہوں...... مجھے اتنا بڑا فیصلہ کرنے میں مدد ہی ساری اس سے ملی۔ پھر اس کا یہ بھی شکریہ...... کہ آخر میں تیرے ابو کو بھی چھوڑ گئی میرے لئے۔ بڑی آسانی سے وہ انہیں اپنی انگلی کے گرد باندھ سکتی تھی۔

مانی...... پھر؟ کیسا فیصلہ کیا تھا آپ نے تب؟

امی...... ہر عورت کو زندگی میں ایک فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ وہ کب تک عورت رہے گی اور کب ماں بن جائے گی۔ بچہ پیدا کرنے سے کوئی ماں نہیں بنتی۔ یہ بھی اندر کا ایک فیصلہ ہوتا ہے۔ کچھ بانجھ عورتیں بڑی قد آور مائیں ہوتی ہیں۔

مانی...... اچھا میں چلتی ہوں۔

امی...... سن تو سہی مانی مری جان...... جب عورت فیصلہ کرتی ہے کہ وہ عورت رہے گی تو پھر بڑی مشکل پڑتی ہے۔ ساٹھ برس کی عورت کو شفون کی ساڑھیوں پر کام کرانا پڑتا ہے، ڈائیٹنگ کرنی پڑتی ہے۔ بیوٹی پارلروں کے دھکے کھانے پڑتے ہیں، جیولری کی دوکان پر ابھری ہوئی نسوں والے ہاتھوں پر انگوٹھیاں فٹ کرنی پڑتی ہیں۔ اور جب سارا گہنا پہن کر آئینے کے سامنے جاتی ہے، ساٹھی پاٹھی تو آئینہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ شک ہی شک، وہم ہی وہم...... میں اچھی لگ بھی رہی ہوں کہ نہیں۔ کیا محتاجی کی زندگی ہے۔ ہمیشہ ہاتھ میں پیالہ۔ ہمیشہ ہاتھ میں کاسہ...... ہمیشہ محبت کی خیرات جمع کرنا۔ یہ بھی کوئی فیصلہ ہے؟ عورت رہنے کا۔ ساری زندگی کی محتاجی۔

مانی...... پھر اور کیا فیصلہ کرے وہ۔ عورت، عورت جو ہوئی۔

امی...... کچھ عورتیں ایک اور فیصلہ بھی کر لیتی ہیں۔ وہ اندر ہی اندر عورت سے گزر کر ماں بن جاتی ہیں۔ پھر ان کے پیالے میں سے ہر ایک کے لئے کچھ نہ کچھ نکلتا ہی رہتا ہے۔ وہ مانگنے والے مقام سے نکل کر دینے والے مقام

پر پہنچ جاتی ہیں۔ کچھ عورتیں تو بھری جوانی میں یہ فیصلہ کرلیتی ہیں۔ آپی آپ۔ بغیر کسی جنتری سے نکلے' بغیر تکبر کی کھٹالی میں پسے ہوئے۔

مانی..... ماں بن کر کون سا سکھ ملتا ہے امی.....؟ کسی ماں کو بچوں سے کیا ملتا ہے؟ میں آپ کے لئے کیا کر رہی ہوں۔

امی..... ناں ناں..... ماں بڑی آزاد زندگی بسر کرتی ہے۔ وہ محتاج نہیں ہوتی۔ نہ کسی کی محبت کی' نہ کسی کی خدمت کی۔ نہ کسی کو عمل کے ترازو میں تولتی ہے..... وہ تو آنند میں زندگی گزارتی ہے۔ آزاد بالکل۔ دینا ہی دینا۔ دعا ہی دعا..... ساری چڑیاں اس کے چھتنارے درخت پر بیٹھ کر گھونسلے بناتی ہیں۔ سب اس کی بکل میں چھپتے پھرتے ہیں۔ بڑی آزاد زندگی ہوتی ہے ماں کی۔ وہ کسی کی محتاج نہیں ہوتی۔

مانی..... امی بات یہ ہے کہ آپ پتہ نہیں کس زمانے کی بات کرتی ہیں۔ کن عورتوں کی بات کرتی ہیں۔ مجھے خدا نے عورت بنایا ہے۔ میں عورت ہی رہوں گی۔ چاہے مجھے ساری عمر محبت کی بھیک ہی کیوں نہ مانگنا پڑے۔

امی..... (لمبی آہ بھر کر) بھیک بھی قسمت سے ملتی ہے میری جان..... کوئی کوئی فقیر ساری عمر لاہور کے بڑے سٹیشن پر بھیک مانگتا ہے۔ دن میں سارا دن گاڑیوں کا تانتا بندھا رہتا ہے لیکن اسے کوئی بھیک نہیں دیتا۔ کچھ سنسان سڑک کنارے کپڑا بچھا کر مانگتے ہیں لیکن ان کے گھر بوریوں خیرات جمع ہو جاتی ہے۔

مانی ..... امی..... میں جا رہی ہوں..... اور میں آپ کو بتا کر جا رہی ہوں کہ میں اور میرے عہد کی تمام عورتیں' عورتیں ہیں۔ ہم ماں بن کر وقت نہیں گزار سکتیں۔ ہم نے اپنا راستہ چن لیا ہے۔

مانی..... ابو کو صبح فون کر دینا۔ ان کی برتھ ڈے ہے۔ خوش ہو جائیں گے۔ مانی..... مانی۔

___کٹ___

سین ۳۱ آوٹ ڈور دن

(ریلوے سٹیشن پر منگتا ہاتھ میں کاسہ لئے ایک ٹرین میں چڑھتا ہے۔ پہلے اس کے جسم پر کرتا ہوتا تھا' اب وہ بھی نہیں ہے۔ ایک آنکھ پر اندھیاری ہے جیسے اس نے حال میں آنکھ بنوائی ہو۔ کیمرہ اسے فولو کرتا ہے۔ وہ ٹرین میں مانگتا ہے کئی لوگوں کے آگے پیالہ کرتا ہے۔ کوئی اسے خیرات نہیں دیتا)

___کٹ___

سین ۳۲ ان ڈور رات

(مانی اکیلی ڈبل بیڈ پر بیٹھی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک خط ہے۔ آنکھوں میں آنسوں ہیں۔ خط پر مانی کی آواز سوپرامپوز ہوتی ہے۔)

مانی..... حفیظ! میں چند دن کے لئے اسلام آباد جا رہی ہوں۔ میں آنٹی بختیار کے پاس رہوں گی۔ میں اب اور برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ گھر میرے لئے جہنم سے کم نہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ تمہارے کسی فیصلے سے بہت پہلے میں بھی کسی نتیجے پر پہنچ جاؤں۔ مانی

(مانی یہ خط تہہ کر کے لفافے میں بند کر کے حفیظ کے تکئے کے نیچے رکھتی ہے)

___کٹ___

سین ۳۳ آوٹ ڈور رات

(مانی اور جمشید کار میں اس بس سٹاپ کی طرف سے گزرتے ہیں' جو اومنی بس کا آخری بس سٹاپ ہے۔ ان کی کار کئی بسوں کو کراس کرتی ہوئی آگے جاتی ہے۔ سڑک کنارے مائی کے گھر کے سامنے یک دم رکتی ہے۔ جمشید باہر نکلتا ہے۔ دیکھتا ہے پہیہ پنکچر ہو گیا ہے۔ مانی باہر نکلتی ہے۔ جمشید کار کو جیک لگاتا ہے۔)

___کٹ___

سین ۳۴ ان ڈور رات

(پلنگ پر نینی لیٹی ہوئی ہے۔ اس کے کان میں درد ہے۔ وہ آہستہ آہستہ رو رہی ہے۔ عامر اس کے پاس سرہانے بیٹھا سر دبا رہا ہے۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے حفیظ کھڑا ٹائی باندھ رہا ہے اور وہ بڑی تیاریوں میں ہے۔ یکدم فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ نائلہ اور حفیظ کی تصویر سکرین پر آتی ہے)

حفیظ...... ہیلو...... ہیلو۔
نائلہ ...... اتنی دیر؟
حفیظ...... آ رہا ہوں۔ یہ پتہ نہیں ان کی ماں کہاں چلی گئی ہے اس وقت۔
نائلہ ...... چار بار ڈیسٹر مجھ سے پوچھ گیا ہے۔ دیر سے آنا ہوتا ہے تو بتا دیا کرو ناں۔
حفیظ...... نہیں بس ابھی دس منٹ میں...... بائی۔

(فون رکھتا ہے)

نینی...... ابو میرے کان میں بڑا درد ہے۔
حفیظ...... امی کچھ بتا کر گئی تھی۔
عامر...... کہتی تھیں نانی جی کے بھی جائیں گی۔

(حفیظ جلدی جلدی فون ملاتا ہے۔ مائی کی والدہ اور حفیظ دونوں سکرین پر آتے ہیں۔)

حفیظ...... امی سلام علیکم۔ کیا حال چال ہیں جی۔
امی...... ٹھیک ہوں...... تیری گریٹ لائٹس کا کیا حال ہے حفیظ۔؟
حفیظ...... بس جی ٹھیک ہے۔ سارا کام اپ ہل ہے۔ طبیعت کیسی رہتی ہے جناب کی۔؟
امی...... عیش آرام...... مزے۔ خدمتیں ہی خدمتیں...... مہربانیاں ہی مہربانیاں...... سب طرف سے۔ تیرے ابو کے مریضوں نے تو محبت کی انتہا کر دی۔
حفیظ...... وہ مائی تو نہیں آئی آپ کی طرف۔
امی...... آئی تھی۔ بیس پچیس منٹ ہوئے چلی گئی۔ پہنچنے والی ہوگی۔
حفیظ...... اچھا امی گڈ لک ٹیک کیر آف یور سیلف میں کسی دن چکر لگاؤں گا۔ کیا کروں وقت نہیں ملتا......
امی...... فکر نہ کرو...... مجھے تمہاری گڈ وشز ملتی رہتی ہیں۔
حفیظ...... اچھا جی خدا حافظ۔
امی...... خدا حافظ بیٹے۔

(فون رکھتا ہے۔ امی کی تصویر سکرین سے ہٹتی ہے)

نینی...... امی کب آئیں گی ابو؟ میرے کان میں بہت درد ہو رہا ہے۔

حفیظ...... دیکھو بیٹے تمہاری امی نانی ماں کے گھر سے چل پڑیں ہیں۔ چار پانچ منٹ کے بعد وہ یہاں ہوں گی۔ مجھے ایک ضروری بزنس ڈنر پر جانا ہے۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں بہت جلدی آ جاؤں گا۔
عامر...... ابو رات کو بھی انگڑائی ہوتی ہے۔
حفیظ...... بیٹا۔ یہ بزنس ہے۔ بزنس بلکہ ڈرٹی بزنس۔ جب بڑے ہو جاؤ گے تو سب پتہ چل جائے گا۔ (چٹکی بجا کر) میں ایسے جاؤں گا۔ اور ایسے آؤں گا۔
نینی...... ابو مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میرے کان میں درد ہے۔ باہر کوئی جن نہ ہو ابو؟
حفیظ...... ضد نہیں کرتے نینی۔ ابھی ابھی امی پہنچنے والی ہے۔

(جلدی سے کندھے پر کوٹ رکھ کر باہر جاتا ہے۔ نینی غصے سے کہتی ہے)

نینی...... گندے ابو۔ گندے

__کٹ__

سین ۳۵ ان ڈور رات

(مائی کے گھر کا اندرو الا حصہ۔ وہ قبروں کے پاس ڈنڈا لے کر بیٹھی ہوئی ہے اور غور سے قبروں کی جانب دیکھ رہی ہے۔ دروازہ کھلتا ہے۔ مانی داخل ہوتی ہے)

مائی...... تو آ گیا شہر کا لو بھی آخر۔ لے آیا بوریاں نوٹ...... خیال آ گیا تجھے بڑھیا کا۔
مانی...... سلام علیکم جی۔
مائی...... کون ہے؟
مانی...... میں ہوں جی۔ آپ نے مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔
مائی...... کیا لینے آئی ہے۔ ادھر کیا ہے مائی کے پاس۔
مانی...... مجھے بڑی پیاس لگی ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا پانی پلا دیں۔
مائی...... پیاس لگی ہے......

(اب مائی نیم پاگلوں کی طرح ہنسنے لگتی ہے لیکن اونچا نہیں۔ ہولے ہولے۔ جیسے کسی پر ہنس رہی ہو۔ ساتھ ساتھ

(وہ ٹوٹے گھڑے سے پیالے میں پانی ڈالتی ہے)

پیاس لگی ہے...... لگی رہتی ہوگی پیاس...... میری نانی کہا کرتی ہے...... عورت اور بکری کی ایک ہی بات ہے...... بکری سدا کی بھوکی...... عورت جنم جنم کی پیاسی...... لے پی...... پی لے...... پر پیاس پھر بھی نہیں بجھے گی۔ پی...... لے کھڑی کیوں ہے' بیٹھ کر پی...... تیری ماں نے تجھے اتنا بھی نہیں بتایا پانی کھڑے ہو کر نہیں پیتے جنوروں کی مافق۔

(مانی خوفزدہ ہو کر چارپائی پر بیٹھ کر پانی پیتی ہے)

مائی...... اکیلی ہے؟

مانی...... نہیں جی۔ ساتھ ہیں۔ آپ کے گھر کے سامنے گاڑی کا ٹائیر پنکچر ہوگیا۔ ٹائیر ٹھیک کرانے گئے ہیں ورکشاپ پر......

مائی...... اچھا...... اچھا بچے ہیں؟

مانی...... جی دو بچے ہیں۔

مائی...... ساس کے ہاتھ پکڑا آئی ہوگی۔ یہی کام ہیں آج کل کی چلتوروں کے۔

مانی...... نہیں جی۔ میرے پاس میری ساس نہیں رہتی۔

مائی...... (پاس اٹھ کر آتی ہے) تو بچے اکیلے چھوڑ آئی ہے؟ اوئے تیرا ستیاناس مار جائے...... ڈین...... تجھے پتہ نہیں رات کے وقت بلائیں پھرتی ہیں۔ ماں تو کواڑ ہوتی ہے گھر پر۔ بند نہ ہو تو بلائیں اندر جا کر بچوں کو پکڑ لیتی ہیں۔ کلیجہ کھا جاتیں ہیں بچوں کا۔

مانی...... (ڈر کر اٹھتی ہے) جی میں چلتی ہوں۔

(مائی کو غصہ چڑھ چکا ہے)

مائی...... سیدھی گھر چلی جا...... ابھی اسی وقت...... ابھی بسیں چل رہی ہیں۔ دس پندرہ منٹ بعد...... کوئی بس بھی نہیں جائے گی لاہور۔

مانی...... اچھا جی۔

مائی...... ہم ذات کے چھوٹے ہیں پر بڑی بڑی دھرتی پیروں سے نکالی ہے ہم نے...... ابھی چلی جا اپنے گھر۔ یہ قبریں دیکھتی ہے۔ میرے بچوں کی ہیں۔ میں ان کی نگرانی کو بیٹھی ہوں۔ اپنے مالک کے ساتھ نہیں گئی۔ وہ بڑے سٹیشن پر لاہور مانگتا پھرتا ہے...... گھر جا...... بچوں کے پاس...... بڑی بلائیں ہوتی ہیں رات کے وقت' آزاد

ننگی۔ جو اولاد ہوتی ہے ناں' یہ ہتھکڑی ہوتی ہے ماں کے ہاتھوں کی۔ ایسی ہتھکڑی جس کو ماں سینے سے لگا کر رکھتی ہے...... جو ہتھکڑی پہلے تیرے اللہ نے تجھے پہنا دی ہے ناں اس پر راضی ہو جا...... وہ نہ ہو میری طرح کوئی اور بڑی سزا مل جائے...... ہتھکڑی بھی نہ رہے اور نگرانی بھی کرنی پڑے...... چل جلدی کر پھر...... دیر ہو جائے گی۔ بسیں بھی نہیں جائیں گی۔ ماں نہ ہو تو گھر کا کواڑ بند نہیں ہوتا۔ بلائیں اندر آجاتی ہیں۔

(مانی حیرانی سے مائی کی طرف دیکھتی ہے۔ پھر باہر جاتی ہے)

___کٹ___

سین ۳۶ ان ڈور رات

(عامر اور نینی اکیلے ہیں۔ نینی رو رہی ہے۔ عامر کے ہاتھ میں کان درد کی دوا ہے)

نینی...... نہیں میں تم سے دوائی نہیں ڈلواؤں گی۔ امی کو بلاؤ۔ وہ دوا ڈالیں......

عامر...... امی کو اب میں کہاں سے لاؤں۔

نینی...... بلاؤ ناں تم کہیں سے۔ وہ کہاں رہ گئی ہیں راستے میں۔ ان کو کوئی جن نہ اٹھا کر لے گیا ہو۔

عامر...... ٹائیر پنکچر ہو جاتا ہے کبھی کبھی الو کی پٹھی۔ سٹپنی بدلنی پڑتی ہے۔ جیک نہیں لگتا۔ دیر ہو جاتی ہے۔

نینی...... میں نے آج کے بعد امی ابو سے نہیں بولنا۔ دونوں سے میری کٹی......

عامر...... کیوں؟

نینی...... مجھے اتنا ڈر لگ رہا ہے۔ باہر کوئی ہے ناں عامر۔ کوئی جن؟

(یکدم بادل گرجتا ہے)

عامر...... کوئی نہیں ہے نینی۔ گریٹ لائٹس کا پھٹہ بج رہا ہے باہر کی دیوار کے ساتھ۔

نینی...... نہیں بائیونک مین کھڑا ہے باہر۔

عامر...... بڑا ستایا ہے تو نے۔

نینی...... میں کیا کروں' میرے کان میں درد ہو رہا ہے۔

(اس وقت مانی دروازہ کھول کر داخل ہوتی ہے۔ اس کا سانس پھولا ہوا ہے)

نینی......امی آپ کہاں رہ گئی تھیں۔

عامر......اس نے مجھے بڑا ستایا ہے امی۔ اتنا ستایا ہے میں بتا نہیں سکتا۔

نینی......میں کیا کروں۔ میرے کان میں درد ہو رہا ہے۔

(مانی چپ چاپ پاس آتی ہے۔ عامر کے ہاتھ سے دوا کی شیشی لیتی ہے)

عامر......یہ اتنی خراب ہے امی' اتنی خراب ہے مجھ سے دوائی بھی نہیں ڈلواتی۔

(مانی نینی کے کان میں دوا ڈالتی ہے اور نینی کے ساتھ لیٹتی ہے۔ نینی فوراً اس کے پیٹ پر ٹانگ رکھ کر گلے میں بانہیں ڈال کر مزے میں ہو جاتی ہے)

مانی......ابو نہیں آئے ابھی تک؟

عامر......جی تین گھنٹوں کے گئے ہوئے ہیں آپ کی طرح۔

نینی......امی کی طرح نہیں۔ امی اچھی ہیں۔ ابو گندے ہیں۔

(اس وقت مانی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں)

عامر......امی آپ رو رہی ہیں؟

مانی......میرے کان میں بھی درد ہو رہا ہے۔

نینی......دوائی ڈالو امی کے کان میں فوراً۔۔

(اس وقت فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ سکرین پر مانی اور حفیظ کی تصویر اکٹھی آتی ہے)

حفیظ......ہیلو......ہیلو......

مانی......ہیلو۔

حفیظ......شکر ہے تم آگئی ہو......میں نے کتنے فون کیے۔ کیا ہو گیا تھا؟

مانی......ٹائیر پنکچر ہو گیا تھا۔ پہلے اسے ویلڈ کرایا' پھر گھر آئی۔

حفیظ...... سپیئر سٹپنی ساتھ نہیں تھی؟

مانی......عارفہ کب ایسی باتوں کا خیال رکھتی ہے۔

حفیظ......اچھا میں آتا ہوں ابھی دس پندرہ منٹ میں۔ خدا حافظ۔

مانی......خدا حافظ

(دونوں کی تصویر ہٹتی ہے۔ مانی نینی کے ساتھ لیٹتی ہے۔ اب عامر ماں کے کان میں دوا ڈالتا ہے۔ مانی حفیظ کے سرہانے سے خط نکالتی ہے اور اسے پرزے پرزے کرتی ہے۔ اس وقت بیک گراؤنڈ میں سانول موڑ مہاراں کی دھن لگتی ہے۔ مانی کے چہرے پر بے تحاشہ آنسو بہہ رہے ہیں۔ وہ نینی کا سر بازو پر رکھے آنکھیں بند کرتی ہے۔ موسیقی سانول موڑ مہاراں ٹیپ)

اختتام

کردار

روشن خاں	....	خوش شکل نوجوان پٹھان
چھیماں	....	معمولی صورت بڑی عمر کی لڑکی
وزیر	....	چھیماں کا باپ
مس زمان	....	چالیس برس کی عورت۔ دبدبے والی ہیڈ مسٹرس
بابو جی	....	سکول کا کلرک
یعقوب	....	بد شکل آدمی میلوں میں دھمال ناچنے والا
بشیر	....	دس بارہ برس کا لڑکا
چودھری	....	گاؤں کا معتبر آدمی
عمردین	....	آڑھتی۔ عمر پچاس سال
فضل محمد	....	آڑھتی عمردین کا مزدور
ہاجراں	....	چھیماں کی بیٹی۔ عمر دس برس
جمیل	....	چھیماں کا بیٹا۔ عمر چھ سال

سین ۱ ان ڈور دن

(یہ منظر خاموش ہے۔اس وقت ہمیں ایک چھوٹے سے گھر کے آنگن میں وزیر بیٹھا بادام توڑتا نظر آتا ہے دو بادام توڑنے کے بعد ایک بادام اچھلتا ہے وہ اٹھ کر اسے پکڑتا ہے پھر بیٹھ کر کونڈی ڈنڈے والے ڈنڈے سے بادام توڑتا ہے کیمرہ آہستہ آہستہ ٹریک کر کے ساتھ والے گھر میں داخل ہوتا ہے۔ وزیر اور روشن خان کے گھر کی دیوار سانجھی ہے روشن خان اپنے گھر میں نووارد ہے اور اس وقت بیٹھا بینجو بجا رہا ہے بینجو پر یہی دھن ہمیشہ بجتی ہے)

"پشاور سے مرے لئے دنداسہ لانا او دلبر جاناں"

(اور یہی اس ڈرامے کے لئے بیک گراؤنڈ میوزک بھی مہیا کرتی ہے جس وقت کیمرہ روشن خاں کے گھر کا منظر دکھاتا ہے' یہاں روشن خاں کا بستر ابھی بندھا پڑا ہے۔ ساتھ ہی چھوٹی سی ٹرنکی ہے۔ چولہا بجھا ہوا ہے لیکن وہ چارپائی پر بیٹھا آرام سے بینجو بجا رہا ہے چند سیکنڈ وہ بینجو بجاتا رہتا ہے پھر باداموں کے توڑنے کا شور اس کی طبیعت پر گراں گزرتا ہے وہ بندوق اٹھا کر باہر جاتا ہے)

کٹ

سین ۲ آؤٹ ڈور دن

(چھیماں کھیتوں میں پانی کی آڈ کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔اس نے ایک سفید لیلا گود میں اٹھا رکھا ہے۔عقب میں بینجو کی آواز آ رہی ہے)

کٹ

سین ۳ آؤٹ ڈور دن

(روشن خاں بندوق لے کر درختوں میں جارہا ہے درختوں پر شکار دیکھ کر فائر کرتا ہے پرندہ نیچے گرتا ہے کیمرہ پرندے کو فولو کرتا ہے۔)

کٹ

سین ۴ آؤٹ ڈور دن

(لیلیٰ کو دریا کنارے ایک پتھر سے باندھ کر کپڑوں سمیت چھیاں تالاب میں اترتی ہے وہ پانی میں تھوڑی دیر نہاتی ہے۔ اتنے میں فائر کی آواز آتی ہے پھر روشن خاں کچھ شکار اٹھائے کندھے پر بندوق لٹکائے تالاب کے پاس سے گزرتا ہے۔ اسے بالکل خبر نہیں ہے کہ چھیاں تالاب میں ہے' لیکن چھیاں آوازیں دیتی ہے۔ وہ تالاب کی طرف پیٹھ موڑ کر کھڑا ہوتا ہے اور چھیاں کی طرف ایک مرتبہ بھی مڑ کر نہیں دیکھتا۔)

چھیاں۔ اوہ بھائی...... بھائی اوئے...... ذرا سنیں...... اوئے ......

روشن۔ (پیٹھ کر کے) کیا بات ہے جننیئے ڈوبنے لگا ہے کم بخت؟

چھیاں۔ میرے کپڑے منڈے لے گئے ہیں۔

روشن۔ تو پدر سوختہ جب نہاتا ہے تو خبر گیری سے کپڑا مپڑا نہیں رکھ سکتا (پشت چھیاں کی طرف ہے)

چھیاں۔ رکھے تھے اس پتھر پر سکول کے لڑکے کپڑے لے کر نس گئے ہیں شیطان ....

روشن۔ اچا ام کو پتہ نئیں تم کیدھر رہتا ہے کل ادھر ہمارا چادر رکھ جانا پتھر پر۔ ام لے جائے گا خود بخود۔

(سر سے پگڑی اتار کر پتھر پر رکھتا ہے اور خود چلا جاتا ہے۔ کیمرہ اسے دور تک جاتا ہوا دکھاتا ہے۔ پھر کیمرہ واپس چھیاں پر آتا ہے۔ وہ چند ثانئے نہاتی رہتی ہے۔ پھر باہر نکل کر دوپٹہ نچوڑتی ہے۔ ہنستی ہے۔ کیونکہ اس نے تمام کپڑے پہن رکھے ہیں۔ پگڑی پتھر پر پڑی ہے۔ وہ پگڑی اٹھا کر سر پر رکھتی ہے اور پھر لیلے کو اٹھاتی ہے اور گھر کی طرف لوٹتی ہے۔ عقب میں بینجو کی آواز۔)

کٹ

سین ۵ ان ڈور رات

(وزیرا اپنے پلنگ پر لیٹا ہے۔ اس نے اپنے ماتھے پر کپڑا باندھ رکھا ہے سر درد ہو رہا ہے۔ چھیاں بھی

سونے کی تیاری میں ہے۔ لیلا اس کے پلنگ کی پائنتی کے ساتھ رسی سے بندھا ہے۔ وہ ستون کے ساتھ بندھے ہوئے چھکو میں روٹیاں رکھ کر پلنگ پر آکر بیٹھتی ہے اور تکیہ جھاڑتی ہے۔)

چھیاں... تیرا کیا حال ہے ابا- سردرد کا

باپ ... پتہ نئیں یہ آدھے سر کا درد تو پیچھا ہی نہیں چھوڑتا۔ سارے نانویں کے بادام توڑ کر کھا گیا ہوں اُنی وی کا فرق نہیں پڑا ابھی تک...... حکیم نے بھی اوکھا علاج ہی بتا دیا۔

چھیاں...... صبح سویرے ہل لے کر تہ چلا جایا کر ابویں ہمیں کون سا زمین کچھ دیتی ہے۔

باپ .... اور دن چڑھے ہل پھیرا کروں گا۔

چھیاں۔ شور زمین میں اب کچھ اُگنا ہے؟ خوا مخواہ ہڈیاں توڑتا ہے اپنی۔ رہنے دے۔ جی ناس کرتا ہے تو۔

باپ۔ (لمبی آہ بھر کر) تو پھر کیا کروں چھیاں۔ ساری عمر واہی بیجی کی۔ اب آخری عمر میں اور کیا کاروبار کروں۔

چھیاں۔ کہیں نوکری کر لے...... مزدوری

باپ۔ اپنے پنڈ میں تو کسی کی نوکری کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ چل سو جا تو...... فکر نہ کیا کر اللہ مالک ہے پتھر میں بھی خوراک دیتا ہے کیڑے کو۔

(چھیاں ناراض سی ہو کر باپ کی طرف پشت کر کے لیٹ جاتی ہے' لیکن سوتی نہیں۔)

چھیاں... (کچھ لمحے بعد) ابا؟

باپ... اوئے کیا ہے سو جا اب۔

چھیاں... اچھا

(چند ثانئے مکمل خاموشی)

چھیاں... سو گیا ابا؟

باپ... سونے دے تو سوؤں؟

چھیاں... ابا ساتھ والے گھر سے کھڑاک آتا ہے کوئی کرائے وار آگئے ہیں۔

باپ... اِس طالعاں کا بھی دماغ خراب ہے۔ کوٹھڑی کرائے پر چڑھا دی ہے۔

چھیاں... لیکن کس کو دیا ہے گھر کرائے پر۔ (اٹھ کر بیٹھتی ہے)

باپ... کوئی پٹھان ہے۔ سواتی لگتا ہے۔

چھیماں ...یہ تو اچھا ہوا ابا۔ اس کی بیوی سے میں پشتو سیکھ لوں گی۔ مجھے بڑا شوق اے۔

باپ ... ہفتے نہیں ہوا وہ آیا ہے اور توں پشتو بھی سیکھنے بیٹھ گئی اس سے۔

چھیماں .. ابا ساتھ والے گھر میں کوئی ہو تو اچھا رہتا ہے۔

باپ.....ہے ناں کملی کیا اچھا رہتا ہے؟

چھیماں ... ابا اس کے گھر سے ٹپ کے ہی چور آئیگا ناں۔ حفاظت ہوگی ہماری۔

باپ... حفاظت ہوگی! چل سو جا آرام سے۔ پاگل یہاں سے چور نے کیا لینے آنا ہے؟ غریبی؟ بیماری......برے دن۔ بوے نصیب......چور چور ہوتا ہے' کوئی پاگل نہیں ہوتا......جھلیئے

چھیماں .... لڑتا کیوں ہے ابا۔ نہ سہی

(کمر موڑ کر لیٹ جاتی ہے۔)

نہ سہی چلو......نہ آئے ہمارے قبضے میں چور اس کی مرضی

باپ ... سو جا..........رات بڑی گئی چلی ہے۔

(باپ آنکھیں بند کرتا ہے لیکن چھیماں ویسے ہی آنکھیں کھولے پڑی ہے۔ اب بینجو پر دلبر جانا کی دھن بجتی ہے۔ کیمرہ ساتھ والے گھر میں کٹ کر کے روشن خاں کو دکھاتا ہے۔ وہ چارپائی پر بیٹھا بینجو بجا رہا ہے۔ کیمرہ واپس چھیماں کے گھر میں آتا ہے۔ باپ گہری نیند سو رہا ہے۔ چھیماں اٹھتی ہے۔ پیروں سے پازیبیں اتارتی ہے۔ پلنگ پر رکھتی ہے۔ دبے پاؤں جا کر ایک چھوٹی سی سیڑھی اٹھاتی ہے اور اسے دیوار کے ساتھ لگاتی ہے۔ پھر ہولے ہولے احتیاط کے ساتھ سیڑھی چڑھتی ہے اور اوپر جا کر ذرا سا سر نکال کر ساتھ والے گھر میں دیکھتی ہے۔ روشن کی پشت چھیماں کیجانب ہے۔ وہ کچھ دیر حیرانی سے دیکھتی رہتی ہے۔ پھر کیمرہ باپ پر آتا ہے۔ وہ نیند سے جاگتا ہے)

باپ... چھیماں؟ کاکو!

چھیماں۔(سیڑھی پر سے) کیا ہے ابا؟

باپ ...(کہنی کے بل ہو کر) کیا کر رہی ہے وہاں۔

(چھیماں ... سیڑھی پر سے اترتی ہے اور قدرے غصے کے ساتھ)

چھیماں ... میں نے کیا کرنا ہے؟ کیا کر سکتی ہوں میں؟ خوامخواہ پیچھے نہ پڑ جایا کرایویں۔

(چھیماں آ کر لیٹ جاتی ہے۔ بینجو جاری رہتا ہے۔ اب چھیماں سو جاتی ہے لیکن باپ جاگ جاتا ہے۔ وہ سرہانے کے نیچے رکھے ہوئے تنکے سے دانت کریدتا ہے اور سوچتا ہے۔)

کٹ

سین ٦ ان ڈور دن

(آڑھتی عمر دین کی دکان۔ تولنے والا بڑا کنڈا لگا ہوا ہے۔ ایک طرف بہت بڑا ڈھیر روئی کا پڑا ہے اور ایک مزدور روئی کنڈے میں ڈال کر تولتا ہے' پھر روئی بوری میں بھرتا ہے۔ ایک دیہاتی عورت سُتلی کے ساتھ بند بوریاں سی رہی ہے۔ آڑھتی لوہے کی کرسی پر بیٹھا ہے اور حساب کر رہا ہے۔ پاس تخت پوش پر چھیماں کا باپ وزیر بیٹھا ہے۔)

وزیر ... بس آڑھتی جی......اب روح نہیں مانتی۔

آڑھتی .. ایسے ہی وزیریا دل میلا نہیں کرتے۔ کھیتی باڑی میں اونچ نیچ' گرم سرد ہوتی ہے۔

وزیر .. میرے لئے اب دھرتی کو دینے کے لئے کچھ نہیں آڑھتی عمر دین جی......کچھ زمین بیع رکھ دی......کچھ زمین دریا برد ہو گئی۔ بارہ کلے جو بچی ہے اس میں شور اٹھ رہا ہے۔

آڑھتی ... (مزدور سے) اوئے دھیان سے تول......ہاتھ کو کوڑھ چلا ہوا ہے۔ روئی تول رہا ہے کہ لوہا۔ پکا ہاتھ ڈال۔

وزیر ... آپ آڑھتی جی ایک خط لکھ دیں میرے بھائی کے نام۔

آڑھتی ... کس کے نام؟

وزیر ... بھاکبیر کے نام وہ چونکیدارا کرتا ہے لاہور میں

آڑھتی .. اچھا؟ لے میں سمجھا تھا کراچی چلا گیا

وزیر.. لہور کے ایک سکول میں چونکیدار ہے بھاکبیر پچھلے چار سال سے اس کا خط آیا تھا کہ اسے ایک اچھی نوکری مل گئی ہے گتا فیکٹری میں......وہ مجھے چونکیدارے پر لگوا سکتا ہے ہیڈ ماسٹرنی جی سے کہہ کر۔

آڑھتی...یہ تو اچھی بات ہے۔ اوئے ایک ہی طرف سے روں نہ تنی جا فضل محمد۔ ہاں جی تو وزیرا چونکیدارے کے لئے چلا ہے لہور شہر۔

وزیر ... اور کیا کروں آڑھتی عمر دین جی۔ اللہ نے جہاں چوگا کھلار دیا ہے' وہاں سے تو چگنا پڑے گا۔ یہ خط پڑھ لئیں بھاکبیر کا' دو ہفتے ہوئے آیا تھا۔

(خط آڑھتی کو دیتا ہے۔ وہ پڑھتا ہے۔ ساتھ ہی بوری سینے والی مائی کی طرف بھی دیکھتا ہے۔)

آڑھتی... اماں وڈی......دھیان سے توپے مار' دھیان سے، رُوں نے بڑی دور جانا اے۔ سات سمندر پار۔ تیرے سر درد کا کیا حال ہے وزیریا؟

وزیر... سردائی گھوٹ گھوٹ کر مرگیاہوں۔ کوئی آرام ہی نہیں آتا۔
آڑھتی۔۔ دیکھ لے جاکر چونکیدارا کرلے گا؟
وزیر... کیوں اس میں کیا مشکل ہے۔ ساری رات کھنگارتا پڑتا ہے۔ ڈنڈا کھڑکانا ہے۔ یہ کام تو میں یہاں بھی کررہاہوں۔

کٹ

سین ۷ ان ڈور دن

(چھیماں اپنے گھر میں دیوار سے سیڑھی لگائے کھڑی ہے۔ پھر وہ دبے پاؤں سیڑھی پر چڑھتی ہے۔ اوپر جاکر چوری چوری ساتھ والے گھر میں جھانکتی ہے۔ ساتھ والے گھر میں اس وقت روشن خاں چولہے میں آگ جلارہا ہے۔ پھونکنی سے چولہے میں پھونک مار رہا ہے۔ بہت سی راکھ اڑ کر اس کی آنکھوں میں پڑتی ہے۔ چھیماں کھلکھلا کر ہنستی ہے۔ کیمرہ روشن کے پوائنٹ آف ویو سے چھیماں کو دکھاتا ہے۔ لیکن چھیماں کا صرف ماتھا نظر آتا ہے۔ روشن آنکھیں ملتا ہے۔ چھیماں ہنستی ہوئی سر دیوار سے نیچا کرتی ہے)

روشن۔ اوہ تم کیسا ہے۔ دوسروں کا گھر میں جھانکتا ہے؟ تم کو کچھ عقل نہیں سکھلایا تمہارا خاندان نے۔
(کیمرہ چھیماں کی طرف آتا ہے۔ وہ ہنستی ہوئی اپنے باورچی خانے میں جاتی ہے اور توے پر روٹی ڈالتی ہے اس وقت ایک چھوٹا سا لڑکا آتا ہے)

لڑکا...... چاچا وزیر کدھر ہے؟

چھیماں...... ہائے ہائے نہ سلام نہ دعا۔ نہ حال نہ چال۔ پڑتے ہی تجھ کو بتاؤں چاچا وزیر کدھر ہے؟

لڑکا...... حکیم صاحب نے یہ عرق بھیجا ہے۔ اور ساتھ کہا ہے چودہ بادام قشیر کر کے ساتھ کھانے ہیں ایک ایک خوراک کے

چھیماں...... ہمارا کوئی باداموں کا باغ ہے ہر دوا کے ساتھ بادام۔ ہر خوراک کے ساتھ بادام

لڑکا...... اچھاجی سلام علیکم

چھیماں...... رک رک وڈا کاہلا۔ لے یہ ہمارے ساتھ والے گھر میں دے آ

(ایک چھابے میں کچھ روٹیاں اور کٹورے میں سالن ڈال کر چھابے میں رکھتی ہے)

لڑکا...... میرے پاس وقت نہیں ہے

چھیماں...... کیوں؟ تونے جھونے کو پانی لگانا ہے۔ فٹے منہ۔ طالعاں ماسی کا کرائے دار۔ پردیسی ہے وچارہ لے دے آ۔ ثواب کا کام ہے۔

لڑکا...... مجھے ڈر لگتا ہے۔

چھیماں...... یہ ہوتا ہے نتیجہ حکیموں کے پاس اٹھنے بیٹھنے کا۔ آدمی بزدل ہوجاتا ہے۔

لڑکا...... (ایک دم انا کا مسئلہ بن جاتا ہے) میں کوئی بزدل تو نہیں...... ایویں

چھیماں...... تو پھر جا۔ وچارا پردیسی ہے کون جانے ہماری بولی بھی نہ جانتا ہو۔

لڑکا...... اچھاجی پھڑائیں

چھیماں...... ہائے اس طرح کسی کا کام کرتے ہیں

(لڑکا ہاتھ بڑھا کر چھابہ پکڑتا ہے اور جاتا ہے چھیمو سرہلا کر لوٹتی ہے)

چھیماں...... کھڈا کھانہ ہووے تے

کٹ

سین ۸ آوٹ ڈور دن

(پٹھان لوگ گندھی ہوئی مٹی سے ایک خاص قسم کی دیوار بناتے ہیں۔ بیلچے سے مٹی ڈالتے جاتے ہیں اور اسی کو پکا کرتے جاتے ہیں۔ ایسی دیواریں دیہاتوں میں گھروں کے ارد گرد احاطہ متعین کرنے کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ اس وقت بشیرا مکمل دیوار پر بیٹھا ہے اور گنا چوس رہا ہے۔ روشن اس وقت دیوار بنانے میں مشغول ہے اور ساتھ ہی وہ بشیرے سے باتیں کر رہا ہے)

روشن......وئی وئی تم نہیں سمجھتا۔ ہمارا والد صاحب ادھر منگورا میں تھا۔ ام کو اس نے چٹھی لکھا کہ تم روشن خاں ادھر جاؤ رزق کا تلاش میں۔ سو ام آگیا ادھر۔

بشیرا......منگورا کدھر ہے روشن خاں۔

روشن......احمق ہے تم۔ آپ کا تمہارا اپنا ملک میں منگورا ہے۔ تم نہیں جانتا؟

(بشیرا نفی میں سرہلاتا ہے)

روشن......اچھا تو تم جانتا اے کہ تھانہ کدھر ہے؟

(بشیرا نفی میں سرہلاتا ہے)

روشن......اوہ تو تم کیا جانتا ہے؟ صرف گدھا کا سواری کرنا جانتا ہے۔ گنا منا کھانا جانتا ہے؟ دوسرا بچوں کا ساتھ لڑائی مڑائی کرنا جانتا ہے۔ آتھو (تھوکتا ہے)

بشیرا......نہیں۔ مینوں یہ بھی پتہ ہے کہ تم سوات کا رہنے والا ہے۔ تمہارا اور کوئی بھائی بہن نہیں ہے۔ تم نسوار کھاتا ہے اور تمہارے پاس بندوق ہے۔

روشن......تم کو ہمارا نسوار کا کتنا پتہ ہے۔ اور تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ تھانہ کدھر ہے؟

بشیرا......سوات میں ہے اوہ کدھر ہے؟

روشن......اٹک جانتا ہے؟

بشیرا......ہاں جی اٹک کا پتہ ہے۔ وہاں بہت بڑا پل ہے۔

روشن......ہاں تو اٹک سے آگے نو خار...... صوابی مردان۔ پھر آتا ہے تخت پھر درگے۔

بشیرا......اس کے آگے مالا کنڈ ایجنسی اور تھانہ

روشن......پدر سوختہ۔ جب تم کو معلوم اے راستہ تو پھر تم ام سے کیسا پوچھتا ہے سوال؟

بشیرا......لالہ روشن۔ یہ جو منگورا اے یہ تھانہ سے کتنا دور اے؟

روشن......آام تم کو بتاتا اے...... تھانہ سے سیدو شریف قریباً زیادہ سے زیادہ بیس میل اے۔ اس سے آگے پانچ سات میل منگورا اے۔

بشیرا......اب تم ایہیں رہو گے ناں لالہ؟

روشن......لالہ کی جان۔ یہ مشکل امر ہے۔ ادھر اتنا روزی نہیں اے۔ یہ دیوار ختم ہو جائے تو ام جائیگا ایک دم۔

(بیٹھ جاتا ہے)

بشیرا......(دیوار سے اچھل کر پاس آتا ہے اور محبت سے روشن خاں کے پاس بیٹھتا ہے) کیوں لالہ روشن خاں؟

روشن......ادھر۔ جیدھر ام رہتا ہے ادھر سارا دن ہمارا ساتھ والا گھر میں بادام توڑتا ہے۔

بشیرا......میں انہیں منع کر دوں گا' چاچا وزیر کو۔

روشن......گرمی ادھر بہت ہے......ام گرمی کا باشندہ نہیں ہے بشیر یار۔

بشیرا......میں بھی تو گرمی میں رہتا ہوں۔

روشن......براجی اصل بات یہ ہے کہ ہمارا والد صاحب میں ہمارا دل ہے۔ ام اس کے بغیر زیادہ دیر نہیں رہ سکتا۔ اس نے حکم دیا ام آگیا۔ اب دیوار ختم ہو گیا اے' ام چلا جائے گا۔

بشیرا......پھر کب آؤ گے لالہ؟

روشن......یہ تو دانہ پانی کا اختیار ہے۔ قسمت کا بات ہے سارا۔ ہمارا والد صاحب بڑا نورانی آدمی ہے۔ یہ لمبا لال ڈاڑھی ہے۔ نیلا شفاف پانی جیسا آنکھیں ہیں۔ وہ بولتا اے روشن خاں ایسا زندگی مت بسر کرو جیسے پہاڑی پتھر پہاڑی نالہ میں بہتا ہے۔

بشیرا......کیسے لالہ۔

روشن ...... پہاڑی چشمہ جب بہتا ہے تو زور سے بہتا ہے۔ پتھر پانی کا زور نہیں مانتا...... سر ٹپک ٹپک کر چلتا ہے۔ ہمارا والد بولتا اے...... بڑا دیندار اے ہمارا والد صاحب۔ وہ کہتا ہے روشن خاں زندگی کا بہت زور اے...... پہاڑی چشمہ جیسا۔ اس میں پتھر نہیں بنتا...... یراجی اس میں خس وخاشاک کی طرح پانی کا سینہ پر سفر کرنا ہے...... انشاءاللہ۔

بشیرا...... کیسے لالہ؟

روشن...... کیسا لڑکا اے تم بشیر...... ام کو بھی باتوں میں لگاتا ہے یکدم۔

(جلدی سے اٹھ کر پھر سے دیوار بنانے لگتا ہے۔ عقب میں پٹھانی گیت رواں ہوتا ہے)

کٹ

سین ۹ ان ڈور رات

(اس وقت وزیر حقہ لیکر پلنگ پر بیٹھا ہے۔ پھیاں لالٹین صاف کر کے بتی جلا کر اسے ایک ستون کے ساتھ لٹکاتی ہے)

وزیر...... بھا کبیر کا خط آگیا ہے پھیاں۔ وہ مجھے سکول میں چونکیدار رکھوا دے گا۔

پھیاں...... تو تو سارا دن سوئے گا چونکیدارے کے بعد...... میں کیا کروں گی سکول میں ابا؟

وزیر...... لے تو میرے کپڑے دھونا۔ صفائی کرنا۔ روٹی پکانا۔

پھیاں...... لے میں نے کوئی نہیں جانا ابا لہور شہر۔

وزیر...... کیوں لہور شہر کتا ہے۔ بھوں بھوں کر کے کاٹتا ہے تجھے۔

پھیاں...... مجھے ڈر لگتا ہے ابا۔ شہری بڑے چالاک ہوتے ہیں۔ وچارے میرے تیرے جیسے ماتھڑوں کو ویچ کھاتے ہیں۔

وزیر...... کجھ وہم نہ کر پھیاں۔ اللہ اچھی کرے گا۔ کچھ تو سر بندھ ہو گیا ہے روزی کا۔ بھلی گزراں ہو جائے گی وہاں۔

پھیاں...... ابا۔ میں نمبردار کے گھر کام کر لوں گی۔ نمبردارنی نے بلایا ہے مجھے۔

وزیر...... نہ۔ نہ۔ (دکھ کے ساتھ) اس چک 72 میں تیرے پیو دادے کی بڑی عزت اے۔ یہاں نوکری چاکری مزدوری نہیں ہو سکتی کملیے۔

پھیاں...... ابا جو وہاں کوئی اور روگ لگ گیا ہم دونوں میں سے کسی کو...... ہاں؟ پھر بھلا کون پوچھے گا ہم دونوں کو۔

وزیر...... یہاں جو آدھے سر کی پیڑ رہتی ہے مجھے تو کون سے سارے پنڈ والے میرے ساتھ جپھیاں ڈال کر بیٹھے رہتے ہیں۔

.(غصے سے لالٹین اٹکاتی ہے اور پھر ساتھ والے گھر کی طرف لگی ہوئی سیڑھی پر چڑھتی ہے)

وزیر...... پھیاں! اوئے پھیاں۔ پاگلے کیا کر رہی ہے؟

پھیاں...... بس۔ میں نے تجھے بتا دیا ابا۔ جانا ہے تو اکیلا چلا جا۔ میں تیرے ساتھ نہیں جاؤں گی۔

وزیر...... اتر آ بے وقوفے۔ کسے کے گھر میں جھاتی نہیں مارتے۔

(اب کیمرہ پھیاں کے پوائنٹ آف ویو سے دیوار کے اوپر سے روشن خاں کا گھر دکھاتا ہے۔ یہاں کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔ گھر بالکل خالی پڑا ہے۔ چولہا ٹھنڈا پڑا ہے۔ ادھر ادھر کاغذ اور چھوٹی موٹی چیزیں بکھری پڑی ہیں۔ پھیاں آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترتی ہے اور آخری سیڑھی پر بیٹھتی ہے)

وزیر...... اتر آ۔ اور سامان باندھ پھیاں۔ سٹیشن تک پہنچنے میں بھی وقت لگے گا۔

(اس وقت بشیرا آتا ہے)

بشیرا...... چاچا وزیر تم کو حکیم جی بلاتے ہیں۔

وزیر...... لے پھیاں۔ میں ابھی آیا۔ تو بیٹے سامان باندھنے میں ڈھیل نہ کرنا۔

(جاتا ہے)

پھیاں...... اچھا ابا۔

بشیرا...... سلام علیکم باجی جی۔

پھیماں......وعلیکم۔ آگئے خیر سے۔

بشیرا......مجھے توشام کو حکیم جی نے کہا تھا، لیکن میں لالہ روشن کو ٹیشن چھوڑنے چلا گیا تھا۔

پھیماں......اچھا تھا تیرا لالہ بھی۔ کسی کی پروا نہیں۔

بشیرا...... نہیں باجی جی۔ مجھے تو وہ بڑا پیار کرتا تھا۔ دیکھیں یہ گھڑی مجھے دیکر گیا ہے لالہ۔

چھیماں......ہاں بھئی۔ تیری اس کی تو دوستی تھی...... ہم تو بیچ میں ایویں......

بشیرا......وہ آپ کا بھی شکریہ ادا کر رہا تھا لالہ روشن خاں۔

چھیماں......وہ کس بات کا؟

بشیرا......لالہ کہہ رہا تھا، بشیرا میں نے ساتھ والوں کو کبھی نہیں دیکھا لیکن تم شکریہ ادا کر دینا۔ مہمان کا اچھا خیال کیا۔

چھیماں...... (دکھ سے) اور اس نے بھی اچھا خیال کیا۔ جاتے ہوئے ہی پہلی بار مل جاتا۔

کٹ

سین ۱۰ آؤٹ ڈور دن

(پرانے یکے پر پھیماں اور اس کا باپ وزیر جا رہے ہیں۔ ایک دو گٹھڑیاں، چھوٹی سی ٹرنکی اور پھیماں کی گود میں سفید لیلا۔ پھیماں نے سر پر چادر نہیں رکھی ہے اور وہ حسرت سے اپنے گاؤں کی جانب دیکھتی ہے۔ ایک ٹیلے پر بشیرا کھڑا ہے۔ وہ جاتی ہوئی پھیماں اور تانگے کو دیکھتا ہے اور اسی کے پوائنٹ آف ویو سے تانگہ نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ عقب میں وہی پشاوری دھن بجتی ہے)

کٹ

سین ۱۱ ان ڈور رات

(گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کی لمبی باڑھ نظر آتی ہے۔ اس میں جگہ جگہ اونچے اونچے درخت لگے ہیں۔ پھر ایک گیٹ ہے۔ گیٹ کے باہر ایک بنچ پڑا ہے اور گیٹ کے اندر بھی ایک بنچ دھرا ہے۔ رات کا وقت ہے۔ دور چوکیدار کی سیٹی بجتی ہے۔ کچھ فاصلے سے پھیماں اور وزیر تھکے ہارے سامان اٹھائے باڑھ کے ساتھ ساتھ چلے آرہے ہیں۔ پھیماں کے سر پر گٹھڑیاں ہیں۔ اور رسی کے ساتھ لیلا بندھا ہے جس کا ایک کنارہ اسکے ہاتھ میں ہے۔ دونوں سکول کے پھاٹک کے پاس آکر رکتے ہیں۔ وزیر اور پھیماں جیسے سٹیشن سے پیدل چل کر آرہے ہیں۔ وزیر تالے کی زنجیر کھٹکھٹاتا ہے۔ پھر آواز دیتا ہے)

وزیر......بھاکبیر۔ کبیر......بھاجی......

پھیماں...... (زور سے) چاچا......چاچا کبیر۔

وزیر......اوئے چپ کر جھلی۔ دیکھتی نہیں رات کا وقت ہے۔ کوٹھیوں میں لوگ سو رہے ہیں۔

پھیماں......تو فیر میں کیا کروں ابا۔ مجھے بھوک لگی ہے۔

وزیر...... (پھر زور سے آواز دیتا ہے) کوئی ہے؟ اوئے کوئی بندہ پرندہ ہے یہاں......بھاکبیر۔۔۔

(بنچ کی طرف اشارہ کر کے)

تو یہاں بیٹھ جا پھیماں۔ ساہ لے لے۔

(پھیماں بنچ پر بیٹھ جاتی ہے۔ وزیر پھر آوازیں دیتا ہے اور زنجیر ہلاتا ہے۔ دور سے سیٹی کی آواز آتی ہے۔ اس وقت روشن خاں کچھ فاصلے سے بولتا ہوا چلا آتا ہے۔ اس نے ملیشیا کا سوٹ، سر پر طرہ دار پگڑی، کندھے پر کارتوس اور ہاتھ میں بندوق ہے)

روشن...... (بولتا ہوا آتا ہے) جب تم لوگ کو پتہ اے، خبرا ے، داخلہ بند اے

پھر بھی تم پیچھا نہیں چھوڑتا...... رات کو بھی کوٹھی پر حملہ کرتا ہے۔ سفارش کے ساتھ...... کیسا لوگ ہے تم۔ اوہ بابا تم کیدھر گھستا آتا ہے۔ یہ سکول اے۔ لڑکی مڑکی کا۔ کوئی خیرات خانہ نہیں اے۔

(پُھیماں روشن خاں کو پہچانتی ہے لیکن ہلکی سی مسکراہٹ سے زیادہ اس کا ردعمل نہیں ہوتا)

وزیر...... خانصاحب ہم بڑی دور سے آئے ہیں۔

روشن...... سارا فقیر یہی جملہ بولتا ہے۔ جاؤ بابا معاف کرو۔ خدا قسم یہ کوٹھی نہیں اے۔ سکول اے سکول۔

وزیر...... یہاں پر میرا بھائی کبیر دین چونکیدارا کرتا تھا۔

روشن...... وہ تو چلا گیا۔ ایک ہفتہ ہو گیا۔ ایدھر سے کوارٹر خالی کر گیا۔

پُھیماں...... (بنچ سے اٹھ کر) ہائے تو اب ہم کیا کریں ابا؟

روشن...... کبیر کا نوکری پر تو اب ام آیا اے۔

وزیر...... کہاں گیا ہے کبیر؟

روشن...... کیا خبر کدھر گیا ہے خدائی خوار۔ کسی گتا متا فیکٹری میں چلا گیا اے۔

پُھیماں...... تم خانصیب ہم کو اس کا پتہ شتہ لکھ دو۔ دیکھو ناں ہم دونوں پردیسی ہیں اور یہاں ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

روشن...... اوہ تو تم کو کس نے مشورہ دیا تھا ایدھر آنے کا۔ ہمارا پاس کسی کا کوئی ایڈریس نہیں ہے۔ تم صبح آکر بابو جی سے پوچھو۔ وہ رجسٹر وغیرہ کھول کر بتا سکتا ہے خوشی سے۔

وزیر...... لیکن اس وقت۔ اتنی رات گئے...... اس جوان جہان کے ساتھ کدھر جاؤں خان صاحب؟

روشن جب تم اپنا گھر سے الوداع کہہ کر چلا تھا۔ اس وقت یہ بات سوچنا تھا۔ زنانی منانی کے ساتھ چل نکلتا ہے تو اب یہ ہمارا قصور تو نہیں ہے۔ ام اپنا عورت لوگ کو لے کر نہیں نکلتا۔ جاؤ بابا معاف کرو۔ ہمارا وقت قیمتی اے لڑائی جھگڑا کے لیے نہیں اے۔

(روشن لڑتا ہے پُھیماں اور وزیر جیسے پہلے ہی دل برداشتہ ہو چکے ہیں)

وزیر...... خان صاحب تم نے مجھ کو پہچانا نہیں ہم تمہارا گوانڈی تھا گاؤں میں۔

روشن...... جب ام ڈیوٹی پر ہوتا ہے تو ام کسی کو نہیں پہچانتا۔

وزیر...... چل پُھیماں بیٹی۔ ٹیشن پر چلیں۔

پُھیماں...... پھر ابا اتنی دور۔ پھر سے۔

وزیر...... پھر اور کیا کریں؟

(دونوں چلنے لگتے ہیں۔ یکدم جیسے روشن کو ترس آجاتا ہے۔ وہ پھاٹک کھول کر آواز دیتا ہے)

روشن...... اوہ کیدھر جا رہا ہے؟ مڑا سنو ہمارا بات۔

(وزیر اور پُھیماں رکتے ہیں)

ٹھیک اے ہمیں پھاٹک کھولنے کا حکم نہیں، پر عورت ذات ساتھ ہے۔

روشن...... (پھاٹک کھولتے ہوئے) یرا جی تم کتنا احمق ہے۔ رات کا وقت کیدھر جا رہا ہے زنانہ سواری کے ساتھ۔

(دونوں واپس آتے ہیں)

روشن...... تم کبیر دین کا رشتہ دار اے؟

پُھیماں...... چاچا ہے میرا۔ سکا......

روشن...... (ٹوک کر) او تم بیچ میں مت بولو۔ تم کو مالوم نہیں اے...... آؤ میرے ساتھ۔

(دونوں اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں)

روشن...... کبیر کا کوارٹر خالی اے۔ ام رات کا رات تم کو اس میں ٹھہرائے گا۔ صبح رخصت کر دے گا۔ سکول کا احاطہ میں ام کو کسی کو ٹھہرانے کا حکم نہیں اے۔

فیڈ آؤٹ

سین ۱۲ ان ڈور دن

(ہیڈ مسٹرس کا دفتر۔ قائداعظم اور علامہ اقبال کی بڑی بڑی تصویریں ہیڈ مسٹرس کی کرسی کے پیچھے آویزاں ہیں۔ میز پر ایک بڑا سا گلوب ہے۔ یہ ایک دبدبے والی ہیڈ مسٹرس ہے۔ عمر چالیس کے لگ بھگ ہے، لیکن غیر شادی شدہ ہے۔ اس وقت ہیڈ مسٹرس صاحبہ نے کلف شدہ کاٹن کی ساڑھی پہن رکھی ہے۔ گدی پر جوڑا جما ہوا ہے۔ کلائی پر گھڑی کے علاوہ اور کوئی زیور نہیں ہے۔ اونچی پنسل ہیل کی سینڈل ہے۔ وہ عموماً دائیں ہاتھ کی انگلی نکال کر بات کرتی ہے۔ اور جب کبھی ہاں کہتی ہے تو ہاں کے ساتھ چہرہ خوب وثوق کے ساتھ ہلاتی ہے۔ اس کے الفاظ میں صفائی اور تحکمانہ پن ہے۔ اس وقت ہیڈ مسٹرس مس زمان کے پاس بابوجی کھڑے ہیں۔ بابوجی کی ساری عمر کلرکی کرتے گزری ہے۔ وہ اصولوں کی پابندی میں اس قدر دور نکل چکے ہیں کہ اب رکاوٹ پیدا کئے بغیر ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتے)

بابو...... نہیں میڈم اوڈیٹر اس بات کے مجاز نہیں ہیں کہ وہ ایسی اجازت دیں۔

زمان...... دیکھئے بابوجی۔ اس بار میں نے ڈی ڈی پی آئی سے بھی پوچھا تھا کہ ہم بیڈمنٹن کورٹس کا خرچہ یونین فنڈ سے لے سکتے ہیں۔

بابو...... گیمز فنڈ میں سے لے سکتے ہیں، یونین فنڈ میں سے نہیں۔

زمان...... مجھے خود اوڈیٹرز نے کہا تھا کہ کبھی کبھار یہ ہو سکتا ہے۔

بابو...... دیکھیں میڈم۔ پھر وہی سالانہ پڑتال کے وقت آبجکشن لگائیں گے، جیسے پچھلے سال ہوا تھا۔

زمان...... کیا ہوا تھا پچھلے سال؟

بابو...... پچھلے سال وہ خود کہہ گئے تھے کہ جو سامان رائیٹ آف ہو گیا ہے، وہ آپ نیلام کر سکتی ہیں۔ اس بار انہوں نے آبجکشن لگایا ہے کہ پہلے سامان کو دکھایا جائے، ان سے آسس کرایا جائے، پھر نیلام کرایا جائے۔

زمان...... (زچ ہو کر) اچھا بابوجی۔

(اس وقت ذرا سا دروازہ کھول کر مس سر نکالتی ہے)

مس...... مس زمان میں اندر آ سکتی ہوں؟

بابو...... میں جاؤں میڈم؟

زمان...... (قدرے غصے سے) ہاں جائیے بابوجی۔ جب آپ کوئی مسئلہ ہی سلجھا نہیں سکتے تو جائیے پلیز۔

(کلرک پنسل سے سر کھجاتا جاتا ہے۔ مس آگے آتی ہے)

مس...... میڈم وہ تین لڑکیاں آئی ہیں۔

میڈم...... (کچھ سوچتے ہوئے) کونسی تین لڑکیاں۔

مس...... جی...... جن کو...... جو جی پرائیز ڈسٹری بیوشن پر انعام لینے نہیں آئی تھیں۔

میڈم...... اس وقت؟

مس...... جی یہی ان کا فری پیریڈ ہے۔

زمان...... بلائیے۔

(اس وقت تین چھوٹی چھوٹی بچیاں اندر آتی ہیں۔ ایک پری بنی ہوئی ہے۔ اس نے سفید فراک اور سر پر بھی سفید جالی کا دوپٹہ لگا رکھا ہے۔ چھوٹا سا تاج سر پر ہے اور ہاتھ میں چھوٹی سی چھڑی پر ایک چمکدار ستارہ پکڑ رکھا ہے۔ دوسری لڑکی سواتی لباس میں ہے اور تیسری لڑکی نے سندھی لباس پہن رکھا ہے)

زمان...... اوہو یہ تو فینسی ڈریس میں آئے ہیں بچے۔

مس...... جی ان کی خواہش تھی کہ جن ڈریسز پر انہیں انعام ملے ہیں، ان ہی میں یہ انعام وصول کریں۔

(مس زمان ایک میز کی طرف جاتی ہے۔ یہاں تین پیکٹ ہرے، لال اور پیلے گڈی کاغذ میں لپٹے ہوئے اور جن کے اوپر گوٹے کی بندش ہے ——— یہ بچوں کی کتابیں ہیں۔ اب مس زمان ٹیبل کے پاس کھڑی ہوئی ہے)

مس...... روبینہ صدیقی فرسٹ پرائز۔

(سواتی لڑکی آگے بڑھ کر اپنا انعام زمان سے وصول کرتی ہے۔ اس وقت دروازہ کھول کر روشن خاں اندر آتا ہے لیکن بولتا نہیں)

مس...... شاہدہ اکرم سیکنڈ پرائز۔

(سندھی لڑکی آتی ہے)

مس...... اور مسرت عظیم انعام حوصلہ افزائی۔

(تیسری لڑکی جب انعام لینے جاتی ہے، اس وقت روشن خاں بولتا ہے)

روشن ...... سلام علیکم میڈم۔ اگر تم فری ہو گیا ہے تو ام ایک ضروری معاملہ تم کو بتائے گا۔

تینوں بچے ...... تھینک یو میڈم۔

مس ...... تھینک یو مس زمان۔

(بچیاں اور مس جاتی ہیں۔ میڈم اپنی سیٹ پر جاکر بیٹھتی ہے۔ روشن خاں پاس آتا ہے)

روشن ...... وہ اپنا کبیر دین کا بھائی آگیا ہے جی ادھر اپنے گاؤں سے۔ کوارٹر میں بیمار پڑا ہے۔

زمان ...... اس کو کوارٹر میں رہنے کی اجازت کس نے دی؟

روشن ...... اجازت مجازت کسی نے نہیں دی جی۔ ام نے اس کو ٹھہرایا ہے عارضی طور پر۔

زمان ...... دیکھو روشن خاں ہم کسی کو سرکاری کوارٹر میں ٹھہرا نہیں سکتے۔ یہ غیر قانونی بات ہے۔

روشن ...... آجی۔ ام نے اس کو بولا تھا لیکن وہ ایسا احمق ہے 'ادھر آکر بیمار پڑ گیا۔

زمان ...... (پرس کھول کر) یہ دس روپے اس کو دو اور کہو واپس گاؤں میں جاکر بیمار پڑے۔

روشن ...... او تم سمجھا کرو میڈم۔ وہ فقیر نہیں اے۔ روزی کی تلاش میں آیا اے۔ نوکری موکری ڈھونڈتا ہے۔

زمان ...... (مسکرا کر) اچھا تو تم نوکری چھوڑو۔ ہم اسے رکھ لیں گے کبیر دین کی جگہ۔

روشن ...... ام تو قیامت تک ادھر رہے گا۔ ہمارا چاچا صاحب نے ام کو کالام سے خط لکھا تھا کہ ام ادھر چلا جائے۔ ام نہیں گیا...... تو کس واسطے؟

زمان ...... تو پھر اب کیا ہو سکتا ہے؟ نوکری کی جگہ تو پر ہو گئی ہے روشن خاں۔

روشن ...... تم اس کو مائی رکھو میڈم۔

زمان ...... کبیر دین کے بھائی کو؟

روشن ...... نہ جی۔ یہ اجی۔ اس کا بیٹی ہے۔ اچھا تگڑا ہے۔

زمان ...... بابو جی کو بلاؤ۔ کوئی ویکنسی ہے؟

روشن ...... ہے جی۔ ہے جی۔ بابو جی نے ام کو بتایا ہے۔ مائی عمری کا جگہ خالی ہے۔

زمان ...... تم بابو جی کو بلاؤ۔

روشن ...... آجی۔ ام بلاتا ہے۔ بلائے گا کیوں نہیں۔
ابھی لاتا ہے جی۔ بابو جی کو بلا کر انشاء اللہ۔

ڈزالو

سین ۱۳   ان ڈور   رات

(سرونٹ کوارٹرز۔ دو کوارٹر ساتھ ساتھ ملے ہیں۔ ان میں ایک چھوٹی سی دیوار ہے۔ ایک گھر میں پھپھاں اور وزیر کی رہائش ہے اور دوسرے گھر میں روشن خاں رہتا ہے۔ دیوار اس قدر چھوٹی ہے کہ آر پار آسانی سے دکھائی دیتا ہے اور بات ہو سکتی ہے۔ اس وقت پھپھاں کے آنگن میں وزیر پلنگ پر لیٹا ہے اور پھپھاں جھاڑو پھیر رہی ہے)

وزیر ...... مجھے کسی ڈاکٹر حکیم کو دکھا پھپھاں۔ میں نے کوئی ٹھیک شیک نہیں ہونا۔

پھپھاں ...... ابا۔ اب میں تجھے کہاں لیکر پھروں۔ اللہ آرام دے گا آپی۔ جس نے بخار چڑھایا ہے' وہی شفا دے گا۔

وزیر ...... یہ بخار آپی اترنے والا نہیں پھپھاں۔ مجھے کسی سیانے پاس لے چل۔

پھپھاں ...... اچھا ابا۔

وزیر ...... روز اچھا کہہ دیتی ہے۔ کسی طرف لے جاتی نہیں۔ پھر ٹھنڈ لگ رہی ہے مجھے۔

پھیماں...... تو ابا تجھے کون کہتا ہے کہ سورج ڈوبے پر بھی باہر پڑا رہا کر...... چل اٹھ کر اندر لیٹ۔

وزیر...... اچھا۔ اچھا۔ (جاتے ہوئے) اور دونوں وقت مل رہے ہیں۔ تو بھی جھاڑو پھیرنا چھوڑ دے پھیماں۔

پھیماں...... ہلا ہا ہلا۔ یہی تو وقت ہوتا ہے میرے پاس ڈیوٹی کے بعد۔ ایک تو پتہ نہیں تجھے سمجھ کیوں نہیں آتی؟ (ناراضگی کے ساتھ) ہر وقت نصیحت' ہر وقت نصیحت۔

(اس وقت روشن خاں اپنے کوارٹر کے دروازے میں آکر کھڑا ہوتا ہے اور نسوار کی ڈبیا جیب سے نکال کر نسوار لیتا ہے)

روشن...... اوہ تم کیسا بیٹی ہے۔ باپ کا بات کا برا مانتا ہے۔ احمق ہے' نالائق ہے سراسر۔

پھیماں...... ابے کی عادت ہے روشن خاں۔ بولی جاتا ہے۔ بولی جاتا ہے۔ خواہ مخواہ۔

روشن...... ہمارا والد صاحب اتنا رعب والا آدمی ہے۔ وئی وئی جب وہ پہاڑی سے اترتا ہے تو اس کا لال نورانی ڈاڑھی میں سورج چمکتا ہے۔

پھیماں...... زیادہ اپنے والد صاحب کی وڈیائی نہ کیا کر۔ آدمی اوچھا لگتا ہے۔

روشن...... اوہ تم چپ کر پھیماں۔ ام اپنا والد صاحیب کے خلاف ایک حرف نہیں سن سکتا۔

پھیماں...... مجھ کو کیا پڑی ہے تمہارے پیو کو کچھ کہنے کی' ہاں۔

روشن...... پیو تمہارا اے۔ ہمارا والد صیب ہے۔

پھیماں...... ہاں بھائی تیری ہر چیز ہی وکھری ہے۔
بندوق جی۔ نسوار جی۔ باجہ جی۔

روشن...... باجہ مت بولو پھیماں۔ بینجو اے 'بینجو' میرا جی تم کیسا نوکری کرے گا۔ تم ام کو شرمندہ کرائے گا مس زمان کے آگے۔

پھیماں...... کیوں۔ کیا کیا ہے میں نے۔ چوری کی ہے' ڈیوٹی کے وقت کام پورا کرتی ہوں۔

سین ۱۴ آوٹ ڈور دن

(اب پھیماں بہت خود اعتماد مائی بن چکی ہے۔ اس وقت اس کا لباس بھی صاف ستھرا ہے۔ سر پر بھی اچھی ٹانسے کی چادر ہے۔ وہ سکول کے برآمدے میں چلتی ہوئی جاتی ہے نویں جماعت کے کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ یہاں مس حساب کی کلاس لے رہی ہے)

پھیماں...... سلام علیکم جی

مس...... وعلیکم سلام

پھیماں...... میڈم نے حاضری کا رجسٹر منگوایا ہے مس جی۔

(مس حاضری کا رجسٹر دیتی ہے)

پھیماں...... (ٹھیٹھ پنجابی لہجے میں) تھینک یو

(پھیماں مسکراتی ہوئی اندر سے نکلتی ہے اور پھر دوپٹے کے اندر رجسٹر احتیاط کے ساتھ لپیٹ کر سینے پر دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر چلتی ہے۔ اگلی چھٹی کلاس میں ایک بچی دینیات کا سبق پڑھ رہی ہے پاس کرسی میں مس بیٹھی اپنی نٹنگ کرنے میں مشغول ہے اور کلاس سے لاتعلق ہے)

بچی ...... اسلام میں عبادات کے ضمن میں کسب حلال کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کسب حلال کو لازمی شرط مانا گیا ہے۔ جس معاشرے میں یہ نہ ہو' معاشرہ برباد ہو جاتا ہے۔

(پھیماں اندر داخل ہوتی ہے)

پھیماں...... سلام علیکم مس جی

مس...... وعلیکم۔

(بچی چپ کرتی ہے)

پھیماں...... جی میڈم صاحبہ نے کہا ہے۔

مس...... کون سی میڈم؟

پھیماں...... میڈم مس زمان نے یہ آپ کو پیغام بھیجا ہے کہ بریک بعد دوسرے پیریڈ میں آپ فوراً سے پیشتر سٹاف روم میں اپڑ جائیں۔ ادھر سٹاف میٹنگ ہے۔

مس...... اچھا اچھا سن لیا ہے۔

پھیماں...... سن نہیں لینا جی۔ پہنچنا ہے فوراً سے پیشتر۔

مس...... تم زیادہ سمارٹ ہونے کی کوشش نہ کیا کرو۔ چھیاں تمہیں پتہ نہیں میرے چچا کس عہدے پر ہیں

چھیاں...... لو مس جی پھر تم کو کیا لوڑا ے نوکری کی۔ آرام سے گھر بیٹھ کر موجیں اڑاؤ۔

مس...... موج تو میں یہاں بھی کر رہی ہوں۔ لیکن تم کو غرض؟ جاؤ اچھا اپنا کام کرو۔ پڑھو رابعہ۔

(بچی پھر وہی سبق پڑھاتی ہے۔ چھیاں حیران کھڑی ہے۔ مس ہاتھ کے اشارے سے چھیاں کو جانے کا کہتی ہے)

مس...... سن لیا ہے پیغام۔ اگر میں سکول میں ہوئی تو آ جاؤں گی۔ پڑھو رابعہ۔

(رابعہ پڑھتی ہے۔ چھیاں باہر جاتی ہے۔ اب چھیاں کے چہرے پر تکدر کے آثار ہیں وہ بد دلی سے چلتی ہوئی آگے جاتی ہے۔ ایک اور کلاس میں داخل ہوتی ہے۔ یہاں خوب شور مچا ہوا ہے اور استانی صاحبہ غائب ہیں۔ پر یفکٹ لڑکی ان سب کو خاموش کرانے کی کوشش میں مصروف ہے)

چھیاں...... جمیلہ اسحاق کون ہے بھئی۔

پر یفکٹ...... (اونچی) جمیلہ اسحاق۔ جمیلہ اسحاق۔

چھیاں...... آپ کے ابا جی میڈم کے پاس بیٹھے ہیں' وہاں جاؤ۔ ہنے جلدی' شاباش۔

پر یفکٹ...... جمیلہ اسحاق...... یو آر وانٹڈ ان دی آفس۔

چھیاں...... وئی مس کہاں ہے تمہاری؟

پر یفکٹ...... پتہ نہیں۔

(چھیاں سر ہلاتی افسوس کرتی باہر جاتی ہے)

کٹ

سین ۱۵ ان ڈور شام کا وقت

(دونوں کوارٹر کیمرے میں نظر آتے ہیں۔ اس وقت وزیر پلنگ پر لیٹا ہے۔ اس نے سر پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ اس کے پاس روشن خان ٹین کی کرسی پر بیٹھا ہے' کچھ فاصلے پر چھیاں لیلے کو چارہ کھلا رہی ہے)

روشن...... ام تھوڑا آگے گیا وہ ہمارے ساتھ۔ ام درخت کے نیچے چلا گیا وہ غائب۔ پھر ام چلا سیدھا پھر پیچھے۔

وزیر...... اوہ جوان تمہارے پاس بندوق نہیں تھی۔ ایک فائر کرتا' وہ بھاگ جاتا۔

روشن...... ام نے فائر کیا۔ دو فائر کیا وہ دلیر تھا۔ پورا دلیر۔ راستہ چھوڑ کر نہیں بھاگا۔

چھیاں...... لک چھپ جاتا تھا روشن خان۔

روشن...... تمہارا کیا خیال اے ام بزدل اے۔ ہمارا والد صیب نے ام سے کہا ہے' روشن خان تمہارا دنیا میں کوئی دشمن نہیں اے۔ اگر دشمن ہے تو یارا جی تم آپ اپنا دشمن ہے۔

چھیاں...... سینے میں گولی مارنی تھی۔

وزیر...... خواہ مخواہ کھون کرنا تھا کسی کا۔ اندھیرے درختوں میں لک جاتا تھا۔

روشن...... ادھر ام درخت میں چھپتا تھا وہ بھی چھپ جاتا تھا فوراً۔ پورا پکا عیار تھا۔

چھیاں...... پھر بھی کون تھا وہ۔

روشن...... ادھر کالام میں ام نیا نیا تھا۔ ام تو کسی کو پہچانتا بھی نہیں تھا۔

وزیر...... لیکن پھر اس طرح قدم قدم پیچھا کرنے والا ہو کون سکتا تھا۔

روشن...... ام بتائے۔

چھیاں...... تو بتاؤ پراں۔ کیا لمبی بانی سنانے بیٹھ جاتے ہو۔

روشن...... اللہ قسم ایک تو تم ایسا احسان فراموش اے' ایسا احسان فراموش اے۔ ام نے تم کو نوکری دلایا' تم ام سے ایسا بات کرتا ہے جیسا کتے کو راتب ڈالتا ہے صاحب لوگ۔

وزیر...... ہیں' ہیں اس کی مجال ہے۔ کڑیئے ادب کے نال بات کیا کر خان صاحب کے ساتھ

چھیاں...... تو ہور میں نے ڈانڈا مارا ہے اس کے ہاں جی ہاں جی کہی جا رہی ہوں شام کی۔

روشن...... اچھا چھوڑو۔ ام نے تم کو معاف کیا۔ لیکن اگر ہمارا والد صیب ہوتا تو پھر تم نہیں چھوڑتا۔ پورا عقل سکھاتا پورا۔ بندوق کے ساتھ۔

چھیاں...... اچھا تو کون تھا وہ؟ تیرا پیچھے پیچھے آنے والا۔

روشن...... ہمارا سایہ تھا اور کون تھا۔ ام چلتا وہ چلتا۔ ام بیٹھتا وہ بیٹھتا۔ ام کھاتا وہ کھاتا۔ ام درخت کا چھاؤں میں چھپ جاتا' وہ بھی چھپ جاتا۔

چھیاں...... لے بھلا یہ کیا بات ہوئی روشن خان؟ تمہارا اپنا سایہ کیسے دوسرا آدمی ہوا؟

روشن...... جب تم بات نہیں سمجھتا تو کرتا کیوں ہے۔ بتاؤ وزیر صاحب۔ اندھیرا پڑنے پر سایہ جدا ہوتا ہے۔

وزیر...... ہاں جی خان صاحب۔ جب سورج چھپ جائے تو پھر تو سایہ جاتا رہتا ہے۔

روشن...... اب اتنا بات ہمارا والد صیب نے ام کو سمجھایا روشن خان یاد رکھو جو آدمی' جو شخص مصیبت میں'

اندھیرے میں تمہارا ساتھ چھوڑتا ہے' وہ دوسرا آدمی ہوتا ہے۔ سمجھا۔

وزیر........یہ بات تیری ٹھیک ہے روشن خاں۔ اوکھے وقت میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔

چھیاں...... (غصے سے جاتی ہے) لے میں سمجھی کوئی دشمن پیچھے لگا ہوا تھا اس کی تاک میں ایک تو اس کو پُٹھیاں سوچاں آتی ہیں ہر وقت۔ اپنے سائے کی لکُن میٹی میں چار گھنٹے لنگھا دیئے۔ کچی لسی کر دی بات کی۔

کٹ

سین ۱۶ ان ڈور دن

(بابو جی کا دفتر۔

چھیاں اور روشن خان کا جھگڑا ہو رہا ہے۔ بابو جی دونوں کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں)

چھیاں...... نہیں بابو جی...... میرے آنے سے پہلے بھلا کون صفائی کرتا تھا کلاس روموں کی۔

روشن......اوہ تم بات سمجھا کرو۔ عورت کا یہی مشکل اے۔ اس کا کھوپڑی چھوٹا اے' بات نہیں سمجھتا۔ ام صفائی کرتا تھا۔ کرتا تھا صفائی بابا لیکن ہمارا ڈیوٹی نہیں تھا۔ مائی عمری کا ڈیوٹی تھا صفائی کا۔ ام چوکیدار اے سکول میں' کوئی صفائی مفائی پر مقرر نہیں اے کیوں بابو جی۔؟

چھیاں......جو تم پہلے صفائی کرتے تھے۔ تو اب تم کو کیا ہو گیا ہے۔

بابو...... سنو بھائی دونوں سنو......چھیاں' مس زمان کے کہنے پر روشن خان نے کچھ دنوں کے لئے صفائی کا ذمہ لیا تھا۔

روشن...... آجی۔ یہ بابو جی سچا آدمی ہے۔ ہمارا والد صیب اگر سنے کہ ام صفائی مفائی کرتا ہے تو غم سے مر جائے۔ ایک دم۔

چھیاں...... کیوں تاں میریاں ہی ہڈیاں مفت آئی ہیں۔ مس صاحبہ کے دفتر کی ساری ڈیوٹی میری' ملاقاتیوں سے سارا دن غصہ گلا میرا کام' رجسٹر لیا' رجسٹر لیجا' مالی' چپڑاسی' استانی سب کو حاضر کرنا۔ میرا کام۔

روشن......وئی وئی بات صفائی کا ہو رہا ہے تم بیچ میں سارا اسکول لاتا ہے۔

چھیاں...... کل میں نے مالی کے ساتھ مل کر بیڈمنٹن کورٹ بھی بنوائے تھے شپاشپ۔ یہ میرا ڈیوٹی ہے۔

بابو...... دیکھو چھیاں...... بات یہ ہے کہ ابھی تمہاری نوکری پکی نہیں ہوئی اور جب تک نوکری پکی نہیں ہوتی' کام کی زیادتی ہوتی ہی ہے ناں۔

روشن...... آجی اس کو سمجھاؤ بابو جی۔ اس کا عقل کم اے۔

چھیاں...... تم رہنے دو وڈی عقل والے۔

بابو......بات یہ ہے روشن خان کہ اگر تم دونوں نے جھگڑا کرنا ہے اور بات نہیں سمجھنی تو باہر ہو جاؤ اور اگر میری بات سننی ہے تو پھر میں کچھ عرض کروں۔ کہو۔

روشن...... کرو جی۔ سو بار کرو۔ لاکھ بار کرو۔ ام سنتا ہے اے۔

بابو......پندرہ دن صفائی کرے گی مائی نسیم اور پندرہ دن صفائی کرو گے روشن خان تم۔

روشن......ام کس لئے صفائی مفائی کرے گا پدر سوختہ۔ یہ بچہ لوگ اتنا ڈسک گندا کرتا ہے۔

چھیاں......لو تو میں کیوں اتنا کام کروں گی۔ مجھے چٹی پڑی ہے۔ اوپر سے میرا پیو بھی بیمار ہے۔

روشن......یہ پیو کیا ہوتا ہے۔ والد صیب بولو۔

بابو...... دیکھو...... اب تم دونوں بیس منٹ کے لئے دفتر سے باہر جاؤ اور خود فیصلہ کرو کہ اس ڈیوٹی کا کیا کرنا ہے۔

روشن...... آجی ام اس کو سمجھائے گا۔ لیکن یہ احسان فراموش اے۔ یارا بابو جی ام نے اس کو نوکری دلوایا اے۔ کوارٹر لے کر دیا میڈم سے۔ لیکن اللہ کا شان' یہ بالکل نہیں مانتا کسی بات کو۔

کٹ

سین ۱۷ ان ڈور رات

(کوارٹر کے اندر وزیر پلنگ پر لیٹا ہے۔ اس نے سر پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ چھیاں چلمچی میں گرم پانی ڈال کر اپنے پیروں کو ٹکور دے رہی ہے)

وزیر...... کم از کم حکیم صاحب کی دوا سے کچھ آرام تو تھا چھیاں۔

چھیاں......ابا سواہ آرام تھا۔ بوری بھر بادام کھا لئے تو نے۔ رتی بھر سر دکھتا تھا؟

وزیر...... آج کل کڑاہے چڑھے ہوں گے پنڈ میں چھیاں۔ گرم گرم گڑ نکلتا ہو گا۔ سارے گڑ کی خوشبو پھیلی ہو گی چھیاں۔

چھیاں......جو تجھے اتنا پیار تھا گاؤں سے۔ تو اس جگہ کو چھوڑا کیوں تھا۔ بھلا بتا۔

وزیر...... مجبوری اور کیا؟ کچے مالٹے لگے ہوں چوہدری فضل الٰہی کے باغ میں۔ دو چار ستھرے مالٹے مجھے

بھی روز مل جاتے تھے کھانے کو۔

چھیاں......ابا

وزیر......ہاں۔

(اس وقت بینجو کی آواز آتی ہے لیکن آواز ہلکی ہے۔جو گفتگو پر غالب نہیں آتی۔)

چھیاں......میں تجھے شہر لائی ہوں؟ بول؟

وزیر......نہیں لایا تو میں ہی ہوں پر......اب ہم واپس بھی تو جاسکتے ہیں۔

چھیاں......کیسے واپس چلے جائیں ابا۔ وہاں کیا تھا' بھک ننگ؟ طعنے رشتہ داروں کے۔

وزیر......ایک تو جب سے اس روشن خاں کا گوانڈ نصیب ہوا ہے' چین کی نیند نہیں سویا کبھی میں۔

چھیاں......ہیں ہیں ہیں وہ کیوں ابا۔

وزیر......جب میرے سونے کا ویلا ہوتا ہے' اس کو اپنے ساز بجانے کا خیال آجاتا ہے۔

چھیاں......لے ابھی بند کراتی ہوں ۔ روشن خان کو یہ کوئی مشکل کام ہے۔

(چلپچی میں سے پاؤں نکال کر چلتی ہے اور باہر آنگن میں جاتی ہے۔ اس وقت روشن خان ساتھ والے آنگن میں بیٹھا بینجو بجارہا ہے۔ دو صحنوں کے درمیان چھوٹی سی دیوار پر بیٹھ کر چھیاں اپنے پاؤں دوپٹے یا چادر سے پونچھتی ہے۔ جس وقت وہ آنگن میں چلتی ہے اور منڈیر پر بیٹھتی ہے اس کا چہرہ سنجیدہ ہوتا جاتا ہے۔ جیسے وہ روشن خان کی محبت میں گرفتار ہو۔ لیکن جونہی وہ باتیں شروع کرتی ہے اس کا انداز لڑنے والا بن جاتا ہے)

چھیاں......دوسروں کو تو بڑی عقل سکھاتے ہو روشن خان کچھ خود بھی دوسروں کا خیال کرلیا کرو۔

روشن......توام کیا کرتا ہے۔ بینجو بجاتا ہے اور کیا کرتا ہے۔

چھیاں......ایہو تو بات ہے۔ میرا ابا تمہارا ساز سن کر سو نہیں سکتا۔ اوپر سے وہ بیمار اے۔

روشن......یاراجی یہ توام سے غلطی ہوگیا۔ بینجو تو واقعی سے نہیں بجانا چاہئے تھا۔

(اٹھ کر جانے لگتا ہے)

چھیاں......روشن خان

روشن......آجی آتا ہے۔ آتا ہے۔ پہلے بینجو رکھے گا۔

(ایک طاق میں بینجو رکھتا ہے)

چھیاں......کل سے میں صفائی کرلیا کروں گی۔

روشن......تم اپنا والد صیب کا خدمت کرو۔ یہ ثواب کا کام ہے۔ ام صفائی مفائی کر کے کوارٹر میں آئے گا۔

چھیاں......(اندر جاتے ہوئے) بس میں نے کہہ جو دیا' صفائی میں کروں گی۔

روشن......(غصے میں آتے ہوئے) کیسا عورت ہے! بدبخت کسی کا نہیں سنتا۔ کسی کا نہیں سنتا۔ اتنا چھوٹا سا قد اے' اتنا معمولی صورت اے اور اوپر سے اچھلتا اے ہر بات میں۔

کٹ

سین ۱۸ ان ڈور دن

(ہیڈ مسٹریس کے دفتر کے باہر برآمدہ۔ اس وقت چار پانچ عورتیں جو بہت فیشن ایبل ہیں اور جن کے ساتھ چار پانچ لڑکیاں بھی ہیں۔ یہ لڑکیاں آٹھ سے لے کر چودہ برس تک کی عمر کے دائرے میں ہیں۔ ایڈمشن کا زمانہ اور لڑکیوں کی مائیں بچیوں کو خوب سجا کر لائی ہیں۔ عورتیں بنچوں پر بیٹھی ہیں۔ چھیاں ایک کرسی پر بڑے دبدبے سے بیٹھی ہے۔ اس کے ہاتھ میں سکول کی گھنٹی بھی ہے۔ وہ کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر گھنٹی بجاتی ہے۔ اس وقت کیمرہ بنچ پر آتا ہے۔ ایک عورت جو نرسری میں بچی داخل کروانے کے لئے آئی ہے' اپنی بیٹی سے باتیں کرتی ہے)

ماں......گنتی یاد ہے صائمہ۔

صائمہ......جی امی۔

ماں......ذرا سناؤ بیٹی۔

صائمہ......(انگریزی میں دس تک گنتی سناتی ہے)

ماں......شاباش۔ اور اب نظم سناؤ

صائمہ......ٹونکل ٹونکل لٹل سٹار
ہاؤ آئی ونڈر وہاٹ یو آر
اپ ابو دی ورلڈ سو ہائی
لائیک اے ڈائمنڈ ان دی سکائی

(یہ نظم بچی بڑے ہی بیہودہ اشاروں کے ساتھ' جو عام طور پر عورتیں سکھاتی ہیں' سناتی ہے)

چھیاں......دیکھیں جی۔ اب آپ لوگ کل آئیں۔ میڈم اب ایڈمشن نہیں کریں گے۔ کل ٹھیک دس بجے۔ کل آخری دن ہے۔ دیر کوئی نہ کرے۔

(ایک عورت اٹھ کر اس کے پاس جاتی ہے اور پرس میں سے دس روپے نکال کر چھیاں کو دینے کی کوشش کرتی ہے)

عورت...... ذرا مجھے اندر جانے دیں مائی جی۔

چھیاں...... لو اگر پہلے میں نے ترس کھانا تھا تو اب تو آپ نے مجھے پکا ہی کر دیا۔ سمجھا کیا ہے آپ نے نسیم مائی کو۔ میں مس زمان کی چپڑاسن ہوں۔ جاؤ جی جاؤ۔ کوئی میرا وقت ضائع نہ کرے۔ شاباش اٹھو۔ چلو۔ جاؤ۔

(اس وقت وہ اپنی کرسی سے چھڑی اٹھاتی ہے)

کٹ

سین ۱۹ — ان ڈور — رات

(وزیر اپنے پلنگ پر لیٹا ہے۔ روشن خان پاس ہی ٹین کی کرسی پر بیٹھا ہے۔ اس کے ہاتھ میں دوا کی شیشی ہے)

روشن...... یہ ام خود دوا لایا ہے تمہارے لئے۔ تین خوراک دن میں کھانا ہے۔ یارا جی ڈھیلا مت پڑو۔ ٹھیک ہو جائے گا۔ تگڑا نفٹ انشاء اللہ۔

وزیر...... تیری مہربانی ہے روشن خان۔ لیکن اب میرا آخری وقت ہے۔ مجھے اگر ہرج مرج ہو گیا تو...... چھیاں کیا کرے گی یہاں اکیلی شہر میں۔

روشن...... اوہ مڑا تم مایوسی کا باتیں نہیں کرو ناں۔ ہمارا ڈاکٹر صاحب بولا۔ ٹھیک ہو جائے گا چند دنوں میں۔

وزیر...... بس کسی طرح چھیاں مجھے واپس لے جائے چک ۲۷ میں۔ تو میں ٹھیک ہی ہو جاؤں۔

(اس وقت چھیاں آتی ہے۔ آج اس نے کچھ اچھے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں پیسٹری کا ڈبہ ہے۔ جس میں دو تین پیسٹریاں 'سموسے' ڈال مونگرا ہے۔ وہ خوش ہے)

چھیاں...... ابا بڑی رونق تھی۔ لڑکیوں نے لڈی ڈالی۔ استانیوں کی نقلیں اتاریں۔ ڈرامہ کیا۔

روشن...... او تم کیدھر تھا؟ (غصہ کے ساتھ)

چھیاں...... میری ڈیوٹی تھی۔ فیرول پارٹی ہو رہی تھی۔ دسویں جماعت کی۔ میڈم زمان نے مجھ کو خود کہا تھا

حاضر رہنا۔ لے ابا کھا۔

(وزیر کہنی کے بل ہو کر لیٹتا ہے)

وزیر...... کیا ہے؟

چھیاں...... ابا یہ لے۔ بڑی مزیدار مٹھیائی اے شہری لوگوں کی۔ تم بھی کھاؤ روشن خان۔

(ڈبہ اس کی طرف بڑھاتی ہے)

روشن...... پارٹی مارٹی کا ڈیوٹی سمجھ آتا ہے تم کو۔ تم کو یہ نظر نہ آتا کہ تمہارا والد بیمار ہے۔

چھیاں...... تو اس کو میں نے بیمار کیا ہے خواہ مخواہ۔

روشن...... جب یہ پنڈ جانا چاہتا ہے تو تم بدبخت اس کو وہاں لے جاتا کیوں نہیں۔

(محبت سے روشن خان کی طرف دیکھ کر)

چھیاں...... بس ہے نا کوئی وجہ۔ پہلے میں نہیں آنا چاہتی تھی اور یہ آنا چاہتا تھا۔ اب یہ جانا چاہتا ہے پنڈ کو اور میرا دل نہیں چاہتا۔

روشن...... لیکن وجہ؟ وجہ بتاؤ۔ پدر سوختہ تم کیسا اولاد ہے۔

چھیاں...... گالی نہ دو روشن خان۔ (آہستہ) بس ہے نا کوئی وجہ۔

کٹ

سین ۲۰ — ان ڈور — دن

(ہیڈ مسٹریس اپنے کمرے میں موجود ہے۔ چہرے پر عینک لگائے بیٹھی ہے۔ بابو ایک رجسٹر پکڑ کر پاس کھڑا ہے)

بابو...... لیکن میڈم آپ نے مارننگ شو کی ہے جبکہ نئی مس نے ایوننگ میں جوائن کیا ہے۔

مس زمان...... بابو جی آپ ڈی پی آئی کے دفتر میں رپورٹ بھیج دیں۔

بابو...... لیکن جی جو نئی مس آئی ہے اس نے پورے ایک بجے جوائن کیا ہے اور اس کی جوائننگ رپورٹ میں مارننگ لکھا ہے آپ نے۔

مس زمان...... بابو جی ایک گھنٹے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔ بے چاری کی بس لیٹ ہو گئی۔

بابو...... ابجکشن ہو سکتا ہے میڈم۔

مس زمان...... نہیں بابو جی۔ آپ فکر نہ کریں۔ جوائننگ رپورٹ بھیج دیں۔

(اس وقت روشن خان آتا ہے۔ وہ پوری طرح بندوق اور کارتوس کے راؤنڈ سے لیس ہے ہاتھ میں ایک کھلا خط ہے)۔

روشن......ام اندر آسکتا ہے میڈم جی۔

زمان...... آؤ آؤ روشن خان۔ کیسے آئے۔

روشن...... (قدرے لجاجت سے) وہ مس زمان صاحبہ جی بات یہ ہے کہ ہمارا والد صیب بیمار اے۔ تو ام کو چھٹی مٹی درکار اے۔

مس زمان...... کیوں بھئی بابو جی۔ روشن خان کی کچھ چھٹی ڈیو ہے کہ نہیں۔

روشن...... آجی......ہمارا کے یویل چھٹی ابھی باقی اے اللہ کے فضل سے۔

بابو......چھٹی تو اس کی ڈیو ہوگی لیکن روشن خان تم کو فدوی دے کر جانا پڑے گا۔

روشن...... آجی ام جانتا اے جی۔ ام کو معلوم ہے۔ ام بندوبست کرے گا' پھر جائے گا' آپ فکر نہیں کرو انشاء اللہ۔ اپنا کوئی ذمہ دار' دیانت دار گرائیں لائے گا۔

کٹ

سین ۲۱ ان ڈور شام کا وقت

(چھیاں کپڑے نچوڑ کر تار پر ڈال رہی ہے۔ دوسری جانب روشن خان منڈیر پر بیٹھا نسوار لیتا ہے۔ کیمرہ روشن خان سے ہو کر چھیاں پر جاتا ہے)

روشن......اودھر تم ہمارا ملک کا عورتیں دیکھو تو تمہارا آنکھ پھٹ جائے۔ اللہ کا فضل سے کوہ قاف کا پری ہے ایک ایک۔ نیلا آنکھیں' یکدم سفید رنگ۔ تمہارا جیسا صورت نہیں ہے کہ رات کو ڈر آئے دیکھ کر۔

چھیاں......چلو...... صورت تو جیسی اللہ نے بنادی۔ بنادی روشن خاں۔ ڈر آتا ہے تو آئے۔

روشن...... (اپنی ہی رو میں بہہ کر) ہمارا بھین کا بیٹی ہے۔ یارا جی باچہ بی بی۔ ایسا خوبصورت ہے ایسا خوبصورت ہے وئی وئی وئی۔ ہمارا ماسی کا لڑکی ہے صاحب جان' تم دیکھو تو تمہارا ہوش اڑ جائے۔ تم اپنا آپ کو سمجھتا کیا ہے؟

چھیاں...... (دکھ سے) کچھ نہیں۔

روشن...... تم ہمارا خاندان کا تمام عورتیں دیکھو تو تم کو پتہ چلے۔ تم ان کا پاؤں دھونا کے قابل بھی نہیں ہے مڑا۔

چھیاں...... (اور افسردہ ہو کر) ہاں روشن خاں۔ بدشکلوں کی یہ دنیا تھوڑی ہے۔ وہ تو ہاتھ جوڑنے' پیر دھونے' چاکری کرنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں بیچارے۔ خدمتیں کرنے جوگے۔

روشن......اوہ تمہارا سمجھانے کو ام بولتا۔ تمہارا والد صیب بیمار ہے اس کو گاؤں لے جاؤ۔

چھیاں......لے جاؤں گی روشن خاں' لے جاؤں گی اور جب میں چلی جاؤں گی تو گھی کے چراغ جلانا' خوش ہونا' پارٹی کرنا سب کی۔

روشن...... (یک دم گڑبڑا کر) ہمارا یہ مطلب نہیں اے کہ تمارا جانا کا ام کو خوشی اے۔ ام تو جانتا ہے بوڑھا ہے تمہارا باپ بیمار ہے۔ کہیں کوئی ہرج مرج نہ ہو۔

چھیاں...... (اس کی بات کو نہ سنتے ہوئے) روشن خان' چلو چٹا رنگ' نیلی آنکھیں ہی تو سب کچھ نہیں ہوتیں۔ کچھ اور باتیں بھی ہوتی ہیں۔

روشن...... مثلاً؟ یارا جی مثلاً تم ام کو بتاؤ۔ جو خوبصورت اے' اس کا روح بھی خوبصورت ہے۔

چھیاں......ایک بات دل بھی ہوتی ہے روشن خان۔ کیا پتہ میرا دل اچھا ہو۔

روشن (غصے آکر) اوہ تم فکر نہیں کرو۔ ام نہیں مانتا۔ جیسا تمہارا شکل ہے' پرانا ناشپاتی جیسا' ایسا ہی تمہارا دل ہے۔ یہ تم کو کس نے بتایا۔ کس پدر سوختہ نے بتایا تمہارا دل اچا اے؟

(یک دم چھیاں کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ روشن خان پریشان ہو جاتا ہے)

چھیاں......چلو نہ سہی روشن خان۔ میں نے تمہیں منا کر کیا لینا ہے۔ یہ تو بنانے والے کی مرضی۔ نہ شکل دیا' نہ دل دیا۔ اب کوئی اللہ سے لڑ تھوڑی سکتا ہے۔

روشن...... (چھیاں کے آنسوؤں سے خوفزدہ ہو کر) اب تم کو اللہ کا قسم ہے۔ ام نے تم کو نہیں رلایا۔ تم خود رونا اے تو تمہارا مرضی ہے۔

چھیاں......یہ تو مجھے بچپن سے پتہ تھا روشن خاں کہ میں خوبصورت تھوڑی ہوں کوئی...... پر میرا خیال تھا کہ لوگ دل دیکھ لیتے ہیں۔ (روتے ہوئے جاتی ہے) میرا خیال تھا تجھے تو میرا دل نظر آ ہی گیا ہو گا۔

(چلی جاتی ہے)

روشن...... (مکمل طور پر آنسو دیکھ کر حیران ہو گیا ہے خود اس کے دل میں پہلی بار چھیاں کی ذات ابھرتی ہے)۔ یارا جی تم روتا کیوں ہے۔ ام اس کا سینہ میں گولی مارے گا' جس نے تم کو دل تنگ کیا۔ تم ام کو بتاتا کیوں نہیں۔ تم کو کیا غم اے۔ (یہ ڈائیلاگ نہایت آہستہ) یارا جی ام تمہارا ہمسایہ اے۔ ام تمہارا روشن خان اے۔ ام دید کرے گا۔ تم......... بتاتا کیوں نہیں۔

کٹ

سین ۲۲ ان ڈور دن

(بابو جی کا دفتر۔ روشن خان آتا ہے۔ وہ گھبرایا ہوا ہے)

روشن......بابو جی وہ نسیم چپراسن کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ ڈیوٹی پر بھی نہیں آیا؟

بابو......وہ تو استعفیٰ دیکر چلی گئی۔

روشن...... کیا؟ کیسے؟ وہ نہیں جا سکتا بابو جی۔

بابو...... کیوں اس نے تمہارا قرض دینا تھا کیا۔؟

(اداسی کے ساتھ)

روشن...... آجی۔ اصل زر بھی اس کا پاس تھا۔ اور سود بھی۔

بابو...... بھئی اب تو تم کو چک ۲۷ جانا پڑے گا رقم وصول کرنے۔

روشن...... لیکن وہ کس وقت رخصت ہو گیا پدر سوختہ۔

بابو...... مجھے تو یہ استعفیٰ مائی ہاجراں نے دیا ہے۔ شاید رات کو نکل گئی ہو۔

روشن...... (دل برداشتہ ہو کر جاتے ہوئے) مرضی اے جی سب کا کوئی کسی کو کیسا روک سکتا ہے۔ وئی وئی وئی۔ کیسا ظالم لوگ اے ایدر کا۔ جاتے ہوئے خدا حافظ بھی نہیں کرتا۔

بابو...... اچھا یہ انگوٹھا لگاؤ اور تنخواہ لو۔

(بابو نوٹ گنتا ہے اور روشن خاں پیڈ پر انگوٹھا لگاتا ہے)

روشن...... (حیران ہو کر) ہم تو خود چھٹی پر جاتا تھا وہ کیوں گیا؟

بابو...... آجی انگوٹھا لگاؤ جی۔ ضروری بات ہے اللہ کے فضل سے۔

کٹ

سین ۲۳ ان ڈور دن

(ہیڈ مسٹرس پورے طمطراق سے دفتر میں براجمان ہے۔ عقب میں آواز آتی ہے۔ "لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری۔" دروازہ کھلتا ہے اور روشن خاں داخل ہوتا ہے۔)

روشن...... اسلام علیکم میڈم جی۔

مس زمان...... وعلیکم اسلام

روشن...... زمان میڈم یہ ہمارا استعفیٰ اے۔ اجابات یہ ہے......

مس زمان...... استعفیٰ یہ میں کیسے قبول کر سکتی ہوں۔ تم جیسا ذمہ دار آدمی مجھے پھر کب ملے گا؟

روشن...... آجی۔ وہ تو ٹھیک اے آپ کا بات لیکن ام کوئی فدوی نہیں لاسکتا فی الحال سے۔

مس زمان...... کیوں تمہارا وہ گرائیں کیا ہوا جس کو آنا تھا۔

روشن...... وہ کم بخت مالاکنڈ چلا گیا ام سے پہلے ابھی ہمارا والد صیب اتنا بیمار نہیں اے لیکن وہ خدائی خوار گرمی سے ڈرتا ہے۔ وہ بہانہ بناتا اے کہ اس کو ہمارا والد سے محبت اے۔

مس زمان...... چلو روشن خاں میں کوئی فدوی رکھ لوں گی لیکن تم مہینہ دو کے بعد آجانا۔ وعدہ کرو۔

روشن...... وعدہ ام کیسا کر سکتا ہے مس صاحبہ۔ یہ وعدہ کا بات ہمارا لئے مشکل اے۔ دیکھو ناں ام ادھر جائے گا' والد صیب کا طبیعت دیکھے گا' پھر فیصلہ کرے گا اللہ کے فضل و کرم سے۔

مس زمان...... چلو جب بھی آؤ ادھر ہی آنا ہمارے پاس

روشن...... اصل بات اے میڈم صاحب ام شہر کا باشندہ نہیں۔ ہمارا ملک میں اتنا گھٹا مٹی نہیں اے جی خدا قسم۔

مس زمان...... کیا مطلب۔

روشن...... ادھر بس گزرتا اے مٹی اڑاتا ہے۔ کار جاتا ہے گرد کا بادل چلاتا اے۔ رکشا بولتا بھی بہت اے بدبو بھی پھیلاتا اے لیکن مٹی سے باز نہیں آتا۔ اللہ کے فضل سے۔

مس زمان...... سیدھے مالاکنڈ ایجنسی جاؤ گے روشن خان۔

روشن...... ناں جی۔ ایدھر سے ام کچھ دن کے لئے ایک پنڈ میں جائے گا۔ ادھر ام نے دیوار بنایا تھا۔ ادھر ام کو ایک کام ہے۔

مس زمان...... کبھی کہتے ہو والد بیمار ہے' کبھی کہتے ہو گاؤں میں کام ہے۔ یہ گڑبڑ کیا ہے روشن خان۔

روشن...... ادھر ام کو معافی مانگنا اے کسی سے۔ کچھ دنگا منگا کیا تھا ام نے 'اس کا معافی۔ تو اس سے معافی مانگ کر ام آگے جائے گا مالاکنڈ۔

مس زمان...... معافی مانگنے میں کتنی دیر لگتی ہے بھلا۔

روشن...... مڑا جی کچھ دیر لگے گا۔

مس زمان...... ہفتہ؟

روشن...... زیادہ۔

مس زمان...... مہینہ؟

روشن...... آپ ایسا سمجھ لو۔ میڈم صاحب جیسا گنبد کے اندر کبوتر اڑتا اے اور راستہ نہیں ملتا کبوتر کو ایسا ہمارا چھاتی کے اندر معافی گھومتا اے پر الفاظ ہمارا لب پر نہیں آتا۔ وئی وئی وئی۔ کیسا کہہ سکتا ام معافی میں کتنا دیر لگے ام کو۔

مس زمان...... عجیب آدمی ہو۔

روشن...... ہمارا سارا قبیلہ ایسا اے مس صاب۔ ام معافی مانگتا ہے لیکن اندر۔ باہر ہمارا معافی نہیں نکلتا زبان سے۔ معافی کو زنگ چاٹتا اے۔ گولی فائر نہیں کرتا۔

کٹ

سین ۲۴ ان ڈور دن

(اس وقت ایک چوڑے تھڑے پر چھیاں بیٹھی ہے۔ چھیاں کا تندور ہے۔ اس نے گاؤں۔ واپسی پر تندور بنالیا ہے۔ اس وقت وہ تندور میں من چھٹیاں جلا رہی ہے اور تندور سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ چھیاں بہت اداس ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بھی کبھی کبھی گر جاتے ہیں۔ بظاہر یہ آنسو دھوئیں کی وجہ سے لگتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ اداسی کے آنسو ہیں۔ تھڑے کے سامنے ایک لمبی بنچ' دو چار ٹین کی کرسیاں پڑی ہیں۔ تھڑے کے اوپر گھڑا' پرات' چھابے' آٹے کا توڑا' پیالے۔ رفیدہ' سلاخ' ایک بڑا سا دیگچہ جس میں سالن ہو گا پڑے ہیں بنچ پر یعقوب بیٹھا ہے۔ یعقوب ایک سیدھی سادھی صورت کا سادہ سا مرد ہے۔ جس کی ایک خوبی ہے کہ وہ دھمال اچھا ڈالتا ہے۔ اس وقت وہ بنچ پر بیٹھا ہے اور اس کے پاس ایک چھوٹا سا ٹرانسسٹر ہے۔ ٹرانسسٹر پر اس وقت شاہدہ پروین کی آواز میں یہ گیت لگا ہوا ہے۔ یہ گیت چھیاں بھی سن رہی ہے اور اس سے اثر لے رہی ہے۔ یعقوب بھی اس گیت پر متوجہ ہے لیکن وہ کنکھیوں سے چھیاں کو بھی دیکھ رہا ہے اور چھیاں سے متاثر ہے)

گیت:

جوگی ہو
جوگی اتر پہاڑوں آیا۔ چرخے دی گھوک سن کے
نی جوگی ہو
کالا بھور جیاء۔ مینوں ھسدی نوں دیکھن آیا
تے چرخے دی گھوک سن کے۔ نی جوگی ہو

چھیاں......بغیر باجے کے تیرے سے بیٹھا نہیں جاتا قوبے

یعقوب......تجھے برا لگتا ہے تو نہ سہی۔ یہ لے۔ (ٹرانسسٹر بند کرتا ہے)

ذرا جلدی کر دے چھیاں۔ چوہدری جی کے پروہنے آئے ہیں وانڈے سے۔

چھیاں......جب تندور تپا ہوا تھا تب تو کہاں سویا مرا ہوا تھا۔ آجاتے ہیں' ٹھنڈے تندور پر روٹیاں لگوانے۔

یعقوب......اگر تجھے تکلیف ہوتی ہے تو میں ماسی خورشید کے تندور پر چلا جاتا ہوں۔

چھیاں......ہیں ہیں ہیں۔ دو سو روٹیاں اکٹھی اوپر سے تڑیاں دیتا ہے مجھے ماسی کی۔ جا چلا جا۔ مجھ سے نہیں دو سو روٹیاں لگتیں۔

یعقوب...... (اٹھتے ہوئے) اچھا جی۔

چھیاں......بیٹھ جا وڈا شاہ وریام۔ بیٹھ جا......لگا دیتی ہوں روٹیاں پر ویلے سر آجایا کر مریں......

یعقوب......اچھا جی......

چھیاں......لون بھی چاہئے ساتھ؟

یعقوب......نہیں سالن تو پکار ہی ہیں مزار نیں۔

چھیاں......اچھا۔

یعقوب...... (ڈرتے ڈرتے) کوئی اور اتنا جھڑ کا مارے تو بڑا چندرا لگے چھیاں......تو بڑی سوہنی لگتی ہے۔ او کھا بولتی ہوئی......

چھیاں......میں خوبصورت لگتی ہوں قوبے؟ میں؟

یعقوب......ہاں جی۔ (ہاتھ جوڑ کر) گسہ نہیں کر لینا چھیاں۔

چھیاں...... (یکدم رو کر) میں کہاں خوبصورت لگتی ہوں۔ تو نے سوہنے کبھی دیکھے ہی نہیں قوبے۔

کٹ

سین ۲۵ ان ڈور رات

(گاؤں میں چھیاں اور وزیر کا گھر۔ وزیر بیٹھا بادام توڑ رہا ہے۔ تھکی ہاری پسینہ پونچھتی چھیاں داخل ہوتی ہے)

چھیاں...... (باپ کے پاس آکر) یہ لے ابا پیسے۔

وزیر......اتنے زیادہ۔

چھیاں...... آج چوہدری جی کے گھر پروہنے آئے تھے۔ دو سو روٹیاں گئی تھیں قوبے کے ہاتھ۔

وزیر......دو سو۔ گھٹ نہ ودھ۔ پوری دو سو روٹیاں۔

چھیاں......لے میں کوئی جھوٹ بول رہی ہوں ابا۔

وزیر......یہ تجھے تندور کی کیا سوجھی چھیاں۔ ہر رنگ کا آدمی آتا ہے تندور پر۔ تیری عمر نہیں ایسے کاموں کی۔

چھیاں......وہاں بھی تو کام کرتی تھی ابا۔

وزیر......وہ تو سکول تھا۔ لڑکیوں کا سکول وہاں کی اور بات تھی۔

چھیاں......ابا جب آدمی کا دل مر جائے ناں۔ تو پھر کچھ فرق نہیں پڑتا۔ کہیں پڑا کام کرے

(اسی وقت دروازے پر دستک ہوتی ہے)

چھیاں...... (آواز دیتے ہوئے) میں تندور بند کر آئی ہوں اکاپکا۔

(پھر سے دستک)

وزیر...... آجاؤ جوان آجاؤ۔

(اب روشن خان آتا ہے۔ اس نے چھوٹی سی ٹرنکی اور ایک چھوٹا سا بستر' بندوق بھی اٹھا رکھی ہے)

روشن...... اسلام علیکم۔

دونوں...... وعلیکم السلام۔

روشن...... ایسا جھوٹا یکہ والا تھا اللہ قسم سٹیشن سے ام کو بولا۔ پانچ روپے لے گا۔ ام بولا چلو۔ جب پل پر پہنچا تو ام کو بولتا اے دس لگے گا خاں صاحب چلتا اے تو چلو۔ نہیں تو اترو۔

(چھیاں کا چہرہ خوشی سے دمک رہا ہے لیکن وہ گم سم ہو چکی ہے)

وزیر...... تم کیسے آ گئے خان صاحب اچانک! نہ چٹھی نہ پتر۔

روشن...... جی بات یہ اے کہ ہمارا والد صیب بیمار اے۔ ام کو مالوم نہیں کیسا بیماری اے' ام ادھر جاتا اے اپنا ملک میں۔

وزیر...... تو کیا کھڑی منہ دیکھ رہی ہے۔ پروہنے کے لئے منجا لگا' پانی دھانی لیا جلدی سے۔

(چند لمحے پہلے چھیاں کا چہرہ خوشی سے گل و گلزار تھا۔ اب پھر اس کا چہرہ بجھ جاتا ہے۔ وہ چولہے کے پاس جا کر بیٹھتی ہے۔ ایک آنسو اس کی گال پر آہستہ آہستہ گرتا ہے)

کٹ

سین ۲۶ آؤٹ ڈور دن

(کھلے کھیتوں میں چوہدری جی اور یعقوب جا رہے ہیں۔ وہ اپنا سفر ٹیوب ویل کے پاس ختم کرتے ہیں۔ جہاں چوہدری ٹیوب ویل کے پانی سے چہرہ دھوتا ہے۔ چوہدری جی نے شلوار قمیض پہن رکھی ہے۔ اوپر کالا کوٹ ہے۔ یعقوب نے چھتری کھول کر سورج سے بچاؤ کر رکھا ہے۔ ڈائیلاگ سوپر امپوز کیجئے۔)

چوہدری...... ناں پر میں تیری کس خوبی پر وزیر سے بات کروں۔ ہے ناں کملا؟

یعقوب...... میرے میں چوہدری جی خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ گا میں سکتا ہوں' دھمال میں ڈال لیتا ہوں۔ سارنگی

بھی تھوڑی بہت ٹوں ٹاں جوگی آتی ہے۔

چوہدری...... اوئے بیوقوفا گھر ناویں سے چلتے ہیں ناویں سے۔ زنانیاں کھانے کو مانگتی ہیں۔ کپڑا لتا ھنڈاتی ہیں۔ اس کا کیا کرے گا؟

یعقوب...... لیں جی میں کوئی بے وصفا تو نہیں چوہدری جی۔ آخر میلوں میں دھمال ڈالتا ہوں' کبھی کبھی بڑی رقم ہو جاتی ہے قسم ایمان دی۔

چوہدری...... کبھی کبھی تو چور کے پاس بھی بڑی رقم ہو جاتی ہے نکرمیا۔ ہوائی رزق کی بات نہیں ہوتی۔

یعقوب...... ہاں جی تو پھر؟

چوہدری...... جو لڑکی دے گا۔ یہ تو ضرور پوچھے گا بھائی کہ مستقل آمدنی کا ذریعہ کیا ہے بتاؤ؟ ہاں پھر کیا جواب دیتا ہے؟

یعقوب...... آپ بتا دینا جی۔ تو باو دھمال ڈالتا ہے۔ پریوں جیسا۔ خلقت دنگ رہ جاتی ہے۔

چوہدری...... تیرا کیا خیال ہے' وزیر مان جائے گا۔

یعقوب...... مان ہی لینا چاہئے چوہدری جی۔ عمر چھیاں کی بھی ودھیری ہو چلی ہے۔

چوہدری...... اچھا پوچھوں گا۔

(پانی سے منہ دھوتا ہے)

ڈزالو

سین ۲۷ ان ڈور صبح کا وقت

(چھیاں کا گھر۔ اس وقت چھیاں روٹیاں پکا رہی ہے اور رو رہی ہے اور دباکے کو استعمال کر رہی ہے۔ اس کے پاس قریب ہی روشن خاں بیٹھا ہے۔ لیکن کھا نہیں رہا۔ وزیر کہیں بار گیا ہے)

روشن...... او تم کتنا روٹیاں پکائے گا ام جن اے؟ کدھر ڈالے گا ام اتنا روٹی خدائی خوار۔

(چھیاں جواب نہیں دیتی)

روشن...... تم کس لئے روتا اے۔ مڑا کون مر گیا اے تمہارا۔

چھیاں...... یہ دھواں ہے روشن خاں۔

روشن...... تو بند کرو یہ روٹی موٹی۔ وئی وئی کتنا زیادہ پکا دیا تم نے۔

چھیاں......راستے میں ضرورت پڑ جاتی ہے۔ کسے ہور مسافر کو روٹی دینی پڑتی ہے۔

(روٹیوں پر سالن ڈال کر دسترخوان میں باندھتی ہے)

روشن......ام بہت شکر گزار اے چھیاں بی بی تمہارا۔ اللہ قسم یکسر شکر گزار اے۔ وزیر صاحب کو ہمارا اسلام بول دینا۔

چھیاں......اچھا۔ میرا بھی سلام کہنا والد صاحب کو۔

روشن......تم پھر روتا اے۔ کچھ تم کو عقل اے۔ بدبخت (غصے میں آتا ہے) ام اپنا والد صاحب کو بتائے گا۔ بات کرے گا اس سے۔ وہ پہلے نہیں مانے گا ام جانتا اے لیکن ہمارا والد کو ام سے محبت اے۔ ام اس کو منائے گا۔

چھیاں......کس بات کے لئے روشن خان؟

روشن......(یکدم گھبرا جاتا ہے) اوہ تم نہیں جانتا۔ ہمارا والد صاحب بولتا اے اگر آدمی کا ارادہ پختہ نہ ہو' مضبوط نہ ہو تو مزاجی وہ مرد نہیں ہے۔

چھیاں......لیکن پھر بھی۔ کس بات کا ارادہ؟

روشن......اب ام تم کو کیا بتا سکتا ہے قبل از وقت اگر تم انتظار کرتا ہے بخوشی تو کرو......ام وعدہ نہیں کرتا۔ بات کرے گا ام والد صاحب سے......لیکن وعدہ نہیں کرتا۔ اچھا سلام علیکم واخدائے پامان۔

(چھیاں پھر روتی ہے)

روشن......روتا اے پھر روتا اے۔ ارے تم کیسا لڑکی اے۔ ہر وقت روتا اے۔ ام تم کو بولا۔ ام پشیمان اے۔ رنجیدہ اے تم پھر بھی روتا اے۔ ام اور کیا معافی مانگے؟

چھیاں......لیکن کس بات کی معافی روشن خاں۔

روشن......مزاجی ام تم کو سارا باتیں اکٹھا تو نہیں بتا سکتا؟ ہمارا دماغ چرخ ہو گیا اے۔ یکدم۔

چھیاں......پھر بھی روشن خاں کس بات کی معافی۔

روشن......ام تم کو بتائے گا کسی روز۔ لیکن ابھی مشکل اے۔ نادانی اے۔ ام کو عادت نہیں اے کسی پر اپنا دل کا بات کرنے کا۔ اچھا واخدائے پامان۔

چھیاں......(روتے ہوئے) خدائے پامان۔

(روشن خان اپنا سامان اٹھاتا ہے۔ چھیاں جیسے اسی جگہ میخی گئی ہے۔ آنسو اس کی آنکھوں سے گر رہے ہیں۔ روشن خاں آخر میں روٹی اٹھاتا ہے۔ سر کے اشارے سے خدا حافظ کہتا ہے۔ چھیاں بھی ہولے سے سرہلاتی ہے۔ روشنی خان کیمرے کے سامنے سے گزر کر جاتا ہے۔ ایک آنسو اس کی آنکھ میں منڈلا رہا ہے) کٹ

سین ۲۸ ان ڈور دن

(چھیاں کا تندور۔ دو چار بچے سہمے سے تندور پر بیٹھے ہیں اور روٹیوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ دو مزدور پیشہ بنچ پر بیٹھے روٹی کھا رہے ہیں)

مزدور......ایک روٹی وے بھین چھیاں۔

چھیاں......ٹھہر جا۔ تندور اے کوئی مشین نہیں ہے۔ بھورا بھورا بال انتظار کر رہے ہیں۔ تیرے سے انتظار نہیں ہوتا۔

(جلدی جلدی روٹی رفیدے پر لگا کر تندور میں لگاتی ہے)

لڑکا نمبر ۱......چاچی ذرا جلدی کر دے۔

چھیاں......چاچی ہوگی تیری ماں۔ سدھی طرح میرا نام لیا کرو۔ کوئی ماسی بناتا ہے' کوئی چاچی بلاتا ہے۔ ابھی میں اتنی بڈھی نہیں ہوئی۔

مزدور نمبر ۲......سال تو ہو گیا ہوگا تندور نکالے بھین چھیاں۔

چھیاں......سال ہوا ہے یا دو سال۔ تو نے میری کمائی میں حصہ ڈالنا ہے۔

مزدور نمبر ۱......(دوسرے سے) زیادہ بات نہ کر۔ چھوی اے چھوی۔

چھیاں......کیا کہا۔

مزدور نمبر ۲......میں کہہ رہا تھا۔ بھین چھیاں کے ساتھ والیاں ساریاں ہی بیاہی گئیں ایک ایک کر کے۔

(تندور میں سے گرم سلاخ نکال کر)

چھیاں......خبردار جو فیر کبھی تندور پر قدم رکھا۔ میں شادی کروں' نہ کروں۔ میرے ساتھ والیاں قبروں میں پہنچ جائیں۔ تجھے کیا؟

(اسی وقت یعقوب آتا ہے۔ اس نے لمبا سا چوغہ پہن رکھا ہے۔ بال بھی بڑھائے ہوئے ہیں۔ ہاتھ میں ٹرانسسٹر ہے۔ ٹرانسسٹر پر ٹیپ بول رہا ہے)

گیت......جوگی اتر پہاڑوں آیا۔

(چھیاں کا دل جیسے اداس ہو جاتا ہے)

یعقوب......آج کیا پکایا ہے؟

چھیاں......شلغم۔

یعقوب...... دو روٹیاں اور ایک پلیٹ شلغم چھیاں۔

چھیاں...... بھین چھیاں کتنے تیری وکھی میں درد ہوتی ہے۔

(بچے اور مزدور ہنستے ہیں۔ یعقوب شرمندہ سا سر جھکاتا ہے)

کٹ

سین ۲۹ ان ڈور رات

(وزیر سر پر پٹی باندھے بیٹھا ہے۔ پاس چوہدری بھی برا جمان ہے)

چوہدری...... یہ تو مان وزیر کہ ویاہ والی عمر تو چھیاں کی کبھی کی لنگ چکی۔

وزیر...... یہ تو سچ اے چوہدری جی۔

چوہدری...... پھر تجھے انتظار کس کا ہے۔

وزیر...... مجھے کس کا انتظار ہونا اے چوہدری جی۔ چھیاں نہیں مانتی۔

چوہدری...... اسی لئے سیانے کہتے ہیں۔ عورت کو روزی کا لہو منہ نہ لگاؤ۔ نہ لگاؤ۔ عورت منہ زور ہو جاتی ہے۔ کسی کی نہیں مانتی۔

وزیر...... آپ بتائیں میں کیا کروں؟

چوہدری...... پھر تو نے کوئی سدا جینے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ سدا کا روگی۔ اس کی بانہہ پھڑا دے تو بے کو۔

وزیر...... اچھا جی۔

چوہدری...... عمر چڑھی کڑی زنانی سے بدتر ہوتی اے وزیریا عقل کر کچھ۔

وزیر...... اچھا چوہدری جی۔

چوہدری...... تیرا بس نہیں چلتا۔ تو کہہ میں بانہہ مروڑ کر سمجھاؤں چھیاں کو۔

وزیر...... آپ کی اپنی دھی ہے۔ جو مرضی کریں جی۔

لانگ ڈزالو

سین ۳۰ آؤٹ ڈور دن

(ایک بھرائی بڑا ڈھولک بجا رہا ہے۔ ساتھ ساتھ یعقوب دھمال ڈالتا کھیتوں کے بیچ میں ناچتا ہوا بڑی ترنگ میں آگے کی طرف بڑھ رہا ہے سوپر امپوز۔ بھرے میلے کے مختلف شاٹ۔)

کٹ

سین ۳۱ ان ڈور رات

(چھیاں کا گھر۔ گہری رات کا وقت ہے۔ ڈھول کی آواز سوپر امپوز رکھئے۔ کمرے کے اندر ایک چار پائی پر یعقوب بے سدھ سو رہا ہے۔ ایک چار پائی پر چھیاں کی دس بارہ برس کی بچی اور چھ سال کا بیٹا لیٹا ہوا ہے۔ صرف چھیاں جاگ رہی ہے اور کھڑکی کے سامنے کھڑی باہر دیکھ رہی ہے۔ ستون کے ساتھ ٹیڑا ڈھول ٹنگا ہوا ہے۔ کیمرہ جب پچھلے منظر سے ڈزالو کرتا ہے تو اسی ڈھول پر آتا ہے۔ پھر باری باری کمرے کے سوئے ہوئے تینوں افراد کو دکھاتا ہے۔ آخر میں کیمرہ چھیاں پر آتا ہے۔ اب اس کے چہرے پر غم وغصہ عیاں ہے۔ وہ آہستہ آہستہ نعمت خانے کی طرف جاتی ہے۔ اس میں سے لمبا چاقو نکال کر چلتی ہے۔ چند لمحوں کے لئے شبہ ہوتا ہے جیسے وہ یعقوب کو قتل کرنے والی ہے۔ پھر وہ آگے بڑھتی ہے اور ڈھول کے سینے میں چھرا گھونپ دیتی ہے۔ کیمرہ ڈھول پر ہی قائم رہتا ہے۔)

ڈزالو

سین ۳۲ ان ڈور صبح کا وقت

(منظر وہی ہے لیکن وقت بدل چکا ہے۔ صبح ہو چکی ہے۔ چھوٹا بچہ ملیشیا کی شلوار قمیض پہنے گلے میں بستہ لٹکائے کھڑا ہے۔ اس کی بہن بھائی کے بال بنا رہی ہے۔ یعقوب حیران و پریشان کھڑا ہے۔ وزیر پلنگ پر سر پکڑ کر بیٹھا ہے اور چھیاں بھری شیرنی بنی ہوئی ہے۔)

چھیاں ہاں پھر.......... میں نے ڈھول پھاڑا ہے میں نے میں نے..... میں نے،کر لو جو میرا کرنا ہے..... طلاق دینی ہے دو.......... ابھی دو زہر کھلانا ہے کھلاؤ.......... میں کوئی خوش نہیں ہوں اس زندگی سے۔

وزیر یہ بیٹھے بٹھائے تجھے کیا ہو گیا ہے چھیاں ؟

چھیاں .... بیٹھے بٹھائے؟ بیٹھے بٹھائے ابا ..... ؟ خدا کا خوف کر..... بارہ سال ہو گئے ہیں مجھے تندور میں سر جلاتے۔ دیکھ دیکھ میرے سر میں دھولے آ گئے ہیں کہ نئیں - دیکھ تو بھی قوبے۔

وزیر... پھر اس میں کسی کا کیا قصور؟ بارہ سال بھی تو گزر گئے ہیں؟

چھیاں. سو بار میں نے اس سے کہا۔ یہاں تیرے لئے رزق نہیں، ہے' تو شہر چلا جا..... اب مجھ سے تندور نہیں جلایا جاتا..... سو بار اس سے کہا۔ میرے تو اندر صبح شام الاؤ جلتا ہے۔ تو تیل نہ ڈالا کر جلتی پر......

ھاجراں... اماں آہستہ بول سارے سنتے ہیں۔

وزیر... اس کو کون سی شرم رہ گئی ہے لوگوں کے سننے کی۔

یعقوب... چل چاچا نہ کہہ اسے کچھ..... بیچاری بہت کھپتی ہے۔

چھیاں... ڈال میرے غصے پر پانی.......... دے چھینٹا.......... پر قوبے میں نے بڑے سال تیری باتوں پر یقین کیا..... تو کتے کی پونچھ ہے..... باہر نکلے گی تو ٹیڑھی ہو گی۔

وزیر... آہستہ بول چھیماں؟

چھیاں... سو دفعہ اس سے کہا..... قوبے یہ میلوں میں ناچا بن کہ نہ ناچ.......... کوئی کام ڈھونڈ ڈھنگ کا۔ اولاد جوان ہو گئی پر اسے مت نہ آئی۔

وزیر... تو چاہتی کیا ہے؟

چھیاں... میں نے کیا چاہنا ہے ابا (یکدم رونے لگتی ہے) نہ شکل نہ صورت..... میں نے کیا چاہنا ہے..... کہیں جو میری آنکھیں نیلی ہوتیں..... رنگ سفید ہوتا..... تو آج میں بلکتی پھرتی؟ میرے جیسی چندری صورتوں کی کسی کو پروا نہیں ہوتی..... رہنے دے آپی رو رو کر ٹھیک ہو جاؤں گی۔ پرے ہٹ۔ (غصے سے گھر سے باہر جاتی ہے یعقوب ایک چھوٹی سی جست کی صندوقچی نکال کر اس میں اپنا سامان رکھنے لگتا ہے۔)

ھاجراں... کیا کر رہا ہے ابا۔؟

یعقوب... شہر میں اور کچھ نہیں تو مزدوری تو مل ہی جاتی ہے..... پھر تیری ماں کی نظروں سے دور ہو کر شاید اسے اچھا ہی لگوں۔

کٹ

سین ۳۳ آؤٹ ڈور دن

(یعقوب سر پر جست کی ٹرنکی اور چھوٹا سا بستر رکھے جا رہا ہے۔ عقب میں گیت بجتا ہے "جوگی اتر پہاڑوں آیا۔")

کٹ

سین ۳۴ ان ڈور دن

(چھیماں تندور پر بیٹھی بہت سا آٹا گوندھنے میں مشغول ہے۔ اس کا چہرہ بہت اداس ہے)

کٹ

سین ۳۵ ان ڈور شام کا وقت

(چھیاں کا گھر۔ وزیر بادام توڑ رہا ہے۔ بچہ جمیل تختی لکھ رہا ہے۔ چھیاں چارپائی پر بیٹھی ہے۔ سامنے ہاجراں اس کے پاؤں میں بیٹھی ہے۔ چھیاں اس کی جوئیں نکال رہی ہے۔)

وزیر.... تو بولتی کیوں نہیں چھیاں۔؟

چھیاں.... بولنے کو ہے کیا؟ کیا بولوں۔

وزیر.... قوبے نے پانچ سو روپے کا منی آرڈر بھیجا تو پھر بھی خوش نہیں ہوئی۔

چھیاں... جو کچھ ہے ناں ابا..... سب ٹھیک ہے۔ صرف میں خراب ہوں۔

جمیل.... کیوں امی۔؟

چھیاں... میں ناشکری ہوں ناشکری..........

ھاجراں ....کوئی نہیں اماں......تو کہاں ناشکری ہے۔
وزیر....تو بے کو گھر بھی مل گیا ہے پکا۔ ٹکسالی میں۔
جمیل......اماں ہم شہر جائیں گے چھٹیوں میں۔

چھیاں..(اٹھتے ہوئے۔) چلے جانا...... سب ہی چلے جانا...... کوئی روک ہے کسی کو......

کٹ

سین ۳۶ ان ڈور رات

(بچے وزیر سب سو رہے ہیں۔ دور کہیں بینجو کی آواز آتی ہے۔ چھیاں اٹھ کر سیڑھی لگاتی ہے۔ ساتھ والے گھر میں دیکھتی ہے۔ وہاں کوئی نہیں ہے۔ چھیاں چپ چاپ اترتی ہے اور سیڑھی کے آخری ڈنڈے پر بیٹھ کر سنتی ہے۔ بینجو کی آواز آتی رہتی ہے۔)

کٹ

سین ۳۷ آؤٹ ڈور دن

(روشن خان کا بڑا سا ٹال ہے۔ اس وقت اس کا خوب صورت تین سال کا بچہ لکڑی کے ٹھنٹھ پر بیٹھا ہے اور بینجو سے کھیل رہا ہے۔ روشن خان کلہاڑی کے ساتھ لکڑی پھاڑنے میں مصروف ہے۔ ہاجراں اور جمیل چوری چوری لکڑیوں کی دیوار کے پیچھے سے دیکھتے ہیں۔)
روشن .... کون اے.......... باہر نکلو کون ہے پدر سوختہ؟
(ڈر کر ہاجراں اور جمیل باہر آتے ہیں۔)
ھاجراں ... ہم ہیں جی...... ہاجراں جمیل۔
روشن.... تو ادھر کیا کھڑا ہے؟ چوروں کی موافق۔ آ کا ادھر آؤ۔
ھاجراں ... خان صاحب جی ہم آپ کا کاکا لے جائیں تھوڑی دیر کے لئے۔

روشن ۔۔ کاکا؟ اچھا شہباز خاں...... یاراجی ام اپنا شہباز کو آنکھوں سے دور کرتا ہے کبھی......
ھاجراں ... میری اماں خوش ہو جائے گی۔ اس کو نیلی آنکھیں اور سفید رنگ بڑا پسند ہے جی۔
جمیل ۔۔ میری ماں اب بولتی بھی نہیں جی۔ اس کو دیکھ کر ضرور بولے گی۔
روشن ۔۔کون ہے تمہارا اماں...... جینئے
ھاجراں ۔۔ تندور ہے جی ہمارا...... ہماری ماں کا...... چھیاں ماسی کا تندور...... دور نہیں ہے یہاں سے۔
(یک دم جیسے روشن کا دل پگھل جاتا ہے۔ وہ ہاجراں کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار کرتا ہے اور آہستہ سے بولتا ہے۔)
روشن.... تمہارا کاکا ہے یاراجی۔ لے جاؤ' لے جاؤ......
(اندر جھگی میں آواز دینے کے انداز میں پشتو میں کہتا ہے' صاحب جان شہباز تھوڑی دیر کے لئے جا رہا ہے۔)
صاحب جان شہباز دا لک وخت د پارا زنی فکر معہ کوہ۔
(ہاجراں بچہ اٹھاتی ہے۔ دونوں خوش خوش چلتے ہیں۔)

کٹ

سین ۳۸ ان ڈور دن

(چھیاں کا گھر۔ اس وقت چھیاں سر پر پٹی باندھ کر لیٹی ہوئی ہے۔ ہاجراں روشن خان کے بچے کو کولے پر اٹھائے اندر آتی ہے اس کے ساتھ جمیل ہے۔)
ھاجراں ... اماں دیکھ ہم تیرے لئے کتنی پیاری چیز لائے ہیں۔
چھیاں .... (آنکھیں بند کئے لیٹی ہے) کیا ہے ہاجراں۔؟
ھاجراں ... دیکھ تو سہی اماں۔ نیلی آنکھیں' گورا رنگ۔
(یکدم چھیاں اٹھتی ہے۔)
چھیاں ..... کون ہے؟
جمیل .... تیری پسند کا کاکا لائے ہیں' اماں۔
چھیاں .... یہ کس کا بچہ چرا لائے ہو؟
ھاجراں... نیا ٹال کھلا ہے اماں چوہدری جی کے احاطے کے پیچھے۔ یہ ٹال والے کا بیٹا ہے شہباز...... شہباز خان؛

چھیاں.. ٹال والا؟ کون ٹال والا۔ کیانام ہے اس کا؟

(وزیر اندر آتا ہے۔)

جمیل... (محبت سے چھیاں کی ٹانگوں سے لپٹ کر) اماں اگر میں شہباز خان جیسا ہوتا تو تو مجھے زیادہ پیار کرتی ناں؟

(چھیاں — جلدی سے جمیل کو اٹھا کر چارپائی پر ایسے بیٹھ جاتی ہے جیسے ٹوٹ چکی ہو۔ اس کی نگاہیں افق پر جمی ہیں اور وہ غائب حاضر کی حالت میں ہے۔)

وزیر... کیا ہوا ہے؟ ہاجراں...... جمیل؟ کیا سوچ رہی ہے چھیاں اندر واندری؟

چھیاں... میں یہ سوچتی ہوں؟...... سوچتی رہی ہوں ابا...... یہ حیاتی چور سپاہی کا کھیل ہے۔ بندہ سپاہی ہے 'خوشی چور ہے۔ مڈھ قدیم سے بندے کی تو ساری حیاتی خوشی کو پکڑنے میں نکل جاتی ہے...... کبھی چور کا کرتا ہاتھ آجاتا ہے' کبھی بانہہ پکڑی جاتی ہے۔ سارا چور تو کبھی بھی بندے کو پکڑائی نہیں دیتا......

وزیر... چھیاں چل اٹھ کے منہ ہاتھ دھو...... کھانا کھا...... دیکھتی نہیں۔ بچے کیسے سہمے ہوئے ہیں۔

چھیاں.. آنکھ مچولی کا کھیل آنکھ بند ہونے پر ہی رک سکتا ہے ابا۔

(یکدم لیٹ جاتی ہے)

دو چار بادام مجھے بھی کھلا ابا۔ میرا سر پھٹا جا رہا ہے......

(وزیر بادام توڑنے لگتا ہے۔ ہاجراں شہباز کو لے کر چلی جاتی ہے۔ عقب میں بینجو پر بجتا ہے......... میرے لئے پشاور سے دنداسہ لانا کیمرہ آہستہ آہستہ چھیاں کے چہرے پر آتا ہے۔ آنسو اس کی گالوں پر بہہ رہے ہیں۔)

اختتام

فٹ پاتھ کی گھاس

(ڈرامہ ۸۵ء)

کردار

نسیم.......... سینما گھروں کے ماتھے پر لگنے والے بڑے بڑے بورڈ پینٹ کرتا ہے۔ ممتاز بلڈنگ میں رہتا ہے۔ تیس کے لگ بھگ عمر ہے۔ محنتی ہے لیکن زندگی کا شاکی ہے۔ اس نے شادی نہیں کی۔ دس سال پہلے اسی ممتاز بلڈنگ میں ایک ایکٹرس رہتی تھی، جواب بہت امیر ہو چکی ہے۔ جب وہ اس بلڈنگ میں مقیم تھی، تب نسیم کی محبوبہ تھی۔ اب چونکہ وہ بہت دور نکل گئی ہے اور نسیم وہیں ہے اس لئے نسیم تمام ایکٹرسوں کے خلاف ہے اور زہر اگلتا رہتا ہے۔

چاچا گاڑی....... ویسے تو چاچا کا نام خیرالدین ہے لیکن فلم والے اسے چاچا گاڑی کہتے ہیں۔ اس کی بیوی مر چکی ہے دو بیٹے دوبئی میں کام کرتے ہیں ایک کارپنٹر ہے دوسرا ایک شیخ کا ڈرائیور ہے۔ دونوں اسے پیسے بھیجتے ہیں اس کی صحت انہی حالات میں دوسروں سے بہتر ہے لیکن وہ ناخوش ہے کہتا رہتا ہے کہ انسان مسئلے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، گاجر مولی بن جاتا ہے خوشی کے لئے بڑا ضروری ہے کہ آدمی کسی مسئلے میں گھرے اور پھر مسئلہ سلجھ جائے پھر کوئی اور مسئلہ کھڑا ہو اور اسی طرح مسئلے سے مسئلے گزرتا جائے۔

مقبول.......... بیڈن روڈ جیسی سڑک پر ایک درمیانے طبقے کے ہوٹل کو چلاتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کا اثاثہ ختم ہو رہا ہے۔ گاہکی کم ہو رہی ہے۔ وہ بڑا گوشت نہیں پکاتا۔ صاف ستھری اشیاء استعمال کرتا ہے لیکن گاہکی کم ہو رہی ہے۔ اس کا فلسفہ ہے کہ امیروں کے ہوٹل بھی چلتے ہیں۔ غریبوں کے دال چاول اور حلیم بھی چلتے ہیں لیکن مڈل کلاس کا تمام کام ٹھپ ہے۔ مڈل کلاس کی اقدار مر رہی ہیں۔ ان کا کلچر مر رہا ہے۔ نہ وہ غریب ہو کر عزت کے چکر سے نکل سکتے ہیں اور نہ ہی امیر ہو کر عزت پا سکتے ہیں۔ اس عزت نے انہیں بری طرح چرخ کی حال بنا دیا ہے......چکر پر چکر......

واجد....... اونچا ہنستا ہے۔ اونچا بولتا ہے۔ نوکری اس لئے نہیں کرتا کیونکہ اس کا خیال ہے کہ بہتر کام بغیر روٹین کے کیا جا سکتا ہے۔ ریگل کے چوک پر، جہاں ملکہ وکٹوریہ کا بت تھا، کھڑا ہو کر آتی جاتی کاریں دیکھا کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ ان کاروں میں گھومنے والے اس سے کیسے بہتر ہیں؟ مختلف اخباروں کو شکایتی خط لکھتا رہتا ہے اور چونکہ اس کے پاس وقت بہت ہے اس لئے ممتاز بلڈنگ کی تمام لڑکیوں کو گھورتا رہتا ہے۔ اور لڑکیوں کو تماشا سمجھتا ہے۔

ندیم.......... ندیم احساس کمتری کا شکار ہے۔ اسے اس وقت شدید یرقان ہے۔ چہرہ مکمل طور پر زرد میک اپ سے کروایا جائے۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئی ہیں۔ وہ کئی مہینوں سے بیمار ہے اور ردبصحت نہیں ہو پاتا۔ کچھ ماہ پہلے وہ بینک میں سیکنڈ آفیسر تھا۔ لیکن اب وہ لمبی چھٹی پر ہے اور اسے تنخواہ نہیں ملتی۔ مرنجاں مرنج طبیعت کا مالک ہے۔ چلنے پھرنے میں اس کا سانس اکھڑ جاتا ہے۔ وہ اپنے فلیٹ کے سامنے والے فلیٹ میں رہنے والی کلثوم سے محبت کرتا ہے، جو کبھی کبھی اسے ملنے آجاتی ہے۔

مبشر صاحب....... (ندیم کا باپ) یہ ایک ایسا بڈھا ہے جو تھوڑی دیر محبت اور تھوڑی دیر نفرت کا شکار رہتا ہے۔ اسی نفرت، محبت کے چکر میں ندیم کی ذات پس رہی ہے۔

مسز زبیدہ....... عمر چالیس کے لگ بھگ۔

کلثوم.......... عمر پچیس برس کے قریب۔ نروس، گھبرائی ہوئی لڑکی۔ محبوس، اپنے فیصلے کبھی نہ کرنے والی۔

بتول.......... عمر بیس بائیس۔ خود اعتماد۔ ٹیلی فون آپریٹر

پروفیسر صاحب.... عمر چالیس کے لگ بھگ

بیگ صاحب...... پچاس برس کے قریب

عورت 1

عورت 2 اور دوسرے

سین ۱ آوٹ ڈور ــــــ دن

(یہ ڈرامہ فلیٹوں میں رہنے والے چند لوگوں کے متعلق ہے، جن کی زندگی ساجھی بھی گزرتی ہے اور علیحدہ بھی جو غم وغصے اور خوشی میں ساتھ ساتھ بھی ہیں اور کٹے ہوئے بھی اندرون شہر چار پانچ منزلوں والی بلڈنگ جسکے سامنے کھلے احاطے میں دو کانیں کھوکھے چائے کا سٹال ہے۔ جس وقت کیمرے کی آنکھ کھلتی ہے، ایک موٹر سائیکل مینشن کے نیچے آکر رکتا ہے۔ اس پر نسیم سوار ہے۔ اس نے لنڈے کی جینز اور جیکٹ پہن رکھی ہے۔ وہ اترتا ہے اور ایک شوپر ٹوکری میں سے نکال کر اندر جاتاہے اس لفافے میں سبزی ہے۔ اسی وقت ایک سوزوکی وین پاس آکر کھڑی ہوتی ہے۔ پچھلا پھٹہ کھول کر ڈرائیور کھڑا ہو کر سگریٹ پیتا ہے۔ اگلی سیٹ سے مقبول اتر کر آتا ہے۔ وہ ڈرائیور کو تیس پینتیس روپے دیتا ہے۔ پھر وین میں سے اپنا ٹیلی وژن اتارتا ہے۔ وین مڑتی ہے اور جاتی ہے۔ مقبول منہ اوپر کر کے آوازیں دیتا ہے۔ کیمرہ بھی اوپر ٹلٹ کر کے ساری بلڈنگ دکھاتا ہے۔ ایک بالکونی کے سامنے ایک نوجوان اشارہ کرتا ہے کہ میں آرہا ہوں۔ ساتھ والے فلیٹ کی بالکونی میں کلثوم کھڑی نیچے دیکھ رہی ہے۔ اس وقت چاچا گاڑی آتا ہے۔ چاچا نے دھوتی قمیض پہن رکھی ہے اور سر پر مفلر باندھ رکھا ہے۔ مقبول فرش پر ٹیلی وژن رکھے کھڑا ہے۔ چاچا گاڑی اور وہ مل کر ٹیلی وژن

اٹھا کر اندر جاتے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد ایک طرف سے واجد اور دوسری طرف سے بتول آتی ہے۔ بتول چونکہ فون آپریٹر ہے' اس لئے اس کا لباس چال ڈھال سب میں خود اعتمادی ہے۔ لیکن اوپر اس نے چادر اوڑھ رکھی ہے۔ واجد فلیٹ کی تمام لڑکیوں کو گھورتا رہتا ہے۔ بتول کو بھی غور سے دیکھتا ہے اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ آتی ہے۔ واجد ایک ایسا نوجوان ہے جو خود اپنا مصرف نہیں جانتا۔ چونکہ جوان ہے اس لئے اس کی زندگی کا فی الحال مقصد لڑکیوں کو گھورنا، پاکستانی معاشرہ کو بکنا اور ایڈیٹر کو شکایات کے خطوط لکھنا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۲ آؤٹ ڈور —— وہی وقت

(یہ کٹ ٹو کٹ بھی بنایا جاسکتا ہے اور ایک مسلسل سین کی شکل میں بھی فلمایا جاسکتا ہے۔ اس وقت کیمرہ مین مینشن کی چوتھی لینڈنگ پر کھڑا ہے اور اس کا کیمرہ نیچے والے فرش پر مرکوز ہے۔ وہ پھر گھوم کر سیڑھیوں کی طرف آتا ہے۔ اس وقت نسیم سیڑھیوں پر اوپر کی طرف آرہا ہے اور آٹھ نو برس کی دو لڑکیاں نیچے جارہی ہیں۔ لڑکیوں نے نیلی قمیض لال سویٹر اور سفید شلواریں پہن رکھی ہیں۔ کندھوں پر بستے لٹکا رکھے ہیں۔ ان کی ماں ساتھ ہے، جس نے ریشمی سوٹ اور اوپر چادر پہن رکھی ہے۔ نسیم مؤدب طریقے سے ایک طرف ہوتا ہے۔ عورت اور لڑکیاں نیچے جاتی ہیں جن کے ساتھ ہی کیمرہ بھی نیچے کی طرف جاتا ہے۔ کچھ دور جا کر پروفیسر صاحب اوپر آتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں گیس کا سلنڈر ہے۔ وہ کیمرہ کے پاس سے گزر جاتے ہیں۔ اس کے بعد کیمرہ ان چند

اجنبی صورتوں کو دکھاتا ہے جو اوپر نیچے آرہے ہیں اور اس کے بعد چاچا اگاڑی اور مقبول دونوں مل کر ٹیلی وژن اٹھائے اوپر کی طرف آرہے ہیں۔ اس کے بعد کیمرہ مین اور نیچے اترتا ہے۔ دو آدمی بڑی شدت سے گفتگو کرتے اوپر کی طرف آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک پان کھا رہا ہے۔ وہ لحہ بھر کو کیمرہ کے سامنے رک کر زبردست پیک ریلنگ کے پاس تھوکتا ہے اور بحث کرتا اوپر جاتا ہے۔ ایک بوڑھی عورت کھانستی ہوئی نیچے اتر جاتی ہے۔

اب کیمرہ قریباً پہلی لینڈنگ پر ہے۔ یہاں پر بتول ریلنگ کو پکڑے جلدی جلدی اوپر آرہی ہے۔ اسے احساس ہے کہ اس کے تعاقب میں واجد ہے۔ وہ بھی چور نظروں سے پیچھے دیکھ رہی ہے۔ لیکن واجد کے چہرے پر مسکراہٹ ہے۔ وہ ایک سستی عینک چہرے پر لگائے ہوئے ہے اور آہستہ آہستہ سیٹی بجا رہا ہے۔ بتول اس کے گھورنے سے پریشان ہے لیکن کچھ کہے بغیر جلدی جلدی اوپر جارہی ہے۔ کیمرہ ان دونوں کو کراس کرتا ہے اور پھر ان دونوں کو کراس کر کے نیچے جاتا ہے اور پھر ٹلٹ کر کے ان دونوں کو اوپر جاتے ہوئے دکھاتا ہے)۔

—— کٹ ——

سین ۳ آؤٹ ڈور —— دن

(کلثوم مینشن کی تیسری منزل پر ہے اور وہ اپنے فلیٹ کی باہر والی بالکونی پر کھڑی ہے۔ اس کے ہاتھ میں کاپی کے کاغذ کا بنا ہوا ایک ہوائی جہاز ہے۔ وہ اسے اپنی بالکونی سے اڑاتی ہے۔ کیمرہ ہوائی جہاز کو فریم میں رکھ کر آہستہ آہستہ نیچے کی طرف ٹلٹ کرتا جاتا ہے۔ اور اس طرح مینشن کے ارد گرد کا سارا ماحول نظر آتا ہے)۔

—— کٹ ——

سین ۴ ان ڈور ———— رات

(یہ ندیم اور اس کے باپ مبشر کا فلیٹ ہے۔ اس میں دو چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں۔ ایک میں دو پلنگ ' ایک میز ' ایک تپائی ' چھوٹا سا سنگار میز ہے۔ دوسرے کمرے میں معمولی سا صوفہ ' تپائیاں ' رسی کے ساتھ بندھے ہوئے پردے، معمولی کلینڈر ' کاغذی پھول اور سستے آئینے لگے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا غسلخانہ ہے اور سونے والے کمرے کے پیچھے چھوٹا سا معمولی باورچی خانہ ہے۔ ان دو کمروں کے آگے ایک چھوٹی سی بالکونی ہے جو یہ واضح کرتی ہے کہ یہ بھی ممتاز بلڈنگ کا ہی ایک فلیٹ ہے۔ اس بلڈنگ کے تمام فلیٹ چونکہ ایک سے ہیں، اس لئے رہائش ہی کے اعتبار سے ان میں فرق قائم کیا جا سکتا ہے۔ ندیم اس وقت پلنگ پر لیٹا ہے۔ اس کے چہرے پر نقاہت ہے۔ باپ بالکونی کے پاس کھڑا ہے اور ایک رسی پر ' جو بالکونی کے آر پار بندھی ہے ' رنگدار چادر لٹکانے میں مصروف ہے۔ ندیم کہنی کے بل ہو کر بالٹی میں تھوکتا ہے۔ مبشر اندر آتا ہے)

مبشر...... (غصے کے ساتھ) اوئے نہ سارا دن تھوکتا رہا کر۔

ندیم...... ابا طبیعت مالش کرتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے اندر کچھ پھنسا ہوا ہے۔

مبشر...... کچھ کھائے تو پھنسے۔ خوامخواہ کھاں کھاں لگائی رکھتا ہے۔

ندیم...... ابا میں بیمار ہوں۔ میرا کلیجہ بیٹھ گیا ہے۔ دیکھتا نہیں کتنا شدید یرقان ہے۔ مجھے۔ کیا حالت ہو گئی ہے

مبشر...... آج کل کے نوجوان سوہل ہیں۔ آرام طلب ہیں۔ سختی جھیل نہیں سکتے۔ بیماری کے سامنے کانے کے گھوڑے ہیں...... اوئے یرقان بھی کوئی بیماری ہے۔ مجھے انگریزی کے نام سنا کر تڑی نہ دے۔ کون ہے ہمارے ملک میں جس کا جگر خراب نہیں؟ کون ہے؟ جس کے پیٹ میں کیڑے نہیں۔ جس کو ملیریا نہیں ہوا کبھی۔ کون ہے؟

ندیم...... کوئی نہیں ابا۔

مبشر...... آٹے میں ملاوٹ، مرچوں میں ملاوٹ ' سبزی تو گندی موری کی ' گوشت تو مری ہوئی مرغی بھی ٹھوکی جا رہے ہیں تازہ گوشت کے ساتھ...... یہاں کس کا جگر بچا ہے۔ سب کے پیٹ میں کیڑے ہیں۔ تو کوئی اکیلا نہیں۔

ندیم...... میں نے کب کہا ہے ابا میں اکیلا بیمار ہوں۔ ہسپتال بھرے پڑے ہیں۔

مبشر...... میں بڈھا پنشن میں کیا کروں؟ کرایہ دوں؛ سودا سلف لاؤں کہ تیری بیماری کے نخرے اٹھاؤں۔

ندیم...... تو مجھے پڑا رہنے دے آرام سے ابا۔ ٹھیک ہو جاؤں گا تو کام پر جانے لگوں گا۔

مبشر...... کون سا کام؟ بنک والے کوئی ماے نہیں لگتے تیرے۔ تین مہینے کی چھٹی دیدی۔ اب وہ تیرا انتظار تھوڑی کریں گے۔ کسی اور کو سیکنڈ آفیسر بھرتی کرلیں گے۔ مساں مساں نوکری ملی تھی۔ بیمار ہو گیا ' چھٹی لے لی۔ بغیر تنخواہ کے ساپ سے پوچھا بھی نہیں۔

(بولتا بولتا دروازے تک جاتا ہے)

ندیم...... اچھا ابا ذرا بخار اتر جائے تو رپورٹ کروں گا بنک جا کر۔

مبشر...... ایک چھوٹی سی بوتل شربتی کی ملا کرتی تھی حکیم نعمانی صاحب سے۔ ایک خوراک پی اور یرقان غائب۔ لیکن تم نئی نسل کب مانو گے۔ تمہیں چاہئیں ٹسٹ تمہیں چاہئیں دوائیاں ' ڈاکٹر ' بڑے ہسپتال ' پیسے کا اجاڑا ' صحت کی بربادی ' میں ذرا نیچے بیگ صاحب کے پاس جا رہا ہوں۔ سلام علیکم

(ندیم اب آنکھیں بند کر کے لیٹا ہے۔ نقاہت کے مارے جواب نہیں دے پاتا)

مبشر...... میں جا رہا ہوں ندیم، سلام علیکم۔ اس خیر دین کی لاٹری نکل آئی ہے۔ ایک بیٹا کارپینٹر ہے دوبئی میں دوسرا شیخ کا ڈرائیور۔ اوپر سے بیوی مرگئی۔ سارے مسئلے حل ہو گئے چاچا گاڑی کے۔

ندیم...... اچھا اچھا ابا جب میں مرجاؤں گا تو تیرے بھی سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ تو ذرا انتظار تو کر۔

(ندیم کے اس جواب پر مبشر جلدی سے واپس مڑتا ہے۔ اسی مڑنے مڑنے میں جیسے اس کی ساری تنا تنی ٹوٹ جاتی ہے۔ وہ ایک ٹوٹے ہوئے باپ کی طرح واپس مڑتا ہے)

مبشر...... ندیم بیٹے ندیم طبیعت ٹھیک ہے؟

ندیم...... متلی ہو رہی ہے ابا۔ زیادہ بولا نہیں جاتا۔

(مبشر پانی کا گلاس لیکر چارپائی پر ندیم کے پاس بیٹھتا ہے۔ اب اس کا چہرہ عورت کی طرح جذبات اور دکھ سے بھر جاتا ہے)

مبشر...... نوکری کا فکر نہ کیا کر۔ میری پنشن بہت ہے ہم دونوں کے لئے میں دو چار ٹیوشنیں کر لوں گا۔ تگڑا ہو جائے گا تو نوکریاں بہت۔

ندیم...... (باپ کا ہاتھ پکڑ کر) نوکریاں بہت کہاں ابا۔ اتنی سفارشوں سے سیکنڈ آفیسر لگا تھا۔

مبشر...... لے تیرے کون سے بچے روتے ہیں۔ خبردار جو میرے ہوتے فکر کیا۔ بہت ہے بہت ہے۔

ندیم...... یہ ہم جیسوں کی زندگی سدھرتی کیوں نہیں ابا۔ تھوڑی دیر کو لگا تھا کہ اب ٹھیک ہو جائے گا سب کچھ۔ پھر............

مبشر...... ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ تو خوامخواہ............

ندیم...... ہمارے جیسوں کے حالات بنتے بنتے بگڑ کیوں جاتے ہیں ابا۔

مبشر...... دوں گا۔ اس کا جواب دوں گا۔ فی الحال تو سوجا...... دیکھ سونا ہے آنکھیں بند کر کے بڈھے مبشر کو جُل نہیں دینا۔ سونا ہے۔ تے آئے گی تو میں بیٹھا ہوں پانی کا گلاس لیکر۔

ندیم...... تو بیگ صاحب کے پاس چلا جا ابا۔

مبشر...... دفع کر اس کے پاس جا کر کیا ملتا ہے۔ کھوؤں کھوؤں کھوؤں...... سوجا............ شاباش۔

ندیم...... اچھا ابا...... کوشش کرتا ہوں۔ (آنکھیں بند کرتا ہے۔)

(کیمرہ مبشر کے چہرے پر آتا ہے۔ وہ جیسے دکھ کے پہاڑ تلے آ گیا ہے)

______ کٹ ______

سین ۵ ان ڈور ______ دن

(یہ دو فلیٹوں کے درمیان لینڈنگ کا سیٹ ہے۔ تھوڑی سی خالی جگہ ہے۔ کچھ سیڑھیاں یہاں تک آتی دکھائی جاتی ہیں اور پھر اس جگہ سے سیڑھیاں اوپر کو جاتی ہوئی دکھائی جاتی ہیں۔ اس جگہ ندیم کے فلیٹ کا دروازہ کھلتا ہے اور دوسری طرف مسز زبیدہ کے گھر میں کھلنے والا دروازہ ہے۔ یہ جگہ بہت کھلی نہیں، اس لئے کبھی کبھی تاش کھیلنے

والے مسز زبیدہ کے دروازے کے ساتھ کمر لگا کر بھی بیٹھ جاتے ہیں۔

یہاں پر اس وقت ایک دری بچھی ہے۔ نسیم اور مقبول تاش میں ساتھی ہیں اور چاچا گاڑی اور واجد تاش کے پارٹنرز ہیں۔ وہ اس وقت رنگ کھیل رہے ہیں۔ اس کے علاوہ تین اور آدمی اس کھیل کو دیکھنے میں مشغول ہیں۔ بیگ بھیا بلا تکلف پان کھاتے اور تھوکتے چاچا کے پیچھے بیٹھے ہیں۔ ریلنگ کے ساتھ کمر جما کر ایک نوجوان بیٹھا ہے جو کتاب پڑھنے میں بھی مشغول ہے اور تاش میں بھی دلچسپی رکھتا ہے۔ دو چھوٹے بچے سیڑھیوں پر بیٹھے کھنچے کھیلنے میں مصروف ہیں۔ جب ان کا کھنچا سیڑھیوں سے نیچے چلا جاتا ہے تو ایک اتر کر سیڑھیوں پر کھنچا لینے جاتا ہے۔ مقبول کی کمر کے پیچھے ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہے۔ جس کی کلائی میں تسبیح لٹک رہی ہے لیکن جو بڑی دلچسپی سے کھیل دیکھ رہا ہے۔ جس وقت کیمرہ اس منظر کو لیتا ہے، واجد مسز زبیدہ کے دروازے کے ساتھ لگا بیٹھا ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ مقبول ہے۔ اس وقت مقبول نے واجد کو کالر سے پکڑ رکھا ہے اور فضا گرم ہے)

اگاڑی...... اوئے تم کو کھیلنا نہیں ہوتا صرف لڑنا ہوتا ہے۔ تو پہلے بتا دیا کرو۔ چھوڑ کالر مقبول!

مقبول...... چاچا یہ پتے دیکھتا ہے۔

واجد...... صرف پتے دیکھتا ہوں، تیری طرح چراتا تو نہیں۔

تسبیح والا...... جوان۔ ہمارے زمانے میں رواج تھا۔ جب بازی ختم ہو جاتی تھی تب لڑتے تھے بلکہ جب ساری بازیاں ختم ہو جاتی تھیں تب لڑتے تھے۔

اگاڑی...... چھوڑ مقبول

نسیم...... چھوڑ دے یار۔

واجد...... پکڑ رکھ کالر کو لیکن اس سے آگے نہ جانا۔ میں نے غصے کی حدیں مقرر کی ہوئی ہیں۔ اور جو میری حد ٹپ جائے میں اسے برا پڑتا ہوں۔

اگاڑی...... پتہ پھینک مقبول شاباش (مقبول بددلی سے کالر چھوڑتا ہے۔ واجد مسکراتا ہے)

اگاڑی .... میں ایک بتاؤں بات۔

بیگ......بتائیں بتائیں تمہاری باتوں کو ہی سننے تو آتے ہیں سرکار' فرمایئے۔

اگاڑی...... (پتہ پھینک کر) سر اٹھا واجد۔ اچھا تم بتاؤ بیگ بھیا! آدمی کس چیز کے سہارے زندہ رہتا ہے۔

بوڑھا...... اللہ کے سہارے۔

اگاڑی......غلط

نسیم...... یہ لے چاچا حکم کا یکہ اور سر ہو گئی ہماری اور دھیان سے کھیلنا پانچ سریں ہو گئی ہیں۔

کتاب والا...... علم کے سہارے چاچا۔

اگاڑی......غلط میں تم کو بتاؤں انسان جو ہے وہ مسئلے کے سہارے زندہ رہتا ہے۔ مسئلہ نہ رہے تو...... تو آدمی زندہ نہیں رہتا۔ بس جیئے جاتا ہے۔ یہ جو مقبول اور واجد ابھی لڑے تھے، یہ زندہ رہنے کے لئے لڑے تھے۔ نہ لڑتے تو کھیلتے کھیلتے بور ہو جاتے مر جاتے کچھ دیر کے لئے۔

واجد......پتہ پھینک چاچا اگاڑی - باتوں میں تو مجھے ایویں کوٹ کرا دیتا ہے۔

اگاڑی...... لے پھر رنگ کا نہلا۔ ہو گئی سر

واجد...... شکریہ۔ مہربانی (سر اٹھاتا ہے)

اگاڑی......جب تک میرے اردگرد مسئلے تھے' میں زندہ تھا۔ اب صرف جیتا ہوں، گو بھی گاجر کی طرح۔ کدو کی بیل کی طرح زندہ نہیں ہوں، راستہ ٹٹولتی اوپر نیچے چڑھتی بیوی زندہ تھی تو مسئلوں کا ڈھیر تھا۔ میں الجھتا تھا۔ لڑتا تھا۔ لیکن زندہ تھا۔ بیٹے مسئلوں کا گھر تھے سو وہ بھی دوبئی چلے گئے۔ اب کوئی مسئلہ نہیں اور بڑی پریشانی ہے یار۔

بوڑھا...... (لمبی آہ بھر کر) مسئلے تو سارے جوانی ساتھ لے گئی اب تو ایک ہی مسئلہ ہے یہاں سے جانے کا۔

واجد...... چاچا دھیان سے کھیل پھر بازی ہو گئی۔

اگاڑی...... (مسکرا کر) بازی چڑھ جانے دے میرے سر واجد' کوئی تو مسئلہ میرے سر بھی چڑھے ورنہ میں کس سہارے جیوں گا سوہنیا۔ تو مان نہ مان یار بیگ۔ لیکن جب آدمی سوکھا ہو جاتا ہے، دولت اس کے گھر کی باندی ہو جاتی ہے۔ پھر تو اسے خوش رہنا چاہیئے پر نہیں رہ سکتا۔ بھلا کیوں؟

واجد...... چاچا اگاڑی تو نے باتوں میں مجھے تین کوٹ کرا دیئے ہیں۔

اگاڑی...... کوٹ اچھی چیز ہے۔ دیکھ تو اتنا پالا پڑ رہا ہے۔ لنڈے سے نہیں لانے پڑیں گے۔ اوئے تم کو پینچے' کھیلنے کو اور کوئی جگہ نہیں۔ ممتاز بلڈنگ کی مائیں بھی اچھی ہیں۔ بچوں کو سیڑھیوں پر دھکے دے کر دروازے بند کر لیتی ہیں۔ چلو جاؤ اٹھو۔ اپنے اپنے گھر جانا۔ نیچے نہ کھیلنے چلے جانا' چلو پڑھنا تو تمہارے نصیب میں ہے نہیں۔ گھر بیٹھنا ہی سہی۔

(بچے جاتے ہیں۔)

نسیم...... اب چاچا یہ نیچے ویڈیو گیم والی دکان کے آگے ملیں گے۔

اگاڑی...... چلو کوئی مسئلہ تو ہے ناں...... جس کے سہارے یہ زندہ ہیں۔ یہ بھی اور ان کی مائیں بھی...... ورنہ مسئلے نہ ہوں بیٹا جی تو مسئلے بنانے پڑتے ہیں۔ پھر انکو سلجھانا پڑتا ہے' تب خوشی ملتی ہے۔ آدمی زندہ کیسے رہے۔ کس چیز کے سہارے۔

واجد...... چاچا۔ پیس آ گئی ہے تم پر۔

اگاڑی...... بسم اللہ۔ بسم اللہ...... سو بار پیسے گا چاچا اگاڑی لاؤ جی تاش.......... بسم اللہ...... (تاش پھینٹتا ہے)

——— کٹ ———

سین ۶ ان ڈور صبح کا وقت

(یہ مسز زبیدہ کا فلیٹ ہے۔ جہاں وہ اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ رہتی ہے۔ بتول ٹیلی فون آپریٹر ہے اور کلثوم گھر پر پرائیویٹ بی اے کی تیاری کر رہی ہے۔ کلثوم بتول سے بڑی ہے لیکن اس کی طبیعت شرمیلی ہے۔ اسے بتول کی وجہ سے بڑا احساس کمتری ہے۔ اور وہ بتول سے تین چار سال بڑی ہونے کے باوجود اپنی ذات پر اعتماد نہیں کرتی اور وقت بے وقت اپنے ناخن کاٹتی رہتی ہے۔ بتول میں ورکنگ وومن کا اعتماد تو ضرور آ گیا ہے لیکن زندگی سے مطمئن وہ بھی نہیں ہے۔ ان کا گھر ندیم کے گھر سے مختلف ہے۔ اس میں رنگ' پھول اور پردے بہتر ہیں۔ ہر طرف کڑھائی نظر آتی ہے اور چیزوں کی دیکھ ریکھ میں عورتوں کا سلیقہ بولتا ہے۔ اس وقت کلثوم پلنگ پر بیٹھی ہے۔ سامنے سنگھار میز ہے جو بڑا معمولی ہے۔ شیشے کی طرف پشت کئے کلثوم تیاری میں مشغول ہے۔ وہ باریک جرابیں پہن کر سینڈل پہنتی ہے اور اپنے بائیں ہاتھ کے ناخن دانتوں سے کاٹتی ہے)۔

بتول......نہ پھر کیا کرنا ہے آپ کو آپا؟ امتحان آپ کو نہیں دینا۔ شادی آپ کو نہیں کرانی۔ نوکری آپ نے نہیں کرنی۔ پھر کرنا کیا ہے آپ نے آپا؟

کلثوم......پتہ نہیں بتول۔ شائد سانس روک کر مرجانا ہے.. مجھے۔

بتول......اگر امی کو پتہ چلا کہ آپ امتحان نہیں دینا چاہتیں تو ان کا دل کتنا ٹوٹے گا۔

کلثوم......لیکن اگر میں فیل ہو گئی تو......پھر تو............

بتول......یہ تو آپ کو اس وقت سوچنا چاہئے تھا آپا جب آپ نے پرائیویٹ داخلہ بھیجا تھا۔ کتنی مصیبت سے امی نے داخلے کے پیسے دیئے تھے۔

کلثوم......باقی تو سب ٹھیک ہے لیکن بی اے کی انگریزی مجھے سمجھ نہیں آتی بتول۔

بتول......کسی کو سمجھ نہیں آتی انگریزی............پر امتحان تو سبھی دیتے ہیں۔ مجھے سمجھ آتی تھی؟ لیکن میں نے دبا کے رٹا لگایا۔ آپ بھی صرف رٹا لگائیں آپا۔

کلثوم......میں رٹا لگاتی ہوں۔ لیکن مجھے......یاد نہیں رہتا......کچھ گھنٹوں کے بعد......ایک سطر بھول جائے تو سارا پیرا گراف بھول جاتا ہے۔

بتول......آپا۔ یہ جو ہم جیسی لڑکیاں ہیں ناں مڈل کلاس کی......ہمارے مستقبل بس ایویں ہی ہوتے ہیں۔ نہ ہمیں اچھے کام ملتے ہیں، نہ اچھے رشتے ہم بس خوابوں کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے تو اپنے خوابوں سے بچ جائیں آپا۔ آپ سارا دن گھر پر اکیلی رہتی ہیں............میری صلاح مانیں اور جلدی جلدی پرائیویٹ بی اے کر لیں اور کوئی نوکری کریں۔ میرے جیسی چھوٹی موٹی ٹیلی فون آپریٹر............خوابوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔ بڑی تکلیف دیتے ہیں یہ خواب۔ زہر گھول دیتے ہیں۔ اصلی جیتی جاگتی زندگی میں۔

(زبیدہ فاصلے سے آواز دیتی ہے)

زبیدہ......تو ابھی گئی نہیں بتول۔ دیر ہو گئی ہے۔

بتول......جا رہی ہوں امی......انگریزی کو سمجھنے کی فکر چھوڑ دیں آپا۔ بس درسی گرائمر کا رٹا لگائیں۔ سوالاً جواباً......سوال دیکھتے ہی سارا جواب کھٹا کھٹ............

کلثوم......مجھ سے رٹا نہیں لگتا بتول۔ بڑی کوشش کرتی ہوں۔

بتول......رٹا اس لئے نہیں لگتا آپا کہ آپ دو کام ایک وقت میں کرتی ہیں۔ رٹا بھی لگاتی ہیں اور خواب بھی دیکھتی ہیں۔ صرف رٹا لگائیں مہینہ بھر۔ خواب امتحان کے بعد............بڑا وقت پڑا ہے۔ نہ خواب پورے ہونے ہیں نہ ختم ہونے ہیں ساری عمر......کیا پتہ ایک ہی ادھورے خواب میں عمر گزر جائے ساری۔

زبیدہ......(آواز) بتول۔ اب چلی بھی جا۔ باتیں شام کو کر لینا۔

بتول......جا رہی ہوں امی۔

(کیمرہ بتول کو فولو کرتا ہے۔ وہ باہر والا دروازہ کھولتی ہے۔ جیسا کہ پچھلے سین میں دکھایا گیا تھا' واجد باہر کی جانب اسی دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا ہے۔ جس وقت بتول دروازہ کھولتی ہے' واجد ان کے گھر میں پشت کے بل گرتا ہے۔ بتول حیران ہو جاتی ہے لیکن وہ پکا سا چہرہ بنا لیتی ہے)

——— کٹ ———

سین ۷ ان ڈور وہی وقت

(جس وقت واجد پشت کے بل بتول کے گھر کے اندر دروازے کے کھلنے سے گرتا ہے' کیمرہ دوبارہ تاش کھیلنے والوں کو دکھاتا ہے۔
اب وہ تمام لوگ جو تاش کھیل رہے تھے اور وہ بھی جو تاش کا کھیل دیکھ واجد کو گرتا دیکھ کر زور زور سے ہنستے ہیں۔ بتول احتیاط سے باہر نکلتی ہے۔ اسے لگتا ہے جیسے سب اس پر ہنس رہے ہیں اونچے قہقہوں کی آواز سن کر ندیم اپنے فلیٹ کا دروازہ کھولتا ہے۔ اس وقت بتول باہر نکل رہی ہے۔ وہ بھی سمجھتا ہے جیسے فلیٹ والے سب بتول پر ہنس رہے ہیں۔ اس وقت مقبول کا دس برس کا بیٹا آصف ہاتھ میں ٹوکری لے کر سیڑھیاں چڑھتا لینڈنگ پر آتا ہے اور زور سے کہتا ہے: "اباجی"۔
سب ہنستے رہتے ہیں)

آصف......اباجی امی کہتی ہیں چھ پائے اور سبزی رائل پارک سے لے آئیں۔

(سب کی ہنسی میں اضافہ ہوتا ہے۔ آصف دوبارہ یہی جملہ دہراتا ہے۔ بتول آہستہ آہستہ سب سے ڈر کر سیڑھیاں اترتی ہوئی کیمرے کے پاس سے گزر جاتی ہے۔ کیمرہ اب ندیم پر آتا ہے۔ وہ اپنے فلیٹ کھول کر ان سب کو ہنستا دیکھ رہا ہے۔ واجد دروازے میں سے اٹھتا

ہے اور کھسیانی ہنسی ہنستا ہے۔ کیمرہ ندیم کے چہرے پر آتا ہے۔ اس کلوز اپ میں ظاہر ہوتا ہے کہ ندیم کو شدید غصہ چڑھا ہوا ہے۔ لیکن وہ کنٹرول کر رہا ہے)۔

——کٹ——

سین ۸ ان ڈور کچھ دیر بعد

(مسسز زبیدہ کا فلیٹ۔ کچھ ہی دیر بعد ابھی کلثوم ویسے ہی بیٹھی اپنے ناخن کتر رہی ہے۔ اس کے چہرے پر احساس کمتری اور عدم اعتمادی ہے۔ اب زبیدہ ساتھ والے کمرے سے داخل ہوتی ہے۔ اس نے لباس پہن رکھا ہے۔ ہاتھ میں چھوٹا سا ٹفن دان ہے۔ وہ برقعہ پہن رہی ہے)

زبیدہ...... میں جا رہی ہوں کلثوم۔ دروازہ اندر سے بند کر لینا...... ایک تو اس ممتاز بلڈنگ میں اتنے رنگ رنگ کے آدمی بستے ہیں۔ ایسے عجیب و غریب آدمی...... میں ڈیوٹی نہیں کر سکتی آرام سے۔

کلثوم...... کیوں امی۔

زبیدہ...... آج سے پندرہ سال پہلے اور بات تھی۔ مجھے کوئی فکر نہیں ہوتا تھا۔ یہ ساتھ والے فلیٹ میں ایک پارسی عورت رہتی تھی۔ وہ تم دونوں کا بہت خیال رکھتی تھی۔

کلثوم...... اب بھی اچھے لوگ بستے ہیں فلیٹ میں امی............

زبیدہ...... بستے ہوں گے کلثوم...... لیکن وقت بدل گیا ہے۔ لوگوں کا محاورہ بدل گیا ہے۔ نفسانفسی کا دور ہے۔ تو اندر سے چٹخنی لگا کر رکھنا۔

کلثوم...... اچھا جی۔

زبیدہ...... میں نے اپنا کھانا ڈال لیا ہے ٹفن کیریر میں۔

کلثوم...... جی؟ اچھا کیا جی۔

زبیدہ...... بیٹے دل لگا کر پڑھنا۔ امتحان میں صرف ایک مہینہ رہ گیا ہے۔

کلثوم...... (جیسے کچھ کہنا چاہتی ہے) وہ امی بات یہ ہے کہ امتحان............

زبیدہ...... اچھا باقی باتیں شام کو کریں گے۔ ذرا لیٹ ہو جاؤ تو ڈاکٹر صاحب سب کے سامنے بے عزت کر کے رکھ دیتے ہیں۔ (جاتے ہوئے) زمانہ ہی بدل گیا ہے۔ وہ پہلے جیسی قدریں ہی نہیں رہیں۔ سب نفسانفسی ہے...... اپنی اپنی پڑی ہے سب کو۔ کوئی ہم جیسوں کو نہیں پوچھتا۔ بڑے چھوٹے کا لحاظ ہی ختم ہو گیا ہے۔

(کیمرہ کلثوم پر آتا ہے۔ وہ اٹھتی ہے اور ماں کے جانے کے بعد چٹخنی لگاتی ہے)

——کٹ——

سین ۹ آؤٹ ڈور دن

(واجد جی پی او کے گیٹ میں داخل ہو کر اندر جاتا ہے اور چند خطوط پوسٹ کرتا ہے۔ پھر سگریٹ جلاتا ہے۔ اس وقت دو تین لڑکیاں ادھر سے گزرتی ہیں۔ وہ کنکھیوں سے ان کو دیکھتا ہے۔ سگریٹ پھینکتا ہے اور اپنے بوٹ سے اس سگریٹ کو بجھاتا ہے)

——کٹ——

سین ۱۰ آؤٹ ڈور وہی وقت

(ریگل کے چوک میں جہاں پہلے ملکہ وکٹوریا کا بت تھا، اسی کے قریب کہیں جنگلے کے پاس واجد کھڑا ہے اور سگریٹ پی رہا ہے۔ وہ آتی جاتی کاروں کو دیکھ رہا ہے۔ جب کوئی خوبصورت کار گزرتی ہے تو وہ دیر تک گردن موڑے اسے دیکھتا رہتا ہے۔ پھر اس کے قریب سے ایک لڑکی گزرتی ہے۔ وہ بہت ماڈرن ہے اور اپنے میں مگن ہے۔ واجد اسے کنکھیوں سے دیکھتا ہے۔ سگریٹ منہ سے نکالتا ہے اور جوتے تلے مسل دیتا ہے)

——کٹ——

سین ۱۱ — ان ڈور — دن

(لینڈنگ پر دری بچھی ہے۔ پہلے کی طرح تاش کی بازی جاری ہے مگر اس مرتبہ نسیم اور واجد پارٹنر ہیں۔ اور چاچا گاڑی اور مقبول پارٹنر ہیں۔ باقی گیم دیکھنے والے بھی کچھ رد و بدل سے بیٹھے ہیں۔ بچے پاس ہی سیڑھیوں پر بیٹھے پتنگ میں ڈور ڈال رہے ہیں)

واجد..... میں دیکھتا رہتا ہوں چاچا گاڑی تمام کاروں کو، کار والوں کو...... اور سوچتا ہوں۔ یہ مجھ سے کیسے بہتر ہیں؟ کار میں بیٹھنے والا اور کار میں نہ بیٹھنے والا کس طرح مختلف ہیں۔

اگاڑی..... اوئے۔ واجد۔ وہ سب تجھ سے بہتر ہیں۔ ایک ایک.......... محنت کرتے ہیں۔ اور تو بے روزگار سارا دن سڑکیں ناپتا ہے اور اپنے چاچے کے منی آڈر کا انتظار کرتا ہے۔ اور لڑکیاں تاڑتا ہے اور کاروں کو گھورتا ہے۔ بڑا فرق ہے تجھ میں اور کار والوں میں..........

مقبول..... ہے۔فرق ہے۔

واجد..... یہ لے نسیم۔ رنگ کا یکہ۔ کیا فرق ہے مقبول؟

مقبول..... بات حوصلے سے سننا۔ سب بھائی لوگ ناراض نہیں ہونا۔

بڈھا..... حوصلے سے سنیں گے۔

مقبول..... میرا ہوٹل ہے۔ شرفا کا ہوٹل...... میں نے آج تک کبھی بڑا گوشت نہیں پکایا۔ کبھی باسی سالن نہیں ملائے تازہ میں...... میرا ہوٹل نہیں چلتا۔ شرفائی ہوٹل نہیں چلتے...... مڈل کلاس کا کچھ نہیں چلتا۔ نہ ان کا کلچر...... نہ ان کی قدریں...... نہ انکی سوچ...... نہ ان کے رسم و رواج......

نسیم..... تجھے ہر وقت یہی رونا پڑا رہتا ہے اپنے ہوٹل کا۔

مقبول..... کوئی شرفائی کام نہیں چلتا۔ جانتے ہو شرفا کون ہوتے ہیں؟ مڈل کلاس کے لوگ۔ آدھے تیتر آدھے بٹیر..... جن کے پاس رسم و رواج کا پھندہ ہوتا ہے..... جو قدروں کے پیچھے مرتے ہیں..... شرافت کے پیچھے زندگیاں تباہ کرتے ہیں۔ ان کا کوئی کام نہیں چلتا۔ انہیں کوٹ پر کوٹ ہوتا ہے۔ ہر بازی میں۔

واجد..... شاباش اچھا دماغ چلتا ہے کبھی کبھی تیرا۔

مقبول..... میرے ساتھ دال چاول والا ہے۔ اس کا کاروبار ٹھپ نہیں ہوتا۔ حلیم والے کی دیگیں ختم ہوتی

ہیں تین تین چار چار۔ غریب بھی سیٹ ہے۔ امیر بھی سیٹ ہے۔ میرے بالکل سامنے سڑک پر بڑا شاندار ہوٹل ہے امیروں اس کے بھی لائنیں لگی ہوتی ہیں کاروں کی۔ وہ بھی سیٹ ہے۔ مرتا ہوں تو میں۔ میرے ہوٹل میں شرفا نہیں آتے۔ کہاں سے آئیں بے چارے۔ سب شرفا کا ایک ہی مسئلہ ہے' آمدنی کم اور شرافت کا بکھیڑا بہت زیادہ۔

اگاڑی..... آج بڑے دن بعد بولا ہے مقبول جندرا ٹوٹا ہے منہ کا۔ کیوں جی کیا مسئلہ ہے شرفاء کا؟

مقبول..... بتادوں؟

سب..... بتادے۔ بتادے۔۔

واجد..... بول میری مچھلی کتنا پانی

مقبول..... غریب کو عزت کی پروا نہیں ہوتی وہ بے فکر رہتا ہے۔ امیر کے پاس عزت ہوتی ہے وہ بھی بے فکر رہتا ہے۔ مرتا ہے.......... تو یہ درمیان والا...... جو بے پروا نہیں ہو سکتا اور عزت حاصل بھی نہیں کر سکتا..... اب تجھے سمجھ آگیا تیرا اور ان کا فرق واجد۔

واجد..... کچھ کچھ۔ لیکن زیادہ نہیں۔

مقبول... کچھ دن اور بیکار رہا تو اور سمجھ آجائے گی۔

نسیم..... پتہ تو پھینک واجد۔ یہ کوئی کار کی چابی تو نہیں ہے..... جو تیری ہتھیلی سے نہیں نکلتی..........

کٹ

سین ۱۲ — ان ڈور — وہی وقت

(اس وقت کلثوم بالٹی بھر کر پانی فرش پر ڈالتی ہے اور جھاڑو سے فرش دھونے لگتی ہے۔ یہ وہی کمرہ ہے جس کے سامنے لینڈنگ ہے اور تاش کی منڈلی بیٹھی ہے۔ اس وقت اس کے تن پر دوپٹہ نہیں۔ شلوار اس نے اڑس رکھی ہے۔ اور وہ جھپاک جھپاک جھاڑو پھیر رہی ہے۔ یکدم دروازے پر شدید دستک ہوتی ہے۔ وہ گھبرا کر دوپٹہ تلاش کرتی ہے جو نہیں ملتا پھر وہ پلنگ سے چادر گھسیٹ کر اوڑھ لیتی ہے اور دروازہ کھولتی ہے۔ سامنے واجد کھڑا ہے)

واجد...... آپ بھی عجیب ہیں۔ پکڑ کر ہماری ساری دری بھگو دی۔

کلثوم...... (گھبرا جاتی ہے) پتہ نہیں جی۔

واجد...... پتہ رکھا کریں۔ اتنی غفلت بھی اچھی نہیں۔ ساری جگہ میں پانی پانی کر دیا۔ ساری سیڑھیاں پانی سے بھر دی ہیں۔

کلثوم...... (خوفزدہ ہو کر) میں صاف کر دیتی ہوں جی۔

واجد...... جھاڑو مجھے دیں۔ آپ کیا صاف کریں گی۔ آپ صرف بھگونا جانتی ہیں۔ لائیے جھاڑو دیں۔

(کلثوم جھاڑو دیتی ہے۔ پھر اندر ہو کر چھپنے لگتی ہے۔ وہ بہت خوفزدہ ہے۔ اس کے بعد وہ ٹوکری اٹھاتی ہے۔ اپنے سرہانے کے نیچے سے کچھ میٹھے نکال کر ٹوکری میں ڈالتی ہے۔ اس کے بعد اپنے سرہانے رکھے نرگس کے پھول بھی ٹوکری میں رکھتی ہے)

کٹ

سین ۱۳ ان ڈور کچھ دیر بعد

(ندیم پلنگ پر لیٹا ہوا ہے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ کلثوم چادر میں لپٹی ٹوکری لئے دروازے کے پاس کھڑی ہے)

کلثوم...... مبشر چاچا ہیں جی۔

ندیم...... آپ اندر تو آئیں۔

کلثوم...... بس جی میں ٹھیک ہوں۔ مبشر چاچا کب آئیں گے۔

ندیم...... نیچے گئے ہیں میٹھے لینے۔

کلثوم...... چاچا جی کو پیسے دینے تھے گوشت کے لئے۔

ندیم...... یا آپ مجھ پر اعتماد کر کے پیسے مجھے دیدیں۔ یا پھر ابا کا انتظار کر لیں۔

(وہیں سے کھڑے کھڑے ہاتھ بڑھاتی ہے جس میں پیسے ہیں)

کلثوم...... آپ پیسے لے لیں جی۔

ندیم...... (کہنی کے بل اٹھ کر) آپ اس تپائی پر پیسے رکھ دیں۔ میں ابا کو دے دوں گا۔ کتنا گوشت؟

کلثوم...... کلو۔ ایک کلو۔ دستی......

(ندیم کے قریب رکھی ہوئی تپائی پر پچاس کا نوٹ رکھتی ہے)

ندیم...... آپ...... اس طرح کیوں چلتی پھرتی ہیں۔ اس طرح کیوں آتی جاتی ہیں ہمارے گھر؟

کلثوم...... کس طرح جی؟

ندیم...... جیسے چھپکلی شہتیروں کے اندر اندر چلتی ہے۔ چھپ چھپ کے۔ بیٹھ جائیں ابا آ رہا ہو گا۔

کلثوم...... (ڈرتے ڈرتے بیٹھتی ہے) وہ جی میں ہانڈی چڑھا کے آئی ہوں۔

ندیم...... آپ کو مجھ سے بھی ڈر لگتا ہے۔

(کلثوم نفی میں سر ہلاتی ہے)

ندیم...... بڑی مہربانی ہے آپ کی۔ کیونکہ میرا خیال ہے مجھ سے کوئی خوفزدہ نہیں ہوا آج تک۔ بیٹھ جائیں ناں۔

(کلثوم بیٹھتی ہے)

کلثوم...... آپ کو کیا تکلیف ہے جی۔

ندیم...... پتہ نہیں اصل میں کیا تکلیف ہے کلثوم۔ (کلثوم اپنا نام سن گھبرا جاتی ہے) جب میں نویں میں تھا تو مجھے ملیریا ہوا تھا۔ دو سال بخار چڑھا رہا۔ پتہ نہیں اس کا اثر ہے کہ کوئی وائرس ہے۔ جگر خراب ہو گیا ہے میرا۔ تیسری سٹیج میں ہے جگر۔

کلثوم...... تو آپ میٹھے چوسا کریں۔ امی کو پچھلے سال تکلیف ہو گئی تھی جگر کی۔ میٹھے چوس چوس کر ہی ٹھیک ہو گئیں۔ (ٹوکری میں سے میٹھے نکال کر تپائی پر رکھتی ہے) اتفاق سے یہ کچھ میٹھے، میرے پاس ہیں۔

ندیم...... کلثوم!

کلثوم...... (گھبرا کر) جی؟

ندیم...... یہ اتفاق سے تمہاری ٹوکری میں ہمیشہ کیوں میرے لئے کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔

کلثوم...... (خوفزدہ ہو کر) پتہ نہیں جی...... میں کوئی ارادہ کر کے تو نہیں لاتی...... بس جی...... ہوتا ہے کچھ نہ کچھ۔

ندیم...... (آنکھیں بند کر کے) کاش کبھی تم ارادہ کر کے بھی کچھ لے آیا کرو۔

(کلثوم کو سمجھ نہیں آتی کہ کیا جواب دے۔ وہ ناخن کاٹنے لگتی ہے)

کلثوم...... میں چلوں جی۔

ندیم...... تمہاری مرضی۔ بیمار کے پاس کسی کو بیٹھ کر ملتا بھی کیا ہے؟

کلثوم...... آپ اتنے بیمار نہیں ہیں۔ آپ ٹھیک ہو جائیں گے جی۔

ندیم...... پھر؟

کلثوم...... پھر؟ پھر آپ کی شادی ہو جائے گی۔

ندیم...... کس کے ساتھ؟

(کلثوم گھبرا کر اٹھتی ہے)

کلثوم...... اچھا جی یہ پیسے آپ چاچا جی مبشر کو دیدیں۔

ندیم...... دے دوں گا۔

(کلثوم اب ٹوکری اٹھا کر دروازے تک جاتی ہے۔ پھر رکتی ہے)

کلثوم...... آپ کو نرگس کے پھول پسند ہیں؟

ندیم...... بہت۔

کلثوم...... یہ بھی اتفاق سے میرے ساتھ آ گئے ہیں۔ یہ پھول میں کہاں رکھوں جی؟

ندیم...... مجھے پکڑا دیں گی؟

کلثوم...... اچھا جی۔

(وہ گلدستہ پکڑ کر ندیم کے پاس آتی ہے اور پھول اسے پکڑا کر جلدی سے بھاگ جاتی ہے۔ کیمرہ ندیم پر آتا ہے۔ وہ نرگس کے پھول دونوں ہاتھوں میں پکڑتا ہے اور آنکھیں بند کرتا ہے)

——— کٹ ———

سین ۱۴ — آؤٹ ڈور — دن

(ٹیلی فون ایکسچینج پر بتول بیٹھی ہے۔ وہ اس وقت چیونگم کھا رہی ہے۔ اور ساتھ ساتھ آپریٹر کا کام بھی کر رہی ہے)

بتول...... ہیلو۔ سلام علیکم جی۔ ٹرنکس ...... جی جی۔ اپنا نمبر بتائیں...... جی ساہیوال کا نمبر پی پی؟ جی صغیر احمد۔ اگر پی پی نہ اویلیبل ہو تو کال کینسل کر دوں؟ جی...... جی آپ کا کوڈ نمبر ہے رو ز ۱۹۔

——— کٹ ———

سین ۱۵ — آؤٹ ڈور — دن

(کسی سینما گھر کے آگے بڑے سے پھٹے پر نسیم کسی پنجابی فلم کا پوسٹر پینٹ کر رہا ہے۔ پھر نسیم پارٹنر چڑھا سینما گھر کے ماتھے پر لگنے والے بڑے پوسٹر کو پینٹ کر رہا ہے۔ آہستہ آہستہ کیمرہ بیک کرتا ہے۔ اسی دوران کسی پنجابی فلم کا میوزک بجتا رہتا ہے۔ آہستہ آہستہ منظر فیڈ آؤٹ ہوتا ہے)

ڈزالوان ٹو

سین ۱۶ — آؤٹ ڈور — رات

(رات کا وقت ہے۔ بیڈن روڈ کی سڑک ہے۔ دوکانیں بند ہیں۔ نسیم شروع سڑک پر اپنا موٹر سائیکل درست کرنے میں لگا ہے۔ پھر وہ کک کرتا ہے۔ لیکن موٹر سائیکل نہیں چلتا۔ پھر کک لگاتا ہے۔

موٹر سائیکل نہیں چلتا۔ اب وہ موٹر سائیکل کو پیدل چلاتا ہوا چلتا ہے۔ سڑک تقریباً سنسان ہے کچھ دور وہ چلتا ہے۔ پھر ایک دیوار پر اسے اپنا بنایا ہوا پوسٹر نظر آتا ہے۔ وہ قریب جاتا ہے اور پوسٹر کو پھاڑتا ہے۔ پھر آ کر موٹر سائیکل کو کک لگاتا ہے۔ لیکن موٹر سائیکل نہیں چلتا۔ اب وہ بے طور اسے ٹھڈا مارتا ہے)

—— کٹ ——

سین ۱۷ ان ڈور دن

(واجد اپنے کمرے میں ٹائپ رائیٹر پر کھٹا کھٹ ٹائپ کر رہا ہے۔ اس کے بال منتشر ہیں۔ پاس چائے کی پیالی دھری ہے۔ جسے وہ چند لمحوں بعد منہ کو لگاتا ہے۔ ایش ٹرے میں سگریٹ بھی جل رہا ہے۔ کچھ دیر وہ ٹائپ کرتا ہے۔ اس کے بعد دروازہ پر دستک ہوتی ہے۔ وہ منہ میں سگریٹ ڈال کر دروازہ کھولتا ہے۔ سامنے ڈاکیہ کھڑا ہے)

واجد...... آ گئے بادشاہو۔

ڈاکیہ......جی جناب۔ یہ آپ کے تین خط اور یہ آپ کا منی آڈر۔ جہاں جہاں کاٹی لگی ہے سر وہاں وہاں سائین کر دیں۔

واجد...... چار سال سے چاچے کے منی آڈر پر جی رہے ہیں ڈاکیہ صاحب۔ ابھی ہمیں یہ بھی پتہ نہیں کہ کہاں کہاں سائین کرنا ہے۔

(منی آڈر کو دروازے کے ساتھ لگا کر ڈاکیئے سے بال پوائنٹ لیکر منی آڈر پر سائین کرتا ہے۔ ڈاکیئے نے بال پوائنٹ کان پر اڑس رکھا ہے۔ وہ اسے اتار کر دیتا ہے)

ڈاکیہ...... آج کل ایسے چاچے نہیں ہوتے سر جو بھتیجوں کو منی آڈر بھیجیں۔ (پیسے گنتا ہے)

واجد...... (آنکھ مار کر) بے اولاد ہے۔ دو فیکٹریاں ہیں۔ مجھے پھانس رہا ہے کہ میں لاہور چھوڑ کر کراچی چلا

جاؤں اس کے پاس...... بے اولاد چاچا اور بے روزگار بھتیجا۔

ڈاکیہ......تو آپ کراچی چلے جائیں سر؟

واجد......یہیں ٹھیک ہے ڈاکیہ صاحب...... وہاں گیا تو مجھے روز روز احسان مند ہونا پڑے گا چاچے کا۔ اور احسان مند تو میں اپنے سگے باپ کا نہیں رہ سکتا زیادہ دیر۔

(ڈاکیہ اب نوٹ پکڑاتا ہے)

ڈاکیہ...... گن لیں جی۔ پورے پندرہ سو روپے ہیں۔ ویسے شکر گزاری کے لئے چار سال بڑے ہوتے ہیں

واجد...... شکریہ۔

(ڈاکیہ جاتا ہے۔ واجد دروازے کی کنڈی لگا کر نوٹ گنتا ہے۔ واپس اپنے ٹائپ رائیٹر پر آتا ہے۔ جیب میں نوٹ ڈالتا ہے۔ اور ٹائپ کرنا شروع کرتا ہے۔ چند ثانیے بعد دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ واجد اٹھتا ہے اور دروازہ کھولتا ہے)

واجد...... آیئے آیئے پروفیسر صاحب...... آیئے۔

پروفیسر...... (خفت اور شرافت سے اندر آتے ہوئے) غالباً میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔ شاید آپ کام کر رہے تھے۔

واجد...... نہیں نہیں۔ میں تو ہمیشہ کی طرح صرف ایڈیٹر صاحب کو مراسلہ لکھ رہا تھا۔

پروفیسر.....میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ بس چند منٹ۔

واجد...... آیئے آیئے...... آیئے۔

پروفیسر...... عجیب ہونق لوگ ہیں۔ عجیب نفسانفسی کا عالم ہے۔ میں تمام ممتاز بلڈنگ کے فلیٹوں میں گیا ہوں خود...... ایسے تو کام نہیں چل سکتا۔ پانی اوپر کی منزلوں میں نہیں چڑھتا وائرنگ کا جو حال ہے، سب کے سامنے ہے۔

واجد...... میں تو اپنا فرض پورا کرتا رہتا ہوں پروفیسر۔ جتنے خط میں نے اخباروں کو لکھے ہیں، پبلک کے سانجھے مسائل کی جتنی میں نے نشاندھی کی ہے، شاید، شاید سارے شہر میں کسی نے نہ کی ہو۔

پروفیسر...... اخباروں کو مراسلات لکھنے سے کچھ نہیں بنے گا واجد صاحب۔ یہ خطوط بھی اب شغل میلا بن گیا۔ خطوں کو لوگ وقت کٹی کے لئے پڑھتے ہیں اور مسائل بھول جاتے ہیں۔

واجد...... نہیں پروفیسر صاحب۔ پڑھنے والوں میں مسائل کی آگہی پیدا ہوتی ہے۔

پروفیسر...... لیکن ہمارے ممتاز بلڈنگ کے مسائل کیسے طے ہوں گے؟ مالک مکان کیسے ہماری مشکلات سمجھ سکتا ہے؟ اگر اس پر سانجھا دباؤ نہ ڈالا جائے۔

واجد...... اگر آپ کہیں تو ایک خط اس سلسلے میں بھی لکھ سکتا ہوں۔ ہمارے ممتاز بلڈنگ کے گٹروں کی کیفیت پر اچھا خط بن سکتا ہے۔ ویسے میں نے چند دن ہوئے چھ خط اسی سلسلے میں پوسٹ کئے تھے۔

پروفیسر...... یہ طریقہ نہیں چلے گا۔ میں نے سب فلیٹ والوں سے کہا ہے کہ آپ سب مل کر ایک آدمی کو سارے اختیارات دیں، مالک مکان سے نپٹنے کے۔ وہ چاہے مقدمہ کرے چاہے تڑی دے۔ اختیار ایک آدمی کو ہو۔

واجد...... ناں۔ ناں۔ ناں جی۔

پروفیسر...... کیا مطلب۔

واجد...... ممتاز منزل کے لوگ پروفیسر صاحب۔ نازک مزاج ہیں۔ غریب سارے اختیار ایک آدمی کو دے سکتا ہے۔ امیر بھی کسی کو مان سکتا ہے۔ نازک مزاج کسی کو اپنا بڑا نہیں بنا سکتا۔ آپ اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ ان کا بجلی پانی درست نہیں ہو سکتا۔ ناں جی۔ نازک مزاجوں کی بستی میں کوئی بڑا نہیں ہوتا۔ سب بڑے ہوتے ہیں۔ اپنی اپنی رائے والے۔ اپنی اپنی مرضی والے۔

پروفیسر...... پھر یہ مسائل کیسے طے ہوں گے۔ ایک دن اوپر والی منزل گرے گی اور نیچے تک ملبہ ہی ملبہ ہو گا۔

واجد...... گرے ساری بلڈنگ گرے۔ پانی کسی منزل میں نہ چڑھے۔ گٹر کھلے رہیں۔ کوڑا کبھی نہ اٹھے۔ سارے مسائل رہیں پرواہ نہیں صرف ہماری نازک مزاجی...... ہمارا غصہ... قائم رہنا چاہئے۔ نازک مزاجوں کا کوئی چودھری نہیں ہوتا پروفیسر صاحب۔ خواہ مخواہ وقت ضائع نہ کریں ممتاز بلڈنگ والوں پر، ان کے مسائل ہمیشہ مسلّط رہیں گے۔ نازک مزاجوں کے مسائل ہمیشہ رہتے ہیں۔ آپ اپنا مسئلہ مکائیں۔ آپ کے پانی نہیں چڑھتا تو مشین لگوالیں لنڈے میں سیکنڈ ہینڈ مل جاتی ہے مشین۔ کافی سستی۔

(کیمرہ پروفیسر کے چہرے پر آتا ہے، جو بہت متذبذب ہے)

کٹ

سین ۱۸ ان ڈور سہ پہر

(ندیم چارپائی پر بیٹھا ہے۔ سامنے تپائی پر اس نے چھوٹا سا آئینہ رکھا

ہے جسم کو کالی چادر میں لپیٹ رکھا ہے۔ اور وہ شیو بنانے میں مشغول ہے۔ اس کا باپ مبشر بہت غصے میں ہے)

مبشر...... کیا کہوں اس نرس کے گھر جا کر۔ کیا لالچ دوں اس بڈھی کو۔ بیٹا میرا بیمار ہے۔ پہلے بنک میں سکینڈ آفیسر تھا اب بیمار ہے رشتہ دے دے گی کلثوم کا؟

ندیم...... ابا۔ تو سارا دن بیگ صاحب کے بیٹھا رہتا ہے۔ کوئی تو ہو... چلو پانی پکڑانے کے لئے 'روٹی پکانے کے لئے...... وقت پر دوا کھلانے کیلئے۔

مبشر...... وہ ضرور نرس ہے ہسپتال میں۔ اس کی بیٹی نرس نہیں ہے۔ لوگ خدمتوں کیلئے اپنی بیٹیاں نہیں دیتے آج کل۔ سو سال پیچھے رواج تھا ایسا۔

ندیم...... ابا تو پوچھ تو سکتا ہے ان سے؟ کیا پتہ اس معاملے میں میری قسمت اچھی ہو۔

مبشر...... یعنی میں اپنی بے عزتی کروانے جاؤں اس مچھپڑ بڈھی کے گھر۔ جب اس نے میرے منہ پر دروازہ بند کیا' تب تیرا دل خوش ہو گا۔

ندیم...... کیا پتہ ابا کچھ دن کی خدمت سے میں ٹھیک ہی ہو جاؤں۔ چار دن مجھے بھی وقت پر روٹی ملے، وقت پر دوائی ملے تو میں صحت مند ہی ہو جاؤں۔

مبشر...... مار مار اب میرے منہ پر مار ناشکرے بتا سارے محلے کو۔ کہ تیری خدمت کرنے والا کوئی نہیں۔ تجھے وقت پر روٹی نہیں ملتی۔ وقت پر کوئی تجھے دوائی پلانے والا نہیں۔ جھولی پھیلا سب کے سامنے۔ ہمدردیاں حاصل کر سب کی۔ کر بدنام اپنے باپ کو سب میں۔

ندیم...... چل ابا نہ سہی۔ میرا سر گھومنے لگا ہے۔ کوئی بات تجھ سے نہیں کر سکتا۔ کبھی بھی۔

مبشر...... میں ذرا نیچے جا رہا ہوں بیگ صاحب کے پاس۔ روٹی اور سالن سب میں نے رکھ دیا ہے نعمت خانے میں...... گرم کرنے جوگی تو تیری جان ہو گئی ہے۔

ندیم...... تو فکر نہ کر ابا۔ میں سالن گرم کر لوں گا۔

مبشر...... نوکری نہ چھوڑتا تو تگڑا بھی ہو جاتا۔ جب تک آدمی کسی آہر لگا رہے تو ٹھیک رہتا ہے۔

(باپ دروازے تک آتا ہے۔)

ندیم...... (پلنگ پر لیٹتا ہے) ابا ان کے گھر نہ جانا۔ ٹھیک ہے ایک روگی کو کوئی اپنی بیٹی کیوں دے؟ زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا؟ بیوہ ہو جائے گی دو ایک سال کے اندر اندر۔ اپنے گھر ہی بیٹھی رہنے دے۔

سین ۱۹　　ان ڈور　　وہی وقت

(تاش کھیلنے والے تمام لینڈنگ پر موجود ہیں۔ اس وقت واجد اور نسیم پارٹنر ہیں۔ اور چاچا گاڑی اور مقبول ساتھی ہیں۔)

نسیم...... مروا دیا یار۔ مروا دیا واجد۔ چڑیا بھی کوئی رنگ ہے مانگنے والا۔ یار چڑیا کا کیا اعتبار۔ آج اس منڈیر پر کل اس منڈیر پر۔

چاچا...... اچھا اچھا چال چل۔

نسیم...... (پتا پھینکتا ہے) ہم کیا چال چلیں چاچا گاڑی...... ہماری چال تو سدا کی پیدل ہے موٹر سائیکل ہمارا دغا دے۔ سینما منیجر ہمارا دغا دے۔ محبوبہ ہماری دغا دے۔ کبھی اپنے فلیٹ میں رہنے والی سے عشق نہ کرو بھائیو۔ کون جانے کب وہ فلیٹ چھوڑ جائے ۔

واجد...... کیا حال ہے تمہاری نمو کا۔ آج کل تو اس کی ساری فلمیں ہٹ جا رہی ہیں؟

نسیم...... ہاں جی ہر فلم گولڈن جوبلی منا رہی ہے نمو کی۔ میں گیا تھا ان کی کوٹھی پرسوں۔

چاچا...... اچھا پھر ملاقات ہوئی۔

نسیم...... ہاں جی۔ گیا تھا ماتھا ٹیکنے۔ برآمدے میں آئیں۔ بڑی مشکل کے ساتھ۔ بڑے آدمی مشکل سے ہی برآمدے تک آتے ہیں چاچا۔

مقبول...... کوٹھی میں گھسنے دیا اس کے دربان نے؟

نسیم...... ہاں جی۔ بڑی منتوں کے بعد۔ میں آٹوگراف ساتھ لے کر گیا تھا۔

چاچا...... یار سر بھی اٹھاؤ کہ صرف نمو کا ذکر ہو گا۔

واجد...... پوچھنے دے چاچا۔ کیوں پھر آٹوگراف دیئے اس نے۔ کیا وقت بدلتا ہے۔ ایک وقت تھا تو اسے آٹوگراف دے سکتا تھا۔

مقبول...... بٹھایا تجھے؟

نسیم...... ناں جی۔ کہنے لگی کہ مجھے افسوس ہے آپ ایسے وقت آئے ہیں میں شوٹنگ پر جا رہی ہوں۔ پھر سائن کئے آٹوگراف پر۔

واجد...... اوئے کمبخت میں ہوتا تو دانت توڑ دیتا۔ ساری باتیں بھول گئی ممتاز بلڈنگ کی؟

نسیم ...... نہیں۔ یار واجد کہہ رہی تھی کہ کسی دن میں آؤں گی سب سے ملنے۔ یہ لو چاچا چڑی کا بادشاہ۔

واجد...... (ہنس کر) تو بودا آدمی ہے بزدل ہے۔ اللہ نے اسی لئے تجھے ساری عمر کھجل خوار کرنا ہے۔ پیسے مانگنے تھے اپنے۔

مقبول...... لے یار واجد۔ عجیب ہے تو بھی۔ محبوبہ چاہے چھوڑ دے' اس سے کوئی رقم تھوڑی مانگ سکتا ہے؟ یہ لے تکی پان کی۔

واجد...... پورے تین ہزار۔ پائی پائی جوڑے ہوئے۔ یار اب تو وہ ایک ایک فلم کا پچاس پچاس ہزار لیتی ہے۔ اس غریب کے تین ہزار نہیں دے سکتی۔

نسیم...... میں کوئی رقم لینے تو نہیں گیا تھا یار۔

واجد...... اگر تو چلا بھی جاتا' کون سی رقم تجھے مل جاتی۔ آٹوگراف مل گیا' اس کا شکر کر (سب ہنستے ہیں) پن اپنا پیش کیا تھا ناں؟

کٹ

سین ۲۰　　ان ڈور　　دن

(اس وقت مبشر پانی کا گلاس لئے ندیم کے پاس بیٹھا ہے۔ کلثوم ٹوکری اٹھائے دروازے کے پاس کھڑی ہے۔ ندیم کو جیسے قے آنے والی ہے۔ وہ پلنگ پر اوندھا لیٹا ہے اور بالٹی کی طرف ایسے منہ کئے ہوئے ہے جیسے اس کی طبیعت مالش کر رہی ہے)

کلثوم...... اچھا جی سلام علیکم۔

مبشر...... وعلیکم سلام بیٹی۔

ندیم...... (نظریں اٹھا کر) وعلیکم۔

(کلثوم دروازہ کھول کر باہر جاتی ہے)

مبشر...... حوصلہ کر جوان۔

ندیم...... جی ابا۔

مبشر...... یرقان کوئی بیماری نہیں ہوتی۔ میں شربت لاؤں گا حکیم نعمانی صاحب سے۔

ندیم...... جی ابا۔ میرا جگر جواب دے گیا ہے۔ ہیپاٹائٹس بڑی موذی بیماری ہے ابا۔

(اس وقت باہر تاش کھیلنے والوں کا بڑا اونچا قہقہہ سنائی دیتا ہے کھلاڑی بار بار ہنستے ہیں۔)

کٹ

سین ۲۱ ان ڈور وہی وقت

(لینڈنگ کے اوپر جہاں پچھلے سین میں تاش کا کھیل ہو رہا تھا۔ کیمرہ نچلی سیڑھیوں سے شروع ہوتا ہے یہاں پر چند مٹھے اور انار گرے ہیں۔ کیمرہ اوپر ٹمٹ ہوتا ہے اب دکھاتے ہیں کہ کلثوم کے ہاتھ سے جیسے اس کی ٹوکری گر گئی ہو اور تمام پھل ادھر ادھر بکھرے ہوں۔ تمام کھلاڑی ہنسنے میں مشغول ہیں اور کلثوم اپنے گرے ہوئے پھل ٹوکری میں جمع کرنے میں مشغول ہے اور ڈری ہوئی ہے۔ اس وقت دروازہ کھول کر بپھرے ہوئے شیر کی طرح ندیم باہر نکلتا ہے۔ وہ ان ہنسنے والوں اور کلثوم کو ایک نظر دیکھتا ہے۔ واجد ہمیشہ کی طرح کلثوم کے دروازے کے ساتھ پشت لگائے زور زور سے ہنس رہا ہے۔ ندیم ایک جست میں اس تک پہنچتا ہے اور اسے دونوں کندھوں سے گراتا ہے۔ اب ندیم اور واجد دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو جاتے ہیں۔ باقی سب کھلاڑی یک دم خاموش ہو جاتے ہیں۔ کلثوم کو پھل اٹھانے بھول جاتے ہیں ندیم اور واجد لڑتے بھڑتے سیڑھیوں پر لڑھکتے آتے ہیں)

کٹ

سین ۲۲ ان ڈور دن

(جمعہ کے روز انار کلی میں پرانی کتابوں کے بیوپاری فٹ پاتھ پر اپنی کتابیں بیچنے کیلئے آتے ہیں۔ ان ہی کتب فروشوں میں اس وقت بیگ صاحب بہت سی پرانی کتابیں فٹ پاتھ پر رکھے انہیں جھاڑنے اور ترتیب دینے میں مشغول ہیں۔ جس وقت وہ یہ کام کر رہا ہے، کتابوں کے اوپر ایک ریڈیو پڑا ہے۔ جس میں سے ——— خطوں کے جواب سنائی دے رہے ہیں۔ اس وقت بتول آتی ہے اور کتابیں دیکھنے میں مشغول ہوتی ہے۔ جب اس کا خط سنائی دیتا ہے، وہ دلچسپی سے سنتی ہے۔)

آواز ریڈیو...... ممتاز بلڈنگ سے ہمیں بتول عارفہ لکھتی ہیں کہ آپ کا پروگرام "رنگ گل رنگ" میں شوق سے سنتی ہوں لیکن جب سے شہزادہ صاحبہ پروگرام سے غائب ہوئی ہیں ذرا لطف نہیں آتا۔ آپ یہ بات سن کر میرا خط ردی کی ٹوکری میں تو نہیں ڈال دیں گے اور پلیز ایک فرمائش پوری کر دیں فریدہ خانم کی آواز میں یہ غزل سنوا دیں " اک ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے"

بتول...... سلام علیکم چاچاجی۔

بیگ ..... وعلیکم سلام بتول (ریڈیو بند کرتا ھے)

بتول...... کچھ جاسوسی ڈائجسٹ ہوں گے آپ کے پاس۔ کوئی خواتین کے ڈائجسٹ؟

(بتول رسالوں کو دیکھتی ہے۔)

بیگ...... دیکھ لو بیٹا۔ سارا مال ملا جلا پڑا ہے۔ ابھی کل اتنے سارے بیگم ڈائجسٹ پڑے تھے۔

بتول...... تو چاچا آپ میرے لئے رکھ لیا کریں ناں۔ ایسے رسالے۔

بیگ...... یہ کچھ فلمی رسالے دیکھ لے۔ پسند ہوں تو لے جا۔

(بتول رسالے دیکھتی ہے۔ دو رسالے نکالتی ہے۔)

بتول...... کتنے پیسے چاچاجی۔

بیگ...... لے اب ممتاز بلڈنگ والوں سے بھی پیسے لوں گا۔

بتول...... پھر تو چاچاجی...... مشکل ہے۔

بیگ...... چل مشکل ہی سہی۔ پڑھ کر واپس کر دینا۔

بتول...... شکریہ چاچاجی۔

بیگ...... کوئی بات نہیں۔ تمہارا حق ہے۔

(بتول جاتی ہے۔ بیگ دوبارہ ریڈیو لگاتا ہے۔)

آواز...... تو بتول عارفہ صاحبہ! آپ کے خط باقاعدگی سے ملتے ہیں۔ ہم نے آپ کا خط کبھی ردی کی ٹوکری میں نہیں ڈالا۔ یہ غلط فہمی آپ دل سے نکال دیں اور یہ گانا سنیں۔ گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے۔

(گیت جاری ہوتا ہے۔ منظر ڈزالو ہوتا ہے۔)

ڈزالو

سین ۲۳ ان ڈور گہری شام

(کلثوم آہستہ آہستہ رو رہی ہے۔ اس کے پاس بتول بیٹھی ہے۔)

بتول...... بلکہ میں تو سمجھتی ہوں کہ امی کو بتانا چاہئے سب کچھ آپا۔

کلثوم...... وہ نہیں سمجھیں گی...... وہ......

بتول...... کیسے نہیں سمجھیں گی؟

کلثوم...... کبھی کبھی۔ (رک کر) نہ واجد کا قصور تھا نہ میرا...... اور ندیم کا بھی قصور نہیں ہو سکتا۔ جب اس نے دروازہ کھولا تو سب ہنس رہے تھے۔ یقیناً اس نے سمجھا ہو گا کہ...... کسی نے میرا مذاق اڑایا ہے۔ حالانکہ...... میں خوف زدہ ہو کر گری تھی بتول...... واجد نے مجھے کچھ نہیں کہا تھا۔

بتول...... اب یہ تو نہیں ہو سکتا کلثوم آپا...... کہ کسی کا قصور نہ ہو اور اتنی لڑائی ہو جائے۔

کلثوم...... کبھی کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے بتول۔ کسی کا قصور نہ ہو...... اور لڑائی ہو جائے......

بتول...... خوابوں سے نکل آؤ آپا نکل آؤ...... میرا بھی وقت پرانے فلمی رسالے پڑھ کر' عورتوں کے ڈائجسٹوں کے سارے' جاسوسی کہانیوں میں کھو کر گزرتا ہے۔ میں بھی جب ریڈیو سٹیشن خط لکھتی ہوں اور اپنا نام سنتی ہوں ریڈیو پر...... تو کئی کہانیاں جنم لیتی ہیں میرے اندر...... کئی کہانیوں کی ہیروئن صرف بتول عارفہ ہوتی ہے۔ لیکن جب میں باہر نکلتی ہوں تو میں زندگی میں سانس لیتی ہوں۔ جیتی جاگتی بدلتی اولتی...... کھٹی مٹی کڑوی کسیلی زندگی میں...... پھر میں زندہ رہنے کے بہانے جواز وجوہات نہیں ڈھونڈتی۔ میں صرف زندہ رہتی ہوں...... ایسے نہیں جیسے نرگس کا پھول گلدان میں زندہ ہوتا ہے۔ بلکہ جیسے کہیں کہیں گھاس اگتی ہے...... فٹ پاتھ پر...... ڈھٹائی کے ساتھ جیتی جاگتی بڑھتی گھٹتی گھاس۔ مسلنے والے ان گنت پیروں کے باوجود ہر وقت روندنے والوں بوٹوں کے آس پاس۔

کلثوم...... تو مانے گی نہیں بتول۔ نہیں میرا قصور نہیں تھا۔ میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔ جس وقت واجد نے اپنی ٹانگیں لمبی کیں' اسی وقت میں آگے بڑھی۔ مجھے ٹانگیں نظر نہیں آئیں۔ میں بے دھیانی میں گری...... سارے میٹھے انار گر گئے' سارے اور سب ہنسنے لگے۔ وہ پہلے بھی ہنس رہے تھے بتول۔ جب میں نہیں گری تھی تب بھی۔ پھر اور اونچی اونچی ہنسے...... اور پھر ندیم باہر نکلا......

بتول...... وہ واجد ایسا ہی ہے...... اس نے جان بوجھ کر تیرے گرانے کے لئے ٹانگیں پھیلائی ہوں گی۔

(کلثوم نفی میں سر ہلاتی ہے۔ اس وقت مسز زبیدہ نرس کے لباس میں آتی ہے۔)

زبیدہ...... میری نائٹ ڈیوٹی ہے کلثوم۔ تم دونوں چٹخنی لگا کر سو جانا...... اور دیکھو کلثوم تھوڑی دیر بتول سے انگریزی پڑھ لینا۔

کلثوم...... (زیر لب) یہ انگریزی مجھے سمجھ میں نہیں آتی امی...... میں انگریزی نہیں سیکھ سکتی۔

(دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ بتول جا کر دروازہ کھولتی ہے۔ مبشر داخل ہوتا ہے۔)

کٹ

سین ۲۴ ان ڈور دمی وقت

(دو عورتیں اپنے اپنے فلیٹ کے دروازے کے سامنے کھڑی ہیں۔ اور زور شور سے ایک دوسرے کے ساتھ لڑ رہی ہیں۔ قدم قدم وہ آگے بڑھتی ہیں۔ آخر میں گتھم گتھا ہو جاتی ہیں)

عورت نمبر ۱...... میں نے تمہیں ہر طرح کی سوغاتیں بھیجیں میرا بھائی سوات سے آیا' میں نے تمہیں تازہ اخروٹ بھجوائے۔ میری خالہ حج کر کے آئیں' میں نے تمہیں بادام والی کھجوریں بھجوائیں۔

عورت نمبر ۲...... کیا سینے پر لکھی ہیں کھجوریں۔ میں تمہارے پاؤں پڑنے گئی تھی کہ بی بی مجھ کو سوغاتیں بھجواؤ...... میں کوئی ہوٹلوں کی کھرچن پر نہیں پلی۔ میرے ابا پرانے زمانے کے ڈپٹی کلکٹر تھے۔

عورت نمبر ۱...... زبان سنبھال کر بات کرو...... خبردار جو مقبول صاحب کو کچھ کہا۔ ہم عزت دار لوگ ہیں...... ہم ایسی باتیں برداشت نہیں کر سکتے۔

عورت نمبر ۲...... پل پل میں جو تمہارے بچے آتے ہیں۔ خالہ ہلدی دے دو...... خالہ چینی دو پیالی بھر...... منا رو رہا ہے۔ خالہ آٹا ہو گا۔ یہ شرفاء کے چالے ہیں؟

عورت نمبر ۱...... (یک دم آگے بڑھ کر) میں سن رہی ہوں۔ سن رہی ہوں۔ بولتی جائے ہے بولتی جائے۔

(طمانچہ مارتی ہے۔ اب دونوں عورتیں گتھم گتھا ہوتی ہیں۔)

کٹ

سین ۲۵ ان ڈور کچھ دیر بعد

(مسز زبیدہ کا فلیٹ۔ اس وقت زبیدہ غصے میں ہے اور مبشر بہت حلیمی کے ساتھ انکساری کے ساتھ دونوں ہاتھ زانوؤں پر دھرے مجسمہ یتیمی نظر آتا ہے۔)

مبشر...... اوھو۔ آپ بات تو سنیں ٹھنڈے دل سے۔

زبیدہ...... ناں مبشر صاحب۔ یہ کوئی سننے والی بات ہے۔ میں نے ندیم پر ترس کیا۔ خود اسے ہسپتال لے کر گئی۔ ڈاکٹر ذوالفقار کو خود دکھایا......

مبشر......اوئے ہوئے زور آور وڈیں مانتا ہوں۔ میں کوئی آپ کے احسان سے نکلا ہوں۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا۔ تھوڑا سا احسان مجھ پر اور کر دیں۔ کلثوم دے دیں ہمیں۔ ہم دونوں آدھے ہیں' پورے ہو جائیں گے۔

زبیدہ......میں آپ کی بے عزتی نہیں کرنا چاہتی مبشر صاحب۔ لیکن مجھے بتایئے اگر آپ کی کوئی بیٹی ہوتی تو آپ اس کا نکاح ایک مردے سے پڑھا دیتے...... آپ کی کیسی بھی مجبوریاں ہوتیں' آپ اسے ایک بے روزگار سے باندھ دیتے......؟ ماں باپ آسائش کی زندگی کا وعدہ تو نہیں کر سکتے پر آنکھیں بند کر کے اندھے کنوئیں میں بھی نہیں دھکیل سکتے۔

(اب تک مبشر حلیم مسکین بنا بیٹھا تھا۔ اب یک دم اسے غصہ چڑھ جاتا ہے۔ وہ دروازے تک بولتا بولتا جاتا ہے۔)

مبشر......اوئے ہوئے بڈھی چپ کر چپ کر...... میں سمجھا تھا۔ تیرے دل میں خوف خدا ہو گا۔ تو ایک بیمار نوجوان پر ترس کھائے گی۔ اللہ تیری بیٹی پر ترس کھائے گا...رکھ اپنے پاس اپنی سونڈھ کی گٹھی۔ سوچ سمجھ کر بیاہنا اسے......لیکن یاد رکھنا' جو اچھے اور قابل رشتے ہوتے ہیں' انہیں سوسائٹی کا اچھا اور قابل طبقہ کھا جاتا ہے۔ ہم تک......ہم جیسوں تک بی کلاس مال آتا ہے۔

زبیدہ...... آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔

مبشر...... جیسے لنڈے کی گانٹھ نہیں کھلتی...... پرانے سویٹروں کی...... ویسا مال...... کسی کسی کے بٹن اچھے ہوتے ہیں۔ کوئی کوئی کم استعمال شدہ ہوتا ہے۔ لیکن ہوتا سب......بی کلاس ہے...... سنبھال کر رکھ اپنی کلثوم کو......اور انتظار کر کسی شہزادے کا......کسی شہزادے کا ہیلی کاپٹر ممتاز بلڈنگ پر لینڈ نہیں کر سکتا۔ یہ بھی پکی بات ہے۔ آزمائی ہوئی۔ ممتاز بلڈنگ کی چھت بہت کمزور ہے ہیلی کاپٹروں کے لئے۔

کٹ

سین ۲۶ ان ڈور دن

(واجد کا فلیٹ۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہے اور وہ ٹائپ رائیٹر کے سامنے بیٹھا ہے۔ چائے کی پیالی اس کے ٹائپ رائیٹر کے ساتھ پڑی ہے۔ بیگ اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے۔ ایک چائے کی پیالی اس کے ہاتھ میں ہے۔)

واجد......میں برسوں سے سمجھتا تھا بیگ چاچا کہ ندیم کے منہ میں زبان نہیں۔ اسے غصہ آتا ہی نہیں' پریوں پوچھے مانگے بغیر...... تفتیش کئے بغیر کسی شریف آدمی پر جھپٹ پڑنا۔

بیگ......ناں......ناں بھائی۔ یہ اور کچھ نہیں ہے۔ جھپٹنا پلٹنا سب لہو گرم کرنے کی تدبیریں ہیں۔

واجد......لیکن میں نے کیا کیا تھا؟ میرا قصور......؟

بیگ......دیکھو واجد......قصور سارا الو کو نکس کا ہے...... تمہارا میرا......ہمارا کسی کا قصور نہیں ہے۔ سارا اس الو کی پٹھی اکونومکس کا قصور ہے یہ چوپٹ ہو گئی ہے۔ اس نے دلوں میں کھوٹ پیدا کر دیئے ہیں۔ تمہاری بے روزگاری' ندیم کی بے روزگاری۔ یہ دونوں بہنیں ہیں آپس میں۔

واجد......او چھوڑیں آپ چاچا بیگ اویں۔

بیگ......ناں چھوڑیں کیوں چاچا بیگ...... کس لئے چھوڑیں؟ ایک رشتہ ہے ممتاز بلڈنگ کے باسیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ۔ کوئی سر پر رہتا ہے کوئی پاؤں تلے رہتا ہے۔ سانجھی سیڑھیوں کا سانجھی چھتوں کا رشتہ ہے ہم سب میں۔ میں کیسے چھوڑ سکتا ہوں اس معاملے کو میں کوئی یورپ میں رہتا ہوں کہ مجھے رشتوں سے زیادہ آزادی پیاری ہو گی؟ بول گدھے؟

واجد......میں اس سے معافی مانگنے نہیں جا سکتا۔ آپ کچھ اور حکم کریں۔

بیگ......اچھا دوسرا حکم یہ ہے کہ تو مجھ سے سیڑھیوں پر لڑ چل کر مینڈھے کی طرح ماتھا بھڑا مجھ سے چل اٹھ۔

واجد...... تو زیادتی کر رہا ہے چاچا

بیگ...... سن بیٹے واجد...... تم دونوں آپس میں نہیں لڑے۔ میری طرف دیکھ۔ میں فٹ پاتھ پر پرانی کتابیں بیچتا ہوں......لوگ آتے جاتے ہیں۔ بھاؤ تاؤ کرتے ہیں۔ لیکن سارا دن گندی نالی کی سڑاندھ صرف میرے ناک میں گھستی رہتی ہے۔ ان کو کچھ نہیں ہوتا اور جب میں...... گھر آتا ہوں۔ بلڈنگ کی سیڑھیاں چڑھتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کسی کے کلے میں مکہ دے ماروں۔ وجہ کچھ نہیں۔ گندی نالی کی گیس چڑھ جاتی ہے مجھے......احمق تم دونوں کے اندر بھی بے روزگاری کی گیس جمع ہو گئی تھی......وہ گیس بھڑ گئی۔ ایک دوسرے سے تم نہیں لڑے۔ بھیا نہیں لڑے۔ ایک گھر کے لوگوں کی لڑائی کیا۔

واجد......نہیں نہیں چاچا تم نہیں جانتے...... ندیم سمجھتا تھا شاید میں نے کلثوم کو اڑنگی دے کر گرایا تھا۔ بھلا کسی بیوقوف لڑکی کو گرا کر مجھے کیا ملتا؟ میں اچھا نہیں ہوں۔ بدتمیز ہوں۔ گستاخ ہوں...... بے روزگار ہوں چاچا۔ میں......لڑکیوں کو کاروں کی طرح دیکھتا ہوں' ضرور دیکھتا ہوں۔ لیکن چاچا میں ان کو شرمندہ نہیں کرتا۔ نہ اپنے سامنے نہ کسی اور کے روبرو۔ ان بیچاریوں کے پاس عزت کے علاوہ اور ہوتا ہی کیا ہے چاچا؟

کٹ

سین ۲۷ ان ڈور دن

(ممتاز بلڈنگ کی سیڑھیوں پر دو تین لڑکے آپس میں گتھم گتھا لڑ رہے ہیں۔ چاچا اگاڑی اوپر سے اترتا ہے اور ان کو چھڑاتا ہے۔)

کٹ

سین ۲۸ ان ڈور شام کا وقت

(ندیم پلنگ پر بے ہوش پڑا ہے۔ اس کے ہاتھ پر پٹی بندھی ہے۔ پلنگ پر مبشر بیٹھا ہے۔ اردگرد سارے محلے والے موجود ہیں۔ چاچا اگاڑی، بیگ صاحب، نسیم، مقبول، پروفیسر صاحب اور تسبیح والا بڈھا، اس کے علاوہ وہ دو عورتیں بھی دیوار سے لگی کھڑی ہیں جو لڑتی دکھائی گئی تھیں۔ یہ تمام لوگ پریشان ہیں۔ صرف واجد ان لوگوں میں موجود نہیں ہے۔ دو تین بچے بھی سہمے کھڑے ہیں۔)

اگاڑی......بھائی مبشر صاحب۔ یہ باتیں ہمارے سوچنے والی نہیں ہیں کہ بیماری کا حملہ ہے یا چوٹ کا۔ اپنے ندیم کو ہسپتال پہنچائیں۔

پروفیسر......جی ہاں۔ بات تو آپ کی بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن اس سے پہلے۔ یعنی جب ندیم سیڑھیوں سے گرا ہے اس واقعے سے پہلے تو یوں بے ہوشی کے دورے نہیں پڑتے تھے۔ کیوں مبشر صاحب۔

مبشر......واجد کم بخت نے یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ بیمار ہے۔ دھکیلتا چلا گیا۔ دھکیلتا چلا گیا سیڑھیوں پر۔

نسیم......چاچا اگاڑی......ذرا بات سنیں۔

(نسیم اور چاچا اگاڑی ایک طرف جاتے ہیں۔ کیمرہ ان پر ہی مرکوز رہتا ہے۔)

نسیم......میں جا کر وین کا انتظام کرتا ہوں۔ آپ مبشر صاحب کو منا رکھیں میرے آنے تک۔ گھر میں رکھنے کی اب حالت نہیں ہے ندیم کی......چاچا مبشر الٹی سیدھی ہانک رہا ہے۔ کچھ زبردستی کریں آپ۔

اگاڑی......پیسے لیتے جاؤ۔ کیا پتہ ایڈوانس مانگیں وین والے۔

نسیم......میرے پاس ہیں پیسے چاچا جی۔ میری اکیلی جان۔ نہ بیوی نہ بچہ۔ میرے پاس بڑی دولت ہے۔

(اس وقت مقبول بھی آتا ہے۔)

مقبول......(سرگوشی میں) یار حالت ٹھیک نہیں ندیم کی۔

نسیم......اس اندھے واجد نے جٹ جھپاہی ایسا ڈالا تھا۔ ساری ہڈیاں ترخ دیں بیچارے کی۔

اگاڑی...... پاگل ہے واجد غصے میں سنتا نہیں کسی کی

مقبول......ہسپتال نہ لے چلیں۔

اگاڑی......یہ بڈھا مبشر بھی تو مانے......دو منٹ مانتا ہے۔ پھر مکر جاتا ہے۔

نسیم......میں ابھی وین لے کر آتا ہوں چاچا اگاڑی۔ آپ مبشر صاحب کو منا کر رکھیں میرے آنے تک۔

مقبول......میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں نسیم......

(نسیم اور مقبول دونوں جاتے ہیں۔ چاچا اگاڑی واپس پلنگ تک جاتا ہے۔ کیمرہ سب کو انکلوڈ کرتا ہے۔)

اگاڑی......بات یہ ہے بھائی مبشر کہ اب ہم لوگ تو ڈاکٹر نہیں ہیں۔ ہمارے دکھ ضرور سانجھے ہیں پر ہم ندیم کی کوئی سانجھی مدد نہیں کر سکتے بہتر یہی ہے کہ ہم اسے ہسپتال لے چلیں۔

بیگ......گجھی مار کا یہاں کیا پتہ چلے؟ ہسپتال والے ہی بتا سکتے ہیں کہ تکلیف کیا ہے۔

مبشر......(خوف زدہ ہو کر) ہسپتال؟......ہسپتال سے وہ بھی واپس نہیں آئی تھی......اس کی ماں......یہ بھی......یہ بھی......نہیں نہیں بیگ صاحب......میرا کوئی نہیں ہے دنیا میں۔ نہ بہن نہ بھائی۔۔۔

بیگ......ہم جو ہیں......ہم سارے......

مبشر......(آہستہ آہستہ اپنے آپ سے) کون جانے کس وقت کسی کو غصہ آ جائے......کون جانے غصے میں سب لوگ بھول جائیں کہ مبشر اپنا ہے......اس سے بھی غلطی ہو سکتی ہے......غصہ آ گیا پھر کسی کو تو میں کیا کر لوں گا۔ میرا تو کوئی بھی نہیں ہے......کوئی بھی نہیں۔

(کیمرہ اس کے چہرے پر آتا ہے)

کٹ

سین ۲۹ ان ڈور گہری شام

(کلثوم اکیلی بیٹھی ہے۔ دو بچے اندر آتے ہیں۔ یہی بچے پہلے سیڑھیوں پر بیٹھے کھیلتے نظر آتے تھے)

عامر......باجی ندیم بھائی کو ہسپتال لے گئے ہیں سارے۔

کلثوم......(ناخن کاٹ رہی ہے) کس کو؟

فرقان......باجی ندیم بھائی بے ہوش ہو گئے تھے ناں...... سب ان کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ چاچا، نسیم، مقبول صاحب...... سارے......

کلثوم... اچھا کس ہسپتال میں۔

فرقان...... یہ تو ہمیں پتہ نہیں لیکن سارے ان کے ساتھ گئے ہیں۔ چاچا اگاڑی اور بیگ صاحب بھی۔

(کلثوم کی آنکھوں میں آنسو آتے ہیں۔)

کلثوم...... مبشر صاحب بھی ساتھ گئے ہیں۔

عامر...... وہ تو رو رہے تھے سب سے پہلے وہی چھلانگ لگا کر وین میں چڑھے تھے۔

کلثوم...... ہاں بھئی جن کا کوئی رشتہ ہوتا ہے وہ تو ساتھ جا سکتے ہیں ناں بلا روک ٹوک۔

عامر...... بچوں کو ساتھ کیوں نہیں لے جا سکتے باجی۔

کلثوم...... بچے اور ایرا غیرہ نہیں جا سکتے ناں۔

عامر...... کیوں باجی؟

کلثوم...... بس نہیں جا سکتے...... صرف اپنے جاتے ہیں...... سگے...... جن کا کوئی رشتہ ہوتا ہے مریض کے ساتھ صرف وہی......

(کلثوم کے چہرے پر آنسو گرتے ہیں۔ عامر اس کے آنسو پونچھتا ہے۔ ان دونوں کے چہروں کا بڑا سا کلوز اپ آتا ہے۔)

کٹ

سین ۳۰ ان ڈور دن

(مبشر اپنے فلیٹ میں۔ ندیم فوت ہو چکا ہے۔ اس کا بستر رول کر کے پلنگ کی پائنتی پڑا ہے۔ مبشر اس پلنگ پر چپ چاپ بیٹھا ہے۔ پاس ہی سسٹر زبیدہ مونڈھے پر بیٹھی ہے۔)

زبیدہ...... بس بھائی اللہ کے ساتھ کسی کا زور نہیں چلتا۔ جتنی مہلت ہوتی ہے، بس اتنا ہی آدمی یہاں رہ سکتا ہے۔

مبشر...(دکھ اور زہرخند کے ساتھ) لو...... ساری دنیا عورتوں کو بیوقوف کہتی ہے۔ مجھ سے تو بہین زبیدہ میں عقل زیادہ تھی۔ میں تو اس کا گھر بسانا چاہتا تھا۔ مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ ندیم نے نہیں رہنا۔ تمہیں پتہ تھا۔

زبیدہ...... بھائی مبشر...... موت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ یہ تو اس روز لڑائی نہ ہوتی تو کیا پتہ آج ندیم چلتا پھرتا ہوتا۔

مبشر... نہیں نہیں...... چوٹیں نہیں آئیں اسے...... ڈاکٹر بتا رہا تھا...... بس بیماری کا حملہ ہوا۔

زبیدہ.. بیمار تو وہ اتنے مہینوں سے تھا۔ لڑائی نے معاملہ خراب کیا۔

مبشر.. اب کیا جی...... لڑائی نے معاملہ بگاڑا کہ بیماری نے...... بس میرے ندیم کی اتنی ہی زندگی تھی۔ کسی کا زور چلتا ہے اس زور آور کے آگے؟...... کوئی منوا سکا ہے اپنی...... اچھا بھائی لے جا...... لے جا تیرا مال تھا لے جا......

کٹ

سین ۳۱ ان ڈور دن

(مبشر بیٹھا ہے۔ اس کے پاس بیگ اور اگاڑی بیٹھے ہیں۔ بیگ اور اگاڑی جیسے بہت افسوس کر رہے ہیں۔)

کٹ

سین ۳۲ ان ڈور رات

(مبشر چپ بیٹھا ہے۔ اس کے دائیں بائیں مقبول اور نسیم چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ مقبول اور نسیم اسے روٹی کھلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن وہ انکار کر رہا ہے۔ نسیم نوالہ اس کے منہ میں ڈالتا ہے۔)

کٹ

سین ۳۳ ان ڈور دن

(مبشر لیٹا ہوا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ محلے کے چند بچے اسے دبانے میں مشغول ہیں۔)

کٹ

سین ۳۴ ان ڈور دن

(مبشر کیمرے کی طرف پشت کئے کھڑا ہے اور تیز تیز غصے میں بول رہا ہے۔ دروازے کے ساتھ کونے میں واجد کھڑا ہے۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہے۔ اس پر احساس جرم سوار ہے۔)

مبشر.. اوئے تو یہی دیکھ لیتا کہ یہ مہینوں کا بیمار ہے۔ تیرے جیسے ڈشکرے کا وہ کیا مقابلہ کر سکتا تھا؟ پکڑ کر اسے سیڑھیوں پر ہی دھکیتا چلا گیا۔

واجد... آپ جو کہیں۔ جیسے کہیں۔ سب میں مانتا ہوں..... میں خود گناہ گار مجرم محسوس کرتا ہوں مبشر صاحب۔ لیکن اس وقت مجھے غصہ چڑھا ہوا تھا۔

مبشر... غصہ! غصہ تو ہمارا قومی نشان ہونا چاہئے ۔ جب ہمیں غصہ چڑھتا ہے تو پھر ہم نہ بچہ دیکھتے ہیں نہ کمزور بڈھی عورت ہمیں نظر آتی ہے۔ اوئے احمق کم عقلا..... کچھ پتہ ہے تو نے کیا کر دیا ہے۔

واجد۔ جی مجھے پتہ ہے۔ آپ مجھے جو بھی سزا دیں..... میرے لئے قابل قبول ہوگی۔

مبشر.. تجھے کیا سزا ہونی ہے کم بخت۔ سزا تو مجھے مل رہی ہے۔ یا اسے ملے گی 'اس معصوم کو۔ بیچاری

واجد.. اچھا جی..... میری بدنصیبی ہے کہ میں ندیم سے معافی نہ مانگ سکا..... اب اگر آپ نے بھی مجھے معاف نہ کیا تو..... میں شاید اس احساس جرم تلے دب جاؤں جی۔ مجھے ندیم کے صدقے ہی معاف کر دیں۔

(یکدم مبشر کا غصہ اتر جاتا ہے۔ وہ واجد کے پاس آتا ہے۔)

مبشر... (واجد کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر) میرا کیا نقصان کرنا ہے تو نے..... میں تو اس تک پہنچ ہی جاؤں گا کچھ دنوں تک۔ معافی تو تجھے اس سے مانگنی چاہئے۔

واجد... کس سے جی؟

مبشر.. اس سے۔ مسز زبیدہ کی بڑی بیٹی سے..... اس کی زندگی میں تو پہلے ہی بہت اندھیرا تھا۔ یہ چراغ بھی گل کر دیا تو نے، برسات کی رات ہے بیچاری، کوئی جگنو تو رہنے دیتا غصہ ور......

کٹ

سین ۳۵ ان ڈور شام کا وقت

(زبیدہ کا فلیٹ۔ مسز زبیدہ اور واجد۔ مسز غصے کی نظروں سے واجد کو دیکھ رہی ہے۔ واجد نظریں جھکائے کچھ اپنی صفائی میں پیش کر رہا ہے۔)

کٹ

سین ۳۶ ان ڈور دن

(ٹیلی فون ایکسچینج ۔ واجد' بتول کے دفتر میں بیٹھا ہے۔ بتول زور زور سے جیسے اسے پھٹکار ڈال رہی ہے۔ لیکن واجد چپ چاپ بیٹھا ہے۔)

کٹ

سین ۳۷ ان ڈور دن

(کلثوم آہستہ آہستہ اپنے ناخن کاٹنے میں مشغول ہے۔ واجد اس کے پاس کھڑا ہے۔ اس کے چہرے پر محبت بکھری ہوئی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اپنا مافی الضمیر سمجھانے میں مشغول ہے۔ کلثوم کی آنکھوں میں آنسو آتے ہیں۔)

کٹ

سین ۳۸ ان ڈور رات

(کیمرہ پہلے بتول پر آتا ہے۔ پھر کلثوم کو انکلوڈ کرتا ہے۔)

بتول ...(غصے کے ساتھ) کلثوم تم ایک دن بھی واجد کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتیں۔ وہ غنڈہ ہے۔ صرف تاش کھیل سکتا ہے سارا دن...... اس شادی سے تمہیں کچھ نہیں مل سکتا...... کچھ نہیں کچھ نہیں... میں تمہیں واجد سے شادی نہیں کرنے دوں گی۔ قیامت تک نہیں۔

کلثوم ... تم نے خود ہی تو کہا تھا بتول...... ہماری جیسی...... لڑکیوں کو نہ اچھی ملازمتیں ملتی ہیں نہ اچھے شوہر...... ہمارے پاس صرف وہ خواب ہوتے ہیں جن میں ہمیں سب کچھ ملتا ہے۔

بتول ... وہ بے روز گار بھی ہے کلثوم۔

کلثوم ... (دکھ سے) بے روز گاری اور میرا پرانا ساتھ ہے بتول!

بتول .. یہ سیدھی سادھی خود کشی ہے۔ واجد سے شادی...... موت ہے موت!

کلثوم .. میں...... اب اور زیادہ خوابوں کے سہارے زندہ نہیں رہ سکتی بتول...... مجھے کسی روز تو جیتی جاگتی زندگی میں داخل ہونا ہے۔ کڑوی کسیلی کھٹی میٹھی۔ ادلتی بدلتی زندگی میں۔

بتول ... کلثوم آپا۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ آخر واجد نے آپ کو کیسے منایا ہے؟

کلثوم ...(دکھ سے) میں...... انگریزی نہیں سیکھ سکتی بتول...... مجھ انگریزی نہیں آتی...... میں...... فیل ہو جاؤں گی انگریزی کے پرچے میں...- - - - - - - - - فیل ہوتی رہوں گی کئی سال۔

بتول ... لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ آپ...... ایک تھرڈ کلاس آدمی سے شادی کر لیں۔

کلثوم .. میں اتنی مضبوط نہیں ہوں بتول کہ میں فٹ پاتھ پر گھاس بن کر زندہ رہ سکوں۔ ہر لمحہ مسلے جانے کے خوف سے زرد...... مسل دینے والے بوٹوں کی چاپ سے پریشان...... میں اتنی ڈھٹائی سے زندہ نہیں رہ سکتی بتول ۔۔ میں تو اگر کسی کے آنگن کی بیل بھی بن گئی اور وہ مجھے صبح شام سینچتا بھی رہا تو بھی زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتی۔

بتول .. آپا...... کیا سوچ رہی ہیں آپ...... واجد آپ کے لائق نہیں ..... وہ ممتا نبلڈنگ کی ہر لڑکی کو گھورتا ہے...... وہ میں کیا بتاؤں کیسا ہے واجد؟

کلثوم ... ایک ہی تو امید رہ گئی ہے...... میرے پاس بتول۔

بتول ... کون سی امید؟

کلثوم ... کہ انسان بدل سکتا ہے۔ وہ بدی سے نیکی کی طرف سفر کر...... سکتا ہے...... واجد اس وقت احساس جرم کا دیا لے کر اندھیرے میں گھوم رہا ہے۔ اسے راستہ ملنا چاہئے۔ تم مجھ سے یہ امید بھی چھین لینا چاہتی ہو...... کیا میں کسی کام جوگی نہیں بتول...... میں بی اے نہیں کر سکتی...... مجھے انگریری نہیں آتی۔ لیکن ایک فیصلہ تو تم مجھے بھی کر لینے دو...... کسی اور کو راستہ دکھانے کا..........

کٹ

رات گئے

(ڈرامہ ۸۵ء)

کردار

خورشید (شیدی)	....	محبت کرنے والی روح
بھولاں	....	کمزور طبیعت۔ خوف خدا رکھنے والی
حیات	....	بھولاں کا شوہر۔ عمر تیس کے لگ بھگ
قادر	....	خورشید کا گھر والا۔ ڈرنے والا
ابا	....	خود پسند بڈھا
منظور	....	بدتمیز' بدنظر آڑھتی
بیگم صاحب	....	امیر خاتون
بشیراں	....	نوکرانی
خانساماں	....	بیگم صاحب کا خانساماں
حمید	....	خورشید کا بیٹا
منیجر	....	فراڈ پر اکسانے والا

سین ۱ ان ڈور دن

(اس وقت بر آمدے میں ہر طرف ناریل کا پھوس پڑا ہے۔ دو صوفے ادھڑے پڑے ہیں۔ میز پر ایک بڑا ڈیک پڑا ہے، جو اس وقت بج رہا ہے۔ اس پر ایک گیت جاری ہے۔

قادر مشین پر صوفے کا کپڑا سی رہا ہے۔ پھر وہ اٹھتا ہے اور سلے ہوئے صوفہ کلاتھ کو ادھڑے ہوئے صوفے پر رکھ کر پیمائش کرتا ہے۔ ہتھوڑی اور ستلی لے کر صوفے پر ٹاٹ سینے بیٹھ جاتا ہے۔ اس دوران ایک گھریلو ملازمہ باہر آکر چائے کی ایک پیالی ڈیک کے پاس رکھ کر جاتی ہے۔ یہ ملازمہ خوبصورت ہے۔ وہ قادر کو دیکھ کر مسکراتی ہے۔ قادر قدرے حیرانی سے اس کی جانب دیکھتا ہے۔ پھر کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ بر آمدہ اس نوعیت کا ہونا چاہیئے کہ اس کے ساتھ ہی ایک بہت آراستہ ڈرائننگ روم نظر آئے۔ اور اس کا دروازہ کھلا ہوا اور اندر سے آمدورفت کا ذریعہ ہو۔ ملازمہ کے بعد ایک نوجوان بیس بائیس کا سن خوبصورت ماڈرن لباس' ہاتھ میں کتابیں لئے بر آمدے میں سے گزرتا ہے۔ قادر اٹھ کر سلام کرتا ہے لیکن نوجوان صرف سر کے ہلکے سے اشارے سے جواب دیکر آف کیمرہ ہو جاتا ہے۔

قادر پھر صوفے کو چھوڑ کر مشین پر کپڑا سینے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ گیت دریں اثنا جاری رہتا ہے۔ اس وقت بیگم صاحبہ اندر سے آتی ہے۔ یہ پچاس پچپن کی عورت ہے۔ اس کا انداز ہرگز متکبرانہ نہیں۔ نہ ہی وہ اونچی بولتی ہے۔ بلکہ کسی حد تک مہذب عورت ہے۔ سادہ لباس میں باہر آتی ہے۔)

بیگم......کیوں بھئی صوفے والے کتنا کام رہ گیا ہے۔ کب تک صوفے ٹھیک ہو جائیں گے آخر۔

قادر......بس جی کر رہا ہوں۔

(بیگم کی توجہ ڈیک پر جاتی ہے۔)

بیگم......یہ ڈیک کون باہر لایا ہے؟
قادر......پتہ نہیں جی۔ میں تو جب آیا ہوں، یہ چل رہا تھا۔
بیگم......(پاس جا کر موسیقی بند کرتی ہے۔ آواز دیکر) بشیراں۔

(بشیراں اندر سے جھولتی جھلاتی آتی ہے)

بشیراں......جی بیگم صاحب۔
بیگم......یہ ڈیک ڈرائنگ روم سے کون باہر لایا ہے۔
بشیراں......پتہ نہیں جی۔ چھوٹے صاحب نے باہر رکھا ہو گا۔
بیگم......کسی کو اس گھر میں کبھی پتہ بھی ہوتا ہے کہ کون سی چیز کہاں دھری ہے۔
بشیراں......میں نے تو جی ابھی آپ کے حکم کے مطابق ایک پیالی چائے کی دی ہے قادر منشی کو۔
بیگم......کسی کو کچھ پروا نہیں۔ چھ چھ دن لان میں کرسیاں پڑی رہیں گی، کوئی انہیں اٹھا کر چھاؤں میں نہیں رکھے گا۔ کتے کے برتن میں راتب سڑ جائے گا، کوئی صاف نہیں کرے گا برتن۔ خالی نلکا کھلا چھوڑ جائے تو ساری رات چلتا رہے۔ کوئی ایسا اللہ کا بندہ نہیں جو چلتا ہوا نلکا بند کر دے۔ عجیب الغرضی ہے۔ عجیب نفسا نفسی ہے۔
قادر......(نہایت ملتجیانہ طریقے سے اپنا کان کھجلا کر) آپ مجھے حکم دیں جی۔ میں باجہ اندر رکھ دیتا ہوں۔
بیگم......ہاں بھئی ذرا تم ہی تکلیف کرو قادر۔ شاباش۔
بشیراں......لو بیگم صاحب۔ آپ مجھے حکم کریں جی، میں باجہ اندر لے جاتی ہوں۔
بیگم......تمہیں جو اتنے سارے پہلے حکم دے رکھے ہیں، تم انہیں ہی پورا کر لو دن میں تو بڑی بات ہے۔

(قادر ڈیک اور ایمپلی فائر اٹھاتا ہے اور اندر لے جاتا ہے۔ بیگم اس کے ساتھ ساتھ ڈرائنگ روم میں جاتی ہے۔ قادر، بیگم کے حکم کے مطابق ڈیک رکھتا ہے۔ اس دوران بشیراں ان کے پیچھے پیچھے آتی ہے۔ ایک ہاتھ سے پردہ پکڑ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور دوسرے ہاتھ سے اپنے کان میں انگلی پھیرتی ہے۔ بیگم مڑ کر کہتی ہے۔)

بیگم......بشیراں سو بار تجھے کہا ہے پردوں کے ساتھ نہ لٹکا کر چھپکلی کی طرح۔ ریلنگ کمزور پڑ جاتی ہے۔ لیکن تو تو ٹیک کے بغیر کھڑی ہی نہیں ہو سکتی چاہے پردے کی ہی ہو۔

(قادر پلٹ کر بشیراں کی جانب لحظہ بھر دیکھتا ہے۔ بشیراں مسکراتی ہے لیکن قادر یکدم واپس ڈیک رکھنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔)

بیگم......(بشیراں کی نقل اتارتے ہوئے بیگم دیوار کے ساتھ کندھا لگا کر کان میں انگلی پھیرنے لگتی ہے) جب کھڑی نہ ہو گی، دیوار کے ساتھ کندھا لگا کر پتہ نہیں دیوار میلی ہو جاتی ہے۔ تجھے کیا فکر۔ پینٹ کروانا پڑے تو پتہ چلے ناں۔

(بشیراں یکدم پردہ چھوڑ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ قادر ایک غلط نظر بشیراں پر ڈالتا ہے۔)

کٹ

سین ۲ آؤٹ ڈور صبح کا وقت

(یہ سبزی منڈی اور پھل منڈی کا بھرپور شاٹ ہے۔ منڈی کے شاٹ بڑی تفصیل کے ساتھ اور صبح کے وقت فلمائے جائیں۔ شیدی جو ایک غریب عورت ہے اور چور بھی ہے، اسے ہم پھل والی منڈی میں ملتے ہیں۔ صبح کا وقت ہے اور خربوزوں کے ٹرک، یا جو بھی متبادل پھلوں کے ٹرک منڈی میں آئے ہوں، لگے ہوئے ہیں۔ شیدی نے ایک لمبا سا تھیلا اپنے کندھے پر لٹکا رکھا ہے۔ وہ چوری چوری چند پھل چرا کر اپنے تھیلے میں ڈالتی ہے اور کھسک جاتی ہے۔ پھر وہ ایک پھڑیئے کی دکان پر جاتی ہے اور سلام کر کے پھل مانگتی ہے۔ وہ اسے دھتکارتا ہے اور یہ منہ بنا کر کھڑی رہتی ہے۔ دوکاندار دوسرے گاہکوں کے ساتھ مصروف ہوتا ہے۔ وہ ایک دو آم چرا کر تھیلے میں ڈالتی ہے اور چل دیتی ہے۔ اس کے بعد وہ تربوزوں کے ڈھیر کے پاس رکتی ہے۔ یہاں وہ تربوز چرانے کی کوشش کرتی ہے۔ دوکاندار اس کے پیچھے پڑتا ہے۔ وہ یہ ظاہر کرتی ہے جیسے وہ تو صرف تربوز دیکھ رہی تھی۔ اب وہ الٹا دوکاندار سے لڑتی ہے اور گالیاں بکتی ہے۔ دوکاندار ہاتھ باندھ کر پیچھا چھڑاتا ہے۔)

کٹ

سین ۳ آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

اب شیدی سبزی منڈی میں پہنچ چکی ہے۔ اسے ادھر ادھر ٹہلتے اور واؤ پر وکھاتے ہیں۔ یہاں پر ایک جگہ اس کی پندرہ برس بڑی بہن بھولاں لسن کا ڈھیر رکھے بیٹھی ہے اور آہستہ آہستہ لسن بھی چھیل رہی ہے۔ دو ایک فیشن ایبل عورتیں سبزی خریدتی آتی ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے بڑا سا ٹوکرا اٹھائے ایک مزدور ہے بھولاں کے قریب آتی ہیں۔)

بیگم......لسن کیسے دیا ہے؟
بھولاں......یہ جی ثابت لسن سولہ روپے سیر اور یہ چھلی ہوئی تریاں بیس روپے............
بیگم......یہ چھلے ہوئے لسن کے سولہ روپے لگاؤ۔
بھولاں......اس پر بڑی محنت لگتی ہے بیگم صاحب۔ یہ سولہ روپے نہیں ہو گا۔ چلو آپ اٹھارہ لگا لو۔

(کیمرہ بھولاں کو کیمرے میں رکھتے ہوئے کچھ فاصلے پر شیدی کو دکھاتا ہے۔ وہ تھیلا کندھے پر رکھے منظور آڑھتی سے جھگڑے میں مشغول ہے۔ کچھ دیر لڑنے کے بعد وہ بھولاں کی طرف آتی ہے۔ تھیلا اب تک بہت بھاری ہو چکا ہے۔ آڑھتی منظور، جو ایک سفید پوش آدمی ہے اور منڈی میں اس کی بہت معتبری ہے، واپس جا کر ایک چوڑے منجے پر بیٹھتا ہے۔ گلے میں لٹکائی ہوئی گتھلی اتار کر اپنے ان گنت نوٹ گنتا ہے اور پھر کچھ نوٹ اپنی تجوری میں ڈالتا ہے۔ منظور فربہ آدمی ہے اور اس کی توند نکلی ہوئی ہے۔ وہ چور نگاہوں سے اس طرف بھی دیکھتا ہے جدھر شیدی گئی ہے۔ جس وقت کیمرہ منظور کے ساتھ جاتا ہے، ہم شیدی اور بھولاں کو انکلوڈ نہیں کرتے۔ لیکن جس وقت منظور اپنی تجوری میں پیسے رکھتا ہے اور شیدی کی جانب دیکھتا ہے، بڑے لانگ شاٹ میں شیدی اور بھولاں بیٹھی نظر آتی ہیں۔ دونوں آپس میں باتیں کر رہی ہیں۔ اس لانگ شاٹ میں کیمرے کو کچھ اس طرح سے گھما کر لائیے کہ منڈی کا پنیو رامک ویو نظر آئے۔)

——کٹ——

سین ۴ ان ڈور رات

(ایک چھوٹا سا گھر جس میں دو کمرے اور سامنے کھلا آنگن ہے۔ اسی آنگن میں چھوٹے سے اونچے تھڑے پر باورچی خانہ ہے۔ اس گھر میں حیات اور بھولاں ایک کمرے میں اور دوسرے کمرے میں قادر اور شیدی رہتے ہیں۔ حیات اور قادر کا بوڑھا باپ کان میں آلۂ سماعت لگائے آنگن میں چارپائی پر بیٹھا کھانا کھا رہا ہے۔ حیات اور قادر

دونوں چولہے کے پاس ہیں اور کھانا کھا رہے ہیں۔)

باپ......اس ٹوٹی کا کوئی فائدہ نہیں قادرے۔ کچھ سن نہیں پڑتا مجھے۔
قادر......ابا بیٹری بدل دوں گا تو سب سننے لگے گا۔
باپ......یہ جو تم دونوں ہولی ہولی میرے خلاف باتیں کرتے ہو، مجھے کچھ سن نہیں پڑتا کیا کہتے ہو۔
بھولاں......ہنس کر چاچا تو یہ تجھے کیسے پتہ چلتا ہے کہ ہم تیرے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔
باپ......تو اور کیا باتیں کرو گے تم لوگ...... تمہاری عمر کی اولاد ہمیشہ باپ کے خلاف باتیں کیا کرتی ہے۔
حیات......تو اپنے باپ کے خلاف باتیں کرتا تھا ابا۔
باپ......ہمارا زمانہ ہی اور تھا...... یہ کانوں میں ٹوٹی لگانے کا زمانہ ہے...... نقلی گردے لگ رہے ہیں۔ اب تو چاہے نئی آنکھ لگوا لو...... وہ تو اور زمانہ تھا...... کسی کی جرأت تھی خواب میں بھی ابے کے خلاف کچھ سوچ لیتا...... ابا سوتے میں ہی زبان نکال لیتا گدی سے۔
حیات......ابا گرم روٹی پکواؤں؟
باپ......اوئے مجھے کون گرم روٹی دیتا ہے؟ مر گئی گرم روٹی کھلانے والی۔ جب تمہاری ماں زندہ تھی تو سب سے چھپا کر میرے لئے سالن رکھتی تھی اپنی پیڑھی کے نیچے۔ زبان کے سارے مزے گئے تمہاری ماں کے ساتھ...... اب نہ کبھی بوٹی ملتی ہے نہ تری۔ بس رہند کھوند...... لون مل جاتا ہے۔ چلو اللہ کا شکر ہے۔ جو تم یہ بھی نہ دو تو میں تمہارے ساتھ لڑ تھوڑی سکتا ہوں۔
قادر......ابا تو پہلے آپ سالن ڈال لیا کر، ہمارے کھانے سے پہلے۔
ابا......نہ جی۔ تم دونوں کماؤ سپوت ہو۔ تمہاری مرضی ہے جو کھلاؤ۔ جو جی چاہے پہناؤ۔ میرا کوئی حق تھوڑی ہے۔
بھولاں ......اباجی ایسی باتیں نہ کیا کریں خدا کے لئے۔
ابا......کیا کہا؟ کیا کہا بھولاں۔ کچھ سنائی نہیں دیتا۔ یہ ٹوٹی لگوا کر تو نے ایسے ہی پیسہ برباد کیا ہے بھولاں۔ ماں کے پاؤں کے تلے جنت ہوتی ہے بے وقوف۔ باپ کے قدموں تلے دیکھو تو کھیے سواہ اڑتی ہے چاروں طرف۔
حیات......ابا ہم دونوں تیرے غلام ہیں۔
ابا......ہے ناں جھوٹ...... غلام تم دونوں اپنی بیویوں کے ہو۔ کیوں مجھے بڑھاپے میں جلاتے ہو۔ اوئے میں نہیں جانتا تم اپنی بیویوں کو کیا کہتے ہو...... خدا کو آنکھ سے نہیں دیکھا، عقل سے پہچانا ہے۔ ٹوٹی کام کرے نہ کرے، عقل تو نہیں ماری گئی میری۔ تم سب گھس گھس کر میرے خلاف باتیں کرتے ہو۔

(اس وقت شیدی باہر سے ٹاٹ کا پردہ اٹھا کر اندر آتی ہے۔ اس کے کندھے پر بوری ہے جو بہت بھاری ہے۔ یاد رہے کہ شیدی کا کردار اس ڈرامے میں تضاد کا شکار ہوتا ہے۔ شروع ڈرامے میں وہ جس قدر نڈر' بے باک' چور منہ پھٹ ہے اسی قدر آخر میں وہ ہواؤں سے ڈرنے والی چپ چپ عورت بن جاتی ہے۔)

شیدی......کون باتیں کرتا ہے چاچے کے خلاف۔ سلام چاچا۔

ابا......جیتی رہ۔ جیتی رہ۔ اگر تو اس گھر میں نہ ہو تو میں گھر چھوڑ کر چلا جاؤں۔

(ہنستی ہے۔)

شیدی......کہاں چاچا۔ کہاں چلا جائے گا تو۔ فلم دیکھنے۔

ابا...... جنگلوں میں۔ کیا لائی ہے تو آج؟

شیدی...... آج تو ابا۔ واہ وا ہاتھ ہی رنگے گئے سارے۔ یہ دیکھ دسہری آم ہیں۔ یہ ٹینڈے کر لیے تو پکڑ لے آپا بھولاں۔

(حیات اور قادر وہیں بیٹھے رہتے ہیں۔ بھولاں اٹھ کر آتی ہے۔ کیمرہ بھولاں' شیدی اور ابا کو انکلوڈ کرتا ہے۔ حیات اور قادر کو آف کیمرہ کرتا ہے۔ بھولاں بولتی ہوئی پاس آتی ہے۔)

بھولاں ......شیدی......نی پھر تو نے چوری کی۔

شیدی......تو تیرا خیال ہے دس روپے سیر والے آم ہم خرید کر کھا سکتے ہیں۔ میرا ابا آم کھائے بغیر ہی مرجائے چندرا۔

بھولاں......تو ہم تربوز کھالیں گے۔ خربوزہ کھالیں گے۔ جروری ہم نے آم کھانے ہوتے ہیں۔

شیدی......کیوں ہمارے منہ میں زبان نہیں لگی ہوئی۔ ہمیں آم کھا کر سواد نہیں ملتا۔ ہم پر آم حرام ہیں۔

ابا......لے چھری دھو کر لا۔ شاباش...... شاباش...... ایک تو میرا خیال رکھتی ہے' باقی سب تو کوڑا ہے۔ شاباش۔

(بھولاں پلنگ پر بیٹھتی ہے۔ شیدی ابے سے چھری لے کر تھڑے پر جاتی ہے اور حمام تلے چھری دھوتی ہے۔)

اب کیمرہ بھولاں اور ابا کو چھوڑ کر حیات' قادر اور شیدی پر مرکوز ہوتا ہے۔)

قادر......میں تو ڈر گیا تھا بھابی۔

حیات...... لے ڈرنے والی بات کیا تھی۔ تو نے کوئی ٹیپ کارڈر باہر تھوڑی نکالا تھا۔

قادر......بڑی بڑی کوٹھیوں والے کسی کی بات تھوڑی سنتے ہیں۔ وہ تو الزام لگاتے ہیں اور بس۔

حیات......جب کچھ کیا نہ ہو تو ایویں بدو بدی؟

شیدی......کیا ہوا؟

قادر......جس کوٹھی میں صوفے بناتا ہوں میں' وہاں چھوٹے صاحب نے اٹھا کر ٹیپ کارڈر باہر برآمدے میں رکھ دیا۔ بیگم صاحب بڑی ناراض ہوئی۔

شیدی...... (یکدم غصے سے اٹھتے ہوئے کمر پر ایک ہاتھ اور دوسرا چھری والا لہرا کر) ایک تو اتنا بزدل ہے اتنا بزدل ہے قادر منشی کہ حد نہیں ہے کوئی جو میرے سامنے بولے۔ سب کے سامنے پھل چراتی ہوں۔ سب کے سامنے دھونس جماتی ہوں۔ کوئی بندہ کُسک نہیں سکتا میرے سامنے۔ ہاں جی۔

حیات......کیا بات ہے تیری شیرنی کی۔

شیدی...... آج کچھ تھوڑا سا منظور آڑھتی میرے ساتھ کھروا بولا تھا۔ میں نے اتنی گالیاں سنائیں' اتنی گالیاں سنائیں۔ مجھے کہنے لگا چوری حرام ہے شیدی۔ میں نے کہا منظور آڑھتی عورتوں سے باتیں کرنا بھی حرام ہے۔ تو ایویں منڈی کی ساری عورتوں سے باتیں کرتا پھرتا ہے۔ چپ ہو گیا۔

قادر......تیرے ساتھ کوئی پورا اتر سکتا ہے۔

شیدی......نہیں تو منظور آڑھتی کو کیا مصیبت پڑی تھی کہ میری بے عزتی کرتا۔ میں تو منہ بند کر دیتی ہوں اس کا۔ سب کا اپنا اپنا حرام جائز ہے۔ دوسرے کی بڑی فکر ہے سب کو۔

(دور سے ابے کی آواز آتی ہے۔)

ابا......کوئی ہے جو اس گھر میں مجھ بڈھے کی سنے۔ ایک چھری نہیں دے سکتے مجھ غریب کو۔ چھری کے لئے ترلے کرنے پڑتے ہیں۔ ہر ایک کا منہ دیکھنا پڑتا ہے حال اوئے۔

(اب سارا گھرانہ انکلوڈ کیجئے۔)

حیات......ابا تیرے کان خراب ہیں۔ ٹانگیں تو ٹھیک ہیں تیری۔ کچھ ورزش کی خاطر ہی اٹھ پڑا کر۔

(شیدی لاکر ابے کو چھری دیتی ہے۔)

شیدی......لے ابا چھری......اور جو چاہتا ہے کھا۔ بھانویں انور راٹول۔ بھانویں سندھڑی۔ بھانویں دسہری۔

(اب بھولاں زناٹے کا تھپڑ شیدی کے مارتی ہے۔ سب سکتے میں آتے ہیں۔)

بھولاں......تو ایسے نہیں مانے گی شیدی۔ ساری منڈی میں مشٹنڈی بنی پھرتی ہے۔ ہر ایک سے جھگڑا۔ ہر ایک سے لڑائی۔ میں تجھے سیدھا کروں گی۔

شیدی......(دکھ سے) تو نے مجھے پالا نہ ہوتا تو میں تجھے سیدھا کر دیتی...........

(بولتی ہوئی روتی ہوئی جاتی ہے۔)

ایک تو ان سب کے لئے چور بنو۔ لوگوں سے لڑو۔ ان کے منہ کے سواد کے لئے اپنا انجام خراب کرو۔ اوپر سے جھڑکیاں......ماریں...........

(آف کیمرہ)

حیات......(بھولاں سے) پیار سے سمجھاتے ہیں بھولاں۔ تیری تو وہ گود میں پلی ہے۔

قادر......وہ پیار سے سمجھے بھی بھاجی۔

بھولاں......ایک بار منع کیا......سو بار منع کیا۔ سمجھتی ہی نہیں۔ مانتی ہی نہیں۔ ہر روز چوری۔

(غصے میں جاتی ہے اور روٹیاں پکانے میں مشغول ہو جاتی ہے۔)

ابا......میرا پھل کھانا چبھتا ہے بھولاں کو۔ اوئے دانت میرے جواب دے گئے۔ کان میرے جواب دے گئے۔ اب شیدی چار پھل لے آتی ہے۔ میں اوگل نگل کر لیتا ہوں تو اس کو یہ بھی منظور نہیں۔ دیانت داری ساری ہمارے لئے رہ گئی ہے۔ ایک ایک ہاتھ میں لاکھوں کماتے ہیں۔ تماشے اڑاتے ہیں۔ ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ کوڑے لگیں گے تو غریبوں کے۔ ہتھکڑی لگے گی تو غریبوں کے۔ کوئی چار گلے سڑے آم کھانے سے چور

نہیں ہو جاتا بھولاں۔ یہ تو شیدی کا پیار ہے۔ چوری نہیں ہے۔ سمجھا کر۔

بھولاں......(کیمرہ آہستہ آہستہ بھولاں پر آتا ہے۔ وہ روٹی بناتی ہوئی بڑبڑا رہی ہے) اس کو کیا پتہ۔ چوری لکھ کی بھی اور ککھ کی بھی......خوامخواہ فرشتوں کو پیچھے لگانے لگی ہے منہ کے سواد کے لئے......اللہ کا کیا ہے۔ جانے کس حساب میں پکڑ لے اور رب جانے کب چھوڑے؟

—— فیڈ آؤٹ ——

سین ۵ آؤٹ ڈور رات

(چھوٹے سے کوٹھے کی منڈیر پر شیدی اور قادر بیٹھے ہیں۔ وہ دونوں آم کاٹ کر کھا رہے ہیں عقب میں چھوٹے چھوٹے کئی کوٹھے نظر آ رہے ہیں)

قادر......بیگم نے مجھ پر ہی شک کیا ہو گا۔ سوچتی ہو گی صوفے والے نے باجہ نکالا ہے اپنے سننے کو

شیدی......میں ہوتی تو بیگم کے دانت توڑ دیتی بیگم ہو گی اپنے گھر۔ قادر منشی چور نہیں ہے۔ صوفے بناتا ہے صوفے۔ عزت دار آدمی ہے۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں' جھوٹا الزام برداشت نہیں کر سکتی۔ ہاں

قادر......تو بھی عجیب ہے

شیدی......کیا مطلب! ہر بندہ مجھ کو ہی عجیب کہتا رہتا ہے۔

قادر......چوری بھی کرتی ہے اور ڈرتی بھی کسی سے نہیں۔ میں نے کبھی کسی کی سوئی کو ہاتھ بھی نہیں لگایا اور دل میرا تھر تھر کانپتا رہتا ہے ہر کسی سے صبح و شام۔

شیدی......(محبت سے قادر کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر) بتاؤں قادر سچی بات۔

قادر......لے مجھے بھی سچی بات نہیں بتائی۔

شیدی......جو محبت والے ہوتے ہیں ناں' وہ اصول والے نہیں ہوتے......جب مجھے محنت سے وہ سب کچھ حاصل نہیں ہوتا جو میں تم سب کے لئے لانا چاہتی ہوں تو پھر میرے اصول شعول نہیں رہتے کوئی بس میں اندھی ہو جاتی ہوں۔

قادر......دیکھ شیدی۔ تو مانے گی تو نہیں

شیدی......ہاں بتا مانوں گی کیوں نہیں......

قادر......اپنی محبت سے مجھے' بابے کو حیات بھائی کو لالچی نہ بنا دینا......سوچ لے کہیں تو ہمیں رشوت دے دے

کراپنامرید تونہیں بنارہی؟ کہیں توہمیں کھٹے میٹھے پھل کھلا کھلا کر ایسانہ کر دے کہ ہم کسی اور جوگے ہی نہ رہیں بس تیری ہی راہ تکتے رہیں شام سویر...... سوچ لے۔ تیری محبت کہیں رشوت نہ ہو - لالچ ہی نہ ہو۔

(شیدی سوچ میں پڑ جاتی ہے - قادر ہنس کر اسے آم پیش کرتا ہے۔ وہ انکار کے انداز میں ہاتھ پرے کرتی ہے۔)

_____کٹ_____

سین ۶ آوٹ ڈور دن

(دھرم پورے کے پاس جہاں ریلوے کراسنگ ہے۔ ریل کی پٹڑی پر ابا آرہا ہے۔ پیچھے دور سے ریل بھی آرہی ہے۔ ابا آرام سے ریل کا پھاٹک گزر جاتا ہے اور پھاٹک بند ہوتا ہے۔)

_____کٹ_____

سین ۷ آوٹ ڈور دن

(دھرم پورہ کی جانب منہ کر کے اگر ریلوے کراسنگ کے بائیں طرف دیکھئے تو چھوٹے چھوٹے گھروں کی ایک بستی ہے یہ سڑک پر کیمرہ رکھ کر بھولاں کو ایک چھوٹے سے گھر سے نکلتے دکھاتے ہیں۔ اس کے سر پر ایک گٹھڑی ہے اور وہ اپنے آپ سے باتیں کرتی ہوئی چلی جارہی ہے۔ اس آوٹ ڈور میں دور تک کیمرہ اسے فالو کرتا ہے۔)

_____کٹ_____

سین ۸ آوٹ ڈور دن

(ریڑھے پر حیات سوار ہے اور گارڈن ٹاؤن کی کسی سڑک پر جارہا ہے۔ ریڑھے پر ہر قسم کی سبزیاں لدی ہیں اور

حیات صدا لگاتا ہوا ریڑھے کو آہستہ آہستہ چلاتا ہوا ایک کوٹھی کے اندر لے جاتا ہے۔ اندر سے بشیراں ٹوکری لے کر آتی ہے اور سبزی خریدتی ہے۔)

حیات ٹینڈے لو۔ کریلے لو۔ کدو لو۔ ٹماٹر ڈیڑھ روپے کلو۔ پیاز دو روپے - ستا اور ودھیا - لو جی آ گیا تازی سبزی نال حیات ریڑھے والا۔ بیگن لو۔ بھنڈیاں - لہسن چار روپے پا ہو گیا جے۔ سبزی لو سبزی۔

(یہ آواز گانے کے انداز میں دی جاتی ہے)

_____کٹ_____

سین ۹ ان ڈور دن

(برآمدے میں بیگم صاحب کا بیٹا ٹیپ ریکارڈ لا کر رکھتا ہے۔ قادر' جو اس وقت صوفے کے کپڑے میں چھوٹی چھوٹی کیلیں لگا رہا ہے ایک دم سر اٹھا کر دیکھتا ہے)

قادر.... جناب عالی بیگم صاحب ناراض ہوتی ہیں۔

نوجوان.... کیا مطلب؟

قادر.... جی وہ کہتی ہیں کہ یہ ڈیک باہر نہیں ہونا چاہئے۔

نوجوان.... میرا ڈیک ہے میں اسے جہاں مرضی رکھوں۔

قادر.... بات تو آپ کی ٹھیک ہے سر لیکن وہ سمجھتی ہیں ہم لوگوں میں سے اسے کوئی لاتا ہے۔

نوجوان.... میں ایکسر سائز کرنے لگا ہوں لان میں...... مجھے میوزک کی ضرورت ہے۔ کیوں کیا سوچ رہے ہو؟

قادر.... ٹھیک ہے جی آپ میوزک کے بغیر ورزش نہیں کر سکتے لیکن یہ پواڑہ اندر ہی رہنے دیں۔

نوجوان .... سنو صوفے والے۔ ہم یہ چیزیں افورڈ کر سکتے ہیں۔ ہمارے لئے ان کو خریدنا اور انہیں استعمال کرنا کوئی پواڑہ نہیں ہے جو شخص کچھ افورڈ کر سکتا ہو' اسے استعمال کرنے میں کوئی جھجک نہیں ہونی چاہئے۔

قادر .... اگر...... اچھا جی ٹھیک ہے۔

نوجوان.... بولو بولو بات کرو ڈرتے کیوں ہو۔

قادر .... سر جی میں کوٹھیوں میں جاتا رہتا ہوں' میں نے دیکھا ہے کہ آپ لوگ انسانوں سے زیادہ چیزوں میں مگن رہتے ہو۔ میرا مطلب ہے آپ کی زندگی چیزوں کے ساتھ زیادہ گزرتی ہے۔

نوجوان .... کیونکہ ہم لوگ آزاد ہیں۔ چیزیں ہماری مرضی کے مطابق رہتی ہیں انسان مصیبت ہوتے

ہیں۔ آگے سے بولتے ہیں۔ رائے دیتے ہیں۔ ہماری پرائیوسی خراب کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کو کیسے پسند کریں۔ سیں بھئی ؟

(بولتا ہوا باہر جاتا ہے۔ قادر کچھ سمجھ نہیں پایا سر جھکا کر کام میں لگ جاتا ہے)

______کٹ______

سین ۱۰ ان ڈور دن

(آنگن میں چھوٹی سی بالٹی پانی سے بھری ہے۔ پیڑھی پر بھولاں بیٹھی ہے اور شیدی کے دو ڈھائی سالہ بچے کو نہلا رہی ہے۔ کچھ فاصلے پر شیدی آرام سے خالی چارپائی پر ایسے لیٹی ہے کہ اس کے خوبصورت کھلے بال چارپائی کی چوگاٹ سے نیچے گر رہے ہیں اور وہ ہاتھ میں دھاگے کی چارپائی بنا رہی ہے۔ بھولاں بچے کو تولئے میں لپیٹی ہے اور شیدی کے پاس آکر مونڈھے پر بیٹھتی ہے)

بھولاں..... شیدی

شیدی..... جی جناب عالی سرکار صاحب قبلہ و کعبہ۔

بھولاں..... تو بڑی ناشکری ہوتی ہے۔

شیدی...... میں؟ میں ناشکری ہوں؟ سارا دن شکر کرتے میرا منہ سوکھتا ہے۔

بھولاں..... مرد کا اور اللہ کا یہ شکر نہیں ہوتا، جو تو کرتی ہے۔ منہ منہ سے۔ اندر سے ان کی بات مانتے ہیں، دل سے۔

شیدی..... بند کر دے اپنی نصیحتیں نہ میری ماں مرتی، نہ میں تیری گود میں پلتی، نہ مجھے تیرے احسانوں کے آگے چپ کرنا پڑتا۔

بھولاں..... (محبت سے) جس رب نے حمید جیسا سوہنا کاکا تیری گود میں ڈالا ہے، اس کا شکر کیا کر بے وقوف اچھی اور بری دونوں پر راضی ہو کر۔

شیدی..... کاکا ڈالا ہے ساتھ ہی غریبی بھی ڈالی ہے جھولی میں۔ ساری دنیا کے کاکے سوہنے سوہنے فراکوں میں پھریں۔ سارا زمانہ اپنے بچوں کو کاروں میں جھونٹے دے۔ یہاں ایک سیکنڈ ہینڈ سائیکل ہے قادر منشی کی۔ وہ بھی کبھی اس کی چین اتری ہوتی ہے، کبھی ٹوٹی ہوتی ہیں خیر سے.....

بھولاں..... تو بالکل اپنی ماں جیسی ہے خالہ الفت کا بھی یہی حال تھا۔ ردی پر ذرا سی زیادہ چربی پڑ جاتی ذرا کنڈا موٹا

ہو جاتا، اتار اتار کر برکیاں توڑ توڑ کر چھابے میں مرنڈا کر کر کے رکھتی جاتی۔ اس کے گلے سے بھیڑا نوالہ اترتا ہی نہ تھا۔

شیدی..... پر کیوں اترے!

بھولاں..... جو رب سوہنا اتنا کچھ دیتا ہے تیرے فائدہ کا، تو کبھی کبھی کوئی مندی چیز بھی مل جاتی ہے اچھی کے ساتھ۔ رب کا بندہ تو وہی ہے شیدی جو اچھے کے ساتھ برا بھی قبول کرے۔

شیدی..... (غصے کے ساتھ) کیا اچھا کیا میرے رب نے میرے ساتھ؟ تین سال کی تھی ماں مر گئی۔ یہ اچھا کیا؟ قادر سے بیاہی گئی؟ کیا ملا شادی کے بعد! عید شبرات پر کچ کی چوڑیاں..... دیکھ..... دیکھ میرے ہاتھ پاؤں..... ہے کوئی سونے کا ٹوم چھلا؟ یہ اچھا کیا میرے رب نے میرے ساتھ؟

بھولاں..... چیزوں کا لالچ چھوڑ دے شیدی پھر تجھے اپنے ارد گرد سوہنے سوہنے پیارے پیارے لوگ نظر آئیں گے۔ قادر جیسا سائیں دیا تجھے یہ اچھا نہیں کیا..... مجھے دیکھ پندرہ سال ہو گئے شادی کو..... میری گود میں حمید جیسا بال نہیں پر میں جانتی ہوں وہ جو کرتا ہے، میرے حق میں ہی کرتا ہے۔

شیدی..... تو شکر کیا کر غریبی کا..... خالی گود کا..... ہم سے ایسی باتوں کا شکر نہیں ہوتا ہم منافق نہیں ہیں تیرے جیسے۔

بھولاں..... چل شکر نہ کر رانے پر پھول سا بچہ..... اس کی خاطر چوری نہ کیا کر۔

شیدی..... تو تو سمجھتی ہے میں اپنے لئے پھل چراتی ہوں منڈی سے مجھے شوق ہے پھلوں کا۔ بس کھٹے میٹھے کھائے بغیر رہ نہیں سکتی۔

بھولاں..... چل تو ہماری خاطر عاقبت خراب کرتی ہے لیکن جس چیز میں ایک کا بھلا ہو اور دوسرے کا نقصان، وہ عمل چھوڑ دینا چاہئے بھلی لوک۔ اللہ جانے رب سچا کن کاموں میں راضی ہے؟

شیدی..... رب کوئی تیرے جیسا نہیں ہے۔ نصیحتیں کرنے والا ہر گھڑی (غصے سے جاتے ہوئے) وہ جب ملے گا تو دیکھی جائے گی۔ ابھی تو تیری نصیحتوں نے جینا حرام کر دیا ہے۔

بھولاں..... اچھی چوندی چوندی بُرکی کے ساتھ ایک دو نوالے کڑوے کسیلے کے بھی کھا لیا کر۔ شکر یہ ادا ہو جاتا ہے اچھی چیز کا۔ (حیات آتا ہے۔)

حیات..... کیا تو ہر وقت شیدی کے پیچھے پڑی رہتی ہے۔

بھولاں..... میری اپنی ہے۔ میں نے پالا ہے اسے ہمیشہ اپنے سے اوپر دیکھتی ہے، نیچے دیکھے تو خوش رہے.....

حیات..... اب بھول بھی جا کہ تو نے اسے پالا ہے۔ وہ جانے قادر جانے..... تو کیا ہر وقت دخل دیتی رہتی ہے۔

بھولاں..... (بچے کو پیار کرتے ہوئے) اس سے بڑی دولت بھی کوئی ہے دنیا میں۔ دیکھ حیات مجھے ڈر لگتا

ہے۔ (چارپائی پر بیٹھتی ہے)

حیات.....(مونڈھے پر بیٹھتا ہے) ڈر؟ کیسا ڈر؟

بھولاں.... کہیں شیدی کے کرم اس بچے کو نہ بھگتنے پڑیں میری ماں کہا کرتی تھی۔ گھر میں ایک کرتا ہے، بھگتنا سب کو پڑتا ہے۔ ایک مٹھی کھے اڑائے، آنکھوں میں سب کے پڑتی ہے۔

حیات... اوے چپ کر۔ کیا پھول سے بچے پر بدشگونی کا سایہ ڈالنے لگی ہے۔ ادھر لا۔ مجھے دے۔ ایک تو تیری سوچ ایسی ہے کہ کوئی بھلا کام ہو نہیں سکتا اس گھر میں۔ لا دے حمید کو مجھے۔

(تولئے میں لپٹا بچہ لیکر باہر جاتا ہے)

کٹ

سین ۱۱ آؤٹ ڈور دن

(منڈی کا ایک پینورا ایک ویو۔ ایک فاصلے پر سے شیدی آ رہی ہے۔ اس وقت اس نے بڑا سا لہنگا اور چھوٹی قمیص پہن رکھی ہے)

سر کے اوپر چادر ہے۔ کندھے پر ایک بڑا سا جھولا ہے جس میں کچھ مال ہے۔ منظور بڑے سے منجے پر بیٹھا ہے۔ اسے کیمرے کے فور گراؤنڈ میں رکھ کر ہم شیدی کو آتے دکھاتے ہیں، لیکن اس طرح کہ منظور کی اس کی طرف پشت ہے۔

منظور نے گلے میں ایک بڑی سی گتھلی ڈال رکھی ہے۔ اس وقت تجوری کا منہ کھلا ہے۔ وہ گتھلی میں سے نوٹ نکال کر گن رہا ہے۔ کچھ نوٹوں کی گتھی بنا کر وہ تجوری میں رکھتا ہے۔ پھر تجوری بند کرتا ہے۔ اب وہ بے خیالی میں سو کا نوٹ گتھلی سے نکال کر تجوری میں ڈالتا ہے۔ تجوری بند ہو چکی ہے۔ نوٹ اوپر ہی پڑا رہ جاتا ہے۔ اب دوبارہ منظور نوٹ گننے میں مشغول ہے۔ کیمرہ تجوری پر پڑے ہوئے نوٹ کے کلوز اپ پر آتا ہے۔ شیدی بہت آہستگی سے نوٹ اٹھاتی ہے صرف اس کا ہاتھ نوٹ پر پڑتا ہوا جسٹر کرایا جاتا ہے اور سکرین پر تجوری اور ہاتھ ہے۔ اس کے ساتھ ہی منظور کا زبردست ہاتھ شیدی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اس طرح سکرین پر تجوری، شیدی کا ہاتھ اور منظور کا ہاتھ نظر آتے ہیں۔ یکدم شیدی چیختی ہے۔)

شیدی ...چھوڑ میرا ہاتھ۔

منظور . اب جب میں یہ ہاتھ پولیس کو پکڑاؤں گا تب چھوڑوں گا خدا کے فضل سے۔ آج تو تو پکڑی گئی رنگے

ہاتھوں سے۔ آج تو بڑی سرکار کے حوالے کر کے رہوں گا۔

شیدی... کیا کیا ہے میں نے؟

منظور... یہ سو کا نوٹ ہاتھ میں رکھ۔ ابھی پتہ لگ جائے گا۔ کیا کیا ہے تو نے۔

شیدی .. لے میں تو آپ کو پکڑانے لگی تھی نوٹ۔ میں نے کہا منظور آڑھتی کا نوٹ کہیں ہوا میں نہ اڑ جائے۔

منظور... ہاں اتنی تو میری دردی۔ ہنیری میں بھی نوٹ پکڑ کر لا دے۔

شیدی... چل پولیس کو پکڑا مجھے، پر ہاتھ تو چھوڑ میرا۔

منظور... یہ ہاتھ تو میں اس وقت چھوڑوں گا جب ہتھکڑی کلائی پر پڑے گی۔ روز کا نقصان، روز کی چوری۔ اوئے ظلم رب کا۔ یہ حکومت بھی کچھ نہیں کرتی ان فقیرنیوں کا۔ ایک جانوروں نے گند ڈال رکھا ہے۔ ہر سبزی پھل کو منہ مارتے پھرتے ہیں۔ ایک یہ فقیرنیوں نے مت مار رکھی ہے۔ منڈی سواہ چلے۔ حکومت ہی پرواہ نہیں کرتی۔ ورنہ سیدھا کر دے سب کو۔

شیدی... خبردار جو دوبارہ مجھے فقیرنی کہا۔ میرا شوہر عزت دار آدمی ہے۔ ہم نے آج تک کسی سے مانگ کر نہیں کھایا۔ ہاں۔

(بازو جھٹکے سے چھڑاتی ہے۔)

منظور... کیا کام کرتا ہے تیرا عزت دار خصم۔

شیدی... صوفے بناتا ہے بڑی بڑی کوٹھیوں میں۔ کوٹھیوں والے اسے چاہ بوتلیں پلاتے ہیں۔

(چلنے لگتی ہے۔ یکدم منظور اس کی چادر پکڑ کر روکتا ہے۔ دراصل اب تک منظور ریشہ ختمی ہو چکا ہے اور وہ شیدی سے زیادہ سے زیادہ باتیں کرنا چاہتا ہے۔)

منظور... رک اوئے بڑی عزت دار۔ بیٹھ منجی پر۔ اور انتظار کر پولیس تھانے کا۔

(آواز دے کر)

کابلی۔ اوئے کابلی۔ ذرا بلا کر لا تھانے دار حاکم دین کو۔ ادھر کیس ہو گیا ہے چوری کا منڈی میں ۔

شیدی ...ہاں کیس ہو گیا ہے۔ ذرا نوٹ کو ہاتھ لگانے سے کوئی چور تو نہیں ہو جاتا۔

منظور... چپکے سے بیٹھی رہ آرام سے۔ ابھی پتہ چلتا ہے چور کیسے ہوتے ہیں۔

شیدی ...کمال ہے بھا منظور۔ ساری منڈی کے لوگ تو تجھے بڑا سخی کہتے ہیں۔ تو تو بڑا ہی شوم نکلا۔

منظور ..چپ رہ۔ باتوں میں نہ لگائی جا مجھے۔

شیدی.. لے اللہ نے تجھے اتنے نوٹ دیئے ہیں۔ جو تو اپنی مرضی سے کسی غریب کو سو پچاس دے دیتا تو وہ چوری ہوتی ہے نہ بتا؟

منظور..اپنی مرضی اور ہوتی ہے اور زبردستی اور ہوتی ہے۔ تو توزبردستی لے چلی تھی۔ بغیر پوچھے مانگے۔

شیدی..دیکھ نا عزت دار آدمی مانگ نہیں سکتا۔ اسے تو پوچھے مانگے بغیر ہی ملے تو بات بنتی ہے۔

منظور..اچھی بھلی تیری بہن کام کرتی ہے منڈی میں۔ کسی کے ساتھ کبھی اونچ نیچ نہیں ہوئی۔ آنے ٹکے کا حساب رکھتی ہے۔ تجھے کیا آخر چڑھی ہے۔ کس ٹیسی پر پہنچنا ہے تجھے چوریاں کر کر کے۔

شیدی..بتاؤں؟

(بڑی چارپائی کی پائنتی پر بیٹھتی ہے۔)

منظور..لے بتا۔

شیدی..جو میں سچ سچ بتاؤں نا منظور بھا۔ تو ایک شرط ہے۔

منظور..ہاں بتا کیا شرط ہے۔

شیدی..(ذرا شرما کر) پھر تو پولیس کو تو نہیں بلائے گا۔

منظور..چل اچھا بتا۔ چوری کیوں کرتی ہے تو۔

شیدی..(کچھ سوچ کر) بات یہ ہے۔ لیکن تو نہیں سمجھے گا۔

منظور..بتا بتا دڈی؟ نہ سمجھے گا منظور آڑھتی۔

شیدی..ساری دنیا فیشن کرتی ہے۔ کوئی گڈیاں چلا رہے ہیں، کوئی دکانوں میں گھسے ہیں۔ مال پر مال خریدے جاتے ہیں۔ ہم جیسے پھل بھی نہیں کھا سکتے؟

منظور..(یک دم دل پسیج جاتا ہے) تو مجھے بتا یا کر خورشید...... میں تجھے سارے میوے دیا کروں گا۔

شیدی..(جاتے ہوئے) نہ۔ مانگ کر میں نے آج تک کچھ نہیں کھایا۔ مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ جی۔

(چلی جاتی ہے منظور دیر تک اسے جاتا ہوا دیکھتا ہے۔ کیمرہ پین کر کے منڈی دکھاتا ہے۔)

ڈزالو

سین ۱۲   آؤٹ ڈور   دن

(قادر کار کی ٹیوب پر بڑے مزے سے بیٹھا نہر پر تیر رہا ہے۔ نہر کنارے شیدی بیٹھی ہے۔ ان کا بچہ نہالچے پر سو رہا ہے۔ شیدی تھیلے میں سے ایک آم قادر کی جانب پھینکتی ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے مگر پکڑ نہیں سکتا۔ شیدی ایک اور آم پھینکتی ہے۔ یہ آم قادر کے ہاتھ لگ جاتا ہے۔ وہ آم چوستا ہے۔ شیدی ہنستی ہے اور پانی کی سطح پر آم کی

گٹھلی چلاتی ہے۔)

کٹ

سین ۱۳   ان ڈور   رات

(رات کا پچھلا پہر۔ چاند چمک رہا ہے شیدی اور قادر کوٹھے پر ہیں۔ بچہ پلنگ پر سو رہا ہے۔ اور وہ دونوں پاس والی چارپائی پر بیٹھے ہیں۔)

شیدی...لے اتنے سالن کون پکاتا ہے۔ ایویں ایک نہ ہوئے' دو ہوئے۔

قادر...ابھی پرسوں رات ان کے گھر دو مہمان آئے تھے۔ سالم بکرا روسٹ کرایا تھا انہوں نے۔

شیدی...سالم بکرا دو مہمانوں کے لئے۔ جا جھوٹا۔

قادر...چل جھوٹا تو جھوٹا ہی سہی۔ اب مجھے سونے دے۔

(قادر چادر لے کر لیٹتا ہے۔)

شیدی...(قادر کی ٹانگ پر مکہ مار کر) قادر!

قادر...کیا ہے؟ اگر مچھر دو گھڑی آرام کر لے تو تو جگانے بیٹھ جاتی ہے۔

شیدی...ہم اپنا حمید نا کوٹھی والوں کو دے دیں۔

قادر...اپنا کاکا؟ یہ............ یہ اپنا حمید!

شیدی...اور کیا۔ لمبی لمبی کاروں میں سیر کرے گا۔ سالم بکرے کھانے کو ملیں گے۔

قادر...جو جی میں آتا ہے بک دیتی ہے۔ ذرا بھی نہیں ڈرتی۔ کوئی گھڑی کیسی ہوتی ہے۔ کوئی گھڑی کیسی!

شیدی...ہمارے پاس رہ کر اسے کیا ملنا ہے۔ کون جانے ہم تعلیم بھی دے سکیں گے کہ نہیں۔

قادر...بس تو رہنے دے وڈی تعلیم یافتہ۔ میرے ہاتھ میں ہنر ہے۔ اللہ نے چاہا تو یہ بھی کوئی ہنر سیکھ لے گا۔ بھوکا نہیں مرے گا۔ عزت کی روٹی کھائے گا۔

شیدی...رہنے دے عزت کی روٹی۔ ہمارے جیسوں کے لئے عزت کی روٹی کوئی نہیں ہوتی۔ ہنر کو کوئی نہیں پوچھتا۔ سب علم کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ بے علم کی کوئی عزت نہیں۔

قادر...شیدی۔

شیدی...ہوں۔

قادر...تجھے مجھ سے پیار ہے کہ نہیں؟

شیدی...بس کچھ ہے ہی تھوڑا تھوڑا۔ (مسکرا کر)

قادر...میری ایک بات مانے گی۔

شیدی...اگر ماننے والی ہوئی تو مان لوں گی۔

قادر...دیکھ چیزوں کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دے۔ چیزوں کے خواب دیکھنا چھوڑ دے۔ انسانوں سے پیار کرنا سیکھ۔

شیدی...انسان کسی کو کیا دیتے ہیں سوائے غم کے۔

قادر...چیز جب تک نئی ہوتی ہے پاگلے تب تک اچھی لگتی ہے لیکن انسان کبھی پرانا نہیں ہوتا۔ وہ بڑھتا رہتا ہے' گھٹتا رہتا ہے۔ کمینے آدمی کا دارو، آدمی کا علاج چیز نہیں ہوتی۔

شیدی...(ہنس کر) کیوں بابا پرانا نہیں ہوا۔ اسے کون پسند کرتا ہے۔

قادر...بابا پرانا ضرور ہوا ہے۔ لیکن ہم سب اُسے پسند کرتے ہیں۔

شیدی...کوئی نہیں۔ کوئی نہیں پسند کرتے۔

قادر...کرتے ہیں' کرتے ہیں۔ انسان مرتے دم تک رنگ بدلتا ہے۔ چیز ایک رنگ میں بنتی ہے' اس لئے اس سے جی اکتا جاتا ہے۔

شیدی...اس گھر میں جو نصیحت کرتا ہے' مجھے ہی کرتا ہے۔

قادر...ہمارا حمید ہی تو سب کچھ ہے۔ پھر یہ تختی لکھے گا۔ ایک رنگ ہو گا۔ پھر کاروبار سیکھے گا۔ کام کاج کرے گا۔ شادی ہو گی۔ اس کی۔ نیا رنگ چڑھے گا۔ تو دیکھتی تو جا۔ اس ایک جان میں تیرے لئے کتنی خوشیاں ہیں۔

شیدی...(اٹھ کر منڈیر کی طرف جاتی ہے) انسان سے پیار کرنے والوں کو کیا ملتا ہے۔ آنسو' انتظار' پچھتاوے' ناں جانے دے قادرا۔ میرے لئے چیزیں ہی بھلی۔ نت نئی نئی۔ چمکتی شکتی۔ میں نے انسانوں سے کیا لینا ہے۔ کلیجہ دھو دیتے ہیں بات کر کے۔

کٹ

سین ۱۴ ان ڈور دن

(اس وقت ابا اکیلا چارپائی پر بیٹھا ہے۔ سامنے اس کے پھل پڑے ہیں۔ وہ ہمیشہ کی طرح خشکی باز ہے)

ابا...اوئے کوئی ہے گھر پر۔ (وقفہ) ہو گا بھی تو جواب کیوں دے گا۔ بھولاں۔ خورشید۔ کوئی بولو۔ ایک تو یہ ٹوٹی لگوا کر سب سمجھتے ہیں کہ بڑا کمال کیا ہے۔ پہلے سے بھی کم سنائی دیتا ہے پاگلو۔

(اندر سے حیات نکل کر آتا ہے۔ وہ سر کو تولئے سے پونچھ رہا ہے۔ جیسے ابھی ابھی غسل کیا ہے۔)

ابا...مچلے نہ بن جایا کرو باپ کی آواز سن کر۔ بڑا گناہ ہے۔

حیات...میں نہا رہا تھا ابا۔

ابا...سو چبیاں مارے۔ سوا شنان کرے۔ ناپاکوں نے ناپاک ہی رہنا ہے۔

حیات...جی ابا۔

ابا...کسی کو میرا خیال نہیں۔ منجی ڈھیلی ہو جائے تو ادوائین کس لیتے ہیں۔ بڈھا بندہ ڈھیلا پڑ جائے تو کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ کیا کرنا ہے۔

حیات...تیری طبیعت ٹھیک نہیں تو چل میں تجھے ڈاکٹر پاس لے چلوں۔

ابا...ایک چار روپے کی دوائی لے کر دے گا۔ اور سو بار اپنی نکمی زنانی کو بتائے گا کہ بابے کا بڑا خرچ ہے۔

حیات...ایسی کوئی بات نہیں ابا۔ تو چل میرے ساتھ۔

ابا...تم سب کا جی کرتا ہے بابا مرے اور پیچھے سے نپٹے۔

حیات...اب ابا میں کیا کہوں۔ ہم سب تو چاہتے ہیں کہ تو سو سال تک جئے۔

ابا...(بہت رازداری کے ساتھ) جیواں آئی تھی۔

حیات...کون جیواں؟

ابا...جس نے تمہارے رشتے کرائے تھے۔

حیات...اچھا اچھا ماسی جیواں۔

ابا...ہاں۔ (خوشی کے ساتھ) رشتہ لے کر آئی تھی۔

حیات...اب ہم نے رشتے کیا کرنے ہیں ابا۔

ابا...تمہارے لئے نہیں۔

حیات...پھر۔ اور کس کے لئے۔

ابا...(ہنستے ہوئے) مجھے کہہ رہی تھی مجھے۔ بیوہ ہے۔ ٹکسالی گیٹ میں رہتی ہے۔ دو بچے ہیں۔ کاکے۔ ایک سولہ برس کا' ایک تیرہ کا۔ اچھی شکل کی ہے۔

حیات...تو۔ تو اس عمر میں شادی کرے گا ابا۔ کیا ہو گیا ہے تجھے۔

ابا ...کیوں مجھے کیاہوا ہے۔ میں ثواب کا کام نہیں کر سکتا۔ بیوہ سے شادی کرنے کا حکم آیا ہے۔

حیات... (دکھ سے) ابا کانوں سے تجھے سنتا نہیں۔ چلا تجھ سے نہیں جاتا ٹھیک طرح سے۔

ابا... تو باتیں سننا کون سی ضروری ہیں۔ میں تیری ماں کو کب سنتا تھا جو اس بیوہ کی سنوں گا۔

حیات... اچھا مہربانی کر ابا۔ کسی اور پواڑے میں نہ ڈال دینا ہم سب کو۔

(اٹھ کر جاتا ہے۔ باپ اونچے اونچے بولتا ہے۔)

ابا... میرے آرام کا نہ سوچنا۔ کون میری دیکھ بھال کرے' یہ ان کو کب پسند ہے۔ یہاں روٹی روٹی کا محتاج رہوں سب کا۔ چھوٹے چھوٹے کام کے لئے منہ دیکھوں سب کا۔ مجھے گھر نہ بسانے دینا اپنا کوئی دکھ سکھ کرنے والا نہ ملے مجھے۔

کٹ

سین ۱۵ آؤٹ ڈور دن

(جس کوٹھی میں قادر منشی صوفہ بناتا ہے' اس گھر کی بیرونی سڑک پر کچھ فاصلے سے حیات ریڑھے والا سبزی کی آواز لگاتا ہے۔ ریڑھے پر بھولاں بھی سوار ہے۔ بیگم صاب اس ریڑھے کو کار میں کراس کرتی ہے اور کوٹھی کی سڑک پر کار چلاتی اندر پورچ میں جا کر کار کھڑی کرتی ہے اور ہارن بجاتی ہے۔ اندر سے بشیراں آتی ہے۔)

بیگم ...(باہر نکلتے ہوئے) ڈکی میں گوشت ہے۔ پہلے اسے نکالو۔

بشیراں...اچھا جی۔

(پیچھے جا کر ڈکی کھولتی ہے۔)

بیگم ...صوفے والے کے ساتھ کون رہا ہے صبح سے۔

بشیراں ...آج دفتر سے چپراسی نہیں آیا بیگم صاحب۔

بیگم ...تو پھر خانساماں جی سے کہنا تھا کہ وہ نگرانی کریں۔

بشیراں...میں نے کہا تھا خانساماں جی کو وہ بولنے لگے کہ مجھے شامی کباب بنانے ہیں۔ فریجر خالی ہے۔

بیگم...فریزر گیا بھاڑ میں۔ آخر وہ اجنبی ہے۔ اندر باہر پھرتا ہے مزے سے۔

بشیراں...ہاں جی میں بھی یہی کہنے والی تھی۔ مجھے تو صفائی کا اتنا کام ہوتا ہے پھر اوپر سے زنانی ذات۔ میں کب تک اس کے پاس بیٹھی رہوں۔

بیگم ...صاحب کو فون کر دیتیں۔

بشیراں ...کوشش کی تھی جی فون ہلڈ ہو گیا۔ کبھی سگریٹ لینے چلا جاتا ہے کبھی ستلی خریدنے چلا جاتا ہے۔ کبھی اس کی کیلیں ختم ہو جاتی ہیں۔ ٹک کر کام کرتا تو اب تک صوفہ نہ بن جاتا۔

(بیگم اس کی بات نہیں سنتی۔ اندر جاتی ہے۔ بشیراں گاڑی کھول کر شاپنگ بیگ نکالتی ہے۔)

کٹ

سین ۱۶ ان ڈور کچھ دیر بعد

(بیگم ڈرائنگ روم میں آتی ہے۔ ادھر ادھر نظر دوڑاتی ہے۔ دیکھتی ہے کہ ڈیک اپنی جگہ پر موجود نہیں۔ اس وقت وہ لمبی کھڑکی میں آتی ہے۔ یہاں سے دیکھتی ہے کہ قادر صوفے پر کپڑا چڑھانے میں مشغول ہے اور ساتھ ساتھ گا رہا ہے۔" اوئے نیچاں دی آشنائی کولوں فیض کسے نہ پایا ۔ ککر نے انگور چڑھایا تے ہر گچھا زخمایا۔
بیگم چند ثانیے اسے دیکھ کر اندر جاتی ہے۔)

کٹ

سین ۱۷ ان ڈور وہی وقت

(اس وقت خانساماں جی ایپرن باندھے سنک کے آگے کھڑے برتن دھو رہے ہیں۔ بشیراں فریج میں پھل رکھ رہی ہے۔ میز پر ان گنت لفافے پڑے ہیں، جو بیگم صاحبہ بازار سے لائی ہیں۔ بیگم قدرے تشویش سے داخل ہوتی ہے۔)

بیگم ...خانساماں جی یہ صوفے والا کب آیا تھا۔

خانساماں...پتہ نہیں جی۔

بشیراں ...آپ مجھ سے پوچھیں بیگم صاحب۔ ادھر آپ شاپنگ کو گئے ہو' ادھر قادر منشی سائیکل پر آیا۔ پندرہ

منٹ کام کیا، سگریٹ لینے کو چلا گیا۔ فیر آدھا گھنٹہ کام کیا، کیلیں تھڑ گئیں۔

بیگم ...اچھا اچھا۔ خانساماں جی ڈیک کہاں ہے احمد کا۔

خانساماں.. جناب عالی۔ مجھے تو اندر کی چیزوں کا کچھ پتہ نہیں۔

بشیراں...وہیں تھا جی ڈرائینگ روم میں۔ جب سنتو جمعدارنی آئی ہے تو میں نے آپ اس کو صاف کیا تھا جی۔ گیلی ٹاکی مار کے۔

بیگم ...خیر اس وقت وہ وہاں نہیں ہے۔

خانساماں...احمد صاحب سے پوچھ لیں۔ انہوں نے کسی دوست کو نہ وے دیا ہو ادھار۔

بیگم...پوچھ لیا ہے اور تمام کمروں میں دیکھ لیا ہے۔ ڈیک کہیں نہیں ہے۔

خانساماں + بشیراں ... کہیں نہیں ہے؟

بیگم ...اس کا نام و نشان بھی نہیں۔

بشیراں ...لو جی یہ تو کسی بھیدی کا کام ہو سکتا ہے۔ چپ چاپ ڈیک کھسکا لیا۔

بیگم ...اچھا تم چپ کرو۔ خواہ مخواہ۔

(غصے سے جاتی ہے۔)

کٹ

سین ۱۸ ان ڈور دن

بیگم ...(فون پر اپنے شوہر سے بات کرتی ہے) نہیں جی کسی کو لنڈ نہیں کیا۔ احمد کہتا ہے کہ اس نے صبح ورزش کے لیے باہر نکالا تھا بر آمدے میں۔ (وقفہ) لیں آپ خواہ مخواہ احمد کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ بر آمدے میں رکھا تھا۔ کوئی باہر سڑک پر تو نہیں رکھا تھا۔ جی؟ جی؟ نہیں جی بشیراں اور خانساماں جی پرانے آدمی ہیں۔ جی؟ جی؟ بس وہ صوفے والا موجود ہے میسنا سا۔ اچھا میں پھر فون کرونگی آپ کو۔ ہاں جی۔ بالکل...... بالکل یہی ہوتا ہے ہماری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں سب۔ جی جی چائے کھانا سب دیتی رہی ہوں جی۔ خدا حافظ

کٹ

سین ۱۹ آؤٹ ڈور دن

(اس وقت ریڑھے پر حیات اور بھولاں سوار کوٹھی کی سڑک پر کھڑے ہیں اور سبزیوں کی آواز لگاتے ہیں۔ بر آمدے میں قادر منشی کام میں مشغول ہے۔ وہ پلٹ کر دیکھتا ہے، ریڑھے میں اور بر آمدے میں، جہاں قادر منشی ہے، کل بیس فٹ کا فاصلہ ہے۔ اندر سے بیگم آتی ہے۔)

بیگم ...بھئی تم نے وہ ڈیک تو نہیں دیکھا۔

قادر ...کیا جی۔

بیگم ...بھئی وہ ٹیپ ریکارڈ؟ جس پر احمد میاں گانے سنتے تھے۔

قادر...اوہ جی میں نے تو نہیں دیکھا۔ احمد صاحب سے پوچھ لیں۔

بیگم ...میں نے گھر کے فرد فرد سے پوچھ لیا ہے اور اب میں جانتی ہوں کہ ڈیک تم نے چوری کیا ہے، ورنہ تم اتنی بار اپنا کام چھوڑ کر کیوں جاتے؟

قادر... بیگم صاحب آپ میری تلاشی لے لیں۔ میرے تھیلے کی تلاشی لے لیں۔

بیگم... مجھ کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں تلاشی لیتی پھروں۔ خود پولیس تفتیش کرے گی۔

قادر... بیگم صاحب میں قرآن اٹھانے کو تیار ہوں۔ میرا ایک ہی بچہ ہے میں............

(اس وقت تک حیات اور بھولاں ریڑھے سے اتر کر بر آمدے کے قریب آ چکے ہیں۔)

بھولاں ...نہ ویرناں۔ کاکے حمید کی قسم نہ کھائیں۔

بیگم... دیکھا۔ دیکھا۔ یہ کون ہے۔

قادر... میری بڑی بھابھی ہے جی۔

بیگم... تم نے ان کے ہاتھ وہ ڈیک باہر بھجوایا ہے۔ مجھے پہلے بھی کئی بیگموں نے کہا ہے کہ ریڑھے والے کو اندر نہ آنے دیا کروں، لیکن میں نے خدا ترسی کی۔

حیات ...بیگم صاحب...... (ہاتھ جوڑ کر) جی ہم ہرجانہ بھر دیں گے۔ آپ پولیس میں رپٹ نہ لکھوانا جی۔

بیگم.. شام سے پہلے پہلے یا تو ڈیک حاضر کر دو یا پانچ ہزار روپیہ پہنچا دو۔ ورنہ میں کیس پولیس میں دے دوں گی۔ ظلم خدا کا ابھی پچھلے مہینے لندن سے لائے تھے میاں صاحب۔

بھولاں... پانچ ہزار؟

بیگم... پانچ ہزار سے پائی کم نہیں۔ یہ بھی میں نے تم لوگوں پر ترس کھایا ہے۔ رعایت کی ہے ورنہ ویسا ڈیک تو دس ہزار میں بھی نہیں آتا۔

حیات... کچھ تو رقم کم کریں بیگم صاحب۔

بیگم... (اندر جاتے ہوئے) شام تک کی مہلت ہے۔ یا تو ڈیک لا دو یا رقم پوری کر دو۔ (بھولاں، حیات اور قادر ریڑھے پر چڑھ کر جاتے ہیں۔)

کٹ

سین ۲۰ ان ڈور دن

(آنگن میں سارے گھر والے جمع ہیں۔ باپ چارپائی پر بیٹھا ہے۔ شیدی اس کے قریب کھڑی ہے۔ بھولاں باورچی خانے میں ہے اور دونوں بھائی اس کے سامنے بیٹھے ہیں۔)

بھولاں روٹی کھاؤ قادر۔ اللہ کچھ بندوبست کر دے گا۔

شیدی منہ نوچ لیتا تھا بیگم کا۔ ہوگی بیگم اپنے گھر ہوگی۔ ہم کوئی اس کا دیا کھاتے ہیں۔ ظلم خدا کا ہم نے باجہ کیا کرنا ہے۔ ہم گانے سنتے پھرتے ہیں۔ ہمیں تو مرنے کی فرصت نہیں ملتی۔

ابا .... اوئے میری یہ ٹوٹی بیچ دو۔ ویسے بھی میرے کسی کام کی نہیں۔ ایک لفظ نہیں سنتا مجھ کو۔ اوئے حیات بازار میں جا کر پوچھ کتنے کو بک جائے گی یہ ٹوٹی۔

بھولاں......ابا بس کر دے خدا کے لئے پانچ ہزار کا معاملہ ہے۔

ابا......لے میرے پاس پانچ ہزار ہوتے تو میں ماسی جیواں کو نہ دیتا۔ پانچ ہزار میں رشتہ ہوتا تھا میرا۔

حیات...... (پاس آتے ہوئے) ابا کوئی گھڑی کیسی ہوتی ہے، کوئی گھڑی کیسی۔ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ تجھے کیا فکر چڑھا ہے۔

ابا......یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ بھئی ہم مہاتڑ ساتھوں کے پاس پانچ روپے نہیں ہوتے کلفیاں کھانے کو۔ اس نے اکٹھے پانچ ہزار مانگ لئے ہیں۔ پانچ ہزار ہوتے میرا گھر نہ بس جاتا۔

شیدی......خبردار جو کسی نے آنچ پہنچایا اس بیگمے کی بچی کو۔ ایویں دھونس چلادی ہے۔ میں خود جاؤں گی اس کے پاس۔ پوچھوں گی ناں اس کی گُت پکڑ کے۔ کیوں چندریئے کس وقت چوری کی قادر نے تیرے گھر میں۔ وہ تو گھر سے اپنے سندیوں اٹھاتا ہے جیسے کسی اور کے ہوں۔ وہ تیری چوری کب کر سکتے ہیں۔ تو مجھے ایک بار لے چل۔

حیات......ادھر چار ٹکے جڑے نہیں، ادھر کوئی مصیبت آ جاتی ہے۔ میرے پاس ہزار روپیہ کٹھا ہے۔ سوچا تھا دوکان کر لوں سبزی کی۔

ابا......باپ کو ایک پائیا دودھ لا کر دینا ہو تو سارے کہیں گے ہے نہیں ہے نہیں۔ اندروں اندری پورا ہزار اکٹھا کر لیا۔

حیات......لیاہ بھولاں قادر کو دے۔

شیدی...... ہم نے اس چمگادڑ کو ایک پائی نہیں دینی بھا حیات

بھولاں...... (اندر جاتے ہوئے) باباوہ جیل کرادے گی اپنے قادر کو۔

شیدی......لے فیر کرائے جیل سے اور دیکھے کوئی اس کے گھر کا جی بچتا ہے میرے ہاتھ سے۔

ابا......ایویں نہ کفر تولی جا۔...امیر لوگ مضبوط ہوتے ہیں۔ ہماری طرح سے نہیں ہوتے ساروں پر جینے والے

(بھولاں باہر نکلتی ہے۔ اس ساری گفتگو کے دوران قادر ایک لفظ نہیں بولتا۔ وہ جھاڑو کے تنکے سے پیڑھے کے پاس لکیریں کھینچ رہا ہے۔ اس کے چہرے پر اداسی اور پریشانی ہے)

بھولاں......یہ لے حیات والا ہزار روپیہ اور یہ لے میری دو چوڑیاں۔ کچھ رقم اکٹھی ہو گئی ہے۔

ابا......چوڑیوں کا کیا ملنا ہے۔ دونوں مل کر تولے کی بھی نہیں ہونی۔ تیری ماں نے زیور میں بھی فریب کیا ہمارے ساتھ۔

حیات......کوئی نہیں ابا تین ہزار کے قریب تو رقم ہو گئی ہے۔

شیدی......تو تم رقم کٹھی کرو۔ میں ذرا بیگم سے مل آؤں۔

(غصے سے باہر جاتی ہے۔ جلدی سے قادر اٹھ کر اس کے پیچھے جاتا ہے۔)

کٹ

سین ۲۱ آؤٹ ڈور دن

(حیات ' شیدی ' بھولاں سوہے بازار کی کسی دوکان میں بیٹھے ہیں ' وہ چوڑیاں دکھاتے ہیں۔ دوکاندار پندرہ سوروپے آفر کرتا ہے۔ وہ چوڑیاں واپس لیتے ہیں اور کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ سلام کر کے دوکان سے اترتے ہیں)

کٹ

سین ۲۲ آؤٹ ڈور وہی وقت

(ایک اور دوکان پر شیدی ' بھولاں اور حیات بیٹھے ہیں۔ دوکاندار چھوٹے ترازو پر چوڑیاں تولتا ہے۔ پھر کاپی پر حساب لگاتا ہے۔ اب وہ سولہ سوروپے آفر کرتا ہے۔ حیات رقم پکڑتا ہے)

کٹ

سین ۲۳ آؤٹ ڈور دن

(ایک فاصلے سے شیدی آتی ہوئی دکھاتے ہیں۔ آڑھتی منظور اپنی آڑھت کی دوکان میں بڑی چارپائی پر بیٹھا ہے۔ آڑھت کی دوکان پر بورڈ لگا ہے ' "منظور اینڈ سنز۔ فروٹ اینڈ ویجی ٹیبل مرچنٹ" ۔ اندر بوریاں ہیں۔ دوکان کے سامنے عورتیں پیاز چھیل رہی ہیں۔ منظور اپنے گلے میں لٹکی ہوئی گتھلی میں سے نوٹ نکال کر گنتا ہے۔ جب اسے شیدی نظر آتی ہے 'اس کے چہرے پر مسکراہٹ آتی ہے اور وہ ریشہ خطمی نظر آتا ہے۔ آج شیدی کے کندھے پر تھیلا نہیں ہے۔ اس کی چال بھی دھیمی ہے 'اور وہ پریشان نظر آتی ہے۔ پھر وہ بڑی چارپائی کے پاس آکر کھڑی ہوتی ہے اور انگوٹھے سے پلنگ کا پایہ کھرچنے لگتی ہے۔)

منظور......کل نظر نہیں آئی منڈی میں۔ ہیں بھئی۔

شیدی......بس بھامنظور!

منظور......بات کیا ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے۔

شیدی......بس جی تقدیر ہی ہمارے کھیڑے پڑی رہتی ہے۔ کسی نے ہمیں کیا کہنا ہے۔

منظور......پھر بھی۔ اتنی بجھی بجھی، تو کبھی میں نے تجھے دیکھا نہیں خورشید۔ بول بول۔ آلو بخارے کی پیٹیاں اندر گودام میں بہت۔ آم جیسا کہے۔ بول کیا چاہئے۔ تو حکم کر ایک بار۔

شیدی......مجھے تین ہزار چاہئے۔ (جلدی سے) ادھار۔ پکا سٹام لکھانا ہے تو لکھوا لے۔

منظور......تین نہ تی نہ تین سو۔ کتھے تین ہزار۔

شیدی......ضرورت ہی اتنے کی ہے بھامنظور -

منظور......تو تو کہتی ہے کہ کبھی تونے آج تک کسی سے کچھ مانگا ہی نہیں۔ بڑی عزت والی بنتی تھی تو تو۔

شیدی......بس جی بڑا بول سب کے سامنے آتا ہے۔ میرا خیال تھا میں کسی سے مانگوں گی ہی نہیں۔ حیاتی بھر۔ بھوکی مرجاؤں گی لیکن جھولی نہیں پھیلاؤں گی۔

منظور......دیکھ شیدی۔ میرے بڑے بھائی آجائیں۔ ان سے پوچھ کر رقم دوں گا۔

شیدی......(ہنستے ہوئے) تیرا بھی بڑا بول سامنے آگیا۔ ہمیشہ کہتا تھا جو چیز ہو مجھ سے مانگ لینا۔ مجھے کیا پتہ تھا اتنے بڑے آڑھتی کو اپنے بڑے بھاجی کی اجازت کی ضرورت ہے۔ چل جا پرے۔

(غصے سے دوکان میں سے نکلتی ہے۔ دوکان کے سامنے دو تین عورتیں پیاز کے اوپر سے وافریت اتار کر پیاز صاف کر رہی ہیں۔ شیدی ان تک پہنچتی ہے۔ منظور پر جیسے شیدی کی بات کا اثر ہو جاتا ہے۔ وہ آواز دیتا ہے۔)

منظور......خورشید......خورشیدئے۔ اوئے بی بی خورشید

(خورشید واپس جاتی ہے۔ منظور تجوری کھول کر نوٹ نکالتا ہے)

منظور......کب رقم واپس کردے گی شیدی۔

شیدی......دیکھو۔

منظور......دیکھو شیکھو کوئی نہیں۔ مہینہ بھر تو میں اپنے بھاجی سے بات چھپا سکتا ہوں۔ اس سے آگے کچھ نہیں ہو سکتا۔ سانجھی دوکان ہے۔ سانجھا آڑھت کا کام ہے۔ ویسے بھی وہ سخت طبیعت کا آدمی ہے۔

(نوٹ خورشید کے حوالے کرتا ہے)

شیدی......اچھا اچھا۔ دے دوں گی مہینے کے اندر اندر۔ ایک تو تیری جان نانویں میں ہے۔ ذرا ایک نوٹ کم ہو جائے ' جان نکلنے لگتی ہے۔ بھامنظور اگلے زمانے میں رانیوں کی جان ہیرامن طوطے میں ہوتی تھی......اب لوگوں کی جان ان کمبخت لال نوٹوں میں ہے۔

(ہنستی ہے اور نوٹ گنتی ہے۔)

منظور...... (محبت بھری نظر ڈال کر) اب یہ تو اللہ کو مالوم ہے کہ میری جان کس میں ہے۔

شیدی...... شکریہ۔ اللہ حیاتی دے۔ اتنے نوٹ دے۔ اتنے نوٹ دے۔ کہ تو اینٹوں کے چھتے نہ لگائے نوٹوں کے چھتے لگا کر۔ ان پر بیٹھے بادشاہ بن کر۔ حکم چلے تیرا ساری منڈی میں۔

منظور...... (آہستہ) اور...... اور...... ؟اور......

(شیدی دعائیں دیتی چلی جاتی ہے۔ منظور آہستہ آہستہ اور اور کہتا رہ جاتا ہے۔)

____کٹ____

سین ۲۴ ان ڈور شام کا وقت

(اس وقت حیات اور بھولاں گھر پر نہیں ہیں' صرف شیدی موجود ہے۔ شیدی نے بچہ کندھے سے لگا رکھا ہے اور اس کے بہلانے کے انداز میں چل پھر رہی ہے۔ قادر منشی نوٹ گن رہا ہے۔)

شیدی...... لے اب کتنی بار گنے گا۔ جا پکڑا آ اس کٹنی کو۔ رب کرے یہ پانچ ہزار اس کو سپ بن کر لڑے

قادر...... شیدیئے۔

شیدی...... لے رب نے ساری مشکل آسان کر دی۔ اب کیا ہے۔

قادر...... تجھے بھا منظور سے رقم نہیں مانگنی چاہئے تھی۔

شیدی...... کیوں؟

قادر...... امیر آدمی جب رقم دیتا ہے تو پھر اپنی منواتا ہے۔ میں سوچتا ہوں اس نے تجھے رقم دی ہی کیوں آخر کیا وجہ؟

شیدی...... میرا اعتبار ہے منظور بھا کو۔ کوئی ایویں کیویں اتنی بڑی رقم پکڑا دی ہے مجھے۔

قادر...... منڈی میں تیرا کام تو ایسا کوئی نہیں کہ لوگ اعتبار کریں تیرا۔

شیدی...... بے اعتبار کیوں نہیں۔ چوری کرتی ہوں' جھوٹی تو نہیں ہوں۔

(اس وقت ابا ایک دروازے سے آتا ہے۔)

ابا...... لے بھائی یہ میری طرف سے پانچ سو۔ بڈھے آدمی کی عمر کا کیا اعتبار اسے پیسہ کون دے۔

شیدی...... تو رقم موڑ آ ابا۔ کام بن گیا ہے۔

(دکھ سے ابا چارپائی پر بیٹھتا ہے۔)

ابا...... یار اب تم میری مدد بھی قبول نہیں کرتے۔ کمال ہے۔ کیا زمانہ آ گیا ہے۔ ایک وقت تھا ساری فرمائشیں میں پوری کرتا تھا۔ ساری ضرورتیں میرے ذمے تھیں۔ سارا خرچ میں چلاتا تھا۔ اب۔ اب تم لوگ میری چھوٹی سی مدد بھی قبول نہیں کرتے۔ میرا چھوٹا سا احسان بھی اپنے سر نہیں چڑھاتے۔ کوئی تعلق نہیں رہا ہم میں۔ کیوں قادر...... کچھ نہیں لگتا میں کسی کا۔

(آنسو گالوں پر گرتے ہیں۔ وہ انہیں پونچھتا ہے۔ قادر جلدی سے اٹھ کر باپ کے ہاتھ سے رقم لیتا ہے۔)

____کٹ____

سین ۲۵ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ریڑھے پر حیات اور قادر کوٹھی میں داخل ہوتے ہیں۔ گھنٹی بجاتے ہیں۔ بشیراں اور بیگم داخل ہوتی ہیں۔ حیات ان کو ڈب میں سے پیسے گن کر پکڑاتا ہے)

____کٹ____

سین ۲۶ ان ڈور رات

(حیات کا کمرہ۔ اس وقت آدھی رات ہو چکی ہے۔ حیات اپنی چارپائی پر گہری نیند سو رہا ہے۔ پاس والی چارپائی پر بھولاں لیٹی ہے۔ وہ جیسے کرب کی حالت میں ہے۔ اس کی پسلی کے نیچے درد ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ پلنگ پر حمید گھوک سو رہا ہے۔ وہ درد کو کنٹرول کرنا چاہتی ہے' لیکن درد کی شدت اتنی ہے کہ وہ اس پر قابو نہیں پا سکتی۔ آخر ہار کر وہ حیات کو آواز دیتی ہے۔)

بھولاں ..... حیات (آہستہ) حیات۔

حیات...... (خواب میں) لینی ہے تو سبزی سو۔ میں بھا نہیں جانتا۔ میرا ریٹ فکس ہے۔

بھولاں ..... حیات ذرا بات تو سن...... آنکھ تو کھول۔

(حیات ہڑبڑا کر اٹھتا ہے۔)

حیات...... حمید کدھر ہے؟

بھولاں...... یہ ہے میرے پاس

حیات...... اللہ کا شکر ہے۔

بھولاں ...... میری پسلی کے نیچے بڑا درد ہو رہا ہے حیات۔ کسی کروٹ بھی لیٹ نہیں سکتی۔

حیات...... اتنی رات گئے تو ڈاکٹر بھی نہیں ملنا

بھولاں...... مجھے تو کہیں لے چل۔ میں مرجاؤں گی آج کی رات۔

حیات...... فٹے منہ حوصلے سے کام لے...... ابھی دن چڑھتا ہے تو لے چلتا ہوں۔

بھولاں...... مجھ پر دن چڑھے گا تو لے جائے گاناں۔ دن ہی نہیں آنا مجھے۔

حیات...... اچھا اچھا۔ اٹھ بابا اٹھ۔

بھولاں...... ایسی لہر اٹھتی ہے پسلی کے نیچے سے ایسی لہر جیسے کوئی چاقو مار دے۔

حیات...... (سہارا دے کر بھولاں کو اٹھاتا ہے) دعا کر۔ ڈاکٹر وارث کا کتا بندھا ہو۔ صرف اسی کا کلینک کھلا ہوتا ہے رات کو...... پھر وہ کتا کھول رکھتے ہیں۔ بندہ جائے تو کہاں جائے۔

(دونوں کیمرے کی جانب آتے ہیں۔)

ـــــــ کٹ ـــــــ

سین ۲۷ آؤٹ ڈور دن

(میو ہسپتال میں ریڑھے پر بھولاں' قادر اور حیات آتے ہیں۔ حیات اور قادر سہارا دے کر بھولاں کو ہسپتال کے اندر لے جاتے ہیں۔ لمبے برآمدے میں' جہاں جا بجا مریض ہیں' یہ تینوں جاتے ہوئے دکھائے جاتے ہیں۔)

ـــــــ کٹ ـــــــ

سین ۲۸ ان ڈور دن

(بھولاں آنگن میں بہت بیمار پڑی ہے۔ ابا پاس بیٹھا بھولاں کو پنکھی جھل رہا ہے۔ قادر اس کے پاؤں کی تلیاں مل رہا ہے۔ حیات پائینتی بیٹھا قرآن شریف پڑھنے میں مشغول ہے۔ شیدی' حمید کے ساتھ کھڑی ہے۔ بھولاں شیدی کو آواز دیتی ہے کہ حمید میرے پاس ڈال دے۔ شیدی بھولاں کے پاس حمید کو ڈالتی ہے۔ بھولاں آنکھیں بند کرتی ہے اور حمید کے سر پر پیار دیتی ہے۔)

ـــــــ کٹ ـــــــ

سین ۲۹ آؤٹ ڈور دن

(شیدی منڈی میں تھیلا لٹکائے پھر رہی ہے۔ اس کی چال قدرے بدلی ہوئی ہے' جیسے وہ پریشان ہو۔ بڑی چارپائی پر آڑھتی منظور اسے دیکھتا ہے اور اٹھ کر شیدی کی طرف جاتا ہے۔)

منظور...... کمال ہے۔ اب نظر ہی نہیں ملاتی۔ بات ہی نہیں کرتی۔ مطلب پورا ہو گیا تو بات نہیں کرتی

شیدی...... وہ بھا منظور بھولاں بڑی بیمار ہے۔

منظور...... یوں بات نہیں بنے گی۔ مہینہ گزرا۔ دو مہینے گزرے۔ چار مہینے گزرے۔ دہائی خدا کی پورے دس مہینے گزر گئے۔ تو نے تین ٹکے نہیں اتارے۔

شیدی...... وہ بھولاں بیمار ہو گئی ہے بھا منظور۔

منظور...... کوئی بمار شمار نہیں ہوئی۔ لوگ ٹھیک کہتے ہیں کمینے آدمی کو منہ نہیں لگانا چاہئے۔ تم دونوں ہی فریبی ہو۔ تو ہفتہ ہفتہ منڈی نہیں آتی۔ اور وہ فریبن گھر بیٹھ گئی ہے پکی۔ چہرے سے کتنی دیانت دار لگتی تھی۔

شیدی...... **دیکھ مجھے کچھ کہنا ہے کہ رے ٹھیک ہے میں تیری گناہ گار ہوں پر بھولاں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔**

منظور...... نہ چونڈی چونڈی برگی کھایا کرو۔ نہ اپنے نفس کو موٹا کرا کرو تو چار ٹکے بچ جائیں۔ کوئی عزت کی زندگی ہی شروع ہو جائے۔

شیدی...... کیا کریں۔ ساری ضرورتیں ایک طرف رکھ کر کچھ پیسے جمع کرتے ہیں' اوپر سے کچھ مصیبت پڑ جاتی ہے۔

منظور...... مجھے کچھ پتہ نہیں۔ اس جمعرات تک رقم نہ ملی تو میں معاملہ پولیس میں دے دوں گا۔

(شیدی سر جھکا کر چلی جاتی ہے۔ منظور بکتا جھکتا واپس بڑی چارپائی پر جاتا ہے)

منظور......خداترسی کروتونتیجہ نکلتا ہے۔ آدمی ایسے کمینے آدمی کو منہ ہی کیوں لگائے' خواہ مخواہ۔ بھلائی گئی چولہے میں۔ اللہ معاف کرے پورے تین ہزار۔ ہاتھ پر ہاتھ مار کر لے گئی منٹوں سکنڈوں میں۔ یہ آج دیتی ہے۔ توبہ۔ توبہ توبہ۔ توبہ۔

کٹ

سین ۳۰ ان ڈور رات

(بھولاں پلنگ پر لیٹی ہے۔ قادر اس کے بازو دبا رہا ہے۔)

بھولاں......قادر۔

قادر......جی بھابھی۔

بھولاں......دیکھ دموں کا کوئی بھروسہ نہیں کاکا۔

قادر......حوصلہ کر بھابھی۔

بھولاں......یہ اپنی شیدی کی نیت اچھی ہے۔ اس کا بس چلے ناں تو ہم سب جنت میں رہنے لگیں ابھی سے۔

قادر......مجھے پتہ ہے بھابی۔

بھولاں......بچپن میں اس کی عادت تھی۔ سب سے لڑتی جھگڑتی۔ پر اپنی ساری چیزیں بانٹ دیتی تھی۔ دل کی اچھی ہے قادرا۔

قادر......تو آرام کر بھابھی۔

بھولاں......اب آرام ہی آرام ہو جانا ہے۔ میری ماسی نے مرتے وقت شیدی کو میری ماں کے حوالے کیا تھا۔ اس کے آگے چھ بچے تھے۔ اس نے شیدی کو میرے کولے پر چڑھا دیا......پل گئے اللہ کے فضل سے...... سارے۔

قادر......زیادہ باتیں نہ کر بھابھی۔

بھولاں......نیت اچھی ہو پر عمل برا ہو۔ اور نیت بری ہو اور عمل اچھا ہو۔ دونوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

قادر......ہاں جی۔

بھولاں......جو میرا......دل میں تو ارمان تھا کہ میں حمید کو پالوں گی......اسے کسی اچھے سکول میں ڈالوں گی...... پڑھا لکھا کر بڑا افسر بناؤں گی پر دیکھ رب سچے کو منظوری ہی نہیں ہوئی۔

قادر......تو ٹھیک ہو جائے گی بھابھی۔

بھولاں......(ہنس کر) اچھا دیکھو۔

قادر......پھر ہم سب بھاحیات کے ریڑھے پر بیٹھ کر شالامار جائیں گے۔ وہاں جا کر آم کھائیں گے۔ اونچے اونچے درختوں کے نیچے بیٹھ کر۔

بھولاں......میری ماسی جب بیمار ہوئی تو ایک ہی بات کہا کرتی تھی۔ میری خورشید کو کسی بھولے بھالے آدمی سے بیاہنا۔ کیسی دعا پوری ہوئی اس کی۔

قادر......تو سو جا۔ بھابھی۔

(اس وقت شیدی تھوڑا سا دروازہ کھول کر قادر کو اشارے سے بلاتی ہے۔ قادر اٹھ کر باہر جاتا ہے۔)

کٹ

سین ۳۱ ان ڈور

(پلنگ پر حمید بیٹھا روٹی کا ٹکڑا کھا رہا ہے۔ شیدی دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑی ہے۔ دروازہ کھول کر قادر اندر آتا ہے۔)

قادر......کیا بات ہے؟

شیدی......وہ میں آج منڈی گئی تھی۔

قادر......پھر۔

شیدید......وہ منظور تو بہت کھروا بولا میرے ساتھ۔

قادر......میں نے تجھے پہلے کہا تھا کہ کوئی امیر آدمی تیرے میرے جیسے کو رقم نہیں پکڑا دیتا تین ہزار کی۔ ضرور کوئی کام ہوتا ہے اسے۔

بشیدی......اب کیا کام نکلا اس کا بھلا بتا تو۔

قادر......کوئی اتنا خداترس نہیں ہوتا۔

شیدی...... پھر ہمارا قصور بھی تو ہے نا۔ مہینے کا وعدہ کیا اور اب دس مہینے ہو گئے۔

قادر......رقم ہو تو دیں ناں۔ ہم کوئی مکرے ہیں۔

شیدی......پھر میں کیا کروں۔ اس نے تو منڈی میں چلنا پھرنا مشکل کر دیا ہے۔

قادر......میں بھی کیا کروں شیدی؟ صبح شام کام کرتا ہوں۔ جو رقم ملتی ہے' بھابھی کے علاج پر لگ جاتی ہے۔

شیدی...... آہستہ بول وہ دوائی پینی چھوڑ دے گی۔ تو ایک بار خود منظور سے بات کر ناں قادر؟

(اس وقت دروازہ کھول کر ابا آتا ہے)

ابا...... اوئے وہ تو بیمار پڑی ہے' تم نے تندرستوں کو بھی کھانا دینا بند کر دیا ہے۔ جب تک وہ چولہے چوکے جوگی تھی' روٹی مل جاتی تھی وقت پر' تو تو بس پھل ہی کھلا سکتی ہے شیدی چرا کر۔ دسوں انگلیوں کی محنت سے کچھ نہیں کر سکتی۔

شیدی...... یہ اجر دیا ہے ابا تو نے مجھے۔ خدا کی قسم کسی کے پھٹ لگ جائے' روں کا تونبا نہیں رکھنا چاہئے۔ کوئی مرتا مر جائے' گلے میں ٹھنڈا پانی نہیں ترونکنا چاہئے۔ آدمی کی ذات ہی ایسی ہے۔ ناشکری...... چل روٹی پکا کے دوں تجھے...... (غصے سے جاتی ہے) ڈیڑھ جتنی روٹیاں ڈھپنی ہیں تجھے۔

قادر...... ابا اس کی بات کا غصہ نہ کرنا۔ دل کی بری نہیں۔

ابا...... اوئے تم دونوں زن مرید ہو۔ پکے زن مرید...... مجھے کیا پتہ دل کی اچھی ہے یا بری...... دل کوئی تھالی پر نکال کر دکھا سکتا ہے۔ ایویں باتیں ہیں۔ جس کی جیبی اچھی ہے' وہی اچھا ہے۔ دل کس نے دیکھا...... ڈب کے مر جاؤ زن مریدو۔ ایک زنانی جوگے بھی نہیں تم دونوں۔

(جاتا ہے۔ قادر حیران دیکھتا ہے)

کٹ

سین ۳۲ آؤٹ ڈور دن

(منظور بڑی چارپائی پر بیٹھا بڑا پیچوان پی رہا ہے۔ قادر ایک فاصلے سے اس کے پاس آتا ہے)

قادر...... سلام علیکم منظور صاحب۔

منظور...... وعلیکم۔ رقم آ گئی۔

(قادر بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ رازداری سے بات کر سکے)

منظور...... بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔ رقم لے آیا ہے تو گن دے۔

قادر...... بات یہ ہے منظور صاحب! بھئی میری بھرجائی بیمار ہے۔

منظور...... اور میں نے خلق خدا کے لئے مفت شفاخانہ کھول رکھا ہے۔

قادر...... نہیں جی۔ یہ بات نہیں ہے۔

منظور...... اوئے میں نے تمہارے جیسے کھچرے بہت دیکھے ہیں' جن کا کاروبار ہی یہ ہے۔

قادر...... کیا مطلب جی۔

منظور...... سب سمجھ آ جائے گی جب پولیس نے ہتھکڑی لگائی...... عورتوں کو سامنے کر کے شریف آدمیوں کو ٹھگتے ہو۔ دو جی مہینے کا وعدہ اور ہو گئے دس مہینے۔

قادر...... زبان سنبھال کر بات کریں منظور صاحب۔ ہم عزت دار لوگ ہیں۔

منظور...... عزت دار تو تب ہوتے جب خود رقم پکڑنے آتے۔ خود وعدہ کرتے۔ پکڑ کے بڈھی سامنے کر دی۔ اوئے عورتوں کو سامنے کرنے والے پتہ ہے کیا ہوتے ہیں؟

(اب قادر ایک زنانے دار تھپڑ منظور کے منہ پر مارتا ہے۔ منظور سکتے میں آتا ہے)

کٹ

سین ۳۳ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(سنسان سڑک۔ قادر سائیکل پر ایک فاصلے سے آ رہا ہے۔ ایک درخت کی اوٹ میں منظور آڑھتی کھڑا ہے۔ جب سائیکل اس کی زد میں آتا ہے' وہ فائر کرتا ہے۔ قادر سائیکل سے گرتا ہے۔ اس کے اوپر شیدی کی ایک لمبی چیخ سوپرامپوز کی جاتی ہے)

کٹ

سین ۳۴ ان ڈور وہی وقت

(جونہی قادر پر فائر ہوتا ہے اور شیدی کی چیخ سوپرامپوز کی جاتی ہے' ساتھ ہی کٹ ٹو کٹ بھولاں کا چہرہ' ابا کی بیچارگی کا کلوزاپ' شیدی کا چیخ میں کھلا ہوا منہ' حیات کی بے بسی کلوزاپ میں کٹ ٹو کٹ دکھائی جاتی ہے)

کٹ

سین ۳۵ آؤٹ ڈور دن

(منڈی میں شیدی اسی جگہ بیٹھی ہے، جہاں بھولاں لسن بیچا کرتی تھی۔ اس کے سامنے لسن کا ڈھیر ہے اور وہ سر جھکائے آہستہ آہستہ لسن چھیلنے میں مشغول ہے۔ ایک بیگم آکر بھاؤ پوچھتی ہے۔ وہ بتاتی ہے۔ ایک فاصلے سے منظور آڑھتی گزر رہا ہے اور چور نگاہوں سے مجرمانہ طور پر اس کی جانب دیکھتا ہے۔ اور آگے گزر جاتا ہے۔ شیدی کام میں مشغول رہتی ہے اور اسے احساس بھی نہیں ہوتا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے)

کٹ

سین ۳۶ آؤٹ ڈور دن

(سبزی کی ایک اچھی بھلی دوکان۔ گلبرگ یا شاہ جمال کی کسی دوکان پر یہ منظر ٹیلی وائیز کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت حیات دوکان پر موجود ہے۔ اس نے خوبصورت شلوار قمیض پہن رکھا ہے اور سر پر بڑی سی پگڑی ہے۔ وہ گاہکوں کے ساتھ خوش خلقی کے ساتھ پیش آ رہا ہے)

کٹ

سین ۳۷ آؤٹ ڈور دن

(کسی اچھے سکول میں اس سین کی شوٹنگ کیجئے۔ تمام بچے یونیفارم میں ہیں۔ حمید نے بھی یونیفارم پہن رکھا ہے۔ مس بلیک بورڈ پر جمع تفریق کا سوال کرتی ہے۔ اس کے دائیں ہاتھ میں دس بارہ سونے کی چوڑیاں ہیں۔ حمید اس وقت سوال نہیں دیکھ رہا بلکہ اس کی تمام توجہ چوڑیوں پر ہے۔ حمید کے پوائنٹ آف ویو سے چوڑیوں کا کلوز اپ دکھایا جاتا ہے)

کٹ

سین ۳۸ ان ڈور شام کا وقت

(یہ سمن آباد جیسے متوسط طبقے کا گھر ہے۔ حمید اور اس کا ایک دوست لوڈو کھیل رہے ہیں۔)

حمید۔۔اگر میں جیتوں گا تو تو مجھے دو ڈبے چوڑیوں کے خرید کے دے گا......اور اگر تو جیتے گا تو میں تجھے پورا ایک ہفتہ بریک میں آلو کے پراٹھے کھلاؤں گا۔ اماں کے ہاتھ کے پکے ہوئے۔

دوست۔۔۔دو پراٹھے روز۔

حمید۔۔۔بالکل دو پراٹھے روز۔

(دوست ہاتھ ملاتا ہے)

دوست۔۔۔لیکن تجھے چوڑیاں کیوں چاہئیں۔

حمید۔۔بس مجھے چاہئیں۔

دوست۔۔۔مس کو دینی ہیں؟

حمید۔۔۔کسی کو دینی ہوں (لوڈو پھینکتا ہے) تجھے کیا؟

کٹ

سین ۳۹ ان ڈور شام کا وقت

(حیات کے حالات بدل جانے سے اب گھر کا سٹینڈرڈ آف لونگ بھی بدل گیا ہے۔ یہ سمن آباد قسم کا چھوٹا سا گھر ہے۔ اس وقت حیات بیٹھا اخبار پڑھ رہا ہے۔ شیدی باہر سے آتی ہے۔ لسن کی گٹھڑی اس کے ساتھ ہے۔ حیات اسے محبت بھری نظر سے دیکھتا ہے۔ شیدی ایک طرف گٹھڑی رکھتی ہے اور لمبا سانس لیتی ہے۔)

حیات۔۔۔یہ تو اب اپنی ضد کب چھوڑے گی۔ کب مجھے شرمندہ کرنا بند کرے گی خورشید۔

شیدی۔۔۔میں بھا حیات آپ کو شرمندہ کروں گی؟ میں؟

حیات۔۔۔تجھے کبھی خیال نہیں آیا کہ اگر سکول میں خبر ہو گئی کہ حمید کی ماں لسن بیچتی ہے تو وہ کتنا ذلیل ہو گا۔

شیدی۔۔۔اسے شرمندہ نہیں ہونا چاہئے۔ میں اس کے لئے رزق حلال کماتی ہوں۔

حیات۔۔۔ابھی ہم لوگ اتنے ترقی یافتہ نہیں ہوئے ناں کہ ہر محنت کو رزق حلال سمجھ کر سینے سے لگالیں۔ ابھی بے

عزتیاں ہوتی ہیں۔

شیدی...لیکن

حیات...میں کس لئے کماتا ہوں؟ کون ہے میرا؟ بھولاں ہوتی تو اور بات تھی..... اب تو حمید رہ گیا ہے۔ کیا میں اس کی پرورش بھی نہیں کر سکتا۔

شیدی...تجھے یاد ہے ناں..... پچھلے گھر میں جب ضرورت تھی تو ہم سب کچھ نہ کچھ کرتے تھے..... اب تیرے وخت..... یہ تیری کھیچلیں مجھ سے دیکھی نہیں جاتیں۔

(لحظہ بھر کے لئے دونوں کی نظریں ملتی ہیں)

حیات...جب اللہ مشکل دن دکھائے تو اور بات ہے۔ اب اس نے سہولت دے دی ہے۔ اگر تو میرے پر مہربانی کرے تو منڈی نہ جایا کرے۔

شیدی...بڑا بوجھ ہے جی حمید کی پڑھائی کا۔ انگریزی سکولوں کی فیس بھی بڑی ہوتی ہے۔

حیات...تو؟..... کیا اس میں قادر کا خون نہیں؟ میں قادر کی خاطر..... تیری خاطر اتنا بھی کرنے جوگا نہیں۔

(یہ بات کہہ کر حیات چلا جاتا ہے۔ حمید آتا ہے۔ اس نے یونیفارم پہن رکھا ہے اور بستہ لٹکایا ہوا ہے۔

شیدی...پھر دیر سے گھر آیا تو۔ کہاں لٹکتا سٹکتا رہتا ہے رستے میں؟

حمید... (ماں کے گلے میں بانہیں ڈال کر) امی۔ تو نہیں سمجھتی ناں۔ پڑھنے میں دیر ہو جاتی ہے۔

شیدی...چل پرے ہٹ..... روز دیر روز دیر.....

(بستہ میز پر رکھ کر کھولتا ہے۔ بیچ میں سے ایک ڈبہ نکالتا ہے اور اسے کھول کر چوڑیاں نکالتا ہے۔)

حمید...دیکھ امی میں تیرے لئے کانچ کی چوڑیاں لایا ہوں۔ دیکھ۔ لال رنگ کی ہیں

شیدی... (یکدم گھبرا جاتی ہے) لال رنگ کی چوڑیاں۔ یہ میں کیسے پہن سکتی ہوں۔

حمید...کیوں امی؟

شیدی...جب سے تیرا ابا مَرا ہے میں..... میں کیسے پہن سکتی ہوں کانچ کی چوڑیاں۔

حمید...ابا مرا ہے میں تو زندہ ہوں.........

شیدی... (یکدم تڑپ کر) بکواس نہ کر۔ اور یہ بتا تو نے چوڑیاں کہاں سے لیں؟ کس سے پیسے لئے؟ کس سے پوچھ کر تو بازار گیا۔ خبردار جو پھر تو نے ایسی فضول خرچی کی۔ بیوقوف اچھی نیت سے برا کام کرنا اتنا ہی خراب ہے جیسے بری نیت سے اچھا عمل کرنا..... بول..... بتا کس سے پیسے لئے تو نے؟

(شیدی بری طرح حمید کو جھنجھوڑتی ہے۔ اس کی آنکھ میں آنسو آتے ہیں۔)

—— کٹ ——

سین ۴۰ ان ڈور دن

(ابا اس وقت پلنگ پر لیٹا ہے۔ آہستہ آہستہ دروازہ کھول کر حمید داخل ہوتا ہے اور میز پر رکھی قینچی اٹھا کر دبے پاؤں رخصت ہو جاتا ہے۔ ابا نیم مُندی ہوئی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہا ہے۔)

ابا...حمید؟..... حمید..... اوئے مانگ کے قینچی کیوں نہیں لیتا..... چلا گیا؟ مانگ کر کیوں لے۔ احسان لینا پڑتا ہے۔ شکریہ کرنا پڑتا ہے۔ دو باتیں بڈھے دادے کے ساتھ کرنی پڑتی ہیں۔ باتیں کرنے میں وقت ضائع کیوں کرے۔ کوئی بہتر کام نہ کرے۔

(اس وقت حیات اندر آتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک پلیٹ ہے جس میں آم اور چھری ہے.

حیات کیا حال ہے اباجی بادشاہو۔

ابا...موت کا انتظار ہے۔

حیات...ایسی باتیں نہ کیا کریں۔ نہ کیا کریں..... لیں ذرا اٹھیں۔ موت نے پہلے دو بندے لے لئے ہمارے۔

(گاؤ تکیہ کمر کی طرف لگاتا ہے)

ابا...تو میرے اوپر وقت ضائع نہ کیا کر۔

حیات... (ہنس کر) تو اور کس پر وقت ضائع کیا کروں۔

ابا...ٹیلی ویژن دیکھا کر۔ وی سی آر خرید لے..... فلمیں دیکھا کر.......

حیات...اچھا ابا..... دن ہی کاٹنے ہیں تو نے میں نے کٹ رہے ہیں اللہ کی مہربانی سے۔

ابا...یہ کوئی مہربانی ہے۔ منجے پر پڑا ہوں سب کا محتاج۔

حیات...اپنوں کی محتاجی، محتاجی نہیں ہوتی ابا.....

ابا...تو نے مجھے منع نہ کیا ہوتا دوسری شادی سے تو آج کوئی مجھ سے بولنے والی ہوتی۔ میری سیوا کرنے والی ہوتی۔ مجھے لگتا کہ میں کسی کی خاطر جی رہا ہوں۔

حیات... (لمبی آہ بھر کر) یہ لے آم کھا..... خاص تیرے لئے لایا ہوں چونسا۔

(ابا آم کھاتا ہے۔)

ابا... (رازداری کے ساتھ) اوئے کب تک قادر کی اولاد پالتا رہے گا۔ تجھے کیا غرض پڑی ہے۔

حیات...ایسے نہ کہہ ابا۔

ابا...ابھی وقت ہے، شادی کر لے..... عورت کے بغیر مرد کی زندگی میں بڑے دھکے ہیں۔ کسی عورت کے سر پہ پیار کا ہاتھ رکھ دو تو وہ شیر کی نظر سے دیکھتی ہے۔ کسی سے بات کر لو تو وہ سمجھتی ہے بڈھے کا دماغ چل گیا ہے۔

حیات ..اچھا ابا اچھا۔

ابا...ابھی عمر ہے۔ گھر بار والا ہو جا۔ اس خورشید کا کیا اعتبار۔ اللہ جانے کب حمید کو لے کر الگ ہو جائے۔

حیات...نہیں ابا۔ خورشید ایسی نہیں ہے۔

ابا...اسے قادر سے بڑا پیار تھا۔ وہ اس کی خاطر نہیں چھوڑ سکتی ہمیں۔ ہم جیسے بھی ہیں اس نے ہمیں قبول کر لیا ہے۔ قادر کی خاطر۔

حیات...اوئے عورت سے آزاد ہونا چاہتا ہے تو کوئی عورت گھر میں لا کر بسا لے............

حیات...بس ابا...... ہم لوگ ایک ہی تجربے سے بہت کچھ سیکھ جاتے ہیں۔ نہ بھولاں جیسی ملنی ہے نہ میں نے گھر بسانا ہے۔

ابا...اوئے کیا تھا بھولاں میں۔ کیا تھا؟ جب اس گھر میں آئی ساتھ ہی ساز باز کر کے قادر کو منا لیا کتنی چالاکی سے لے آئی شیدی کو۔ کیا تھا بھولاں میں............ کھانے پینے کی چٹی............ وہ مری ہے تو ہمارا ہاتھ کھلا ہے۔ وہ ہوتی تو آج تو ریڑھا چلا رہا ہوتا گلی گلی۔

حیات...بھولاں کو کچھ نہ کہہ ابا۔ اس کی یاد کو سجا رہنے دے میرے دل میں۔

ابا...اوئے کم عقلا۔ کسی کو بھلانا ہو تو سدا اس کی بری باتیں یاد کرو۔ منٹ میں آدمی بھول جاتا ہے۔

حیات...یہ تو جانے والے کے ساتھ ظلم ہے ابا۔

ابا...ایک تو پتہ نہیں میری اولاد کس پر گئی ہے۔ کوئی اور ہوتا تو گٹے توڑ کر نکال دیتا بھتیجے اور بھابھی کو۔ یہ اس کو انگریزی اسکول میں پڑھا رہا ہے۔ اوئے شادی کر لے۔ کر لے شادی۔ تیری گھر والی نے چوتھے دن ان کو نکال نہ دیا تو مجھے کہنا۔ جو کام تو نہیں کر سکتا' دنوں میں ہو جائے گا۔ کر لے شادی۔

کٹ

سین ۴۱ ان ڈور دن

(امتحان گاہ۔ بی اے کا امتحان ہو رہا ہے۔ حمید' جو اب جوان ہو چکا ہے' امتحان دے رہا ہے' اسے اپنا پرچہ کرنے میں دقت پیش آ رہی ہے۔ وہ ایک کاغذ کا گولا بنا کر اپنے سے دوسری قطار میں بیٹھے ہوئے دوست کو مارتا ہے۔ دوست اس کی طرف توجہ دیتا ہے۔ وہ اس سے بُوٹی مانگتا ہے۔ دوست اسے ایک صفحہ پاس کرتا ہے۔ حمید نقل کرتا ہے۔)

کٹ

سین ۴۲ ان ڈور دن

(دوست اور حمید بیٹھے پڑھ رہے ہیں۔ کتابیں میز پر پھیلی ہیں۔ دوست جلدی جلدی نوٹس بنانے میں مشغول ہے۔ حمید چائے بنا رہا ہے۔ بجلی کی کیتلی لگی ہوئی ہے اور پانی ابل رہا ہے۔ حمید چائے بناتا ہے۔)

دوست...یار! کچھ پڑھ لو۔ کبھی تم چائے بناتے ہو' کبھی چکر لگاتے ہو۔ یہ یوٹیلٹی کا گراف ہی دیکھ لو............

حمید...حارث! دس بارہ سونے کی چوڑیاں کتنے میں آتی ہوں گی۔

دوست...بیس پچیس ہزار میں...... لیکن تمہیں کیوں فکر پڑ گئی ہے چوڑیوں کی۔

حمید...امی کو ایک بار میں نے...... کانچ کی چوڑیاں دی تھیں۔ وہ کہنے لگیں کہ بیوہ کانچ کی چوڑیاں نہیں پہنتی۔

دوست...یہ اس وقت سوچنے کی باتیں ہیں۔ اس وقت؟ جب صبح اکنامکس کا پرچہ ہے۔

حمید...میری ماں نے بڑے دکھ جھیلے ہیں حارث۔ بڑی چھوٹی عمر میں میری ماں بیوہ ہو گئی تھی۔ بڑے جتن کئے ہیں۔ بڑی جفا جالی ہے میری پرورش میں۔ میں چاہتا ہوں بگ' بورو آرسٹیل کچھ کروں ماں کے لئے...... کچھ بہت بڑا۔

دوست...بڑا کام یہی ہے کہ تم محنت کرو...... دیانت داری سے اور باقی سب کچھ خدا پر چھوڑ دو۔

حمید...میں فوراً کچھ کرنا چاہتا ہوں اور...... تم مجھے لمبا رستہ دکھا رہے ہو...... کون جانے تب تک ماں رہے رہے' نہ رہے نہ رہے۔

دوست... پڑھ لو گے' نوکری مل جائے گی۔ نوکری مل جائے گی تو تنخواہ ملا کرے گی باقاعدگی سے پھر تم بچت کرنا............

حمید...اور پائی پائی جوڑ کر چوڑیاں بنوانا امی کے لئے۔ پتہ ہے کتنے سال لگیں گے اس سارے کام میں...... پتہ ہے کتنے سال لگیں گے؟

کٹ

سین ۴۳ آؤٹ ڈور دن

(چھوٹی سی سوزوکی کار میں حیات سمن آباد کے گھر میں آتا ہے۔ گھر کے سامنے کار پارک کر کے اندر جاتا ہے۔ اب اس نے پینٹ قمیض پہن رکھا ہے۔)

سین ۴۴ ان ڈور دن

(حیات اور حمید کھانا کھا رہے ہیں۔ شیدی اندر سے گرم گرم روٹیاں پانی کا جگ پھل وغیرہ لاتی ہے۔ اس لئے وہ گفتگو میں شریک نہیں۔ اس کا لباس سفید ہے اور بالوں میں کافی سفیدی آچکی ہے کبھی کبھی جب وہ سامان وغیرہ لاتی ہے' حیات محبت کی ایک غلط نگاہ اس پر ڈالتا ہے۔ ویسے وہ اور حمید جوش کے ساتھ باتیں کرنے میں مشغول ہیں۔)

حیات... بھائی اور کیا چاہئے تمہیں۔ آج کل سو سفارش سے نوکری نہیں ملتی۔ تم اپنے میرٹ پر بینکر ہو گئے ہو۔ خوش رہا کرو بینکر صاحب۔

حمید... کیا ہے تایا جی اس نوکری میں۔ سولہ سو سٹارٹ کیا بنتا ہے سولہ سو میں۔

حیات... ہمارا اپنا گھر ہے۔ چھوٹی سی گاڑی بھی ہے تمام آسائشیں مہیا ہیں سولہ سو تو پاکٹ منی ہے۔

حمید... تایا جی! آپ کے اور ہمارے زمانے میں بڑا فرق ہے۔ اب آسائشوں کا تصور بدل گیا ہے۔ آپ کے زمانے میں ریڈیو' برف سے بھری ہوئی تھرموس' چھت کا پنکھا آسائشیں تھیں۔ اب اسے کوئی ضرورت بھی شمار نہیں کرتا۔

حیات... جب میں نے اور تیرے باپ نے زندگی شروع کی تو میں ریڑھے پر سبزی بیچتا تھا اور وہ سائیکل کے ساتھ اپنے اوزار تھیلے میں لٹکا کر صوفے بنانے نکلا کرتا تھا لیکن ہمارے گھر میں بڑی خوشی تھی۔ ہم اشیاء کے سہارے نہیں' ایک دوسرے میں اپنی خوشی اور آسائش تلاش کیا کرتے تھے.......... ہم انسان کے سہارے زندگی بسر کرتے تھے۔

حمید... تایا جی! ہر عہد کے ساتھ زندگی کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ خوشی کے مطلب اور کے اور ہو جاتے ہیں۔

حیات... مری جان بھتیجے۔ میرے پیارے۔ چیزیں اپنا آپ بدل نہیں سکتیں۔ ایک بار بن جائیں تو وہی رہتی ہیں۔ بھلا انسان جو گھٹنے بڑھنے پھیلنے مٹنے والی چیز ہے' وہ کیسے چیزوں کے سہارے رہ سکتا ہے۔ بیٹے میرے۔ جب تک چیز نئی ہو گی اچھی لگے گی۔ جونہی پرانی ہو گی' آدمی اس سے اکتائے گا۔ اصلی سب کچھ تو انسان ہے انسان۔ اللہ انسانوں کی اصل خیر رکھے۔

حمید... ویسے ہی دنیا کی آبادی اتنی ہو گئی ہے تایا جی کہ انسان کی ناولٹی ختم ہو گئی ہے۔ اب کمپیوٹر کا دور ہے۔ مشینیں زیادہ جاندار ہیں۔ وہ آدمی کو زیادہ دیر تک اکیوپائے کر سکتی ہیں...... ہر وقت مشینوں کے ماڈل بدلتے رہتے ہیں۔ کاریں۔ کیمرے...... وی سی آر...... کس کس کو گنواؤں۔ جو مشین اس سال کی ہے' وہ پرانی ہے جو آنے والی ہے تمام نگاہیں اس پر لگی ہیں۔ ایک دوڑ ہے زیادہ خوشی کے لئے...... آدمی اب اتنی جلدی نہیں بدلتا' جتنی

جلدی مشین بدل جاتی ہے..........

حیات... لیکن جدید سہولتیں اتنی آسانی سے مہیا بھی تو نہیں ہو سکتیں حمید.......... انسان تو جب بھی ملتا ہے مفت ملتا ہے۔

حمید... مفت ملتا ہے لیکن سولہ سو روپے میں زیادہ دیر ساتھ نہیں رہتا۔ یہی تو میں آپ کو اتنی دیر سے سمجھا رہا ہوں۔ جدید سہولت کے لئے' جدید خوشی کے لئے سولہ سو بہت کم ہیں۔

شیدی... (رک کر) چپ رہ۔ اللہ کا شکر کر جس نے بنک میں اتنی اچھی نوکری دے دی۔ اور کیا چاہئے تجھے...... تایا جی کے سامنے بولتے شرم نہیں آتی؟

حیات... خواہ مخواہ خورشید تم اس کے پیچھے پڑ جاتی ہو۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ نوجوان کی یہی سوچ ہونی چاہئے۔ لو بھلا ایسے نہیں سوچے گا تو ترقی کیسے کرے گا۔

کٹ

سین ۴۵ ان ڈور دن

(شیدی ٹرے میں کھانا لگا کر اباجی کے کمرے میں آتی ہے۔ وہ جیسے مکمل معذوری کی شکل میں پلنگ پر پڑا ہے اور بول نہیں سکتا۔ شیدی اس کے گلے میں نیپکن لگا کر چمچ سے شوربہ پلاتی ہے۔ بڈھا شکر گزاری سے اس کا بازو چھوتا ہے۔)

کٹ

سین ۴۶ ان ڈور دن

(بنک میں ایک کھڑکی میں حمید بیٹھا حساب کر رہا ہے۔ انٹرکوم فون آتا ہے۔ وہ فون اٹھاتا ہے۔)

حمید... جی جی...... جی سر میں ابھی حاضر ہوا......

(حمید اٹھ کر اندر جاتا ہے۔)

کٹ

سین ۴۷ ان ڈور کچھ دیر بعد

(منیجر بڑے طمطراق سے بیٹھا پائپ پی رہا ہے۔)

مینجر...... بہت مصروف تھے حمید۔
حمید...... نہیں سر۔ ویسے تیس جون کے قریب سبھی مصروف ہوتے ہیں بینک میں۔
مینجر...... بیٹھو۔

(حمید بیٹھتا ہے۔ منیجر گھنٹی بجاتا ہے۔)

کافی پیو گے کہ چائے؟
حمید...... جی نہیں شکریہ۔ میں نے ابھی **شکنجبین** پی ہے۔
مینجر...... چلو...... چائے تو چلتی ہے سارا دن (چپراسی سے) دو پیالی چائے۔
حمید...... شکریہ جی۔
مینجر...... تم نے کار ایڈوانس کے لئے درخواست نہیں دی۔
حمید...... جی میں نے سوچا کہ قسط کٹوانی پڑے گی۔ کار ایڈوانس کیا کروں گا۔ ابھی تو کئی اور ضرورتیں سر دست ایسی ہیں جو پوری نہیں ہوئیں۔
مینجر...... تمہاری تو شادی نہیں ہوئی۔ پھر ضرورتیں کیسی۔
حمید...... وہ سر میری ماں کی زندگی بہت خراب گزری ہے۔ میری امی ینگ تھیں، جب میرے ابا کو کسی نے قتل کر دیا تھا۔
مینجر...... ویری سیڈ...... ویری سیڈ
حمید...... میں جی تین برس کا تھا تب...... میری ماں نے بڑی مشکل زندگی کاٹی ہے۔

(چائے آتی ہے۔)

مینجر...... مجھے سن کر بڑا افسوس ہوا۔
حمید...... میرا خیال تھا سر کہ میں جب ملازم ہو جاؤں گا تو میں اپنی ماں کی زندگی بدل دوں گا، لیکن اب دیکھ لیجئے۔ چھ مہینے ہو گئے ہیں مجھے اس برانچ میں، کچھ بھی نہیں بدل سکا میں۔
مینجر...... بدلو گے، بدلو گے۔ اتنا بددل نہیں ہوا کرتے...... بہت چانس ملیں گے تمہیں۔
حمید...... کب سر؟ جب میں بڈھا ہو جاؤں گا جب میری ماں نہ رہے گی اس دنیا میں کب سر......

مینجر...... تم تو بہت بے صبرے آدمی ہو۔
حمید...... سر بچپن سے میری خواہش تھی کہ میں اپنی ماں کے ہاتھوں میں چوڑیاں دیکھوں۔ سونے کی چوڑیاں...... آپ کو پتہ ہے کہ بارہ سونے کی چوڑیاں کتنے میں بنتی ہیں۔

(منیجر نفی میں سر ہلاتا ہے۔)

حمید...... پچیّس ہزار میں، میں نے ایک جیولر سے پوچھا تھا۔ پچیّس ہزار میں بھلا ایک سولہ سو روپے کمانے والے کے پاس پچیّس ہزار کب ہو سکتے ہیں؟

___کٹ___

سین ۴۸ ان ڈور دن

(منیجر اور حمید باتیں کر رہے ہیں منیجر جیسے اسے کوئی ترکیب سمجھاتا ہے ان کے سامنے دو رجسٹر ہیں منیجر اسے رجسٹر میں فراڈ کا طریقہ زبانی بتاتا ہے حمید حیران ہو کر نفی میں سر ہلاتا ہے)

___کٹ___

سین ۴۹ ان ڈور شام کا وقت

(منیجر اور حمید دفتر میں بیٹھے کام کرتے ہیں منیجر گھنٹی بجاتا ہے بندوق والا پٹھان چوکیدار آتا ہے منیجر اسے کچھ خط پوسٹ کرنے کے لئے دیتا ہے چوکیدار **جاتا ہے اور اپنے** پیچھے دروازے کو لاک کر کے جاتا ہے منیجر اور حمید چور نگاہوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھتے ہیں پھر منیجر اٹھ کر بتیاں بجھاتا ہے اور بڑے لاکر کو اپنی چابی سے کھولتا ہے کہ وہ اپنی چابیاں لگائے حمید بھی لاکر کھولتا ہے اس کے بعد منیجر اپنے بریف کیس کو بھرتا ہے اور ایک طرف خمید کے لئے نوٹوں کا ڈھیر لگائے جاتا ہے۔)

___کٹ___

سین ۵۰ ان ڈور رات

(حمید اپنے کمرے میں لیٹا ہوا ہے سرہانے تلے سے سونے کی چوڑیاں نکال کر دیکھتا ہے پھر چوڑیاں سرہانے تلے رکھتا ہے اس کے بعد وہ اٹھ کر اپنی الماری میں دیکھتا ہے کپڑوں تلے بہت سے نوٹ ہیں وہ کمرے میں چلتا ہے پھر دراز میں سے اپنا پاسپورٹ نکال کر دیکھتا ہے پھر جیسے اس کا ذہن چکرا گیا ہو وہ تھرموس میں سے پانی گلاس میں ڈالتا ہے اس وقت جب وہ پاسپورٹ دیکھ رہا ہے۔ حیات اس کے کمرے میں آنا چاہتا ہے لیکن دیکھ کر رکتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے۔)

——کٹ——

سین ۵۱ ان ڈور رات

(ماں کھانا لے کر حمید کے کمرے میں آتی ہے حمید چپ چاپ بیٹھا ہے)

شیدی...... کیا ہے تجھے۔ کھانا کیوں نہیں؟

حمید...... جی نہیں چاہتا۔

شیدی...... تھوڑا سا۔ جلدی سو جایا کر۔ صبح بینک بھی جانا ہوتا ہے۔

حمید...... میں نے استعفیٰ دے دیا ہے ماں۔

شیدی...... استعفیٰ! وہ کیوں؟

حمید...... بس مجھ سے سارا دن بینک کی نوکری نہیں ہوتی۔

(اس وقت فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ حمید بھاگ کر ساتھ والے کمرے میں جاتا ہے۔ یہاں حیات بیٹھا ہے۔ شیدی پیچھے آتی ہے۔ حیرانی سے حیات کی طرف دیکھتی ہے اور پھر حمید کے پیچھے پیچھے جاتی ہے۔ اب حمید اور مینجر دونوں سکرین پر آتے ہیں۔)

مینجر...... بھئی تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ استعفیٰ مت دو' مت دو۔ سارا شبہ تم پر آ جائے گا۔

حمید...... لیکن آپ...... آپ تو......

مینجر...... دیکھو...... یہ غبن تو ایک مدت تک چھپ سکتا تھا اگر تم یوں بے وقوفی سے استعفیٰ نہ دے جاتے۔

حمید...... دیکھئے میں نے جو کچھ کیا' آپ کے مشورے پر کیا۔

(اب مینجر کی تصویر غائب ہوتی ہے۔ شیدی عقب میں نظر آتی ہے۔)

(میں میں...... ٹھیک ہے تمام کام میں نے کئے...... میں نے گھپلا کیا۔ سائن میرے ہیں۔ میں مانتا ہوں اگر پھنسوں گا تو میں پھنسوں گا لیکن مینجر صاحب میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ میں اس دوہرے فراڈ کا بدلہ آپ سے ضرور لوں گا۔ آپ میرا نام دے کر...... مجھے اتنی آسانی سے پولیس کی حراست میں نہیں دے سکتے۔ میں نے بھی ایک چور دروازہ تلاش کر رکھا ہے۔)

(فون رکھ کر اپنے کمرے میں جاتا ہے۔ شیدی پیچھے پیچھے جاتی ہے۔)

شیدی...... کیا کیا ہے تو نے حمید؟

حمید...... میں نے ماں...... دس لاکھ کا غبن کیا ہے...... دس لاکھ کا۔

شیدی...... دس لاکھ کا...... کیسے؟ کیوں؟

حمید...... میں تمہیں مرنے سے پہلے...... وہ تمام سکھ دینا چاہتا تھا جو ساری عمر تمہاری قسمت میں نہ آئے...... میں...... تمہاری ہر خواہش پوری کرنا چاہتا تھا...... تمہارا پیار جیتنا چاہتا تھا۔

شیدی...... بیوقوف کبھی چھین کر بھی سکھ زندگیوں میں داخل ہوئے...... کبھی قسمت یوں بھی بدلی ہے؟ کسی کی خواہش پوری کرنے سے بھی اس کا پیار ملا ہے؟

(اب حمید جلدی جلدی اپنا سوٹ کیس پیک کرتا ہے۔ ساتھ اس میں نوٹ رکھتا ہے۔ پاسپورٹ نکالتا ہے۔ دراز میں سے ائر ٹکٹ نکالتا ہے۔ ماں اور اس میں اس دوران باتیں ہوتی ہیں۔)

حمید...... میری نیت اچھی تھی ماں...... اب تجھے سمجھ آئے یا نہ آئے۔

شیدی...... اچھی نیت سے برا عمل کرنا...... یا پھر بری نیت سے اچھا عمل کرنا دونوں خراب ہیں۔ عمل اور نیت دونوں جب تک درست نہ ہوں' زندگی ٹھیک گزر نہیں سکتی۔

حمید...... اب تو جو ہونا تھا' ہو چکا امی...... میں...... میرا مینجر سمجھتا تھا کہ شاید وہی چالاک ہے۔ میں نے بھی اسی

وقت کے لئے یہ ٹکٹ بنوا رکھی تھی...... اوپن ٹکٹ۔

شیدی...... کہاں جارہا ہے تو؟

حمید...... میں اتنے بڑے غبن کے بعد اس ملک میں تو نہیں رہ سکتا۔ اس ملک میں اب میرے لئے ہے کیا؟ ویسے بھی اس ملک نے ہمیں کیا دیا ہے......؟

شیدی...... (دکھ سے پلنگ پر بیٹھتی ہے) ہم لوگ کیا ہیں؟ کیسے ہیں؟ ٹھنڈے کمروں میں ٹھنڈی مشینوں میں رہ کر ہمارے دماغ غصے سے ابلتے ہیں؟ باہر کے ملکوں کے اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑے پہن کر ہم اپنے ملک کا شکریہ ایسے ادا کرتے ہیں کہ پاکستان کی ہر چیز کو برا کہتے ہیں۔ جب ہم تعلیم حاصل کر لیتے ہیں تو پھر ہم لوگ کسی اور کی رائے سننا بھی نہیں چاہتے۔ ہم جب کسی سے محبت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ غلط عمل ہی کیوں کرتے ہیں؟ اس شخص کے آگے چیزوں کا انبار لگا کر ہی ہم محبت کا اعتراف کر سکتے ہیں؟ ۔ ہم لوگ کیا ہیں؟

شیدی...... چوڑیاں کیوں؟ تیرا خیال ہے یہ چوڑیاں پہن کر اور تجھے کھو کر میں خوش ہو جاؤں گی؟ (اب حمید دروازے کی جانب چلنے لگتا ہے۔ شیدی ساتھ ساتھ ہے جیسے اسے روکنا چاہتی ہے) تیرا کیا خیال ہے کیا انسان ہمیشہ مجبوری اور معذوری کی وجہ سے چور بنتا ہے؟ وہ زمانہ ختم ہو گیا جب مرد اپنے بھوکے بچے کے لئے موت سے خوف زدہ ہو کر چوری کرتے تھے۔ اب لوگ محبت کی وجہ سے 'اپنے کسی پیارے کی خواہش پوری کرنے کے لئے چور بنتے ہیں۔ سمگلر بنتے ہیں۔ امیروں کو دیکھ لے...... ان کی تو سب معمولی خواہشیں پوری ہو رہی ہیں آسانی سے پھر یہ چور بازاری۔ کالا دھندا رشوت' یہ سب کیوں...... ان سب کے پیچھے کوئی نہ کوئی پیار کرنے والی روح ہے...... اور کوئی نہ کوئی پیار کرنے والے کی خواہشیں ہیں جو پوری نہیں ہو چکتیں۔

حمید...... بس کر دے ماں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ ایک گھنٹہ پہلے رپورٹ کرنا پڑتا ہے۔

شیدی...... امیر ملکوں کے جرائم دیکھ لے...... وہاں بھی جرم اسی لئے ہے۔ کہ محبت کرنے والے کو گفٹ دے کر اپنی محبت ثابت کرنی پڑتی ہے...... خواہش پوری کی جائے تو محبت کا اظہار ورنہ محبت کرنے والا جھوٹا ہے۔ بیٹا حمید جانے سے پہلے بتا تجھے ماں کے دل پر بھی اعتماد نہ تھا۔ تجھ میں اتنی بے حسی تھی کہ تو سمجھتا تھا میں چوڑیوں کے بغیر تجھ سے محبت نہیں کرتی تھی۔ تجھ سے خوش نہ رہوں گی؟

حمید...... خدا حافظ امی...... اب تو چھوڑا ہوا تیر واپس نہیں آسکتا۔

شیدی...... میں تیری محبوبہ نہیں تھی کہ ثبوت کے بغیر تیری محبت پر اعتبار نہ کرتی بتا حمید جانے سے پہلے...... پھر تو نے غبن کیوں کیا؟ چوری کیوں کی...... میری محبت کو خواہشوں کی تکمیل کی تکڑی میں کیوں تولا...... میری توہین کیوں کی؟ کیوں کی میری محبت کی توہین؟

(آہستہ آہستہ دروازے کے ساتھ لگی کرسی میں بے دم ہو کر بیٹھتی ہے۔)

حمید...... (سرہانے تلے سے چوڑیاں نکال کر) یہ چوڑیاں میں آپ کے لئے لایا تھا۔ کیا آپ میری خاطر انہیں پہن لیں گی۔؟

(چوڑیاں شیدی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ حیران ہے۔ حمید سوٹ کیس اٹھا کر چلتا ہے۔)

حمید...... خدا حافظ امی......

(جلدی سے جاتا ہے۔ شیدی چوڑیاں اٹھائے کھڑی ہے۔ چند لمحے بعد حیات داخل ہوتا ہے۔)

حیات...... یہ...... یہ حمید کہاں گیا ہے سوٹ کیس لے کر...... آدھی رات گئے۔

شیدی...... مجھے معلوم نہ تھا...... انسان کا گناہ اس کے لہو میں پشت در پشت سفر کرتا ہے۔

حیات...... وہ...... وہ کہاں گیا ہے حمید؟

شیدی...... مجھے کبھی شبہ بھی نہ ہوا تھا کہ گناہ صرف گناہ گار کو ہی متاثر نہیں کرتا...... صرف اس کے ارد گرد کے لوگوں کو ہی اپنی گرفت میں نہیں لیتا جہاں جہاں اس کے پیار کرنے والے ہوتے ہیں صرف ان سب کی زندگی ہی تباہ نہیں ہوتی بلکہ گناہ لہو کے ساتھ ساتھ کئی پشتوں تک سفر کرتا ہے...... جانے ہر پشت اپنے آباؤ اجداد کے کتنے گناہوں کا حساب چکاتے چکاتے خود گناہ گار ہو جاتی ہے۔

حیات...... (شیدی کو جھنجھوڑ کر) سنو خورشید سنو۔ حمید کہاں گیا ہے؟

شیدی...... خدا جانے...... ہوائی جہاز اسے ہم سے کتنی دور لے جائے۔ اتنی دور جہاں قادر اور بھولاں چلے گئے......

شیدی...... (آنکھیں کھولتی ہے) حیات!

(خدا جانے...... میں کس لئے بیٹھی ہوں؟...... جب زندہ رہنے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔

حیات...... (دکھ سے) تم نے کبھی ارد گرد دیکھا نہیں شیدی...... ورنہ وجہ تو بہت بڑی تھی۔

حیات...... تم نے ہمیشہ ان کے لئے زندہ رہنا چاہا جن سے تم محبت کرتی تھیں...... حمید...... قادر...... بھولاں...... کبھی ان کے لئے بھی زندہ رہ کر دیکھو' جو تم سے محبت کرتے ہیں۔ میں اور ابا تمہیں کبھی نظر نہیں آئے۔ کیوں' کیوں شیدی؟......

شیدی...... آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

(شیدی کے ہاتھ سے چوڑیاں گرتی ہیں۔ حیات انہیں اٹھاتا ہے۔ پھر قریب آکر شیدی کے ہاتھ میں پہناتا ہے۔ کیمرہ ان دونوں کے ہاتھوں پر آتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۵۲ رات آؤٹ ڈور

(سمن آباد کے علاقے میں رات کے اندھیرے میں حمید ٹیکسی کرتا سوٹ کیس اٹھائے جارہا ہے)

کٹ

ان ڈور

(حیات آہستہ آہستہ شیدی کے ہاتھوں میں چوڑیاں پہناتا ہے)

کٹ

ان ڈور

(بڈھا باپ آہستہ سے پکارتا ہے شیدی،خورشید بیٹے)

کٹ

آؤٹ ڈور

(حمید ٹیکسی کو آوازیں دیتا بھاگتا ہے)

کٹ

ان ڈور

(حیات کی نگاہیں شیدی پر جمی ہیں اور وہ چوڑیاں پہنا رہا ہے)

کٹ

ان ڈور

(بڈھے کی آواز نہیں نکل رہی لیکن وہ خورشید کو آواز دے رہا ہے)
(اسی طرح ادل بدل جاری رہتا ہے ٹیلپ آتے ہیں)

کردار

علی بابا	....	عمر پچاس برس۔ نیک آدمی
قاسم بھائی	....	علی بابا کا چھوٹا بھائی۔ دولت کا عاشق
عالیہ	....	قاسم کی بیوی حاسد عورت
حفظہ	....	علی بابا کی بھلی سی بیوی
مرجانہ	....	شوخ چشم لڑکی۔ ہر وقت کام کرنے کو تیار
عبداللہ	....	خوبرو نوجوان
شہ پارہ	....	قاسم بھائی کی بیٹی۔ حاسد
سہیلی	....	نوجوان لڑکی

(جس وقت ڈرامہ ۸۵ کا ٹیلپ بند ہوتا ہے اور ڈرامے کے نام آنے لگتے ہیں، عقب میں پیلا روغنی کاغذ جس پر کالے رنگ کا الو بنا ہوا ہے اور جس کی سبز آنکھیں ہیں آتا ہے۔

جب ٹیلپ ختم ہوتا ہے تو ایک فون اندھیرے میں بجتا ہے۔ سوائے اس فون کے تمام منظر میں اندھیرا ہے پھر ایک زرد ہاتھ چونگا اٹھاتا ہے اب عالیہ کا چہرہ روشن ہوتا ہے جس پر سبز روشنی پڑتی ہے وہ فون پر باتیں کرتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں حسد اور غصہ ہے الفاظ سمجھ میں نہیں آتے۔)

کٹ

سین ا آوٹ ڈور دن

(ایک لمبی کار کی پچھلی سیٹ پر عالیہ بیٹھی ہے۔ کار میاں میر پل پر جا رہی ہے۔ عالیہ اپنے ناخن کاٹتی ہے اور اپنے آپ سے باتیں کر رہی ہے۔ کار فورٹریس سٹیڈیم میں رکتی ہے عالیہ چادر اوڑھتی ہے اور اس طرح باہر نکلتی ہے کہ اس کی صرف سبز آنکھیں نظر آتی ہیں وہ ساری کی ساری پیلی چادر میں لپٹی دکانوں کی طرف جاتی ہے۔ راستے میں مرجانہ اخبار پڑھتی ہوئی اسے کراس کرتی ہے۔)

کٹ

سین ۲ ان ڈور صبح کا وقت

(علی بابا کا گھر۔ ایک متوسط طبقہ کا گھر جس میں ابھی اقدار اور معیار زندگی میں جنگ شروع نہیں ہوئی عبداللہ صوفے پر بیٹھا اپنے بریف کیس کو درست کر رہا ہے وہ بنک جانے کے لئے بالکل تیار ہے۔ اس کا کوٹ صوفے کی پشت پر ہے اور وہ پتلون، ٹائی اور قمیض میں ملبوس ہے۔ گھنٹی بجتی ہے۔ وہ توجہ نہیں دیتا۔ پھر گھنٹی بجتی ہے۔ وہ اٹھتا ہے اور دروازہ کھولتا ہے۔ سامنے مرجانہ کھڑی ہے۔ یہ ایک ہنستا مسکراتا ذہین چہرہ ہے بڑے اناڑی طریقے سے دوپٹہ سر پر اوڑھ رکھا ہے۔)

مرجانہ...... گڈ مارننگ سر۔

عبداللہ...... وعلیکم سلام۔ فرمایئے:

مرجانہ...... آپ مجھے بیٹھنے کو نہیں کہیں گے؟

عبداللہ...... ضرور ضرور...... مشکل یہ ہے کہ میں بنک سے لیٹ ہو رہا ہوں۔ فرمایئے میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔

مرجانہ...... آپ بنک میں کام کرتے ہیں۔

عبداللہ...... جی بالکل کوئی اعتراض...........

مرجانہ...... (پرس سے اخبار نکال کر) یہ...... اخبار میں آپ نے اشتہار دیا ہے۔

عبداللہ جی...... اشتہار تو ہمارا ہے لیکن.......

مرجانہ...... دیکھئے آپ مجھے پے انگ گیسٹ رکھ لیجئے میں بالکل کسی قسم کا تماشہ نہیں کروں گی۔

عبداللہ...... دیکھئے ہم نے تو اشتہار میں واضح طور پر لکھا تھا کہ کوئی نوجوان جو تعلیم حاصل کرنے کے لئے لاہور آیا ہو۔ اور اسے رہائش کی دقت ہو...

مرجانہ...... میں تعلیم حاصل کرنے لاہور آئی ہوں اور مجھے رہائش کی بڑی مشکل ہے۔

عبداللہ...... لیکن ہم لڑکی کو نہیں رکھ سکتے۔

مرجانہ...... کیوں؟ کیا لڑکی کی مشکل، مشکل نہیں ہوتی۔

عبداللہ...... مشکل تو ہوتی ہے لیکن....

مرجانہ...... اگر آپ مجھے پے انگ رکھ لیں گے تو میں بہت سے کام بھی کر دیا کروں گی۔ لندن میں میں سارے گھر کا کام کرتی تھی۔ روٹی پکاتی تھی۔ کپڑے دھوتی تھی۔ گروسری لاتی تھی۔

عبداللہ...... وہ تو ٹھیک ہے لیکن......

مرجانہ...... (قریباً روتے ہوئے) جب برمنگھم میں آگ لگی تو ہمارا گھر بالکل جل گیا۔ ممی ہسپتال میں چل بسیں، ابا ڈر گئے اس لئے انہوں نے وطن واپس بھیج دیا۔

عبداللہ...... مبارک مبارک!

مرجانہ...... مبارک؟ کس لئے۔ ہمارا تو گھر جل گیا پانچ بیڈ رومز کا گھر تھا۔

عبداللہ...... جی نہیں۔ وطن واپس آنے کی مبارک۔

مرجانہ...... اگر آپ مجھے رکھ لیں تو یقین کریں میں بہت مفید ثابت ہوں گی۔

عبداللہ...... مجھے پورا یقین ہے کہ آپ بہت مفید رہیں گی لیکن ہم کسی لڑکی کو رکھنا نہیں چاہتے۔

مرجانہ...... لیکن کیوں؟

(اس وقت علی بابا کی بیوی حفظہ اندر سے آوازیں دیتی آتی ہے۔ یہ نیک سیرت، صابر عورت بات کرنے سے پہلے تھوڑا سا وقفہ دیتی ہے، جس میں وہ اس بات کا جائزہ لیتی ہے کہ سننے والے کے پاس اس کی بات سن لینے کا وقت اور موڈ ہے یا نہیں اس کی آنکھوں میں کوئی بنیادی تکلیف ہے جس کی وجہ سے کبھی کبھی وہ انگلی سے آنکھیں ملتی ہے لیکن تکلیف کا ذکر ہی نہیں کرتی۔)

حفظہ...... عبداللہ عبداللہ ابھی تک یہیں ہو...... تو ناشتہ ہی کر لیتے۔

(جب ڈرائننگ روم میں آتی ہے اور مرجانہ کو دیکھتی ہے تو اس کے چہرے پر حیرت آتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۳ ان ڈور دن

(دس بارہ عورتیں سفید چادر بچھائے بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان کے سامنے کھجور کی گٹھلیوں کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر ہیں اور درمیان میں ایک بڑا سا ڈھیر بھی ہے۔ عورتوں میں عالیہ ایک کونے میں تین چار گدیاں لگا کر سب سے اونچی اور نمایاں نظر آتی ہے۔ سب عورتیں سر جھکائے پڑھنے میں مصروف ہیں لیکن عالیہ تیز نگاہوں

سے سب کو دیکھ رہی ہے اور اس کی توجہ کلمہ پڑھنے میں نہیں ہے۔ کچھ دیر سب پڑھنے میں مشغول رہتی ہیں پھر حفظ آتی ہے اس نے سر پر سفید چادر لے رکھی ہے۔ اتارتی ہے۔عورتوں میں کھلبلی مچ جاتی ہے جیسے کوئی بہت اہم شخصیت آگئی ہو۔ کچھ سلام کرتی ہیں' کچھ گلے ملتی ہیں۔ وہ مئودب ہو کر عورتوں میں بیٹھ جاتی ہے اور ہاتھ کے اشارے سے عالیہ کو سلام کرتی ہے۔جو سر جھکا کر سلام کا جواب دیتی ہے لیکن اس ہر دل عزیزی کو عالیہ حسد کی نگاہ سے دیکھ چکی ہے اب وہ گٹھلیاں پڑھنا چھوڑ دیتی ہے اور ناخن کاٹنے لگتی ہے۔ حفظ اپنی ساتھ والی عورت سے پوچھتی ہے کہ آپ لوگ کیا پڑھ رہی ہیں وہ آہستہ سے بتاتی ہے کلمہ شریف۔ حفظ بھی کچھ گٹھلیاں لے کر اپنے سامنے رکھتی ہے اور کلمہ پڑھنے میں مشغول ہو جاتی ہے لیکن اس کی آنکھیں بند ہیں اور آنکھوں کے سروں پر آنسو کھڑے ہیں۔ عالیہ تمام تر حسد میں پوری آنکھیں کھولے حفظ کو دیکھ رہی ہے۔)

کٹ

سین ۴　　ان ڈور　　دن کا وقت

(سکرین پر چند لمحوں کے لئے اوتھیلو کی تصویریں آتی ہیں۔ یہ تصویریں کسی ایسے بالتصویر شیکسپیئر سے مل جائیں گی۔ پھر گریک کمپل میڈیا کی تصویریں دکھائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد کیمرہ فاصلہ پر ہوتا جاتا ہے۔ اب نظر آتا ہے کہ شہ پارہ اپنی میز پر بیٹھی مطالعہ میں غرق ہے وہ صفحے الٹ پلٹ کر دیکھ رہی ہے اور اس وقت اس کے زیر مطالعہ یہی دو کتابیں ہیں۔ کچھ فاصلے پر قاسم بھائی صوفے پر لیٹا ہے وہ رات کا خوبصورت گاؤن پہنے ہوئے ہے اور دونوں ہاتھوں میں برش لے کر اپنے بال بنا رہا ہے۔)

شہ پارہ......ابا

قاسم......ہاں بیٹا

شہ پارہ......یہ ادب والے بڑے مبالغے کرتے ہیں۔

قاسم......ہوں

شہ پارہ......یہ میڈیا کا ڈرامہ دیکھ لیں کیا یہ ممکن ہے کہ حسد میں دیوانی ہو کر عورت اپنے ہی بچوں کو مار دے اور ان کے سر طشت میں رکھ کر شوہر کے حضور پہنچا دے۔ ہو سکتا ہے ایسے؟

قاسم......ہاں ہو سکتا ہے۔ مبالغہ نہیں زندگی ہے۔

شہ پارہ......کیا مطلب؟

قاسم......میں زیادہ پڑھا لکھا تو نہیں ہوں لیکن زندگی عجیب ہے شہ پارہ......سب کچھ ممکن ہے۔

شہ پارہ......یہ اوتھیلو دیکھ لیں۔ ابا...... محض ایک شبہ کی بنا پر اوتھیلو نے ڈیسڈیمونا کو مار دیا۔ محض ایک شبے کی بنا پر یہ کبھی ہو سکتا ہے یہ ادیب اور شاعر لوگ حد کرتے ہیں۔ ایسے ہو سکتا ہے؟

قاسم......بالکل۔ بالکل ہو سکتا ہے۔ عین ہو سکتا ہے۔

شہ پارہ......یعنی......یعنی اپنے محبوب کو مار دے......حسد میں آکر......جانے دیں ابا

قاسم......حسد کی آگ بری ہوتی ہے شہ پارہ۔ جب یہ جذبہ بھڑکتا ہے تو پھر عقل کی کھڑکیاں بند ہونے لگتی ہیں......تمام دوسرے جذبے ماند پڑنے لگتے ہیں۔

(شہ پارہ محبت سے پاس آتی ہے اور نیچے قالین پر بیٹھ کر باتیں کرتی ہے۔)

شہ پارہ......لیکن ابا مجھے تو کبھی کسی سے حسد نہیں ہوا۔

قاسم......کلاس میں جو لڑکی تم کو مات دیتی ہے اور فسٹ آتی ہے اس سے بھی نہیں؟۔

شہ پارہ......نہیں ابو' وہ ہے ہی بہت قابل......

قاسم......اور جب تم کسی پارٹی میں جاتی ہو......اور تم سے بہتر صورت اور نگر کی لڑکیاں آتی ہیں' انکو دیکھ کر بھی تمہیں حسد نہیں ہوتا۔

شہ پارہ......نیور ابو نیور

قاسم......اچھا......اگر تمہارے امی ابو تمہاری جگہ کسی اور سے پیار کرنے لگیں تو؟

شہ پارہ......شاید ابو شائد لیکن میرا خیال ہے میرا حسد پھر بھی والے ٹائل نہیں ہو گا۔

قاسم......کیا مطلب۔

شہ پارہ......جلا دینے والا۔ تباہ کرنے والا

قاسم......اچھا

شہ پارہ......ابو

قاسم......جی بیٹا

شہ پارہ......کبھی آپ حسد کا شکار ہوئے ہیں۔

قاسم......(آنکھیں بھینچ کر سوچتے ہوئے) ہوا تو نہیں۔ لیکن میں منفی جذبوں کو خوب جانتا ہوں۔

شہ پارہ...... منفی جذبوں کو؟ مثلاً

قاسم...... مثلاً غصہ، خود غرضی، تکبر، یہ سارے منفی جذبے ہر انسان کے اندر ایسے رہتے ہیں جیسے بلی کے پنجے میں ناخن...... بلی کا پنجہ دیکھنے میں کتنا بے ضرر ہے لیکن اس کے اندر ناخن ہوتے ہیں۔ تیز مڑے ہوئے۔ منہ نوچ لینے والے ناخن۔ جب میں نوجوان تھا اور میرے باپ کا نیا نیا انتقال ہوا تھا تب......

شہ پارہ...... تب ابا

قاسم...... ہم دونوں غریب تھے۔ علی بابا اور میں علی بابا آج بھی میرے مقابلے میں غریب ہے لیکن مجھے میرے منفی جذبوں نے یہاں پہنچا دیا۔

شہ پارہ...... کیسے ابو کیسے۔

قاسم...... میں غریب رہنا نہیں چاہتا تھا...... مجھے اچھے لباس، اچھے کھانے پینے کا شوق تھا۔ ایسی کئی چیزوں کا شوق تھا جو بے معنی ہوتی ہیں...... میرے یہی شوق...... یہی آرزوئیں مجھے کھینچتی گئیں۔...... جیسے رکاب میں پاؤں ہو اور گھوڑا سوار کو کھینچتا رہے۔ گھسیٹتا رہے، کبھی ریت میں کبھی کیچڑ میں......

شہ پارہ...... اور اس جدوجہد میں اس سٹرگل میں ابو کبھی آپکو حسد آیا؟

قاسم...... حسد تو نہیں آیا لیکن کئی اور منفی جذبوں کو میں نے تلوار سونتے دیکھا ہے۔ میں جانتا ہوں اگر آدمی ہر وقت احتیاط نہ کرے، ہر وقت چوکنا نہ رہے...... ہمہ وقت اپنی نگرانی نہ کرے تو یہ منفی جذبے کسی وقت بھی سوتا پا کر حاوی ہو سکتے ہیں۔

شہ پارہ چھوڑیں ابو۔ اللہ نے انسان کو عقل دی ہے۔ اب وہ اتنا بھی کمزور نہیں۔

قاسم...... ہے۔ ہے۔ بہت کمزور ہے۔ ساری عقل، سارا علم، ساری دانائی دھری رہ جاتی ہے، جب جذبہ بھڑکتا ہے۔

شہ پارہ...... کم از کم میں تو ایسی نہیں ہوں ابو۔ میں تو بہت کول اینڈ کیلکولیٹنگ ہوں۔

قاسم...... جذبہ بھی بہت سوچ سمجھ کر حملہ کرتا ہے۔ تاک کر تیر مارتا ہے اور ٹھیک نشانے پر۔

(کیمرہ کیوپڈ کے بت پر جاتا ہے اگر وہ نہ مل سکے تو اس کی تصویر کو چند لمحے کلوز میں لیں۔)

—— کٹ ——

سین ۵ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(علی بابا لکڑیاں چیرنے والے آرے پر کام کر رہا ہے وہ محنتی آدمی کی طرح مکمل توجہ کے ساتھ کام میں مشغول ہے۔ قریب ہی ریڈیو پر شاہدہ پروین کی آواز میں یہ گانا بج رہا ہے۔

؎ کیا غم جاں اور کیا غم جاناں......

(کچھ دیر منظر جاری رہتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۵ اے آؤٹ ڈور دن

(عقب میں فوارہ چل رہا ہے اور عالیہ اس کے سامنے بیٹھی ہے وہ تمام تر زرد بھڑ لگ رہی ہے۔ جیسے وہ غصے میں آ کر باتیں کرتی ہے، کبھی ہاتھ ہلا ہلا کر کسی سے پیچھا چھڑاتی ہے۔)

کٹ

سین ۶ ان ڈور دن کا وقت

(اس وقت مرجانہ دروازے کو پینٹ کرنے میں مشغول ہے اس نے بال سر پر اڑس رکھے ہیں اور ایک ڈھیلی ڈھالی مردانہ ڈانگری پہن رکھی ہے۔ حفظہ صوفے کے کورز بدلنے میں مصروف ہے۔ دونوں ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہی ہیں۔)

مرجانہ...... میں خود پینٹ کر لوں گی سارے دروازے کھڑکیاں۔ سمجھا کیا ہے ہم یہ کام کر نہیں سکتے۔

حفظہ...... خوامخواہ جان ہلکان کرے گی مرجانہ۔ اچھے بھلے پینٹر کو بھگا دیا۔

مرجانہ...... اور اس بدبخت کو ہم ہزار روپیہ دے دیتے مفت کا۔ میں لندن میں بھی خود ہی سارے دروازے کھڑکیاں پینٹ کرتی تھی آنٹی جی۔

حفظہ......بڑی ہمت والی ہے تو مرجانہ۔

مرجانہ......سب کو ہمت کرنی پڑتی ہے آنٹی جی

حفظہ......جب سے تو آئی ہے مرجانہ ہمارے تو گھر کا نقشہ ہی بدل گیا ہے۔

مرجانہ......تھینک یو آنٹی جی۔ جب میں لندن سے آئی تھی تو ابا بہت ڈرتے تھے بار بار کہتے تھے مرجانہ ہوسٹل میں رہنا......لڑکیوں کے ہوسٹل میں۔کسی کے گھر مت ٹک جانا۔

حفظہ......تیرے ابا کی بات بھی ٹھیک ہے۔

مرجانہ......ایک اور کوٹ کر دوں جی کہ ٹھیک ہے؟ دھبے تو نظر نہیں آ رہے۔

حفظہ......نہیں نہیں......بالکل کوئی دھبہ نظر نہیں آ رہا۔

مرجانہ......ہمارا جو گھر تھا ناں آنٹی جی برمنگھم میں آگ لگنے سے پہلے......سارا آف وائیٹ تھا صوفے، دروازے......پردے قالین سب۔

حفظہ......بدبختوں نے ایشیائی لوگوں کی بستی جلائی کیوں؟

مرجانہ......بس جی نسلی تعصب اور کیا......

حفظہ......لے پہلے خود ہی کام کرنے کو بلایا پھر خود ہی ان سے نفرت کرنے لگے۔ آخر کیوں؟

مرجانہ......بات یہ ہے۔ آنٹی جی......اب ایشیائی لوگ انگلستان میں مالدار ہو گئے ہیں۔ پہلے یہ سب محنت مزدوری کرتے تھے' اب دکاندار ہیں۔ کیش اینڈ کیری کے کاروبار ہیں' الیکٹرونکس کی دکانیں ہیں۔ بڑا پیسہ ہے ایشیائی لوگوں کے پاس حسد ہو گیا ہے سفید لوگوں کو ہم سے مارے حسد کے نسلی تعصب برتتے ہیں۔

حفظہ......لیکن بچارے محنت کرتے ہیں۔

مرجانہ......آنٹی جی گورا جو ہے ناں وہ پورے پانچ بجے دکان بند کرتا ہے اور پھر عیش کی تلاش میں نکلتا ہے۔ اور ہم ایشیائی بارہ بارہ بجے تک جان مارتے ہیں۔ دکانوں پر سارا سارا خاندان کام کرتا ہے۔

حفظہ......پھر جب اس قدر محنت کرتے ہیں ہم لوگ تو پھر پاکی بیش کا نعرہ کیوں لگاتا ہے گورا۔

مرجانہ......پیاری آنٹی جی۔ سوہنی آنٹی جان۔ دولت چاہے محنت سے ملے چاہے مفت حاصل ہو' حسد تو پیدا کرتی ہے ناں دوسرے کے دل میں......گورا کب حسد سے بچ سکتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کل جو لوگ ٹیوب سٹیشن صاف کرتے پھرتے تھے' آج اپارٹمنٹس والے ہیں۔ گاڑیوں میں لگے پھرتے ہیں۔

حفظہ......چلو، جلیں مریں۔ حاسد اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اپنا ہی دل جلاتا ہے۔

مرجانہ......پر ہمارا تو گھر جلا دیا حاسدوں نے۔

(گھنٹی بجتی ہے مرجانہ چھوٹے بچوں کی سی خوشی کے ساتھ پنوسیاں مارتی باہر کی طرف جاتی ہے۔ حفظہ بھی خوشی کے ساتھ مرجانہ کو دیکھتی ہے۔)

_____ کٹ _____

سین ۷ ان ڈور شام کا وقت

(عالیہ بالکل شیرنی کی طرح بپھری ہوئی ہے اور اونچے اونچے رو رہی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے گھر میں کسی کا انتقال ہو گیا ہو۔ دوسرے کمرے سے بھاگ کر شہ پارہ آتی ہے۔اس دوران قاسم بڑے آرام سے جیب میں سے رومال نکال کر اپنے جوتے صاف کرنے میں مشغول ہے۔)

شہ پارہ......کیا ہوا؟ کیا ہوا امی؟ ابو امی کو کیا ہوا ہے؟ امی پلیز ہائے کیا بات ہوئی ہے۔ امی پلیز اس طرح نہ روئیں۔

عالیہ......اور کس طرح رووں۔ اور کس طرح رویا جاتا ہے۔ میرا کلیجہ پھٹ گیا ہے اور قاسم کے کان پر جوں بھی نہیں رینگی۔

شہ پارہ......کیوں ابو۔ آپ کیوں نوٹس نہیں لیتے امی کی باتوں کا۔

قاسم......مجھے کچھ سمجھ آئے کہ کس بات کا نوٹس لینا ہے تو لوں ناں؟ مجھے تو سمجھ ہی نہیں آئی کہ معاملہ کیا ہے۔

عالیہ......کبھی آپ کو میری خواہشوں کی سمجھ آئی ہے؟

(پھر جیسے ہسٹریا کا دورہ پڑتا ہے وہ بے اختیار اونچی آواز میں روتی ہے۔ شہ پارہ محبت سے بغل گیر ہو کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھتی ہے)

شہ پارہ......امی باورچی خانے تک آواز جا رہی ہے۔ ملازم سنتے ہیں تو بات بھی کرتے ہیں۔ خوامخواہ بدنامی ہوتی ہے۔

عالیہ......تو بھی بالکل گھنی ہے اپنے باپ کی طرح میں کب ڈرتی ہوں بدنامی سے۔

قاسم......واقعی تمہیں ایسا کوئی خوف نہیں اللہ کے فضل سے۔

عالیہ...... (آگ لگ جاتی ہے) کیا دیا ہے آپ نے مجھے؟ کیا ملا ہے مجھے شادی کے بعد؟ میرے باپ کے گھر میں ہر سال قالین بدلتے تھے۔ فرنیچر تبدیل ہوتا تھا۔ یہاں تین تین سال وہی سب کچھ رہتا ہے۔ وہی منظر۔ وہی آدمی وہی روزمرہ۔

قاسم...... آدمی تو تم جب چاہو بدل سکتی ہو عالیہ تم بڑی خوبصورت عورت ہو۔

شہ پارہ...... اب ابو یہ آپ کی زیادتی ہے سراسر۔ مکمل۔

عالیہ...... دیکھا۔ دیکھا تم نے

شہ پارہ...... ابو آپ امی کو اجازت دیں کہ وہ سال بہ سال سارا فرنیچر وغیرہ تبدیل کیا کریں۔

قاسم...... ان کو میری اجازت کی کیا ضرورت ہے۔

عالیہ...... دیکھا دیکھا دیکھا اپنے باپ کو (روتی ہے)

شہ پارہ...... ہائے اللہ امی کیا کہے گا خانساماں؟

عالیہ...... اس کی جو مرضی ہے کہے

قاسم...... عالیہ ابھی تک میں سمجھ نہیں پایا کہ آخر اس رونے کی وجہ کیا ہے؟

عالیہ...... چچی مبارک کے قل پر ....

شہ پارہ...... ہاں کیا ہوا قلوں پر

عالیہ...... جب میں گئی تو کسی نے اچھی طرح سلام تک نہ کیا اور جب وہ حفظ گٹی، بھینسی بلی تو جیسے کوئی بادشاہ آگیا۔

شہ پارہ...... پھر کیا ہوا امی خاندان میں آپ کی اپنی جگہ ہے، حفظ چچی کی اپنی جگہ ہے۔

عالیہ...... لیکن ہم تو علی بابا سے زیادہ امیر ہیں۔ حفظ تو شکل کی بھی کچھ اچھی نہیں۔ (صوفے پر مکے مارتے ہوئے) پھر کیوں کیوں کیوں سب نے اس کی اتنی عزت کی...... آگے بڑھ بڑھ کر کیوں سلام کیا؟ کیوں گلے لگایا اس قتالہ کو...... حرام خور کہیں کی۔

(قاسم اور شہ پارہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔)

—— کٹ ——

سین ۸ آؤٹ ڈور دن

(بارہ دری کے پاس دریا میں علی بابا اپنے کتے کے ساتھ چھوٹی سی کشتی میں سوار ہے۔ چپو چلا رہا ہے اور آہستہ آہستہ گا رہا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۸۔اے آؤٹ ڈور دن

(عالیہ باغ میں چل رہی ہے اور اپنے آپ سے باتیں کر رہی ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ دور سے اسے قاسم دیکھ رہا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۹ آؤٹ ڈور صبح کا وقت

(موٹر سائیکل پر عبداللہ اور شہ پارہ سوار ہیں۔ موٹر سائیکل یونیورسٹی کی جانب مڑتی ہے اور کیمپس میں داخل ہو کر رکتی ہے۔ شہ پارہ کتابیں اٹھائے اترتی ہے۔)

شہ پارہ...... اگر کسی دن میری امی نے دیکھ لیا تو۔

عبداللہ...... تو کیا۔ زیادہ سے زیادہ ناراض ہو جائیں گی سوانہیں حق پہنچتا ہے۔ آخر میں ان کا بھتیجا ہوں۔

شہ پارہ...... تمہیں پتہ نہیں ان کا غصہ کیسا ہے۔

عبداللہ...... میں تائی جان کے غصے سے خوب واقف ہوں۔

شہ پارہ...... ذرا بھی واقف نہیں ہو۔

عبداللہ...... بھائی میرے اب کلاس اٹنڈ کرو باقی باتیں کل۔

شہ پارہ...... دیکھو عبداللہ کل سے تم ویگن کے سٹاپ پر نہیں آؤ گے۔

عبداللہ...... کیوں۔

شہ پارہ...... کیوں نہیں پوچھتے کل سے میں کار پر آؤں گی خود ڈرائیو کر کے۔

عبداللہ...... پھر میں موٹر سائیکل لگا دوں گا کار کے پیچھے۔

شہ پارہ...... توبہ عبداللہ!

عبداللہ...... اچھا یہ بتاؤ تائی جان تمہیں ہمارے گھر کیوں نہیں آنے دیتیں یا دوسرے لفظوں میں مجھے اپنے گھر کیوں نہیں بلاتیں۔

شہ پارہ...... بس نہیں بلاتیں

عبداللہ...... کوئی تو لوجک ہو گی ان کی

شہ پارہ...... مجھے کیا پتہ

عبداللہ...... میری ماں اتنی اِل لوجیکل ہو تو میں کبھی اس سے محبت نہ کروں۔

شہ پارہ...... ماں سے اس لئے محبت نہیں کی جاتی کہ وہ منطقی اور لوجیکل ہوتی ہے۔ ماں سے اس لئے محبت ہوتی ہے کہ وہ ماں ہوتی ہے اور چونکہ محبت ہوتی ہے اس لئے اس کی ساری خرابیاں اچھی لگتی ہیں۔

عبداللہ...... (گھڑی دیکھ کر) کس بس سٹاپ پر

شہ پارہ...... کل میں کار میں آؤں گی۔ نو لفٹ پلیز

(عبداللہ موٹر سائیکل چلاتا ہوا جاتا ہے شہ پارہ ہاتھ ہلاتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۱۰ آؤٹ ڈور دن کا وقت

(صبح کے وقت کسی بڑے جیولر کی دکان کے سامنے قاسم اپنی بڑی سی کار میں آتا ہے۔ کیمرہ اوپر اٹھتا ہے۔ جیولر کی دکان پر بورڈ لگا ہے "قاسم بھائی جیولر" قاسم اندر جاتا ہے اور کاؤنٹر کے پیچھے جاتا ہے۔ یہاں دو تین لڑکے پہلے کام کر رہے ہیں۔ قاسم بھی کاؤنٹر کے ساتھ لگی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھتا ہے اور ایک بیگم صاحبہ کو جیولری کے ڈبے کھول کر دکھاتا ہے۔ عالیہ کچھ دیر بعد آتی ہے۔ اس نے گہرا پیلا سوٹ پہن رکھا ہے اور اوپر زرد چادر اوڑھ رکھی ہے' اس طرح کہ اس کی صرف آنکھیں نظر آتی ہیں۔ دکان میں کام کرنے والے لڑکے اسے سلام کرتے ہیں۔ قاسم گاہک سے معذرت کرنے کے بعد اس کے پاس آتا ہے وہ دونوں صوفے پر بیٹھ کے

باتیں کرتے ہیں۔ کچھ دیر جیسے عالیہ اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کرتی ہے۔ پھر قاسم جیسے معذوری ظاہر کرتا ہے تو عالیہ اسے سخت نظروں سے دیکھتی ہے اور ناخن کاٹنے لگتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۱۱ ان ڈور رات کا وقت

(یہ ایک چھوٹا سا باورچی خانہ ہے۔ جس میں گیس کا کھڑا چولہا فٹ ہے۔ ساتھ ہی چھوٹی سی گول میز ہے جس پر اس وقت حفظہ، عبداللہ اور علی بابا بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ مرجانہ نے ایپرن باندھ رکھا ہے۔ سر پر بالوں کا اونچا جوڑا کر رکھا ہے اور وہ کھڑے چولہے پر چپاتیاں پکا رہی ہے اور سب کو بڑی خوش دلی کے ساتھ کھلا رہی ہے۔ عبداللہ مرجانہ میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا لیکن مرجانہ کبھی کبھی شوخ چشمی سے اس کی جانب دیکھتی ہے اور باتوں میں خوش دلی رکھتی ہے)

علی بابا...... بھائی یہ تم نے مرجانہ کو مکمل طور پر اپنی ملازمہ بنا لیا ہے حفظہ

حفظہ...... خدانخواستہ کیسی باتیں کرتے ہیں آپ مرجانہ تو میری بیٹی ہے۔

علی...... بیٹی سے کوئی اتنا کام لیتا ہے۔

مرجانہ...... انکل جب میں لندن میں تھی تو مجھے اس سے بھی زیادہ کام کرنا پڑتا تھا۔ اولیول کی تیاری پھر اباجی کا سٹور۔ شام کو ساری صفائی' ککنگ سٹور کے لئے گھر کے لئے

عبداللہ...... آپ سٹور پر بھی کام کرتی تھیں۔

(سوال کر کے یک دم بے توجہ ہو جاتا ہے)

مرجانہ...... تو اور کیا۔ سارا کھانا تیار کرتی تھی جو ہماری دکان پر بکتا تھا ٹیک اوے کھانا گوشت کا ڈبہ...... دو پونڈ...... دال کا ڈبہ ایک پونڈ...... پچیس شلنگ اور سبزی کا ڈبہ ڈیڑھ پونڈ حلال گوشت بکتا تھا ہمارے سٹور پر بڑے عرب آتے تھے۔

حفظہ...... یہ تو بہت قیمت ہے مرجانہ

مرجانہ......ہاں خالہ جی وہاں مہنگائی بہت ہے۔ پھر بھی کوئی بولتا نہیں انسان ہر وقت بازار جانے کی سوچتا ہے۔ ہر وقت بازار......بازار

علی......برمنگھم میں آگ کیا لگی ہماری تو قسمت جاگ گئی۔ نہ وہاں آگ لگتی نہ تم یہاں آتیں نہ ہمیں مرجانہ ملتی۔ نہ ہمیں اتنے آرام ہوتے۔

حفظہ......عبداللہ۔ اسے موٹر سائیکل پر لے جایا کرو بے چاری کو کوئی بار ویگن نہیں ملتی۔ میڈیکل کا امتحان ہے کوئی مذاق تو نہیں ہے۔

عبداللہ...... (اٹھتے ہوئے) صبح مجھے خود جلدی ہوتی ہے میں سواریاں نہیں ڈھو سکتا۔ (چلا جاتا ہے)

علی..... سبحان اللہ۔ کیا جواب ہے۔ ہماری مرجانہ سواری ہے۔

مرجانہ...... آپ مائینڈ نہ کریں باباجان میں بہت صبح جاتی ہوں۔

علی......پھر بھی جواب دینا ہو تو تمیز سے بھی دیا جاسکتا ہے۔

حفظہ...... تھکا ہوا ہے۔

علی...... (خوشدلی سے) جی جناب عبداللہ بنک میں سارا دن کرسی پر بیٹھتا ہے اور تھک جاتا ہے میں سارا دن آرے پر کام کرتا ہوں اور تازہ دم رہتا ہوں۔

(علی بابا اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں جاتا ہے۔ کیمرہ ان کے ساتھ ہی چلا جاتا ہے۔ علی بابا چھوٹی سی بیٹھک نما ڈرائنگ روم میں جاکر بیٹھتا ہے اس کا کتا آکر پیروں میں بیٹھتا ہے۔ علی بابا اسے پیار کرتا ہے۔ حفظہ اس کے پاس آتی ہے۔)

حفظہ......عالیہ تو بہت کمزور ہو گئی ہے۔

بابا...... (ہنس کر) کیا مطلب؟

حفظہ......میں نے تو دو تین مہینے کے بعد دیکھا ہے چچی مبارک کے قلوں پر۔

بابا...... (لمبی آہ بھر کر) اچھا!

حفظہ......کیا مطلب

بابا......جی چاہتا ہے کبھی کبھی قاسم بھائی سے ملنے کو اس کی آواز سننے کو۔

حفظہ......تو آپ دوکان پر چلے جایا کریں۔ وہاں تو آپ کو کوئی منع نہیں کر سکتا۔

بابا......کیا فائدہ۔

حفظہ......اپنوں میں فائدہ نقصان نہیں دیکھتے میں جانتی ہوں کہ عالیہ کو میرا آنا پسند نہیں پھر بھی سال چھ ماہ میں اس کے ہاں چلی جاتی ہوں۔

بابا......میں قاسم بھائی کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔

حفظہ......یہ بھی آپ کی عجیب منطق ہے۔

بابا......میں قاسم بھائی کے جاؤں گا تو عالیہ کو برا لگے گا۔ اسے برا لگے گا تو وہ قاسم سے ناخوش ہو گی۔ بھلا میں قاسم کو اتنی تکلیف کیسے دے سکتا ہوں۔

(اس وقت مرجانہ چائے لے کر آتی ہے۔)

مرجانہ......چائے پی لیں آنٹی جی۔

حفظہ......بھائی مرجانہ آخر میڈیکل کی پڑھائی ہے کچھ ادھر بھی توجہ دیا کر۔

بابا......یہی توجہ ٹھیک ہے اول و آخر یہی کام آتی ہے شاباش۔ ہماری بیٹی تو غضب کی کشمیری چائے بناتی ہے۔

مرجانہ......یہیں آکر سیکھی ہے باباجان۔ وہاں لندن میں تو ٹی بیگز ہی چلتے ہیں۔

(عبداللہ آتا ہے۔)

عبداللہ......چائے مل سکے گی ایک پیالی؟ چینی نشتہ

مرجانہ......ابھی ابھی ایک لمحے میں۔

(چھوٹے بچوں کی طرح پڑوسی مار کر باورچی خانے کی طرف جاتی ہے منظر فیڈ آؤٹ ہوتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۱۲ ان ڈور دن

(عالیہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھی ہے۔ ایک بہت سجا سجایا عالیشان بیڈ روم ہے۔ اس کے ہاتھ میں چاندی میں مڑھا ہوا ہاتھ کا آئینہ ہے اور وہ غور سے اپنا چہرہ دیکھ رہی ہے۔ پھر وہ اٹھتی ہے۔ چند قدم چلتی ہے۔ بیٹھ جاتی ہے۔ پھر آئینہ دیکھتی ہے۔ اس وقت شہ پارہ آتی ہے۔)

شہ پارہ......ماما چابیاں کار کی؟

عالیہ......تم ویگن پر چلی جاؤ۔ کار مجھے چاہیے۔

شہ پارہ......کل میں ویگن پر چلی جاؤں گی آج مجھے چابیاں دے دیجیے میری کلاس مس ہو جائے گی۔

عالیہ......شہ پارہ

شہ......جی امی

عالیہ......تم جانتی ہو۔

شہ......کیا جی

عالیہ......میں کو نڑے ڈکشن پسند نہیں کرتی۔

شہ......جی امی

عالیہ......بیٹھو

شہ......میری کلاس ہے ماما (گھڑی دیکھتی ہے)

عالیہ......بیٹھو

شہ......جی ؟

عالیہ......میں کیسی لگتی ہوں۔

شہ......آپ...... آپ بہت اچھی لگتی ہیں۔

عالیہ......اگر میں اچھے کپڑے پہنوں دوسری عورتوں کی طرح مہنگے مہنگے اور ٹھیک میک اپ کروں تو میں بھی دوسری خوبصورت عورتوں کی طرح اچھی لگ سکتی ہوں۔

شہ......آپ بہت اچھے کپڑے پہنتی ہیں ماما۔ اور اپنی عمر کے مطابق بہت مناسب میک اپ کرتی ہیں۔

عالیہ......لیکن میں اچھی نہیں لگتی۔

شہ......یہ تو میں نے نہیں کہا ماما۔

عالیہ......میں محسوس کرتی ہوں شہ پارہ کہ تم ہمیشہ مجھے میری عمر کا احساس دلاتی رہتی ہو۔ میری عمر کیا ہے؟ کیا ہے میری عمر؟ جب میری شادی ہوئی تھی تو میری عمر بمشکل سترہ برس تھی۔ کیا میں چالیس سال میں ہی بوڑھی ہو گئی ہوں۔

شہ......ماما آپ کو کیا ہوتا جا رہا ہے؟

عالیہ......اس شہر کی عورتیں پاگل ہو گئی ہیں۔ وہ جانے اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہیں۔ کل رات میں رشید صاحب کے گھر ڈنر پر گئی تھی۔ ساری عورتوں کو کمپلکس میں مبتلا دیکھا۔

شہ......کیسا کمپلیکس ماما

عالیہ......ایک بھی خوبصورت نہیں تھی لیکن گروڈ تھیں ساری کی ساری اور سمجھ رہی تھیں کہ ان جیسا کوئی نہیں۔

شہ......جانے دیں ماما عورت زیادہ سے زیادہ اس خود فریبی میں مبتلا ہو سکتی ہے کہ وہ خوبصورت ہے۔

عالیہ......کسی کا کمپلکشن میرے جیسا نہیں تھا کسی کے آنکھیں مجھ جیسی نہیں تھیں۔ کسی کا فگر نہیں تھا میرے مقابلے میں۔

شہ......ماما۔ آپ کن خیالوں میں وقت ضائع کرتی ہیں۔

عالیہ......میرا جی چاہتا ہے...... ساری ان عورتوں کو قتل کر دوں جو اتنا بنتی ہیں۔

شہ......(پاس آ کر) ماما! آپ دوسری عورتوں سے اتنا جلتی کیوں ہیں۔

عالیہ......جلے میری جوتی

شہ......ماما، حسد کا جذبہ احساس کمتری سے پیدا ہوتا ہے جو شخص اپنے آپ کو گھٹیا سمجھتا ہے وہ دوسروں سے جلتا ہے۔

عالیہ......یہ تم اپنی تھیوریاں جانے دو۔ تمہارا کیا خیال ہے سارا شہر ہی اپنے آپ کو گھٹیا سمجھتا ہے۔

شہ......شاید ماما

عالیہ......(کیمرہ عالیہ کا چہرہ کلوز اپ میں لیتا ہے جو مارے حسد کے سبز ہو رہی ہے) اس شہر کے تمام لوگ......ہی گھٹیا ہیں شہ پارہ...... مرد دوسروں سے اس لئے حسد کر رہے ہیں کہ دوسروں کی کوٹھی، کار، بنک بیلنس ان سے زیادہ ہے۔ بچے اپنے ہم جماعتوں سے گھٹیا محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نمبر زیادہ نہیں آتے اور شہر کی عورتیں......تو حسد کے ہر عذاب سے گزر رہی ہیں۔ دیکھتی نہیں ہو شہ پارہ۔

شہ......یہ اس لئے ہے ماما کہ ہم لوگ اپنی عقل استعمال نہیں کرتے ہم بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے جذبات پر زندگی بسر کرتے ہیں۔

عالیہ......جب جذبات انسان پر حاوی ہوتے ہیں تو پھر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

شہ......ماما چابی پلیز

(عالیہ پرس میں سے چابیاں نکال کر دیتی ہے۔ شہ پارہ ماں کو چوم کر رخصت ہوتی ہے عالیہ چند لمحے آئینہ دیکھتی ہے پھر اپنے ناخن کاٹنے لگتی ہے۔ پھر اٹھتی ہے ایک فیشن کا رسالہ فرش پر کھلا پڑا ہے اس میں ایک خوبصورت لڑکی کی تصویر ہے۔ عالیہ رسالہ اٹھاتی ہے اور تصویر کو غور سے دیکھتی ہے۔)

——— کٹ ———

سین ۱۳ آؤٹ ڈور دن

(نہر کی سڑک پر شہ پارہ کار میں اور عبداللہ موٹر سائیکل پر ہے پہلے شہ پارہ کی کار آگے ہے عبداللہ اوور ٹیک کرتا ہے اور بازو ہلاتا ہے۔ شہ پارہ کار آہستہ کرتی ہے اور عبداللہ کو کچھ سمجھاتی ہے۔ پھر کار تیز کرتی ہے۔ اب چند ثانیئے عبداللہ موٹر سائیکل چلا کر پھر اوور ٹیک کرتا ہے۔ اب دونوں میں جیسے جھگڑا ہوتا ہے۔ پھر عبداللہ اور شہ پارہ ہنسنے لگتے ہیں۔ اب عبداللہ پائلٹ کی طرح اپنی موٹر سائیکل شہ پارہ کی کار کے آگے لگا دیتا ہے۔ اب وہ دونوں یونیورسٹی کی طرف اس طرح جاتے ہیں جیسے شہ پارہ کی کار کسی بڑے لیڈر کی ہو اور عبداللہ سامنے پائلٹ ہو۔)

—— کٹ ——

سین ۱۴ آؤٹ ڈور دن

(ایک ریڑھے پر بہت سے شہتیر ہیں۔ رکشا پر علی بابا سوار ہے۔ آگے آگے رکشا اور پیچھے پیچھے ریڑھا جا رہا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۱۵ آؤٹ ڈور دن

(قاسم بھائی جیولرز کے سامنے ریڑھا اور رکشا رکتے ہیں علی بابا اتر کر دکان کے اندر جاتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۱۶ ان ڈور دن

(جیولرز کی دکان کے اندر قاسم صوفے پر بیٹھا ہے اس کے سامنے میز پر بہت سے زیورات کے ڈبے پڑے ہیں اور وہ ایک بیگم صاحب کو سر کے جھومر دکھانے میں مشغول ہے۔ علی بابا آتا ہے۔)

علی...... اسلام علیکم قاسم بھائی

قاسم...... (قدرے درشتی کے ساتھ) وعلیکم سلام۔

علی...... میں ادھر سے گذر رہا تھا سوچا ملتا چلا جاؤں۔

قاسم...... شکریہ

علی...... کیسے ہیں آپ بھابی عالیہ کا کیا حال ہے۔

قاسم...... ٹھیک۔

علی...... میں چلتا ہوں ریڑھا باہر کھڑا ہے شہتیر پہنچانے ہیں شاہدرے۔

قاسم...... بالکل۔

علی...... اچھا جی خدا حافظ۔

قاسم...... خدا حافظ

علی...... (مسکرا کر) کبھی تشریف لائیں ناں۔

قاسم...... وقت ہی نہیں ملتا۔

علی...... ہاں جی مصروف زندگی ہے آپ کی۔

قاسم...... ہاں بھئی۔

علی...... اچھا میں چلتا ہوں۔

قاسم...... خدا حافظ۔

(علی بابا شرمندہ شرمندہ جاتا ہے اور جاتے ہوئے سر کھجلاتا جاتا ہے جیسے کچھ الجھن سی پیدا ہو گئی ہو اس کے جاتے ہی قاسم پھر زیورات دکھانے میں مشغول ہو جاتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۱۷ آؤٹ ڈور دن

(جہانگیر کے مقبرے کے پہلو میں ریڑھے پر شہتیر ہیں اور علی بابا رکشا پر ساتھ ساتھ جارہا ہے۔ سامنے ایک انگریز ہپی نظر آتا ہے۔ اس کے بال بڑھے ہوئے ہیں اور وہ بہت پراسرار شخصیت لگتا ہے وہ دیوار کے ساتھ سر لگائے بیٹھا ہے اور چرس کا سگریٹ پی رہا ہے۔ علی بابا کے پوائنٹ آف ویو سے اسے غور سے دکھایا جاتا ہے۔)

——— کٹ ———

سین ۱۸ ان ڈور دن

(مرجانہ صحن میں داخل ہوتی ہے۔ اس نے میڈیکل کے طالب علموں کی طرح سفید کوٹ پہن رکھا ہے اور گلے میں سٹھتھکوپ لٹکا رکھا ہے وہ گھر میں داخل ہوتی ہے۔ سامنے ایک چارپائی بچھی ہے جس پر کوئی بستر نہیں وہ اپنی کتابیں اس چارپائی پر پھینکتی ہے اور خود اس پر ایسے لیٹتی ہے کہ پاؤں تو زمین پر ہیں اور باقی ساری وہ پلنگ پر ہے۔ اس وقت عبداللہ اپنے منہ پر ایسے ہاتھ مارتا ہوا داخل ہوتا ہے جیسے اس نے مرچیں کھالی ہیں۔)

عبداللہ...... چینی...... ؟ چینی

(مرجانہ جلدی سے اٹھتی ہے اور بھاگ کر باورچی خانے میں سے چینی لاتی ہے اس دوران عبداللہ پام کے گملے میں تھوکتا ہے۔ جس وقت مرجانہ چینی دان لاتی ہے۔ وہ دو ایک چمچ چینی کے اپنے منہ میں ڈالتا ہے پھر بولتا ہے۔)

مرجانہ...... کیا ہوا؟
عبداللہ...... سادہ پان کھالیا۔ غلطی سے۔
مرجانہ...... سادہ پان......
عبداللہ...... میں ہمیشہ میٹھا پان کھاتا ہوں۔ منہ کٹ گیا میرا تو۔
مرجانہ...... کمال ہے۔

عبداللہ...... کبھی کھاؤ ناں سادہ پان۔ وہ بھی جس میں چونا زیادہ لگا ہو۔ پھر میں پوچھوں۔
مرجانہ...... کھالوں گی۔
عبداللہ...... بکواس نہ کرو۔
مرجانہ...... ہوجائے شرط۔ کتنی کتنی۔
عبداللہ...... سو سو روپیہ
مرجانہ...... چلو سو روپیہ۔ لیکن نقد۔ ادھار یا چیک نہیں چلے گا۔
عبداللہ...... تمہیں مشکل ہوگی۔
مرجانہ...... خواہ مخواہ

(عبداللہ جاتا ہے مرجانہ اسے اشتیاق سے دیکھتی ہے۔)

عبداللہ...... (واپس لوٹتے ہوئے) بھئی میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ میں نے کبھی کسی لڑکی کے ساتھ شرط نہیں لگائی۔

مرجانہ...... اچھا تو آپ مان گئے کہ میں سادہ پان کھا سکتی ہوں۔
عبداللہ...... جی مان گیا۔
مرجانہ...... میں بڑے بڑے کام کر سکتی ہوں۔ دس بجے کے بعد لندن ٹیوب میں سفر کر سکتی ہوں۔
عبداللہ...... اچھا۔
مرجانہ...... برانڈرتھ روڈ پر کار چلا سکتی ہوں۔
عبداللہ...... واہ
مرجانہ...... اپنے دوست کے دشمن کو جان سے مار سکتی ہوں۔
عبداللہ...... شرط لگانے کو دل چاہتا ہے لیکن لگا نہیں سکتا۔
مرجانہ...... لیکن ایک کام نہیں کر سکتی۔
عبداللہ...... کون سا؟
مرجانہ...... ہمارے سرجن ظفر ہیں۔ آپریشن کے بعد ایسے ٹانکے لگاتے ہیں۔ ایسے ٹانکے لگاتے ہیں کہ

نظر نہیں آتے۔ خدا جانتا ہے ان جیسے ٹانکے نہیں لگتے مجھ سے۔

(اب عبداللہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ مرجانہ سے کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہو رہا ہے۔)

عبداللہ...... اچھا ایکسکیوزمی...... مجھے کچھ کام ہے۔
مرجانہ...... ضرور...... ضرور۔

(عبداللہ جاتا ہے۔ مرجانہ اسی پلنگ پر بے دل ہو کر لیٹ جاتی ہے اور آسمان کی طرف دیکھتی ہے۔)

کٹ

سین ۱۹ آؤٹ ڈور شام

(جہانگیر کے مقبرے کے پہلو میں ہپی ویسے ہی چرس کا سگریٹ لگائے بیٹھا ہے۔ کیمرہ اسے کلوزاپ میں لیتا ہے۔ پھر کیمرہ پیچھے ہٹتا ہے اور کافی فاصلے پر ایک رکشا آتا دکھائی دیتا ہے۔ رکشا ہپی سے کچھ فاصلے پر رکتا ہے اور اس میں سے علی بابا اترتا ہے۔ اس دوران ہپی اٹھ کر چلنے لگتا ہے۔ رکشا چلا جاتا ہے اور علی بابا پندرہ بیس قدم دور رہ کر ہپی کو فولو کرتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۲۰ آؤٹ ڈور شام

(شام کے جھٹپٹے میں کیمرہ جہانگیر کے مقبرے کو وہاں سے دکھاتا ہے جہاں آصف جاہ کا مقبرہ ہے اور جہانگیر کے مقبرے کا بیرونی احاطہ ہے۔ یہاں ہر دیوار کے ساتھ ساتھ ایسے حجرے ہیں جن میں نور جہاں کے عہد میں ایسے شاگرد پیشہ لوگ رہتے تھے جو سارا دن جہانگیر کے لئے قرآن پڑھتے رہتے تھے۔ اب ان حجروں کی حالت خستہ ہے۔ انگریز ہپی آہستہ آہستہ ایک حجرے میں گھستا ہے۔)

—— کٹ

سین ۲۱ آؤٹ ڈور شام

(بس سٹاپ پر شہ پارہ چادر اوڑھے کھڑی ہے۔ لیکن اس کا چہرہ نظر آ رہا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۲۲ ان ڈور شام

(جیسا حجرہ جہانگیر کے مقبرے پر ہے ویسا ہی بڑی توجہ سے سٹوڈیو میں بنوایئے۔ اب یہاں ہپی داخل ہوتا ہے وہ سوٹا لگاتا ہے۔ جیب سے ایک پوٹلی نکالتا ہے پھر پتھر پر بنے ہوئے ایک پھول کو دباتا ہے۔ ایک سل آہستہ سے اٹھتی ہے اور نیچے طاقچہ کھلتا ہے۔ اس طاق میں وہ اپنی پوٹلی رکھتا ہے۔ بٹن دبا کر سل بند کرتا ہے پھر سوٹا لگاتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے۔ جس وقت وہ پھول دبا رہا ہے علی بابا اسے دیکھتا ہے۔ ہپی باہر نکل کر کچھ فاصلہ چلتا ہے اور ایک حجرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ علی بابا اس وقت اوٹ میں ہو جاتا ہے۔ اس سین کے لئے تین چار بوسیدہ حجروں کی ضرورت پڑے گی۔)

—— کٹ ——

سین ۲۳ آؤٹ ڈور وہی وقت

(عالیہ چادر سر پر اس طرح لئے ہوئے ہے کہ صرف اس کی آنکھیں نظر آتی ہیں۔ وہ اس وقت کار چلا رہی ہے اور نہر پر جا رہی ہے۔ عبداللہ اس کے پیچھے موٹر سائیکل پر فولو کرتا ہے۔ کچھ دور چل کر وہ یہ سمجھ کر کہ کار میں شہ پارہ ہے ایک خط اچھال کر کار کی کھڑکی میں پھینکتا ہے۔ خط عالیہ کی گود میں گرتا ہے۔ خط کا کلوزاپ۔)

—— کٹ ——

سین ۲۴ ان ڈور وہی وقت

(یہی اس وقت جا چکا ہے علی بابا دبے پاؤں حجرے میں داخل ہوتا ہے اور وہ جلدی جلدی حجرے میں بنے ہوئے پھولوں کو دبانے لگتا ہے ایک پھول کے درمیان میں انگلی رکھنے پر طاقچہ کھلتا ہے علی بابا جلدی سے تھیلی اٹھاتا ہے اور باہر نکلتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۲۵ ان ڈور رات

(عالیہ کا بیڈروم ' عالیہ بہت غصہ میں آئی ہوئی ہے اس کا چہرہ تمتمایا ہوا ہے اور وہ غصے میں وہی خط لہرا رہی ہے جو عبداللہ نے اس کی کار میں پھینکا تھا۔)

عالیہ......یہ سب کیا ہے؟
قاسم......خط ہے اور کیا ہے۔
عالیہ......لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ خبیث بدبخت عبداللہ کیسے جرات کر سکتا ہے ایسے خط لکھنے کی۔
قاسم......تم خط پڑھ چکی ہو۔
عالیہ......ہاں۔
قاسم......پھر پڑھو......تو ......
عالیہ......میں اسے دس مرتبہ پڑھ چکی ہوں قاسم۔
قاسم......تو تمہیں معلوم ہو گا کہ خط کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ عبداللہ اور شہ پارہ ملتے ہیں اور اس میں صرف عبداللہ ہی قصوروار نہیں۔
عالیہ......میری شہ پارہ ایسی نہیں ہے۔
قاسم......حفظہ کہہ رہی ہوگی کہ اس کا عبداللہ ایسا نہیں ہے۔
عالیہ......میں اس گھر کے ایک ایک فرد کو جانتی ہوں وہ ہماری خوشحالی سے جلتے ہیں۔ وہ ہماری دولت چھیننا چاہتے ہیں اور اس لئے انہوں نے اس پرہیزگار حفظہ نے اپنا بیٹا شہ پارہ کے پیچھے لگا دیا ہے۔ میں جانتی ہوں

تمہارے بھائی کو۔
قاسم......یہی تو دکھ ہے کہ تم علی بابا کو نہیں جانتیں۔
عالیہ......میں جانتی ہوں۔ میں اس گھر کے ہر فرد کو جانتی ہوں۔
قاسم......عالیہ
عالیہ......مجھے کچھ مت کہو میں شہ پارہ کو گولی ماردوں گی لیکن عبداللہ سے نہیں بیاہوں گی۔ تم نہیں جانتے تمہارے بھائی کے گھرانے نے مجھے کیسے جلایا ہے کیسا مجھے انگاروں پر سلایا ہے تم نہیں جانتے نہیں جانتے نہیں جانتے یا میرے اللہ۔

—— کٹ ——

سین ۲۶ ان ڈور رات

(علی بابا اور حفظہ اپنے بیڈروم میں۔ یہ سادہ سا کمرہ ہے۔ جس میں ایک جانب قالین پر علی بابا کا وفادار کتا سو رہا ہے۔ علی بابا اپنی الماری کا دروازہ کھولتا ہے اور پوٹلی اٹھاتا ہے)

علی......بچے سو گئے؟
حفظہ......یہ جملہ آپ کتنی دفعہ بولیں گے؟
علی......بڑی رازداری کی بات ہے حفظہ۔
حفظہ......اب بتا بھی چکیں۔

(اس وقت علی بابا حفظہ کے قریب آتا ہے۔ اور اسے بتانا ہی چاہتا ہے جب دروازے پر دستک ہوتی ہے)

مرجانہ......مے آئی کم ان۔
حفظہ......آؤ آؤ مرجانہ آؤ۔
مرجانہ......معاف کیجئے میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا۔
علی......ناں بھائی خوشبو اور ٹھنڈی ہوا کبھی پریشان نہیں کرتی۔ آؤ۔

مرجانہ...... (ایک لفافہ باباجان کو پکڑاتی ہے) جی اس مہینے کی پے منٹ۔

(علی بابا لفافہ کھولتا ہے۔ پھر مسکراتا ہے)

علی ......اچھا تو تم مجھے پونڈوں میں پے کرنا چاہتی ہو۔
مرجانہ......ہیں جی کل ہے۔ میں بینک جا نہیں سکتی۔
حفظہ......بڑی شرم آتی ہے مرجانہ تم سے اس طرح پیسے لیتے۔

(علی بابا مرجانہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے)

علی......نہیں بیٹے۔ اب ہم تم سے یہ رقم نہیں لے سکتے۔ بات یہ ہے کہ (سر کھجلا کر) میں تمہیں بار بار بیٹی کہتا ہوں۔ یہ تمہاری نقلی ماں بھی بہت لاڈ پیار کرتی ہے۔ بعد میں شرمندگی ہوتی ہے۔ شاباش آج کے بعد تم پے انگ گیسٹ نہیں ہو۔
مرجانہ......لیکن باباجان۔
علی ......اگر میں نے یہ رقم لی تو پھر حفظہ تم سے لینڈ لیڈی جیسا سلوک کرے گی۔ برداشت کر لوگی؟
مرجانہ......شاید پہلے کر لیتی لیکن اب نہیں۔
علی......تو شاباش یہ پکڑو لفافہ......اور......غائب۔ بہت رات ہو گئی ہے۔ شاباش۔
مرجانہ......کُل دس بجے ہیں باباجان۔
علی......اچھا پھر بھی سو جاؤ شاباش شب بخیر۔

(مرجانہ جاتی ہے)

حفظہ......ٹھیک ہے مرجانہ اچھی لڑکی ہے۔ لیکن ---
علی......خدا کی بندی......فراخ دل ہو جا۔
حفظہ......اچھاجی۔
علی......مجھے تم سے ایک بات کرنا تھی بڑی رازداری کی بات۔

(اس وقت پھر دروازے پر دستک)

علی......آؤ آؤ۔
حفظہ......ہے لڑکی اب سو بھی جا۔
مرجانہ......سوری آنٹی جی۔ بات یہ ہے کہ صبح سے میرے امتحان ہیں۔
علی......تو پاس ہو جائے گی۔ میڈیکل میں تو گھوٹا کام آتا ہے۔ سو لگاؤ بیٹھ کر۔
مرجانہ......امتحان دوں گی تو پاس ہو جاؤں گی ناں؟
حفظہ......خدانخواستہ بیمار ہو۔
مرجانہ......نہیں آنٹی جی۔ وہ صبح کے وقت تو کبھی بس ہی نہیں ملتی اتنا رش ہوتا ہے۔
علی......اب کیا کیا جائے مرجانہ۔ یہ کوئی لندن تھوڑی ہے کہ تمہارے کہنے کے مطابق ہزاروں آدمی منٹوں سیکنڈوں میں سب وے میں چڑھ جائیں۔
مرجانہ......اگر عبداللہ صاحب مجھے چند دن موٹر سائیکل پر لے جائیں صبح کے وقت وہ ہمارے کالج کے سامنے سے گزرتے ہیں۔
علی......لے جائے گا۔ لے جائے گا۔ کیوں نہیں لے جائے گا۔
حفظہ......بھئی اس سے پوچھ لو۔ مرضی کا آدمی ہے۔
مرجانہ......اچھاجی۔ (جاتی ہے)
علی......اور اگر وہ نہ جائے تو شکایت کرنے نہ آنا۔ چپ چاپ سو جانا صبر کے ساتھ۔
مرجانہ......اچھاجی۔

(چلی جاتی ہے اب علی بابا دروازے کو کنڈی لگاتا ہے)

علی......یہ پوٹلی دیکھتی ہو۔
حفظہ......میں جوشاندہ نہیں پیوں گی۔
علی......اٹھو اور دیکھو۔ اس میں کیا ہے۔ ایک بار ---

(حفظہ مارے تجسس کے اٹھتی ہے اب علی بابا چھوٹی سی میز پر پوٹلی رکھ کر مسکراتا ہوا حفظہ کو دیکھتا ہے۔ حفظہ

اٹھ کر پاس آتی ہے)

حفظہ......ہیرے۔ یہ تو ہیرے ہیں۔ ہائے میری قسمت پھوٹ گئی اِس عمر میں تم چور بن گئے علی۔

علی...... آہستہ بول آہستہ......چوری نہیں کئے میں نے۔

(حفظہ اب احتیاط سے پوٹلی کھولتی ہے۔کیمرہ ان ہیروں کو کلوزاپ میں لیتا ہے۔)

حفظہ......لیکن۔ لیکن تجھے کہاں سے ملے؟ کسی سمگلر کے ساتھ مل گیا ہے کیا؟

علی...... اللہ نے دیئے ہیں۔ اللہ نے۔ دیکھ ہمارے دن کیسے پھیرے مولیٰ کریم نے...... دیکھ ایک ایک ہیرا لاکھوں میں بکے گا ایک ایک......

کٹ

سین ۲۷ ان ڈور رات

(عبداللہ کا کمرہ

مرجانہ دروازے پر دستک دیتی ہے عبداللہ بیٹھا خط لکھ رہا ہے)

مرجانہ......مے آئی کم ان۔

عبداللہ...... (بددلی کے ساتھ) آیئے۔ آیئے۔

مرجانہ......ایک ریکویسٹ تھی۔

عبداللہ......جی فرمایئے۔

مرجانہ......میرے امتحان ہیں کل سے۔

عبداللہ......پھر؟

مرجانہ......میری مجبوری ہے کہ صبح بس نہیں ملتی وقت پر کہیں پیپر مس نہ ہو جائے۔

عبداللہ...... آپ ذرا جلدی نکل جایا کریں۔

مرجانہ......صبح رش اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ...... آپ مجھے پانچ چھ دن کالج میں چھوڑ کر......

عبداللہ......دیکھو مرجانہ میرے پاس صبح وقت نہیں ہوتا۔

مرجانہ......اچھا جی۔

(لوٹ جاتی ہے)

عبداللہ......مرجانہ۔

(واپس آتی ہے)

مرجانہ......جی۔

عبداللہ......ٹھیک میں صرف ایک ہفتہ تمہیں لفٹ دوں گا اگر اس کے بعد تم نے اصرار کیا تو......

مرجانہ...... (خوشی کے ساتھ) خواہ مخواہ میں اصرار کروں گی ویسے بھی آپ کسی اصرار میں آنے والے نہیں ہیں۔

عبداللہ...... (مسکرا کر) اب میں اس قدر بھی مضبوط آدمی نہیں ہوں۔

مرجانہ...... (ٹھوسی مارتی جاتی ہے) تھینک یو۔ تھینک یو۔ تھینک یو...... (خوشی سے جاتی ہے)

کٹ

سین ۲۸ ان ڈور صبح

(ی بابا گہری نیند سو رہا ہے۔ حفظہ جاگ رہی ہے)

حفظہ...... (علی کو جگاتے ہوئے) اب تو مرغ نے اذان دے دی ہے۔

علی...... (اٹھتے ہوئے) یہ تمہیں کیا وہم ہو گیا ہے حفظہ۔

حفظہ......رات کو ہی چلے جانے دیتے قاسم بھائی کے گھر۔

علی......کیا بیوقوف لگتیں رات کو بارہ بجے ترازو لینے آئی ہوں جی۔ وہ پوچھتے کیا تولنا ہے تو۔

حفظہ......تو میں کہتی کچھ جڑی بوٹیاں تولنی ہیں۔

علی......لیکن ہیروں کو تولنا ضرور ہے حفظہ۔

حفظہ......ہائے تولے بغیر کیسے پتہ چلے کہ کتنے ہیرے ہیں۔ وزن تو کرنا چاہئے۔

علی......بالفرض تمہیں پتہ چل جائے کہ ڈیڑھ پاؤ ہیں یا آدھ سیر ہیں تو پھر کیا فائدہ ہو گا۔

حفظہ......ہربات میں فائدہ نہیں ہوتا علی۔ کبھی کبھی کوئی خواہش بے فائدہ ہوتی ہے لیکن دل کرتا ہے۔

علی...... خواہشیں تو ہمیشہ بے فائدہ ہوتی ہیں بھلی لوک۔ لیکن تیری یہ خواہش تو میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اچھا اچھا آدھے گھنٹے بعد چلی جانا قاسم بھائی کے گھر۔ لیکن پھر روتی ہوئی نہ آنا۔ اگر عالیہ بھابی نے کچھ کیا۔

حفظہ......لو میں بیٹھوں گی۔ انہیں کوئی ٹرالی تھوڑی لگانا پڑے گی میری خاطر۔

علی......اچھا بھئی جو مرضی ہے کرو۔

حفظہ...... پہلے زمانے میں علی لوگ سونا تولتے تھے ہمارے پاس دو سیر سونا ہے ہمارے پاس تین سیر سونا ہے پاسے کا۔ اب۔ ہمارے پاس ہیرے ہوں گے پورے آدھا کلو۔

(علی بابا آرام سے سو رہا ہے حفظہ پوٹلی کو محبت سے دیکھتی ہے)

کٹ

سین ۲۹ ان ڈور دن

(اس وقت ڈرائنگ روم میں حفظہ صوفے پر آکر بیٹھی ہے اور ملتجی سی لگتی ہے)

عالیہ......کونسا ترازو حفظہ؟ بڑا کہ چھوٹا؟

حفظہ......چھوٹا جی۔ جن میں خط وغیرہ تولے جاتے ہیں۔

عالیہ......کیا تولنا ہے؟

حفظہ......وہ ہمارے گھر ایک لڑکی رہتی ہے۔ اسے کچھ خط وغیرہ تولنے ہیں۔

عالیہ......خط وغیرہ؟

حفظہ......دراصل وہ اپنے ابا کو کچھ تصویریں بھیج رہی ہے لفافے میں بند کر کے وہ وزن کرنا چاہتی تھی۔

عالیہ......کیا کرتی ہے وہ لڑکی۔

حفظہ......مرجانہ......لندن سے آئی ہے پے انگ گیسٹ ہے ہماری۔

عالیہ......کیا وقت آگیا ہے سگے بھائیوں کے حالات معلوم نہیں ہوتے۔ کوئی کچھ سچ بتاتا ہی نہیں۔

(اندر والے کمرے میں جاتی ہے۔ کیمرہ اس کے ساتھ ہی جاتا ہے۔ یہاں سٹور میں سے عالیہ ایک چھوٹا سا ترازو

نکالتی ہے اور پھر ایک چھوٹی سی ایرل ڈائیٹ قسم کی ٹیوب نکال کر تھوڑی سی گوند ترازو کے پیندے میں لگاتی ہے۔ پھر اس پر پھونکیں مارتی ہے۔)

کٹ

سین ۳۰ آؤٹ ڈور

(کار میں شہ پارہ جا رہی ہے)

کٹ

سین ۳۱ آؤٹ ڈور دن

(موٹر سائیکل پر عبداللہ اور مرجانہ جا رہے ہیں)

کٹ

سین ۳۲ آؤٹ ڈور دن

(باغ جناح کے پہلو والی سڑک جس پر سہگلوں کا بنگلہ ہے آگے آگے موٹر سائیکل جا رہی ہے۔ پیچھے موڑ کاٹ کر شہ پارہ کی کار آرہی ہے۔ ایک کار باغ جناح کی طرف سے نکلتی ہے۔ عبداللہ بریک لگاتا ہے۔ ہچکولے کی وجہ سے مرجانہ عبداللہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتی ہے۔ شہ پارہ انہیں دیکھتی ہے۔ اب وہ فاصلے پر اپنی کار رکھتی ہے)

کٹ

سین ۳۳ ان ڈور دن

(میز پر پوٹلی۔ حفظہ کے ہاتھ ترازو پر آتے ہیں۔ علی بابا ترازو میں ہیرے ڈالتا ہے۔ حفظہ تولتی ہے لیکن ان

دونوں کے چہرے نظر نہیں آتے صرف ہاتھ نظر آتے ہیں۔ ایک ہیرا ترازو کے پیندے میں چمکتا ہے)

سین ۳۴ آوٹ ڈور دن

(فاطمہ جناح میڈیکل کالج کے سامنے عبداللہ موٹر سائیکل روکتا ہے مرجانہ اترتی ہے بازو ہلا کر عبداللہ کو خدا حافظ کہتی ہے۔ عبداللہ موٹر سائیکل روانہ کرتا ہے۔ شہ پارہ کچھ فاصلے پر رک کر ان دونوں کو دیکھتی ہے۔ پھر کار موڑتی ہے اور تیزی سے کار دوڑاتی ہے)

کٹ

سین ۳۵ ان ڈور دن

(عالیہ غصے میں ہے قاسم شیو بنا رہا ہے)

قاسم......مت جاؤ عالیہ۔

عالیہ......جن کے گھر میں تولنے کے لئے گندم نہ ہو جو نہ ہو وہ چھوٹا ترازو مانگیں۔ سونا جواہرات تولنے والا۔

قاسم......وہ چاہے الائچیاں تولنے کے لئے لے گئی ہو چھوٹا ترازو۔

عالیہ......حفظہ عام طور پر جھوٹ بولنے والی عورت نہیں ہے قاسم ایسے لوگ جب جھوٹ بولتے ہیں تو صاف پکڑے جاتے ہیں۔

قاسم......اچھا

عالیہ......میں جا رہی ہوں قاسم۔

قاسم......تم اتنے برسوں سے کبھی علی بابا کے گھر نہیں گئیں عالیہ۔

عالیہ......تو کیا ہوا ہم رشتہ دار ہیں۔ کبھی بھی ایک دوسرے کے گھر جا سکتے ہیں۔

قاسم......ہاں۔ کیوں نہیں۔ کبھی بھی ہم اپنے رشتہ داروں کی زندگی میں زہر گھول سکتے ہیں۔

(عالیہ جاتی ہے)

سین ۳۶ ان ڈور وہی وقت

(اس وقت علی بابا پوٹلی باندھ رہا ہے اور حفظہ کے بازو میں ترازو ہے)

حفظہ......اللہ بھلا کرے اس بی کا۔

عالیہ......کیا میں اندر آ سکتی ہوں حفظہ؟ ویسے مجھے اجازت کی ایسی ضرورت بھی کیا ہے؟

علی......آؤ آؤ...... آؤ عالیہ بھابھی۔

عالیہ......بھئی حفظہ۔ یہ ترازو مجھے لے جانا ہے ابھی۔

حفظہ......اچھا؟

عالیہ......دراصل میں نے قاسم کو بتایا نہیں وہ کل یہ ترازو صاف کرنے کے لئے لائے تھے دوکان سے۔ اب مانگ رہے ہیں۔

حفظہ......تو لے جا۔

عالیہ......شکریہ۔ تم کھوگی ایک ناکارہ ترازو کا بھی اعتبار نہیں ہے۔

حفظہ......نہیں عالیہ بہن۔

عالیہ......ضرورت کی چیز جو ہوئی۔ دوکان پر ہر وقت درکار ہوتا ہے ترازو۔

علی......آپ بار بار کیوں اس قدر پشیمانی کا اظہار کر رہی ہیں۔ لے جایئے پلیز۔

عالیہ......آپ نے جو کچھ تولنا تھا تول لیا۔

(علی کچھ بولنا چاہتا ہے فوراً حفظہ کہتی ہے)

حفظہ......وہ مرجانہ کو ایک خط تولنا تھا وہ تول لیا ہے۔

عالیہ......اچھا جی میں چلوں۔

علی......ناشتہ کر کے جائیں عالیہ بہن۔ حفظہ نے بہت اچھا پنیر بنایا ہے۔

عالیہ......شکریہ میں گھر کا بنا ہوا پنیر کھاتی نہیں خدا حافظ۔

حفظہ......خدا حافظ۔

علی......اس عورت کو ہوا کیا ہے۔

حفظہ......پتہ نہیں کیا ہو گیا عالیہ کو...... کوئی کیا کہہ سکتا ہے کہ کسی نے کیسے بدل جاتا ہے۔

علی......کیا مطلب؟

حفظہ......عالیہ تو بالکل ہنستی بولتی گڑیا ہوتی تھی کالج میں۔ کبھی کوئی سخت بات اس کے منہ سے نکلی نہیں تھی۔

علی......اندر سے ایسی ہی ہو گی اوپر اوپر سے نرم بنی رہتی ہو گی۔

حفظہ......ناں علی......ہمارے گھروں کی دیوار ملی ہے۔ ہم سارا وقت ساتھ کھیلتی تھیں...... ایسی نہیں تھی عالیہ...... ضرور اسے اندر ہی اندر کوئی چیز ستا رہی ہے۔

علی......پتہ ہے تمہیں کیا تکلیف ہے؟

حفظہ......کیا بھلا۔

علی......کہیں اگر کوئی کہے کہ سانپ مجھے کاٹ گیا ہے تو تم سوچو گی ہائے سانپ کیسے کاٹ سکتا ہے ضرور کوئی مجبوری ہو گی جو سانپ نے دانت کاٹے۔

حفظہ......اچھا چھوڑو اس بات کو۔ یہ بتاؤ عالیہ نے پوٹلی دیکھ تو نہیں لی؟

(اب علی اپنے کتے کے پاس جاتا ہے جو صوفے پر بیٹھا ہے۔)

علی......بس جی میرا راز تو صرف ایک جان جانتی ہے اور وہ ہے میرا سلطان...... یہ میرے ساتھ تھا...... جب ہم...... کیوں بھئی ساتھ تھے ناں۔

(علی کتے کے آگے پوٹلی دھرتا ہے۔ کیمرہ سلطان اور پوٹلی تک آتا ہے۔)

کٹ

سین ۳۷ ان ڈور دن کا وقت

(عالیہ اپنے کمرہ میں۔ قاسم کا چہرہ اور اس کے بالکل پاس عالیہ نے ترازو کر رکھا ہے۔ کیمرہ چہرے اور ترازو کا کلوز اپ لیتا ہے۔ ایک ہیرا ترازو کے پیندے سے چمٹا ہوا ہے۔)

عالیہ......دیکھو۔ اپنی آنکھوں سے دیکھو ہیرا ہے۔ غور سے دیکھو...... اس ایک ہیرے کی قیمت ایک لاکھ سے کم نہیں۔

قاسم......اتنا بڑا ہیرا۔

عالیہ......تمہارا بھائی ہیرے تولتا ہے اور تم ہیرے گنتے ہو...... وہ ٹکڑی میں ڈال کر انہیں تولتا ہے۔

قاسم......شائد تم ٹھیک کہتی ہو عالیہ......

عالیہ......ساری عمر میں نے تمہیں سمجھایا قاسم علی بابا غریب نہیں ہے۔ وہ اگر آرے پر کام کرتا ہے تو یہ غریبی نہیں ہے غریبی کا ڈھونگ ہے۔

قاسم......لیکن علی نے مجھ سے کوئی بات چھپائی نہیں۔

عالیہ......وہ علی بابا کوئی اور ہو گا قاسم......

قاسم......تمہیں وہم ہو گیا ہے عالیہ علی بابا کا ہیروں کے ساتھ کیا کام ؟

عالیہ......علی بابا اور حفظہ وہ لوگ ہیں جو دولت سے محبت کرتے ہیں۔ دولت خرچ نہیں کرتے جوڑتے ہیں۔ پائی پائی۔

قاسم......علی بابا جو کچھ بھی ہو عالیہ میرا بھائی ہے میں اسے جانتا ہوں۔

عالیہ......پھر ترازو کے پیندے میں ہیرا کہاں سے آیا۔

قاسم......دوکان پر کسی نے بیوقوفی کی ہو گی۔

عالیہ......نہیں۔ نہیں قاسم نہیں۔ میں نے ترازو کے نیچے ایسی گوند لگائی تھی میں......میں

قاسم......تم اتنی متجسس کیوں ہو عالیہ؟ تمہیں دوسروں کی زندگی کے متعلق اتنی فکر کیوں رہتی ہے۔

عالیہ......رہتی ہے بس......میں جاننا چاہتی ہوں اور تمہیں یہ معلوم کرنا ہو گا۔

قاسم......میں؟ میں تو برسوں سے کبھی اس کے گھر نہیں گیا عالیہ۔

عالیہ......لیکن اب قاسم تمہیں جانا پڑے گا......

قاسم......پھر؟

عالیہ......معلوم کرو۔ اس نے اتنے ہیرے کہاں سے پائے جن کو تولنا پڑے......

قاسم......عالیہ......

(اس وقت شہ پارہ دروازے میں آتی ہے اس کا چہرہ فق ہے اور جیسے وہ کسی بڑے حادثے سے دوچار ہوئی ہے قاسم اور عالیہ حیرانی سے اسے دیکھتے ہیں۔)

کٹ

سین ۳۸ آؤٹ ڈور صبح کا وقت

(عبداللہ موٹر سائیکل پر مرجانہ کو سوار دوڑائے لئے جارہا ہے۔)

کٹ

سین ۳۹ ان ڈور دن کا وقت

(شہ پارہ اپنی سہیلی کے گھر)

شہ...... مجھے ذرا اپنی کار کی چابی دو۔
سہیلی...... کار کیوں چاہئے شہ پارہ۔
شہ...... بس چاہئے ناں دو چابی۔
سہیلی......(دراز کھول کر چابی نکالتی ہے اور شہ پارہ کو دیتی ہے۔)

کٹ

سین ۴۰ آؤٹ ڈور دن

(اب شہ پارہ نے چادر میں منہ اس طرح لپیٹا ہوا ہے کہ اس کی صرف آنکھیں نظر آتی ہیں وہ اب سرخ رنگ کی کار چلا رہی ہے اور عبداللہ کو فولو کرتی ہے۔ فاطمہ جناح کالج کے سامنے مرجانہ ڈاکٹروں کا کوٹ پہنے اترتی ہے اور ہاتھ ہلاتی اندر جاتی ہے۔عبداللہ مڑ کر موٹر سائیکل مال کی جانب کرتا ہے۔ فاصلے سے شہ پارہ کار روک کر عبداللہ کو جاتے ہوئے دیکھتی ہے۔)

سین ۴۱ ان ڈور دن کا وقت

(علی بابا کا کمرہ اس وقت علی بابا اپنے پیارے کتے کے بال برش کر رہا ہے۔ مرجانہ آتی ہے۔)

مرجانہ...... کوئی قاسم صاحب آئے ہیں بابا جان۔
علی...... قاسم؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بھیجو بھیجو۔
مرجانہ...... چائے بھی لاؤں بابا جان؟
علی...... ہاں ہاں ضرور۔

(مرجانہ جاتی ہے۔ علی استقبالیہ انداز میں دروازے تک جاتا ہے قاسم آتا ہے)

علی...... خوش آمدید...... خوش آمدید...... زہے نصیب قاسم بھائی زہے نصیب آئیے آئیے۔

(علی بغلگیر ہونا چاہتا ہے لیکن قاسم ذرا ذرا سا بازو حمائل کر کے سرد مہری کے سے انداز میں ملتا ہے۔)

قاسم...... بڑی دولتیں ہو گئی ہیں یاروں کے پاس۔ بڑی تبدیلیاں آ رہی ہیں ہمارے بھائی کی زندگی...... میں
علی...... ان عورتوں کے سامنے کوئی بات نہیں ہو سکتی چاہے کوئی حفظہ جیسی نیک ہی کیوں نہ ہو بھائیوں میں محبت نہیں دیکھ سکتی عورت......
قاسم...... (ذرا پگھلتے ہوئے) ہاں علی یار کیا بتائیں اپنے مائیکہ گھر سے تو خوب محبت کرتی ہیں لیکن شوہر کو اپنے گھر والوں سے پیار نہیں کرنے دیتیں۔
علی...... بات یہ ہے قاسم یہ بھی ایسے ہی مشہوری ہے کہ عورت کو مائیکہ زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ اصل میں مرد عورت کی پچھلی محبتوں میں حارج نہیں ہوتا وہ کبھی عورت کے دل سے اس کے ماں باپ اتارنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اجازت دیتا ہے اگر عورت مائیکہ گھر سے محبت کرتی رہے معاون ثابت ہوتا ہے خود بھی پیار کرتا ہے بیوی کے ماں باپ سے اس کے بہن بھائیوں سے۔

قاسم...... بڑی سچی بات کی۔ میں نے عالیہ کو کبھی اس کے بہن بھائیوں ماں باپ سے نہیں توڑا۔
علی...... کوئی مرد بھی یہ نہیں کرتا۔ لیکن عورت مرد کے دل میں پچھلی اگلی کوئی محبت رہنے نہیں دیتی یار کھنے کی اجازت نہیں دیتی......
قاسم...... اب دیکھ لو۔ خود عالیہ مجھے تم سے ملنے نہیں دیتی۔ دروازہ بند ہے اس لئے کہتا ہوں۔
علی...... میں عالیہ بھابی کو الزام نہیں دیتا۔ دراصل جب دو بھائی ہم حال نہ ہوں تو ان کا ملنا بھی مشکل ہوتا

ہے۔

قاسم......پھر بھی۔

علی...... لیکن اب عالیہ بھابھی ہم سے مل کر خوش ہوں گی ہم کوٹھی خرید رہے ہیں گلبرگ میں اور کار بھی لے رہے ہیں۔ اب عالیہ بھابھی کو ہم سے ملتے جلتے شرم نہیں آئے گی۔

قاسم...... (قدرے غصے کے ساتھ) شرم کی کیا بات ہے علی۔

علی...... ہوتی ہے ناں ہوتی ہے قاسم بھائی...... اپنے جیسا رہنا سہنا اوڑھنا بچھونا کھانا پینا نہ ہو تو ایسے لوگوں سے ملتے ہوئے شرم آ ہی جاتی ہے ناں۔

قاسم...... لیکن علی بابا یہ اتنی ساری لہر بہر...... یہ دولت...... یہ کار کوٹھی کا ذکر......

(علی بابا راز داری سے بالکل لہرا کر باتیں کرتا ہے ایسے کہ اس کی آواز نہیں آتی۔)

کٹ

سین ۴۲ ان ڈور دن کا وقت

(عبداللہ ڈرائنگ روم میں آتا ہے اس کے ہاتھ میں سوئی دھاگہ اور بٹن ہے مرجانہ اس وقت اپنا ڈاکٹری کوٹ پہن رہی ہے اور حفظہ بیٹھی چائے پی رہی ہے۔)

عبداللہ...... ذرا بٹن لگا دیں امی۔

حفظہ...... میری عینک لا دے مرجانہ۔

مرجانہ...... جتنی دیر میں عینک تلاش کروں گی اتنی دیر میں تو بٹن ٹک جائے گا آنٹی۔

عبداللہ...... آپ مہربانی فرما کر عینک لا دیں۔

مرجانہ...... توبہ کتنا پرہیز ہے آپ کو مجھ سے جناب عالی مجھے کوئی چھوت کی بیماری نہیں ہے جو آپ کو لگ جائے گی۔

عبداللہ...... وہ...... اوپر والا بٹن ہے یہ...... کالر والا۔

حفظہ...... میں لے آتی ہوں عینک۔

مرجانہ...... ذرا صبر۔ آنٹی جی ذرا صبر ابھی بٹن لگ جائے گا۔

(مرجانہ سوئی میں دھاگہ ڈالتی ہے اور صوفے پر چڑھ کر عبداللہ کا بٹن سینے کے لئے تیار ہوتی ہے۔)

عبداللہ...... میں قمیض اتار کر لاتا ہوں۔

مرجانہ...آپ ذرا ہلیں نہیں تو یونہی بٹن لگ جائے گا (اب وہ بٹن سیتی ہے۔) اگر آپ ہلے جلے۔ منہ پرے رکھیں بٹن کی انسپکشن نہ کریں ٹھیک لگ رہا ہے۔ خدا کے لئے منہ ادھر رکھیں سوئی کہیں نہ لگ جائے پھر سارے قصور اگلے پچھلے میرے نکل آئیں گے۔ وہ جو میں نے کئے اور وہ جو میں نہ کر سکی صرف ارادہ ہی تھا جن کے کرنے کا۔ سارے۔ (اس وقت شہ پارہ آتی ہے وہ پتھر کی بنی ہوئی دروازے میں کھڑی رہ جاتی ہے۔)

حفظہ۔ آؤ آؤ شہ پارہ آؤ بسم اللہ

شہ...... اچھا جی...... سلام علیکم

عبداللہ...... ذرا ٹھہر جاؤ مرجانہ۔ آؤ شہ پارہ

شہ...... جی میں کچھ دیر ٹھہرنے کا ارادہ کر کے آئی تھی۔ لیکن خدا حافظ (جلدی سے چلی جاتی ہے۔)

عبداللہ...... (پیچھے پیچھے جاتا ہے) شہ پارہ...... شہ پارہ سنو تو خدا کے لئے یہ ڈوری چھوڑو مرجانہ۔

مرجانہ...... دھاگہ تو توڑ لینے دو۔ عبداللہ ...... بھاڑ میں گیا دھاگہ...... شہ پارہ...... شہ پارہ سنو تو۔

(باہر جاتا ہے۔ کار چلانے کی آواز سوپر امپوز)

مرجانہ...... چلیئے بٹن تو لگ ہی گیا آپ کے تمام نخروں کے باوجود۔

(یہ بات عبداللہ کے کان میں نہیں پڑتی۔)

مرجانہ...... یہ کون ہے۔ آنٹی جی۔

حفظہ...... قاسم بھائی کی بیٹی ہے۔ شہ پارہ

مرجانہ...... یہ...... سگی بھتیجی ہے بابا جان کی۔

حفظہ...... بالکل

مرجانہ...... اتنی مدت ہوئی کبھی دیکھی ہی نہیں۔

حفظہ...... پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے عالیہ کو۔ ہمارے تو گھروں کی دیوار سانجھی ہوا کرتی تھی صبح شام ساتھ تھا ہمارا...... شادی کے بعد پتہ نہیں کیا ہو گیا عالیہ کو......

مرجانہ...... آپ کے لئے چائے کی اور پیالی لاؤں آنٹی جی۔

حفظہ...... جیتی رہ سلامت رہ کیا سکھ ملا ہے ہمیں تیرے آنے سے۔

کٹ

سین ۴۳ ان ڈور دن کا وقت

شہ..... بس میں نہیں جانتی کل کے بعد میں کچھ نہیں سنوں گی۔

عالیہ..... کیا ہو گیا ہے تجھے۔

شہ..... بس گرم چشمہ نکل آیا ہے دل کے اندر سے کہیں اور میں اس کے گرم پانیوں میں ابل رہی ہوں، جھلس رہی ہوں۔

عالیہ..... لیکن ایک دن میں شہ پارہ

شہ..... کل مغرب کی اذان سے پہلے پہلے میرا نکاح پڑھوا دیجئے کسی سے ورنہ خدا جانے میں کیا کر بیٹھوں۔

عالیہ..... لیکن شہ پارہ..... اتنی جلدی کا فیصلہ ۔۔۔۔

شہ..... آپ میری جان گنوا کر خوش ہیں۔

عالیہ..... شہ پارہ

شہ..... کیا آپ اس بات پر راضی ہیں کہ میں کسی اور کی جان لے لو؟

عالیہ..... لڑکی

شہ..... پھر میں تو آپ کو ایک سیدھا سا راستہ بتا رہی ہوں وہ جو آپ مجھے پرس میں سے نکال نکال کر تصویریں دکھایا کرتی تھیں، ان احمقوں میں سے کسی ایک کو پوچھ لیجئے اور میرا نکاح پڑھوا دیجئے۔

عالیہ..... لیکن پسند بھی تو کوئی چیز ہے۔ شہ پارہ ان میں سے تو تو نے کسی کو بھی پسند نہیں کیا۔

شہ..... آپ نے میرے ابا کو پسند کر کے شادی کی تھی ؟

عالیہ..... (لمبی آہ بھرتی ہے۔)

شہ..... پھر؟ جب آپکی نبھ گئی تو میری بھی نبھ جائیگی۔

عالیہ..... میں تو تجھے دیکھ کر ڈر گئی ہوں شہ پارہ

شہ..... پہلے میں سوچا کرتی تھی کہ میں بالکل اپنے باپ کی طرح ہوں اب مجھے پتہ چلا کہ میری ماں بھی میرے اندر کہیں چھپی رہتی ہے۔ (دکھ سے) اپنے ماں باپ سے انسان کبھی بھی جدا نہیں ہو سکتا۔ نہیں ہو سکتا ناں امی۔

عالیہ..... آ میرے پاس آ۔ میں تجھے گود میں بٹھاؤں، تجھے چپ کراؤں دو سال کی بچی سمجھ کر۔

شہ..... مجھے ہاتھ نہ لگایئے گا امی..... میں کسی لمس کو، کسی ہمدردی کو..... کسی پیار کو برداشت نہیں کر سکتی.....

میں میں ۔۔۔۔

(جلدی سے روتی ہوئی جاتی ہے۔)

کٹ

سین ۴۴ آؤٹ ڈور دن کا وقت

(عبداللہ کا کمرہ۔ عبداللہ چپ چاپ اپنی کرسی میں بیٹھا ہے۔)

کٹ

سین ۴۵ ان ڈور دن کا وقت

(عالیہ کا گھر، عبداللہ عالیہ کے کمرے میں داخل ہوتا ہے۔)

عالیہ..... فرمایئے۔

عبداللہ..... مجھے آپ سے کچھ پوچھنا تھا چچی جان

عالیہ..... اول تو تم یہ تکلف رہنے دو چچی جان کا رشتے جب تک قائم نہ رکھے جائیں صرف الفاظ ہوتے ہیں۔

عبداللہ..... میں نے کچھ سنا ہے۔

عالیہ..... ٹھیک ہی سنا ہو گا عموماً افواہوں میں کچھ نہ کچھ سچ ضرور ہوتا ہے۔

عبداللہ..... میں آپ کا قیمتی بلکہ سوپر قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا میں صرف اتنا پوچھنے کے لئے آیا ہوں کیا آپ نے شہ پارہ کا نکاح کر دیا ہے۔

عالیہ...... ہاں...... میں کچھ اور سمجھی تھی ہاں بھئی شہ پارہ کا نکاح میں نے گلاس فیکٹری والوں کے ہاں کر دیا ہے۔

عبداللہ...... نکاح؟ منگنی بھی تو کر سکتی تھیں آپ۔

عالیہ...... یہ تو شہ پارہ کی پسند تھی۔ میں تو نکاح پر راضی تھی نہ منگنی پر۔

عبداللہ...... یہ کیسے ہو سکتا ہے چچی جان...... ؟ میں...... بُرا سہی لیکن شہ پارہ یہ نہیں کر سکتی...... نہیں کر سکتی۔

عالیہ...... میرے اور شہ پارہ کی رگوں میں ایک طرح کا خون دوڑتا ہے عبداللہ ہم دونوں ایسے کام کر سکتی ہیں۔ جن پر ہمارا دل آمادہ نہیں ہوتا۔

عبداللہ...... کیا میں شہ پارہ سے مل سکتا ہوں؟

عالیہ...... تم تو اس سے مل سکتے ہو عبداللہ لیکن وہ شائد تم سے ملنا نہ چاہے

عبداللہ...... ایک بار چچی جان صرف چند لمحوں کے لئے۔

عالیہ...... وہ اس کا کمرہ ہے عبداللہ اگر تم رسک لینا چاہو تو ضرور مل لو۔

(عبداللہ جاتا ہے۔ اس وقت قاسم اندر داخل ہوتا ہے وہ کچھ بجھا بجھا سا خوفزدہ ہے)

عالیہ... سنیئے

قاسم...... میں کچھ نہیں سن سکتا اس وقت۔

عالیہ...... کیوں؟ آپ میری بات کبھی نہیں سن سکتے کیا؟

قاسم...... تمہاری بات سن کر ہی تو جا رہا ہوں۔
عالیہ...... کہاں۔
قاسم...... ہیروں کی تلاش میں۔ خدا حافظ
(قاسم جلدی سے جاتا ہے عالیہ...... اٹھتی ہے بالکل ایک شکستہ انسان کی طرح۔ وہ ناخن کاٹتی ہے اور پھر اپنے ساتھ ہم کلامی میں مشغول آہستہ آہستہ چلنے لگتی ہے۔)

کٹ

سین ۴۶ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(قاسم جہانگیر کے مقبرے میں بیرونی احاطہ میں داخل ہوتا ہے درختوں کے سائے لمبے ہو چکے ہیں۔ وہ حجروں کی جانب جاتا ہے۔)

کٹ

سین ۴۷ ان ڈور شام کا وقت

(شہ پارہ کا کمرہ...... شہ پارہ کھڑی ہے اور اپنے ناخن کاٹ رہی ہے۔ عبداللہ عین دروازے کے بیچ اس طرح کھڑا ہے کہ اس کا ایک بازو اپنے سر سے اوپر چوگاٹ کے ساتھ ہے۔ عبداللہ پشیمانی اور پریشانی کا پیکر ہے اور شہ پارہ حسد کا مکمل نمونہ ہے۔)
شہ...... دیکھو عبداللہ نہ میں خود explanations دیتی ہوں نہ ہی میں کسی کی تاویلیں توجیہیں قبول کرتی ہوں۔
عبداللہ...... لیکن تم سچ تو معلوم کر سکتی ہو شہ پارہ۔
شہ...... میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو احتجاج کیا کرتے ہیں۔ میں اپنا فیصلہ خود کرتی ہوں غلط یا صحیح اور پھر اپنے فیصلے پر کاربند رہتی ہوں۔
عبداللہ...... لیکن شہ پارہ تم اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتی ہو؟

شه...... میں اب اور بڑی غلطی نہیں کر سکتی عبداللہ اور تم مجھے اس پر ہی مجبور کرو گے۔ میں نے۔ اچھا میں نے تمہارے لئے جو کچھ کیا۔ کیسے ممی سے لڑائیاں لیں ماما سے نیور مائینڈ لیکن...... خدا حافظ (پاس آتی ہے) پلیز مجھے دروازہ بند کرنے دیں...... میں اپنے بیڈروم کا دروازہ کھلا نہیں رکھتی......

(عبداللہ باہر کھڑا ہے اور شہ پارہ دروازہ بند کرتی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی ماں کی طرح بیٹھ کر خود کلامی کرنے لگتی ہے اور ناخن کاٹنے لگتی ہے۔)

کٹ

سین ۴۸ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(قاسم ایک حجرے میں داخل ہوتا ہے اور پھولوں کو ٹارچ سے دیکھتا ہے پھر وہ مختلف پتیوں کو انگلی سے دباتا ہے۔ یکدم حجرے کا دروازہ بند ہوتا ہے۔)

کٹ

سین ۴۹ ان ڈور رات کا وقت

(عبداللہ پلنگ پر دراز ہے۔ مرجانہ اسے ٹیکہ لگاتی ہے پھر سرہانے بیٹھ کر سر دباتی ہے۔ قریبی کرسی پر بیٹھی اونگھ رہی ہے۔)

کٹ

سین ۵۰ آؤٹ ڈور رات کا وقت

(رات کا وقت ہے۔ حجرے کے سامنے ہی آتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ حجرے کا ایک طاق جس میں سے آدمی اندر جاتا ہے۔ بند ہے وہ اپنی جیب سے ایک نئی قسم کی چیز نکالتا ہے دروازہ کھلتا ہے۔ اندر قاسم بند ہے۔ اپنی جیب سے پستول نکال کر اس پر فائر کرتا ہے۔)

کٹ

سین ۵۱ ان ڈور رات کا وقت

(عالیہ علی بابا کے گھر)

عالیہ...... صبح ہونے والی ہے علی قاسم نہیں لوٹے۔

علی...... پھر

عالیہ...... میں آپ سے اور کیا امید رکھ سکتی ہوں سوائے اس کے...... کہ آپ اس کا پتہ کریں میں بہت پریشان ہوں۔

علی...... دیکھو عالیہ میں نے اسے سمجھایا تھا کہ میرے ہیرے لے سکتا ہے لیکن اس کا خیال تھا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں اور اسے کم دولت پر ٹرخا رہا ہوں۔

حفظہ...... ہم نے تو ساری پوٹلی اسے دی تھی عالیہ۔

عالیہ...... اب جو کچھ آپ اسے دے رہی تھیں یا جو کچھ لینے سے وہ انکار کر رہا تھا ان باتوں کا کوئی وقت نہیں رہا۔ علی خدا کے لئے پتہ لگاؤ۔ نکلو گھر سے۔

علی...... پر

عالیہ...... یہ تو بھائیوں کا حال ہے اور قاسم کو کتنا بھروسہ تھا تمہاری محبت پر۔

علی...... اچھا جی...... لیکن اس کام کے لئے کار درکار ہو گی۔

عالیہ...... میں ساتھ چلوں گی۔

کٹ

سین ۵۲ آؤٹ ڈور رات کا وقت

(عالیہ کار چلا رہی ہے۔ علی بابا ساتھ بیٹھا ہے۔)

کٹ

سین ۵۳ آؤٹ ڈور رات کا وقت

(علی بابا اور عالیہ حجرے میں داخل ہوتے ہیں۔
قاسم مرا ہوا پڑا ہے علی بابا اور عالیہ اس کی لاش پر جھکتے ہیں۔ عالیہ زار زار روتی ہے۔)

کٹ

سین ۵۴ ان ڈور رات

(عالیہ اور علی بابا۔ عالیہ کے بیڈ روم میں)

عالیہ...... حسد...... حسد کی آگ نے اس گھر کو جلا ڈالا علی۔

علی...... صبر کرو عالیہ......

عالیہ...... (دکھ سے) میں نے ساری عمر...... کبھی قاسم سے محبت نہ کی۔ لیکن اب...... جبکہ وہ اس دنیا میں نہیں ہے مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے کچھ باقی نہیں رہا۔ نہ اچھا نہ برا...... نہ غم نہ خوشی۔ نہ زمین نہ آسمان۔

علی...... میں حفظہ کو تمہارے پاس بھیجوں گا بقیہ رات وہ تمہارے ساتھ رہے گی......

عالیہ...... مجھے لگتا ہے...... لیکن تم نہیں سمجھو گے۔

علی...... میں کوشش تو کر سکتا ہوں۔

عالیہ...... مجھے لگتا ہے ایک مجھے ہی حسد کا وائرس نہیں چمٹا...... بلکہ اس شہر میں ایک وبا پھیلی ہے حسد کی...... شاعر، ادیب، سیاست دان بلکہ عالم دین بھی نہیں بچے اس بیماری سے۔

علی...... قرآن کھول کر پڑھو عالیہ۔ تمہیں سکون ملے گا۔

عالیہ...... حسد آٹے کے خمیر کی مانند ہوتا ہے ذرا سا لگ جائے تو پھولتا چلا جاتا ہے۔

علی...... یہ تم بار بار حسد کا ذکر کیوں کرتی ہو عالیہ۔

عالیہ...... کیونکہ میں نے اسی تھوہر کا پھل کھا کھا کر زندگی بسر کی ہے۔

علی...... میں تمہارے لئے پانی لاؤں۔

عالیہ...... میں تو اگر سارے سمندروں کا پانی پی جاؤں تو میرے اندر کا لاوا ٹھنڈا نہیں ہو سکتا علی۔

علی...... بیٹھ جاؤ عالیہ۔

عالیہ...... جس کو حسد کی بیماری لگ جاتی ہے اس کے اندر تھوہر کا پھل لگ جاتا ہے۔ ایک چھوٹے سے حسد سے اتنے اور حسد جنم لیتے ہیں کہ حاسد تمام تر پھوڑے کی طرح دکھنے لگتا ہے۔ علی۔

علی...... سورۃ الناس پڑھو عالیہ

عالیہ...... پہلے ایک حسد تھا میرے دل میں...... پھر آہستہ آہستہ میں ہر اس چیز سے جلنے لگی جو مجھے میسر نہ تھی بہتر شکل والی عورت...... مجھ سے اچھا مکان۔ مجھ سے اچھی کار...... اب کیا کیا گنواؤں میں۔ کس کس چیز کی خاطر غرق رہی ہوں حسد میں؟

علی...... لیکن تمہیں یہ احساس کمتری کیسے ہوا۔

عالیہ...... بتا دوں تمہیں۔ میں نے ساری عمر کبھی کسی کو ایکس پلے نیشن نہیں دی......

علی...... بتا دو۔ شائد دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

عالیہ...... میں تو وہ عورت ہوں علی جو تم لوگوں کی نیکی دین داری...... وضع دار...... ہر چیز سے جلی ہوں۔

علی...... لیکن آخر کیوں؟

عالیہ...... جب...... میرا اور حفظہ کا رشتہ ایک ہی گھر میں طے ہونے والا تھا تب تم ہمارے گھر آئے تھے۔ قاسم سے پہلے...... اور میرا خیال تھا کہ۔ کہ۔ کہ۔ تم۔ سے، علی بیوقوف تھی...... انتہائی بیوقوف...... میں نے تمہاری تصویر سجائی دل میں......

علی...... لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

عالیہ...... ہوا۔ ایسے ہی ہوا اور حفظہ کے خلاف تمہارے خلاف...... ایک سوتا پھوٹا نفرت کا۔

علی...... عالیہ......

عالیہ...... لیکن اس سانپ نے پھر کئی انڈے بچے دیئے اور میں سب سے جلنے لگی...... اگر میں کبھی عالیہ سے ملتی تو میں اس سے بھی جلتی تم جانو علی حسد کیا بلا ہے؟ اس کی آگ سے کیسے کیسے انگارے نکلتے ہیں۔ ان انگاروں سے کیسے کیسے شعلے جھڑتے ہیں۔

(اب پہلی مرتبہ عالیہ کی آنکھوں سے آنسو جھڑنے لگتے ہیں اور وہ انتہائی بیچاری اور کمزور لگتی ہے۔)

عالیہ...... تم لوگ تو نیک ہو نمازی پرہیزگار ہو علی تمہارا تو سارا گھرانہ بہشت میں رہتا ہے تمہیں کیا معلوم...... گناہگار جلنے والے کن گرم موسموں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

علی...... بیٹھ جاؤ عالیہ

(عالیہ بیٹھتی ہے۔)

عالیہ...... اب چلے جاؤ علی...... یہ ایک آخری راز بھی عیاں ہو گیا قاسم تم نے ساتھ چھوڑ کر میرے ضبط کا بڑا پھاٹک بھی کھول دیا اب کیا رہا ہے عالیہ میں...... انا کے تمام سفر ختم ہوئے۔ جلن کی تمام منزلیں پیچھے رہ گئیں...... اب کس سہارے پر چلو گی عالیہ۔ کس سہارے پر۔

(علی بابا جاتا ہے۔)

علی...... میں حفظہ کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں عالیہ۔ اگر ہو سکے تو اس کے گلے لگ کر خوب رونا۔

(عالیہ کے چہرے پر آنسو رواں ہیں وہ نفی میں سر ہلاتی ہے۔ تصویر منجمد ہوتی ہے۔ ٹیلپ آتے ہیں۔)

کٹ

کردار

عابدہ .... تنہائی کا شکار۔ شادی شدہ زندگی سے متنفر عورت۔ عمر چالیس کے قریب

عبدالستار .... نوجوان جیب کترا۔ زندہ ضمیر کا آدمی۔ عمر تیس سال

چوکیدار .... کوٹھی والوں کا چوکیدار

عورت .... ستار کے محلے کی عورت

شوہر .... ایک مسافر

بیوی .... شوہر کو خدا حافظ کہنے کے لئے پلیٹ فارم پر موجود

ہاجراں .... ستار کی کزن

بیگم .... بے گھر عورتوں کا ادارہ چلانے والی منتظم

خورشید .... ایک نیم دیوانی عورت

اور ...... دوسرے امدادی کردار

سین ۱ آؤٹ ڈور ـــــ دن

(سٹیشن کے باہر کیمرہ تمام سٹیشن کی بلڈنگ کو پین کرتا ہوا دکھاتا ہے۔ پھر عبدالستار کو فولو کرتا ہے۔ عبدالستار ایک گھاگ جیب کترا ہے لیکن چہرے سے شیطان صفت نہیں لگتا۔ بلکہ معصوم صورت ہے۔ اس وقت اس نے شلوار قمیض اور گرم جیکٹ پہن رکھی ہے اور پان کھا رہا ہے۔ کیمرہ اس کے تعاقب میں رہتا ہے۔ وہ بکنگ کلرک کی کھڑکی پر آتا ہے اور ایک پلیٹ فارم ٹکٹ مانگتا ہے۔)

ستار .... ایک پلیٹ فارم ٹکٹ۔

(ٹکٹ کلرک اسے ٹکٹ دیتا ہے۔)

ـــ کٹ ـــ

سین ۲ آؤٹ ڈور ـــــ دن

(سٹیشن کی اوپر جانے والی سیڑھیاں۔ ستار سیڑھیوں پر اوپر کی طرف جا رہا ہے سیڑھیوں پر رش ہے ابھی کوئی ٹرین آئی ہے۔ وہ نظروں سے لوگوں کو جانچتا ہے اور پل پر پہنچتا ہے۔ یہاں دو آدمی بڑے جوش سے بغل گیر ہو رہے ہیں۔ لوگوں کا رش ہے۔ ستار ان دو پرجوش ملاقاتیوں میں سے ایک کے کرتے کی سائیڈ جیب سے بٹوہ چرا لیتا ہے۔)

ـــ کٹ ـــ

سین ۳ آؤٹ ڈور ـــــــــ دن

(پلیٹ فارم پر اس وقت قدرے فراغت ہے مین پلیٹ فارم سے ہٹ کر ایک بنچ پر ایک میاں بیوی بیٹھے ہیں۔ ستار کے ہاتھ میں وہ بٹوہ ہے جو اس نے کچھ دیر پہلے پل کے اوپر چرایا تھا۔ اس وقت وہ بٹوے میں سے نوٹ نکال کر گنتا ہے۔ اس میں سو سو کے چار نوٹ اور کچھ ریز گاری ہے۔ ساتھ ہی ایک شناختی کارڈ بھی نکلتا ہے۔ بٹوے کے ایک کونے سے دو چار الائچیاں بر آمد ہوتی ہیں جو ستار منہ میں ڈالتا ہے اور بٹوے کو معہ شناختی کارڈ کے ٹرین کی لائن پر پھینک دیتا ہے۔ کیمرہ اس بٹوے کا کلوز اپ دکھاتا ہے۔ ستار ایک کھمبے کے ساتھ لگ کر سگریٹ جلاتا ہے اور میاں بیوی کو کنکھیوں سے دیکھتا ہے۔ کیمرہ ستار کو بیک گراؤنڈ میں رکھ کر میاں بیوی پر آتا ہے۔ بیوی رو رہی ہے۔ یہ ایک ماڈرن لڑکی نما عورت ہے اور اس کا شوہر چہرے مہرے سے سی ایس پی آفیسر لگتا ہے۔ تمام ڈائیلاگ سپرامپوز کئے جائیں گے۔)

بیوی .... میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

شوہر .... ۔سمجھنے کی کوشش کرو سائرہ۔ ہم یہ تجربہ کتنی بار کرتے رہیں گے۔

بیوی .... میں آپ سے محبت کرتی ہوں..... میں آپ سے دور نہیں رہ سکتی۔ کبھی نہیں۔

شوہر .... (دکھ کے ساتھ) ہم دونوں کے رشتے کے لئے محبت ذرا ثقیل لفظ ہے۔

بیوی .... (روتے ہوئے) مجھے ہے نا محبت میں جانتی ہوں۔

شوہر .... ۔دراصل اگر تم سمجھنے کی کوشش کرو تو..... یہ بات صاف عیاں ہے..... میں اپنے آپ سے محبت کرتا ہوں اور تم اپنے آپ سے محبت کرتی ہو..... اور چونکہ ہم دونوں اپنے آپ سے محبت کرتے ہیں اس لئے ہم کسی اور سے محبت نہیں کر سکتے۔

بیوی .... لیکن مجھے..... آپ سمجھ نہیں سکے میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔

شوہر .... صرف الفاظ بدل لو سائرہ ...... جس وقت میں تم سے اظہار محبت کرتا ہوں اور تمہارے اپنے سیلف کو تقویت ملتی ہے ' اس وقت تمہیں مجھ پر پیار آجاتا ہے جسے تم محبت سمجھتی ہو۔

بیوی .... آپ مجھے چھوڑ کر اسلام آباد نہیں جا سکتے۔

شوہر .... دیکھو سائرہ جب بھی انسان کسی سے محبت کرتا ہے ' وہ اپنی زندگی چھوڑ کر دوسرے کی زندگی ' شخصیت ' حالات ' نظریئے سب کچھ اپنانے لگتا ہے۔ محبت اپنے آپ کو سرنڈر کرنے کا نام ہے اور یہ ہم دونوں میں ممکن نہیں۔

بیوی .... کیوں کیوں کیوں۔

شوہر ...... کیونکہ ہماری تربیت بدقسمتی سے اور طرح ہو گئی ہے۔ ہمیں محبت سے زیادہ اپنی اپنی آزادی پسند ہے۔ میں اپنے نظریوں سے محبت کرتا ہوں ' تم اپنے خیالات کو درست سمجھتی ہو۔

بیوی ...... مجھے ایک چانس اور دو..... پلیز۔

شوہر ...... (محبت سے لیکن سرد مہری کے ساتھ اس کے سر پر پیار دے کر) تم اپنی طرز کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہو اور مجھ سے بھی محبت قائم رکھنا چاہتی ہو۔ میں بھی اپنی طرز زندگی بدلنا نہیں چاہتا اور تمہیں خوش رکھنا چاہتا ہوں۔ روز کے چھوٹے چھوٹے اختلافات سے بہتر ہے ایک بڑا اختلاف ہو اور بس۔ ٹھاہ۔

(اس دوران جب بیوی زور زور سے رومال میں آنسو پونچھ رہی ہے اور شوہر اس سے علیحدہ ہونے کی کوشش کر رہا ہے ' ستار بنچ کی پچھلی طرف آتا ہے۔ بیوی کا بٹوہ لمبے سٹریپ والا ہے اور بنچ کی پچھلی جانب لٹک رہا ہے۔ وہ اسے کھولتا ہے چند نوٹ اور ایک انگوٹھی نکالتا ہے۔ کیمرہ نوٹ اور انگوٹھی کو کلوز اپ لیتا ہے۔ ستار آگے نکل جاتا ہے۔ میاں بیوی پر دوبارہ کیمرہ آتا ہے۔)

بیوی .... میں آپ کی ہر بات مانوں گی عارف۔

شوہر .... تم جب مجھے خوش کرنے کے لئے میری ہر بات مانو گی تو تمہارا وجود بنجر ہو جائے گا۔ اپنی خوشی سے اپنے جذبے سے غلام ہونا اور مقام ہے اور زبردستی کسی کا اپنے آپ کو غلام کرنا ایک اور بات ہے سائرہ۔

(اس وقت ٹرین آتی ہے۔ شوہر بھاگ کر اس کے ائر کنڈیشنڈ ڈبے میں چڑھتا ہے اور خدا حافظ کے انداز میں ہاتھ ہلاتا ہے۔ بیوی کھڑی رہ جاتی ہے اور آہستہ آہستہ بولتی ہے۔)

بیوی.......... تم سمجھتے ہو اسلام آباد بہت دور ہے۔ میں وہاں نہیں آ سکتی...... تمہارا باپ بھی مجھے گھر سے نکال نہیں سکتا۔ میں آؤں گی آؤں گی آؤں گی۔

(غم اور غصے سے رومال ہلاتی ہے۔ ٹرین چلتی ہے کیمرہ دور جاتے ہوئے ستار کو جو ٹرین کے ساتھ ساتھ جا رہا ہے' دکھاتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۴ آؤٹ ڈور —— رات

(پلیٹ فارم بالکل سنسان ہے۔ ایک بنچ پر ستار بیٹھا ہے اور قریباً سو چکا ہے۔ اس وقت ایک ٹرین آتی ہے جو قریباً خالی ہے۔ اس میں سے عابدہ اترتی ہے۔ عابدہ کراچی کی ماڈرن عورت ہے اور کسی کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نے پولکا ڈاٹ کی بڑی سی چادر اوڑھ رکھی ہے اور وہ بہت ڈری ہوئی ہے۔ جس وقت عابدہ اترتی ہے، ٹرین کے شور سے ستار کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ عابدہ کو دیکھتا ہے جس کے کندھے پر پرس کے علاوہ ایک ہلکا سا بیگ ہے۔ عابدہ ڈری ڈری پلیٹ فارم پر نظر دوڑاتی ہے۔ پھر باہر جانے کا راستہ اختیار کرتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۵ آؤٹ ڈور —— رات

(عابدہ سیڑھیاں چڑھ کر ٹکٹ چیکر تک آتی ہے اور اپنا ٹکٹ چیکر کو دیتی ہے پھر خوف سے پیچھے دیکھتی ہے۔ پیچھے ستار اپنا ٹکٹ بڑھائے کھڑا ہے۔ دونوں پل پر چلتے ہیں۔ عابدہ خوف زدہ ہے اور ستار

کی نظر اس کے لٹکے بیگ اور پرس پر ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۶ آؤٹ ڈور —— رات

(سٹیشن کا بیرونی حصہ۔ ستار اشارے سے ایک ٹیکسی کو بلاتا ہے وہ آ کر رکتی ہے۔ وہ سامنے بیٹھتا ہے۔ پھر شیشے کو اتار کر عابدہ کو کہتا ہے)

ستار۔ آج ٹیکسی کی ہڑتال ہے۔ آپ کو سواری نہیں ملے گی۔
عابدہ۔۔ (منہ پھیر کر) کوئی بات نہیں۔
ستار۔ ہم دونوں کرایہ بانٹ لیں گے۔ آپ مجھ پر اعتبار کریں۔
عابدہ۔۔ جی میں چلی جاؤں گی۔
ستار۔ سوچ لیجئے ہڑتال ہے۔ ٹیکسی ملے گی نہیں۔ یہ میرے دوست کی ٹیکسی ہے۔
(چند لمحے سوچتی ہے پھر ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتی ہے۔ ٹیکسی چلتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۷ آؤٹ ڈور —— رات

(ٹیکسی گلبرگ میں دو تین گھروں میں داخل ہو کر باہر نکلتی ہے۔ پھر ٹیکسی ایک بڑی شاندار کوٹھی میں داخل ہوتی ہے۔ یہاں ٹیکسی پورچ میں جاتی ہے۔ برآمدے میں ایک چوکیدار سو رہا ہے۔ عابدہ اترتی ہے۔)

عابدہ .... چوکیدار...... چوکیدار صاحب.......
(چوکیدار ہڑبڑا کر اٹھتا ہے۔)

چو کیدار ......جی صاحب۔

عابدہ ...... یہ فیاض چودھری صاحب کی کوٹھی ہے ؟

چو کیدار......جی جی............

عابدہ ...... انہیں بتاؤ کہ ان کے مہمان آئے ہیں کراچی سے۔

چو کیدار...... وہ جی...... سارا فیملی اس جمعرات کو لندن چلا گیا جی۔

عابدہ ...... کہاں ؟

چو کیدار......لندن۔

عابدہ ...... تو ان کا گیسٹ ہاؤس کھول دو۔

چو کیدار...... سارا گھر بند ہے جی۔ گیسٹ ہاؤس بھی۔

ستار...... (کھڑکی سے چہرہ نکال کر) بی بی یہاں تک کا کرایہ ادا کر دیجئے۔ یہاں سے آگے میں خود پے منٹ کر دوں گا۔

عابدہ ...... (پاس آکر) مجھے سمجھ نہیں آرہی کیا کروں۔

ستار...... (باہر نکلتے ہوئے) خیر ہے؟

عابدہ...... وہ ...... وہ بات یہ ہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ فیاض چودھری لندن چلے گئے ہیں۔ میں اپنے میڈیکل چیک اپ کے لئے آئی تھی لاہور۔ میں بیمار ہوں۔

ستار...... میں آپ کو کسی ہوٹل میں پہنچا دیتا ہوں۔

عابدہ ...... (ہچکچاہٹ کے ساتھ) مشکل یہ ہے کہ...... جس فیملی کو میں بی لانگ کرتی ہوں' وہ ہوٹلوں میں ٹھہرنے کو برا سمجھتے ہیں۔

ستار...... اگر آپ ایک چھوٹے سے محلے کے معمولی سے گھر میں رہنا پسند کریں تو میرا گھر حاضر ہے۔

عابدہ ...... نہیں جی میں کچھ نہ کچھ کرلوں گی۔

ستار...... میری بیوی آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دے گی۔ رات بسر کرلیں۔ صبح کوئی ٹھکانہ ڈھونڈ لیجئے گا۔

عابدہ ...... (قدرے ملائم ہو کر) میرا خیال ہے کہ شائد میں آپ کے ساتھ ہی چلوں۔

ستار...... یہی دانائی ہے کیونکہ رات کافی گزر چکی ہے۔

عابدہ......جی

(دونوں ٹیکسی کی جانب جاتے ہیں۔ ستار کی نگاہیں عابدہ کے لٹکتے ہوئے پرس پر ہیں۔)

ستار......بات یہ ہے جی ہمارے گھر میں ٹھاٹھ باٹ کوئی نہیں۔ معمولی سا گھر ہے غریب آدمی کا...... لیکن کبھی کبھی کسی معمولی آدمی پر بھی بھروسہ کر لینا چاہئے۔

عابدہ...... کوئی بات نہیں جی

(یہ باتیں کرتے ہوئے وہ ٹیکسی میں بیٹھتے ہیں۔ ٹیکسی روانہ ہوتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۸ آؤٹ ڈور —— رات

(عابدہ اور ستار مستی گیٹ کے اندر دور تک جاتے ہیں۔ پھر ایک پرانے مکان کے سامنے ستار رکتا ہے اور چابی سے تالا کھولتا ہے)

—— کٹ ——

سین ۹ ان ڈور —— رات

(مکان کے اندر ایک کمرے کا گھر جس میں ایک طرف چارپائی بچھی ہے۔ چند ٹین کی کرسیاں ہیں جابجا برتن اور گند پڑا ہے۔ اور کونے میں تیل کا چولہا ہے۔ بریکٹ پر چند برتن ہیں۔ پیچھے ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جس پر براؤن پالش ہے اور رسی کے ساتھ لکیروں والا پردہ ڈوری میں بندھا سامنے کھچا ہے۔ ستار اس وقت بہت شرمندہ ہے اور عابدہ الگ پریشان کھڑی ہے)

ستار......ہم دونوں کے پاس چابی ہوتی ہے تالے کی۔ میری بیوی بڑی ڈرپوک ہے۔ محلے میں مائی جیناں کے پاس چلی جاتی ہے۔ وہ اسی طرح محلے میں چلی جاتی ہے' اگر مجھے دیر ہو جائے تو۔

عابدہ......اتنی رات گئے؟

ستار......میں فیصل آباد گیاہوا تھا چاچا غفور کے پاس میری بیوی کو معلوم نہیں تھا میں آنے والا ہوں۔

عابدہ......تو آپ انہیں بلالائیں پلیز۔

ستار......ابھی ایک منٹ میں (رک کر) اب آپ میری بیوی کو دیکھ کر ہنسنا نہیں۔ وہ سیدھی سادی گھریلو عورت ہے۔ غریب سی۔

عابدہ...... نہیں نہیں۔ آپ نے مجھ پر اتنی مہربانی کی ہے میں آپ کی بیوی پر ہنسوں گی؟

ستار......ابھی......ابھی لایا...... آپ آرام سے لیٹ جائیں۔ فکر نہ کریں دروازہ اندر سے بند نہ کریں۔ میں باہر سے تالا لگا جاؤں گا۔

عابدہ......اچھاجی............

(ستار جاتا ہے۔ باہر سے تالا لگانے کی آواز آتی ہے۔ اس وقت عابدہ گھبرائی ہوئی کمرے میں کھڑی ہے' جیسے وہ اس طرح کے ماحول کی عادی نہیں۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہے۔ اب غسل خانے کا دروازہ کھول کر ایک بلی اندر آتی ہے۔ عابدہ چیخ مارتی ہے۔ بلی لوٹ کر غسل خانے سے باہر نکل جاتی ہے۔ اب عابدہ غسل خانے کا دروازہ بند کرتی ہے اور گھبرا کر پلنگ پر بیٹھتی ہے۔)

کٹ

سین ۱۰ آؤٹ ڈور ـــــ رات

(رات کا وقت ہے۔ ایک گلی میں ستار چلتا جارہا ہے۔ گلی کی دوسری طرف سے دو آدمی آتے ہیں۔ یکدم ان میں سے ایک آدمی بھاگتا ہے۔ دوسرا "چور چور" کرتا ہوا اس کے پیچھے بھاگتا ہے۔ اس وقت سیٹی کی آواز آتی ہے۔ جس طرف سے آدمی آئے تھے' ادھر سے ایک سپاہی بھاگتا آتا ہے۔ وہ دونوں آدمی جاچکے ہیں' صرف ستار کھڑا ہے۔ وہ سپاہی کو دیکھ کر بھاگتا ہے۔ سپاہی اس کا تعاقب کرتا ہے۔ گلی میں دور تک سپاہی ستار کا پیچھا کرتا ہے)

ـــــ کٹ

سین ۱۱ ان ڈور ـــــ رات

(رات کا وقت ہے۔ ایک نوجوان عورت اپنے چار سال کے بچے کو سلانے کے عمل میں ہے اور اسے تھپک رہی ہے۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے۔)

عورت......کون ہے؟

ستار......(آف کیمرہ) میں.........ستار

(عورت اٹھ کر جاتی ہے اور دروازہ کھولتی ہے۔ ستار اندر آتا ہے اور دروازہ بند کرتا ہے)

ستار......(چوروں کی مانند) سلام علیکم مامی

عورت......وعلیکم۔

ستار......ماما کہاں ہے؟

عورت......لے وہ کبھی اس وقت گھر آیا ہے؟ اس وقت تو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ تاش کھیلتا ہے۔

ستار......وہ بات یہ ہے مامی.........

عورت......دیکھ مجھ سے ادھار نہ مانگنا۔ میرے پلے تے اکنی بھی بندھی ہوئی نہیں ہے۔

ستار......بات یہ ہے.........

عورت......کوئی ڈھنگ کا کام کر ستار۔ ادھار شدھار پر زندگی نہ بنا۔

ستار......اوئے ہوئے مامی کبھی سن بھی لیا کر کسی کی۔

عورت......اچھا سنا' کیا سناتا ہے۔ آج تک تو کوئی ڈھنگ کی بات سنی نہیں تیرے منہ سے۔

ستار......میرے ساتھ زنانی سواری ہے۔ رات کی رات اسے رکھ لے اپنے پاس (ٹھوڑی کو ہاتھ لگا کر) میری پیاری مامی

عورت......ہائے کس عورت کو بھگا کر لایا ہے تو۔

ستار...... آہستہ بول آہستہ شریف زادی ہے۔ امیر زادی تیری میری طرح بھکی ننگی نہیں ہے۔ گٹ پر گھڑی بندھی ہوئی ہے بالوں کا جوڑا کیا ہوا ہے۔

عورت......تو پھر تو کس سائی پر اسے ساتھ لایا ہے۔ بتا چکر کیا ہے۔

ستار......ہولی بول۔ اتنی بات ہے کہ وہ ٹرین سے اتری ٹیکسیوں کی ہڑتال تھی۔ میں نے ٹیکسی میں بٹھالیا۔

عورت......ہائے اتنا شریف تو بھی نہیں کہ بغیر مطلب کے ہی بٹھالیا۔

ستار......چل میں شریف نہ سہی' وہ تو شریف ہے۔ رات کی رات کا آسرا دیدے مامی۔

عورت......نہ بابا تیرا ماما گھر نہیں۔ کیا پتہ دومنٹ میں پولیس آجائے میں تیرے کاموں میں دخل نہیں دے سکتی کوئی۔

ستار......میں یہاں نہیں رہوں گا' وہ رہے گی رات کی رات اکیلی۔

عورت......دیکھو ستار ہمارے پاس عزت کے سوائے اور کیا ہے۔ نہ بیٹا اپنا ٹھکانہ کہیں اور تلاش کر۔

ستار......اوئے ہوئے مامی رات کی رات۔

عورت......لے رات کوئی چھوٹی ہوتی ہے۔ جا بھئی اللہ تجھے خوش رکھے۔

ستار......اچھا مامی خدا حافظ۔

عورت......راستے میں تیرا ماما بشیر ملے تو اسے کوئی مت دینا گھر کی خبر بھی لیا کرے کوئی......

(ستار سر کھجلاتا جاتا ہے)

—— کٹ ——

سین ۱۲ ان ڈور ——— رات

(رات کا وقت ہے۔ ایک ٹوٹے پھوٹے گھر کے اندر سیڑھیاں چڑھ کر ایک چھوٹے سے کمرے میں ستار داخل ہوتا ہے۔ یہاں ایک بوڑھا بیٹھا حقہ پی رہا ہے۔)

ستار......سلام چاچا برکت

چاچا......وعلیکم جوان۔ آج کدھر۔

ستار......بس میں نے سوچا بڑے دن ہوگئے' چاچا برکت کو سلام نہیں کیا۔

چاچا......ہم سب روٹی کھا چکے ہیں جوان بھانڈے ٹینڈے اکٹھے کر کے ہاجراں بھی لمی پے گئی ہے۔

ستار......لے چاچا۔ میں نے تو سٹیشن پر ہی روٹی کھالی تھی۔

چاچا......کیا کھایا تھا اسٹیشن پر۔

ستار......نان کباب اور کشمیری چائے۔

چاچا......عیش کرتا ہے پٹھے۔ نان کباب اور کشمیری چائے اور کبھی تجھے خیال نہیں آیا کہ آدھا نان اور چار کباب بڈھے چاچے کے لئے بھی لے چلوں ہیں؟ کبھی تیری کمائی سے چاچے کے لئے چار پیسے کی سوغات نہیں آئی۔

(ستار کھسکتا کھسکتا اندر کمرے میں جاتا ہے۔)

ستار......تو فکر نہ کر چاچا۔ لاؤں گا۔ درجن کباب لاؤں گا تیرے لئے اور روغنی نان بھی۔

(اندر والے کمرے میں جاتا ہے۔ ہاجراں کھیس اوڑھے سونے ہی والی ہے۔)

ہاجراں......ہائے میں تو ڈر ہی گئی۔

ستار......ساری عمر ٹھٹھیروں کے محلے میں رہی اور ذرا سے کھڑاک سے ڈر گئی۔ اٹھ چل میرے ساتھ۔

ہاجراں......کہاں؟

ستار......اوئے چل پوچھ کیا رہی ہے۔

ہاجراں......اس وقت؟

ستار......کیوں تو میرے چاچے کی دھی بہن نہیں ہے؟

ہاجراں......لیکن اس وقت مجھے چاچا نہیں جانے دے گا۔

ستار......کل آدھے گھنٹے کے لئے جانا ہے۔ چاچے کو میں منالوں گا۔

ہاجراں......لیکن کام کیا ہے۔

ستار......ایک زنانی میری مہمان ہے۔ رات اس نے میرے گھر رہنا ہے۔

ہاجراں......زنانی نے؟ ہو ہائے

ستار......ہو ہائے وائی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ شریف زادی ہے. رات کی رات رہے گی' صبح کوئی ٹھکانہ ڈھونڈ لے گی اپنا۔

ہاجراں......اچھا

ستار......لیکن بات یہ ہے کہ میں اسے بتاؤں کہ تو......یعنی تو میری بیوی ہے۔ رات کی رات کا کھیل ہے۔

ہاجراں......دفع دور۔

ستار......ہاجراں

ہاجراں......ہائے ہائے میری ماں تیرے ترلے کرتی مرگئی۔ تونے ہاں نہ کی۔ اب ایک زنانی کی خاطر میں تیری بیوی بن جاؤں وہ بھی جھوٹی موٹی کی۔ چل دور ہو۔

ستار......لے میں تو سمجھتا تھا کہ تجھے مجھ سے پیار ہے۔

ہاجراں......میں ایسے پیار کو تیلی نہ لگادوں جو کسی دوسری زنانی کے کام آئے۔ چل نکل یہاں سے۔

ستار......او بابا بات تو سن تجھے لے کر جاؤں گا اور پھر واپس چھوڑ جاؤں گا۔ بس ذرا اس کی تسلی ہو جائے گی کہ تو میری بیوی ہے......

ہاجراں......اتنے ترلے اتنی منتیں تو تو اپنی جان بھی بچانے کو نہ کرے پولیس کے آگے۔ کبھی تو نے اتنی عاجزی نہیں کی آج کیا بات ہے؟

ستار......(ہچکچاہٹ کے ساتھ) بات یہ ہے ہاجراں میں نے امیر لوگ دور دور سے دیکھے ہیں۔ کبھی کسی امیر عورت کے ساتھ ٹیکسی میں سفر نہیں کیا۔ خدا کی قسم میری تو اس کی شان دیکھ کر ہی گھگی سی بندھ گئی۔

ہاجراں......تو پھر جا اس کے آگے پیچھے ہاتھ باندھ میرے پاس کیوں آگیا ہے۔

ستار......وہ بیمار ہے۔ اپنے میڈیکل چیک اپ کے لئے لاہور آئی ہے۔

ہاجراں......اللہ کرے مر ہی جائے۔

ستار......میرے ساتھ نہیں جانا نہ سہی کیوں بد دعائیں تو نہ دے اسے۔

ہاجراں......اچھا بابا ہمیں بخش۔ خوامخواہ آدھی رات کو آگیا۔ نہ آگے نہ پیچھے۔

ستار......تو نہیں چلے گی ہاجراں۔

ہاجراں......میری جاتی ہے جوتی۔

ستار......اور میں بھی تجھے لے جا کر کون سا راضی ہوں۔ اسی کھیس تلے لیٹ لیٹ کر بڈھی ہو جائے گی۔ تجھے کوئی لے جانے والا آئے گا ہی نہیں نہیں جاتی نہ سہی۔

(ستار چلا جاتا ہے)

ہاجراں......دفع دور۔ جیب کترا، بدمعاش، لفنگا

—— کٹ ——

سین ۱۳ آؤٹ ڈور —— گہری رات

(رات بہت بھیگ چکی ہے۔ ہم مکان کے بیرونی حصے پر آتے ہیں۔ ستار مکان کی بیرونی سیڑھیوں پر بیٹھا ہے۔ وہ ایک لمبی جمائی لیتا ہے پھر نیند سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگاتا ہے۔ پھر جیب سے ہی پان نکال کر کھاتا ہے۔ اب وہ پھر جمائی لیتا ہے اور جیب سے چابیاں نکال کر آہستہ سے تالا کھولتا ہے اور اندر جاتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۱۴ ان ڈور —— وہی وقت

(عابدہ گہری نیند سوئی ہوئی ہے۔ ستار آہستہ آہستہ اندر آتا ہے۔ وہ عابدہ کے سرہانے جاتا ہے۔ عابدہ کا پرس چارپائی کے پائے کے ساتھ لٹک رہا ہے۔ ستار آہستہ سے پرس کھولنے کی کوشش کرتا ہے۔ یکدم عابدہ کی آنکھ کھلتی ہے۔ وہ تعجب سے ستار کو دیکھتی ہے۔ ستار کچا ہو جاتا ہے)

ستار......مچھر...... آپ کو تو مچھروں نے خوب ستایا ہو گا۔

عابدہ......(اپنے ماتھے پر مچھر مارتے ہوئے) کوئی بات نہیں جی۔ آپ کی وائف آگئی ہیں۔

ستار......اب میں آپ کو کیا بتاؤں۔ رشیدہ تو ماسی کو لے کر ہسپتال گئی ہے۔ جب میں گھر آیا تھا تبھی میرا ماتھا ٹھنکا تھا۔

عابدہ......ماسی کو لے کر......

ستار......ماسی جیناں کو لے کر......ماسی بھی عجیب شے ہے۔ بھڑکتی رہتی ہے بھڑکتی رہتی ہے۔ ٹانگ تڑوالی ناں

آخر۔

عابدہ...... آپ کا مطلب ہے کہ ماسی جیناں کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے اور آپ کی بیگم ماسی کو لے کر ہسپتال گئی ہے۔

ستار......واہ بہت جلدی سمجھ گئیں آپ۔

عابدہ......(اٹھ کر پرس اور بیگ اٹھاتی ہے) اچھا جی تو اس صورت میں تو میں یہاں نہیں رہ سکتی۔ آپ مجھے ٹیکسی منگوا دیں' میں کسی ہوٹل میں چلی جاؤں گی۔

ستار......شاید آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے حالانکہ میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے آپ بے اعتباری کریں۔ آپ کو شاید یقین نہ آئے لیکن امیر آدمی کو دیکھ کر تو ویسے ہی غریب آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے' اپنی بدی بھی............

عابدہ......نہیں جی یہ بات نہیں ہے دراصل......ہماری سوسائٹی میں یعنی ہم جیسوں کے ماحول میں یہ بڑی معیوب سی بات ہے کہ دیکھیں ناں............

ستار......آپ دروازہ اندر سے بند کر لیں۔ باہر سے میں تالا لگا دوں گا۔ صبح صبح میں آپ کو سٹیشن لے جاؤں گا۔ آپ آسانی سے واپس کراچی جا سکتی ہیں۔

عابدہ......(اٹھتی ہے۔ پھر بیٹھ جاتی ہے) لیکن.........

ستار......رات بہت جا چکی ہے۔ صبح رشیدہ بھی واپس آجائے گی ہسپتال سے۔ ویسے بھی ہڑتال ہے ٹیکسیوں کی۔

عابدہ......اچھا

ستار......(باہر جاتے ہوئے) دروازے میں دو چٹخنیاں ہیں۔ دونوں لگا لیجیے اور جب تک میں تین دفعہ سیٹی نہ بجاؤں' آپ دروازہ نہ کھولیں ————

——(سیٹی بجا کر دکھاتا ہے) ایسے۔

(عابدہ کے چہرے پر مسکراہٹ آتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۱۵ آؤٹ ڈور —— صبح کا وقت

(ایک بیکری میں داخل ہو کر ستار ڈبل روٹی اور مکھن وغیرہ خریدتا ہے) —— کٹ

سین ۱۶ آؤٹ ڈور —— صبح کا وقت

(ستار کے ہاتھوں میں ڈبل روٹی' مکھن اور پوری حلوہ کے دو تین لفافے ہیں۔ وہ تالا کھولتا ہے اور تین مرتبہ سیٹی بجاتا ہے۔ دروازہ کھلتا ہے)

—— کٹ ——

سین ۱۷ ان ڈور —— صبح کا وقت

(عابدہ تیار کھڑی ہے اور ستار کے چہرے پر ہلکا سا رنج ہے' جیسے وہ رات کو پرس میں سے کچھ نہ چرانے پر اداس ہو)

عابدہ......اب میں چلی جاؤں گی۔

ستار......لیکن کہاں؟

عابدہ......مجھے اپنا میڈیکل چیک اپ کرانا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ مجھے کینسر ہے۔

ستار......یہ بہت بڑا شہر ہے۔ انجانے لوگوں کو ایسے نگل جاتا ہے ایسے.....

عابدہ......آپ کی بیوی ہوتی تو اور بات تھی۔ اب میں یہاں کیسے رہ سکتی ہوں؟

ستار......لیکن آپ جائیں گی کہاں؟

عابدہ......(پرس سے ایک پرچی نکال کر) ہسپتال......اور کہاں۔

ستار......آپ......آپ لاوارث ہیں؟ آپ کے ساتھ کوئی بھی نہیں آیا۔

عابدہ......بس کچھ ایسا ہی سمجھ لیجیے۔

ستار......لیکن............

عابدہ......بس آپ مجھے جانے دیں......میں ساری باتیں ایک اجنبی کو کیسے بتا سکتی ہوں۔

ستار......جی......یہ بھی آپ ٹھیک کہتی ہیں۔

عابدہ...... اچھاجی سلام علیکم

ستار...... گلی کے آخر میں جہاں ویڈیو میوزک شاپ ہے'وہاں پہنچ کر بائیں مڑ جایئے گا۔ بیس قدم پر بس شاپ ہے۔

عابدہ...... شکریہ

—— کٹ ——

سین ۱۸ آؤٹ ڈور —— دن

(ستار بس شاپ پر کھڑا ہے اور جیب کاٹنے کی غرض سے سواریوں کو تاڑ رہا ہے۔ ایک مالدار سا شخص بس پر چڑھتا ہے۔ ستار اس کے تعاقب میں بس پر چڑھتا ہے)

—— کٹ ——

سین ۱۹ آؤٹ ڈور —— دن

(دارالامان کے سامنے عابدہ پہنچتی ہے۔ پھر حفاظت کی ماری اپنے پرس اور کپڑوں والے چھوٹے بیگ کو پھر سے کندھوں پر ٹھیک کرتی ہے۔ اس کے بعد وہ اندر جاتی ہے)

—— کٹ ——

سین ۲۰ ان ڈور —— دن

(اس وقت دارالامان قسم کے ادارے میں عابدہ دفتر میں موجود ہے

یہاں ہیڈ مسٹرس قسم کی ایک بڑی منظم عورت موجود ہے' جس نے جوڑا کر رکھا ہے اور ساڑھی بھی پہنی ہوئی ہے۔ اس کے زیادہ بال سفید ہیں اور وہ چہرے سے قدرے مکار لگتی ہے)

بیگم...... میں نے تمہاری ساری رام کہانی سنی ہے بیٹی یہ درست ہے کہ اگر سسرال میں لوگ قدر نہ کریں اور شوہر بھی اچھا نہ ہو تو گزارہ مشکل ہے' لیکن تم نے اپنے والدین کو اطلاع کیوں نہ دی۔

عابدہ...... میرے والدین نہیں ہیں صرف ایک بھائی ہے وہ لندن میں رہتا ہے۔

بیگم...... یہاں لاہور آپ کیوں آئیں؟

عابدہ...... میرے چچا رہتے ہیں لاہور میں۔ میرا خیال تھا کہ وہ...... کچھ دیر کیلئے میرا آسرا بنیں گے لیکن وہ بھی لندن جا چکے ہیں۔

بیگم...... تو آپ واپس کراچی بالکل نہیں جانا چاہتیں۔

عابدہ...... جی نہیں اب میں اور ظلم برداشت نہیں کر سکتی۔

بیگم...... ٹھیک ہے ابھی آپ کی حالت ایسی نہیں ہے کہ آپ واپس جا سکیں۔ لیکن ہماری یہی کوشش ہو گی کہ آپ ہمارے پاس کچھ دن ٹھہرنے کے بعد اپنے گھر والوں کے ساتھ سمجھوتہ کر لیں۔ میں آپ کا سامان دیکھنا چاہوں گی۔

(وہ گھنٹی بجاتی ہے اور عابدہ کا پرس دیکھتی ہے اس میں سے بڑی مالیت کا زیور نکال کر میز پر رکھتی ہے اور حیران ہوتی ہے)

بیگم...... اس کی تو بہت قیمت ہو گی۔

عابدہ...... جی کئی لاکھ کا زیور ہے۔ میری مرحوم ماں کی نشانی ہے یہ۔

(بیگم واپس زیور بیگ میں ڈالتی ہے' اس وقت ایک پاگل سی شکل وصورت کی عورت آتی ہے۔ یہ عورت بھی بھاگ کر دارالامان میں آئی ہوئی ہے۔ وہ بیگم کو زیور واپس ڈالتے دیکھتی ہے)

بیگم...... خورشید

خورشید...... ہاں جی

بیگم...... یہ عابدہ بی بی ہیں۔ یہ تمہارے ساتھ کمرے میں رہیں گی۔انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دینا ورنہ مار پڑے گی۔

خورشید...... مجھے کیا ضرورت ہے۔ چلو

(ناک میں نسوار لے کر ہنستی ہے)

عابدہ...... (خوفزدہ ہو کر) کوئی اکیلا کمرہ نہیں ہے۔

بیگم...... سردست تو تمہیں کمرہ شیئر ہی کرنا پڑے گا

خورشید...... چلو بھئی رانی صاحبہ۔

—— کٹ ——

سین ۲۱ ان ڈور ——— رات

(رات کا وقت ہے۔ عابدہ ایسی چارپائی پر بیٹھی ہے جس پر صرف ایک تکیہ ہے۔ سامنے والی چارپائی پر خورشید بیٹھی املی کھا رہی ہے)

خورشید...... کھاؤ گی املی۔

عابدہ...... جی نہیں شکریہ۔

خورشید...... بڑی مزیدار ہے۔

عابدہ...... جی ضرور ہو گی۔

خورشید...... تم نے گھر کیوں چھوڑا۔

عابدہ...... بس ایسے ہی۔

خورشید...... (ہنستی ہے) کوئی گھر ایسے ہی نہیں چھوڑا مارتے ہیں۔ تمہارا میاں مارتا تھا کہ ساس۔

عابدہ...... کوئی بھی نہیں مارتا تھا۔

خورشید...... اولاد نہیں ہو گی۔

عابدہ...... بیٹا ہے میرا دس سال کا۔

خورشید...... تو پھر کیوں گھر چھوڑا تم نے۔

عابدہ...... بس۔

خورشید...... (ہنستی ہے) مرد دوسری زنانیوں کے پیچھے بھاگتا تھا؟ ہے ناں یہ ہے ناں، ہم بوجھ گئے ہم۔

عابدہ...... (نظریں جھکاتی ہے) ایسی بات بھی نہیں۔

خورشید... (حیران ہو کر) پھر کوئی نشہ پانی کا چکر تھا؟

عابدہ...... نہیں۔

خورشید...... تو کیا تم پاگل ہو۔ اللہ بلاوجہ گھر چھوڑ مارا پاگل ہو تم

(زور زور سے ہنستی ہے)

—— کٹ ——

سین ۲۲ ان ڈور —— شام کا وقت

(ستار اپنے ایک دوست کے گھر میں موجود ہے۔ یہ نوجوان بھی ستار کا ہم پیشہ ہے۔ دونوں ٹین کی کرسی پر ہاف سیٹ چائے رکھے چائے پی رہے ہیں، جس وقت کیمرہ کھلتا ہے، ستار جیب سے پان نکال کر کھاتا ہے)

ستار...... جب وہ اسٹیشن پر اتری تھی، تبھی میں نے بھانپ لیا تھا کہ وہ موٹی آسامی ہے۔

حبیب...... موٹی آسامی کا تمہیں کیا فائدہ ہوا۔ ایک رات گھر سے باہر گزارنی پڑی۔

ستار...... (سوچتے ہوئے) اس کے پرس میں لاکھ دو لاکھ کا زیور تھا۔ (ہاتھ مل کر) مجھ سے تھوڑی سی بھول ہو گئی ٹیکسی میں بڑا موقع تھا۔

حبیب...... تم نے کیسے اندازہ لگایا کہ... کہ اس کے پاس اتنا زیور ہے۔

ستار...... اتنا عرصہ ہو گیا یار اس کام میں، ابھی بھی مجھے پتہ نہیں ہو گا تو پھر کس کو معلوم ہو گا؟

حبیب...... پھر بھی؟

ستار ......جو عورت یا لڑکی گھر سے یوں نکلتی ہے' اس کے پاس اپنا زیور ضرور ہوتا ہے اور جس طبقے کی وہ عورت ہے اس کے پاس اتنا ہی زیور ہونا چاہئے تھا میری جان ۔

حبیب ......تو ایسی سونے کی چڑیا تم نے جانے کیوں دی زیور بیچ کر سیمنٹ کی ایجنسی لیتے ۔ اور یار روز روز ٹیشن پر جانے سے جان چھوٹتی پولیس کے خوف سے رہائی ملتی ۔

ستار ...... (سگریٹ سلگاتے ہوئے) یہی تو افسوس ہے سیدھا سیدھا پرس بھی چھینا جا سکتا تھا ۔ پتہ نہیں مجھے خیال کیوں نہ آیا حبیب ۔

حبیب ......علاج کرا اپنے دماغ کا ۔ ایسے دماغ کے ساتھ پولیس کے ہاتھوں لگ جائے گا کسی دن ۔

—— کٹ ——

سین ۲۳ ان ڈور ——— رات

(رات کا وقت ہے عابدہ بغیر بستر کے پلنگ پر سوئی ہوئی ہے ۔ صرف اس کے سرہانے کے نیچے اس کا پرس ہے ' جس کا سٹریپ تھوڑا سا نظر آتا ہے ۔ ساتھ والے پلنگ پر خورشید لیٹی ہوئی ہے ۔ جو بظاہر سو رہی ہے لیکن اندر سے جاگ رہی ہے ۔ وہ تھوڑی دیر بعد اٹھتی ہے اور عابدہ کی چارپائی تک دبے پاؤں جاتی ہے ۔ پھر آہستہ سے پرس اس کے سرہانے سے نکالتی ہے اور باہر کی طرف بھاگتی ہے اب عابدہ کی آنکھ کھل جاتی ہے ۔ وہ خورشید کے پیچھے بھاگتی ہے لمبی گیلری میں دونوں بھاگتیں ہیں ۔ عابدہ خورشید کو پکڑ لیتی ہے اور دونوں میں چھینا جھپٹی ہوتی ہے ۔ پھر عابدہ اپنا پرس چھین کر بھاگتی ہے)

—— کٹ ——

سین ۲۴ آؤٹ ڈور رات

(دار الامان کے پھاٹک سے عابدہ بھاگ کر باہر جاتی ہے ۔ ادارے کا دربان کچھ فاصلے سے سیٹی بجاتا اس کا تعاقب کرتا ہے ۔ عابدہ اور دربان دونوں بھاگ رہے ہیں ۔ دربان سیٹیاں بجاتا ہے)

—— کٹ ——

سین ۲۵ ان ڈور ——— دن

(اس وقت ستار اپنے کپڑے دھو کر کمرے میں بندھی ہوئی تار پر ڈال رہا ہے ۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے)

ستار .... آجاؤ ۔ آجاؤ بادشاہو ۔ کوئی پردہ نہیں

(عابدہ دروازہ کھول کر اندر آتی ہے ۔ اس وقت ستار کی کمر اس کی جانب ہے ۔ عابدہ رو رہی ہے) ۔

ستار . . . . سلام علیکم حبیب

(عابدہ روتی رہتی ہے)

ستار . . . . جواب دے کم بخت !

(مڑ کر دیکھتا ہے ۔)

ستار ..... آپ؟......

عابدہ...... جی......

ستار ......واہ بھئی میری قسمت بڑی اچھی نکلی ۔ آپ لوٹ آئیں آپی آپ (یکدم محسوس کرتا ہے جیسے اس نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے) بیٹھیں ناں بیٹھیں ۔ رو کیوں رہی ہو ۔

عابدہ...... (روتے ہوئے) میں گئی تھی ۔

ستار ......چیک اپ کروالیا...... میڈیکل چیک ؟ یہ آج کل ایسے ہی ڈاکٹر لوگ وہم میں ڈال دیتے ہیں ۔ میرے دوست حبیب کو بتا دیا تھا کہ اس کو کینسر ہے ۔ ہٹا کٹا ہے مشٹنڈہ کچھ نہیں ہوا اسے آج تک ۔

عابدہ......میں ہسپتال نہیں گئی تھی۔

ستار ....یعنی۔ آپ......میڈیکل چیک اپ کے لئے کسی ہسپتال میں نہیں گئی تھیں۔

عابدہ......نہیں............

ستار ......پھر آپ وہاں گئی تھیں جہاں ہفتہ بھر پہلے ہم رات کو ملے تھے یعنی اسٹیشن۔

عابدہ......نہیں بابا چپ کرو۔

ستار ......دیکھئے مادام! میں نے مانا آپ پریشان ہیں میں نے یہ بھی مانا کہ آپ بیمار ہیں۔ میں اچھا میزبان بننے کی کوشش کر رہا ہوں' آپ بھی اچھا مہمان ہونے کی کوشش کریں۔

عابدہ...... آئی ایم سوری............

ستار ......کوئی بات نہیں۔ یہ آج کے دور کا ایک مسئلہ ہے بڑا آدمی ضرورت مند بھی ہوتا ہے اور وہ احسان بھی لینا نہیں چاہتا کسی کا۔

عابدہ......یہ بات نہیں ہے۔

ستار ...... چلیئے پھر کوئی اور بات ہو گی مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ اپنی ساری انفرمیشن اپنے پاس رکھ سکتی ہیں۔

عابدہ......(روتے ہوئے)میرا............دراصل میں............دیکھیں میرا اس شہر میں کوئی نہیں ہے۔

ستار......(سرد مہری کے ساتھ) ظاہر ہے اس شہر میں تو کیا' آپ کا ساری دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

عابدہ......اسی لئے میں ایک......ایسے ادارے میں چلی گئی تھی جہاں......مجھ جیسی دکھیا لاوارث عورتیں پناہ لے سکتی ہیں۔

ستار......بیگم صاحب میں آپ کو ایک بات بتاؤں؟ چلیئے رہنے دیں کیا فائدہ میں پیسہ لئے بغیر کبھی مشورہ نہیں دیتا۔

عابدہ..........میں آپ کی فیس ادا کر دوں گی۔ آپ بلا تکلف مشورہ دیں۔

ستار..........دنیا میں تین قسم کے لاوارث ہوتے ہیں' وہ جو کمانے جوگے نہیں ہوتے......اور بھوک انہیں ستاتی ہے۔ دوسری قسم وہ جو......محبت کے خواہش مند ہوتے ہیں اور محبت انہیں نہیں ملتی......اور تیسری قسم آپ جیسوں کی ہوتی ہے۔ جو سمجھتے ہیں ہر آدمی ان پر ظلم کرتا ہے' حالانکہ وہ خود ظالم ہوتے ہیں اور ہمدردی چاہتے ہیں۔ پچاس روپے دے دیجئے۔

عابدہ ....اور مشورہ؟

ستار......میرا مشورہ ہے کہ آپ سمجھ جائیں کہ آپ پر ظلم نہیں ہوا بلکہ آپ ظلم کرتی رہی ہیں۔

(عابدہ زور زور سے رونے لگتی ہے۔)

عابدہ......میں تمہیں کچھ بتانا نہیں چاہتی ......لیکن جس ادارے میں میں ٹھہری تھی' میرے کمرے میں رہنے والی ساتھی عورت نے میرا پرس چرانے کی کوشش کی تھی...یہ دنیا ہے ہی مطلبی چور......حالانکہ میں نے اسے پیسے بھی دیئے تھے۔

ستار......چپ خاموش...... آواز نہ نکلے۔

(یک دم عابدہ خاموش ہو جاتی ہے۔)

ستار......میں محلے دار آدمی ہوں اور میں نہیں چاہتا سارا محلہ اکٹھا ہو کر مجھے مشورے دینے لگے۔ میرا اندازہ ہے کہ آپ جو کچھ کر رہی ہیں، غلطی آپ کی تھی۔

عابدہ......یہ اندازہ آپ نے کیسے لگایا......

ستار انداز ے لگانا میرا پیشہ ہے۔ میں اندازے لگانے کی روٹی کھاتا ہوں۔

عابدہ ....روٹی؟

ستار ...کب سے روٹی نہیں کھائی آپ نے؟

عابدہ......(نظریں جھکا کر) دو دن ہو گئے ہیں۔

ستار......مجھے کچھ پیسے دیں۔ میں آپ کے لئے کھانا لے آؤں۔

(عابدہ پرس کھول کر پچاس کا نوٹ اسے دیتی ہے۔ ستار عیاری سے مسکرا کر کہتا ہے۔)

ستار......خوب مرچوں والا چرغا لاؤں؟

عابدہ......میں مرچیں نہیں کھاتی۔

ستار...... کھانے میں آپ مرچیں کھائیں نہ کھائیں' زندی میں ضرور لگیں گی۔ ویسے بھی امیر طبقے میں مرچیں نہ کھانا سٹیٹس سمبل ہے۔

(نوٹ لے کر جاتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۲۶ آؤٹ ڈور —— دن

(کسی چینی ریسٹورنٹ میں' جہاں کاؤنٹر پر چینی آدمی ہو' ایسے ریسٹورنٹ میں ستار داخل ہوتا ہے اور پھر مالک سے کہتا ہے۔)

ستار...... چکن کارن سوپ پیک کر دیں۔
مالک..... (آرڈر لکھتا ہے) اینڈ؟
ستار...... فرائی رائیس۔ ون۔
مالک..... اینڈ؟
ستار...... اینڈ بیف اینڈ چیز۔ ون۔
(مالک مسکراتا ہے اور آرڈر اندر لے کر جاتا ہے۔ ستار جیب سے پچاس روپے کا نوٹ نکالتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۲۷ ان ڈور —— رات

(عابدہ اس وقت کھانا کھا رہی ہے۔ سامنے ستار بیٹھا ہے۔ وہ ریتی کے ساتھ ایک چھوٹی سی قینچی کا پھل تراش رہا ہے اور پان کھا رہا ہے)

عابدہ.......... آپ کی بہت مہربانی ہے۔
ستار...... بات یہ ہے بیگم صاحب کہ ہر آدمی ایک حد تک مہربانی کر سکتا ہے...... مثلاً ایک چوہا ہو اور وہ آپ کا پرس اٹھا کر ٹیکسی تک لے جانا چاہے از راہ مہربانی تو وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ حالانکہ اس کی نیت نیک ہو گی۔
عابدہ.......... جی......؟ میں سمجھی نہیں۔
ستار...... میرا مطلب ہے کچھ حد تک ہی مہربانی کی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد مہربانی کرنے والے کی اپنی کمر ٹوٹنے لگتی ہے۔ اور وہ مہربانی کر نہیں سکتا، نیک نیت ہونے کے باوجود۔
عابدہ..... آپ کا مطلب ہے۔۔۔۔
ستار...... (اٹھ کر درشتی سے) جب ہفتہ ہوا پہلی بار آپ میرے گھر آئی تھیں تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ میری بیوی ہسپتال گئی ہے۔ ماسی جیناں کے ساتھ۔
عابدہ.......... جی...... جی کہا تھا۔
ستار...... وہ بات جھوٹ تھی...... میری شادی وادی نہیں ہوئی اور میں...... ہزار قسم کا آوارہ سہی لیکن میرے گھر عورتوں کا ٹورا پھیرا نہیں ہے۔

عابدہ...... (یک دم اٹھتے ہوئے) اچھا تو میں ہوٹل میں چلی جاتی ہوں۔ آپ مجھے کسی اچھے ہوٹل میں پہنچا دیں۔ کسی فائیو سٹار ہوٹل میں...... میں بل ادا کر سکوں گی۔
ستار...... یہی میں بھی چاہتا تھا۔ کیونکہ جناب عالی محلے میں میری عزت بنی ہے۔ میں ضرورت سے زیادہ مدد کر کے اپنی بنی بنائی عزت برباد نہیں کرنا چاہتا۔
عابدہ...... میں...... میں...... ہوٹل میں سیف رہوں گی؟
ستار...... کیا مطلب! آپ کوئی چھوٹی چھُنی کاکی ہیں؟
عابدہ...... (یک دم گھبرا کر) نہیں میرا مطلب ہے ہوٹلوں...... یعنی ہوٹلوں میں عموماً چوریاں...... میرا مطلب ہے وہ جو ہوٹل کے صفائی کرنے والے...... ہو سکتا ہے۔
ستار...... میں جاتا رہتا ہوں بڑے بڑے ہوٹلوں میں۔ وہاں لوگ اپنا قیمتی سامان لاکروں میں رکھتے ہیں، ورنہ ہوٹل والے ذمہ داری نہیں لیتے۔
عابدہ...... ذمہ داری نہیں لیتے؟
ستار...... دیکھیں ناں جی۔ جس وقت مسافر "کمرہ آراستہ کر لیجئے" کا بورڈ لگا کر باہر جاتے ہیں اور صفائی والے آتے ہیں، پھر تو کمرہ ان کی ملکیت ہوتا ہے صفائی والوں کی......
عابدہ...... میں اسی لئے ہوٹل نہیں گئی تھی...... میں ہوٹل نہیں جا سکتی......
ستار...... کیوں؟ مال خرچنا پڑتا ہے۔
عابدہ...... دراصل میرے پاس زیور ہے بہت سا اور مجھے ڈر ہے ہوٹل میں مجھے کوئی پہچان لے گا۔ میرے شوہر کا کوئی رشتہ دار، ہمارا کوئی واقف۔۔۔
ستار...... جائز ڈر ہے جی آپ کا...... ہزار جیب کترے پھرتے ہیں قدم قدم پر......
عابدہ...... (یک دم پھٹ کر) میں گھر جانا چاہتی ہوں کراچی۔ میرے لئے کوئی پناہ نہیں...... کوئی گھر نہیں۔ میں واپس اپنے جہنم میں چلی جاؤں گی۔ کم از کم وہ میرا اپنا تو ہے۔
ستار...... دیکھیں دیکھیں۔ جذباتی ہو کر کوئی فیصلہ نہ کریں اور نہ محلے والوں کو اکٹھا کریں۔
عابدہ...... میرے پرس میں دو لاکھ کا زیور ہے۔ میں اکیلے سفر کرتی ہوئی ڈرتی ہوں۔
ستار...... پھر؟ آپ آئی بھی تو اکیلی تھیں۔ ——————
—— تو...... آپ بائی ایئر چلی جائیں۔ دو گھنٹے میں پہنچ جائیں گی۔
عابدہ...... میں بائی ایئر نہیں جا سکتی ستار، میں مجھے...... کسی نے پہچان لیا تو قیامت آ جائے گی۔ تم نہیں جانتے

میں نے پہلی بار ٹرین سے سفر کیا تھا اس رات...... سارا مسئلہ ہی پہچان کا ہے...... اگر کسی نے پہچان لیا تو قیامت آ جائے گی۔ تم میرے ساتھ چلو ________

.... اگر آپ...... مجھے سیف اینڈ ساؤنڈ کراچی پہنچا دیں تو میں آپ کو دس ہزار روپیہ نقد دوں گی۔

دس ہزار۔

ستار...... کچھ کم ہے۔ دیکھیں ناں آپ کے پرس میں زیور جس مالیت کا ہے' اس کی اگر بھنک بھی کسی کے کان میں پڑ گئی تو مجھے ان سے نپٹنا پڑے گا۔ شائد میری جان کا خطرہ بھی ہو۔ آج کل لوگ دو ہزار کے پیچھے کیا نہیں کرتے۔

عابدہ...... میں نے ایسے ہی آپ کو سچ بتایا۔

ستار...... مجھے پہلے بھی معلوم تھا۔

عابدہ...... کیسے؟

ستار...... اندازے سے...... جیسے آپ اپنے پرس کی احتیاط کرتی ہیں۔ ویسے یہ کام دس ہزار میں نہیں ہو سکتا۔

عابدہ... چلیں پندرہ ہزار... آپ یقین کریں میرے پاس صرف پندرہ ہزار کیش ہے۔

ستار...... چلئے پندرہ ہزار ہی...... لائیے آدھی رقم۔

عابدہ...... کس لئے؟

ستار...... میں کچھ انتظامات کروں گا۔ کاروار کے لئے۔ ٹرین میں تھوڑی لے جا سکتا ہوں آپ کو...... دو لاکھ کے زیور کے ساتھ۔ بڑا خطرہ ہے۔

عابدہ...... پانچ ہزار لے لیں۔

ستار...... سات۔ اور سات سے کم ایک پائی نہیں۔ کوئی مخول ہے۔ جان ہتھیلی پر لے کر جانا ہو گا۔ کار لینی پڑے گی۔ پٹرول پڑوانا پڑے گا۔

(عابدہ پرس میں سے رقم نکال کر دیتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۲۸ آؤٹ ڈور —— دن

(دن کا وقت ہے ایک خوبصورت کوٹھی کے سامنے تین چار کاریں کھڑی ہیں۔ پھاٹک کھول کر حبیب اور ستار داخل ہوتے ہیں اور کاروں کے پاس سے گزر کر کوٹھی کے پچھواڑے جاتے ہیں)

—— کٹ ——

سین ۲۹ ان ڈور —— دن

(ستار، حبیب اور کوٹھی والوں کا ڈرائیور بشیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بشیر نے اس وقت ڈرائیور کی وردی پہنی ہوئی ہے۔)

بشیر...... لیکن یار ایک ہفتے کے لئے صاحب گاڑی نہیں دیں گے۔

حبیب...... چار گاڑیاں ہیں صاحب کے پاس...... تین گاڑیاں دفتر کی ہیں۔

بشیر...... یار میں ڈرائیور ہوں' مالک نہیں ہوں ان گاڑیوں کا۔

ستار...... تم ہمیں اپنی ۶۵ والی فوکسی ہی لے دو۔ وہ تو یوں پڑی ہے گیراج میں۔

بشیر... کیا کہہ کر گاڑی مانگوں

ستار...... تم کہہ دو کہ تمہارے بھائی ستار کی شادی ہے کراچی میں' برات میں گاڑی لے جانی ہے۔

بشیر...... میں کہہ کر دیکھ لیتا ہوں۔

حبیب...... جیسا منہ تو بنا کر جا رہا ہے' ویسے منہ کو دیکھ کر تو تیری گاڑی ہو تو کسی نے نہیں دینی۔

ستار...... کچھ دھونس کے ساتھ بات کرنا۔

حبیب...... اور اگر تیرا صاحب کچھ چوں چراں کرے تو کہہ دینا یہ آپ کی چابیاں ہیں' میں ڈرائیوری نہیں کر سکتا' بس میرا حساب کر دیں۔

ستار... اور اگر صاحب تڑی میں نہ آئے تو چاروں گاڑیوں میں سے روٹر نکال لیں اور نوکری چھوڑ دیں۔

حبیب...... نئی نوکری میں دلا دوں گا' نہایت اچھی' کوارٹر بھی اس سے اچھا' ہفتے میں دو چھٹیوں والی نوکری۔

بشیر...... (کان کھجاتے ہوئے) دیکھتا ہوں جا کر۔

—— کٹ ——

سین ۳۰ آؤٹ ڈور ـــــــ دن

(عابدہ اور ستار پرانی فوکسی میں مال روڈ پر جا رہے ہیں)

کٹ

(داتا کے دربار کی جانب فوکسی رواں ہے۔)

کٹ

سین ۳۱ آؤٹ ڈور ـــــــ رات

(فوکسی سڑک کے کنارے کھڑی ہے۔ ستار اور عابدہ سڑک پر اترے ہوئے ہیں۔)

ستار...... اگر آپ اتنا شور نہ مچائیں اور بار بار مجھے الو کا پٹھا' احمق نہ کہیں تو شائد میں فوکسی کو چلا سکتا ہوں۔

عابدہ...... پچھلے آدھے گھنٹے میں تو یہ تم سے ٹس سے مس نہیں ہوئی۔

ستار...... میں پرانا موٹر مکینک ہوں۔ میرے ہاتھوں میں تو ایسی کار بھی چلتی ہے جس کے اندر انجن نہ ہو۔ یہ تو پھر سو میل چلتی آئی ہے۔ اچھی سپیڈ پر......

عابدہ...... میرا خیال تھا کہ اگر انسان پر اعتماد کیا جائے تو وہ ہمیشہ قابل اعتماد نکلتا ہے

ستار... کار خراب ہو گئی ہے۔ تو اس میں کار کا قصور ہے' میں کیسے ناقابل اعتماد ہو گیا

عابدہ...... اس اجاڑ بے آباد جگہ میں......

ستار...... وہ دیکھئے چھوٹی سی جھگی۔ آپ اس میں آرام کر سکتی ہیں' اور میں باہر بیٹھ کر گیدڑوں کی آواز نکال کر جانوروں کو بھگا سکتا ہوں۔

عابدہ...... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔

ستار...... میں نے آپ سے رقم لی ہے کہ میں آپ کو بالکل حفاظت کے ساتھ کراچی پہنچاؤں گا۔ جسم وجان کی حفاظت کے ساتھ۔

عابدہ...... (بہت زیر لب) ایڈیٹ سلی فول

ستار...... دیکھئے مجھے انگریزی میں گالیاں نہ دیں۔ آپ کا خیال ہے کہ میں ان پڑھ ہوں مکمل طور پر۔ آپ کی انفرمیشن کیلئے میں نے تین سال ہوئے بی اے کیا تھا پرائیوٹ۔ آئیے...... آئیے۔

(دونوں بادل نخواستہ چلتے ہیں۔)

ـــــــ کٹ ـــــــ

سین ۳۲ ان ڈور ـــــــ رات

(جھگی کے اندر۔ کھنڈر نما جگہ ہے' جس کے ایک طرف ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی ہے جس کے ایک پائے کی جگہ اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔)

ستار....... دیکھئے محترمہ مجھے افسوس ہے کہ آپ کی تعلیم تو اچھی ہے لیکن آپ کی تربیت ناقص ہے۔ ایک آنچ کی کسر رہ گئی ہے۔

عابدہ....... کیا مطلب ہے تمہارا۔

ستار....... کمال ہے اپنے محسن کو کم از کم آپ تو کہہ ہی سکتی ہیں۔

عابدہ...... چلئے' مطلب بیان کریں آپ۔

ستار....... دیکھئے اچھی تربیت وہ ہوتی ہے اور اچھی تربیت کرنے والی ماں وہ ہوتی ہے جو بچے کو گزارے کا فلسفہ بھی سکھائے۔

عابدہ...... کیا مطلب۔

ستار...... مثلاً ہر ماں باپ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے عیش کریں...... کاروں میں گھومیں پھریں...... بڑی بڑی کوٹھی میں رہیں۔ نوکران کے اشاروں پر چلیں۔

عابدہ...... ظاہر ہے اپنی اولاد کے لئے تو انسان اچھا ہی سوچتا ہے۔

ستار...... میری ماں سوچتی تھی کہ میں نے بی اے کر لیا ہے تو اب میں ڈسٹرکٹ کا ڈی سی تو لگ سکتا ہوں آسانی سے۔

عابدہ...... بی اے کو آج کل چپراسی کی نوکری نہیں ملتی۔

ستار...... تو اگر میری ماں نے مجھے گزارے کا علم نہ سکھایا ہوتا تو میں تو مر گیا تھا۔ سالم' پانچ فٹ نو انچ کا نوجوان۔

عابدہ...... لیکن گزارہ علم ہے کیا؟

ستار۔ ......مثلاً کبھی کبھی لمبے شوربے کے ساتھ روٹی کھالی...... کبھی پھٹی جوتی پہن لی۔ ٹیشو پیپر کے بغیر دو ایک ہفتے گزارہ کرلیا۔ زکام نزلہ معمولی بیماری میں نارمل زندگی بسر کرتے رہے......بغیر گدے کے سوگئے کسی دن۔

عابدہ...... ہائے ہائے۔

ستار۔ ......یہی ہے گزارہ علم کہ جب ہو تو انجوائے کرو' جب نہ ہو تو شکایت نہ کرو اور کبھی کسی سے کچھ نہ مانگو۔ نہ محبت نہ دولت نہ وقت۔ تین ت ممنوع۔

عابدہ......میں نے کب شکایت کی' کب کچھ مانگا۔

ستار۔ ...... کچھ لوگ بیگم صاحبہ رونی صورت بنا کر مشکل دن گزارتے ہیں۔ کچھ میری طرح ہنستے ہنساتے گزارتے ہیں برے دن' یہ ہے سارا گزارنے کا فلسفہ......

عابدہ...... میری امی نے تو خود میری تربیت ایسی کی ہے ہر حال میں خوش' ہر مصیبت میں خدا کا شکریہ۔ اتنے بڑے بڑے پہاڑ ٹوٹے مجھ پر، کبھی سی تک نہیں کی۔

ستار.......ظاہر ہے ظاہر ہے صاف ظاہر ہے کہ آپ مصیبت جھیلنے والی تھیں۔ تبھی دو لاکھ کا زیور بغل میں داب کر بھاگیں گھر والوں کو چھوڑ کر۔

عابدہ ......بکواس نہ کرو جن حالات کا تمہیں علم نہیں' ان پر تبصرہ نہ کرو۔

ستار ......اور اب بھی آپ اس جھگی کا شکریہ ادا کر رہی ہیں کیا دل کے ساتھ۔

عابدہ ......تم چپ ہو سکتے ہو کہ نہیں۔

ستار......شکر کریں رات کا آسرا مل گیا شکر کریں ستار مل گیا' جو باہر بیٹھ کر پہرہ دینے کو تیار ہے۔ شکر کریں ابھی تک آپ کا پرس آپ کے پاس ہے۔ شکر کریں ایک گھر ہے' جہاں آپ لوٹ سکتی ہیں۔

(عابدہ منہ بنا کر اس کی جانب پیٹھ کرتی ہے۔ ستار لی اٹن بیڑی جلا کر کمرے میں رکھتا ہے اور باہر جاتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۳۳ آؤٹ ڈور۔۔ رات کا پچھلا پہر

(ستار جھگی کے باہر پوری مستعدی سے جاگ رہا ہے' جیسے وہ کان اندر کے شور پر لگائے ہوئے ہو۔ پھر وہ اٹھتا ہے۔ دروازہ آہستہ سے کھولتا ہے۔ بیڑی جل رہی ہے اور اندر سائے اور اجالے بھیانک لگ رہے ہیں۔ عابدہ پھونس پر لیٹی ہوئی سو رہی ہے اور اس کا پرس پاس ہی پھونس پر پڑا ہے۔ ستار دبے پاؤں پاس آتا ہے پھر بڑی پھرتی سے پرس اٹھاتا ہے باہر نکلتا ہے۔ پیچھے دیکھتا ہوا کار تک پہنچتا ہے۔ کار کا دروازہ کھولتا ہے اندر بیٹھتا ہے اور کار تیزی سے چلاتا ہے۔

—— کٹ ——

سین ۳۴ ان ڈور۔۔۔ رات کا پچھلا پہر

(کار کی آواز دور سے آ رہی ہے۔ یکدم عابدہ کی آنکھ کھلتی ہے۔ وہ دیکھتی ہے کہ پرس نہیں ہے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھتی ہے)

—— کٹ ——

سین ۳۵ آؤٹ ڈور ــــــ رات

(ستار جھگی سے تقریباً ایک میل دور ہے۔ یکدم جیسے اس کا ضمیر جاگتا ہے وہ کار موڑتا ہے اور کار واپس چلاتا ہے)

—— کٹ ——

سین ۳۶ ان ڈور ــــــ رات

(اس وقت عابدہ سخت غصے میں آئی ہوئی ہے۔ پرس اس کے ہاتھ میں ہے۔ ستار کے چہرے پر ندامت ہے۔)

ستار.........میں آپ سے معافی مانگ رہا ہوں اعتراف کر رہا ہوں کہ...... کہ میں نے ارادہ کیا تھا۔ کیا تھا میں

نے ارادہ کہ پرس لے کر چمپت ہو جاؤں، میرے دن پھر سکتے تھے لیکن......

عابدہ.........یہ ہے تمہاری دیانت داری...... الو کے پٹھے...... احمق ایک عورت کو نہتا پا کر اسے بے آسرا جان کر یہ تھا تمہارا رویہ...... ہٹ جاؤ کم بخت...... اللہ تمہیں غارت کرے، برباد کرے......

(اب عابدہ جلدی سے باہر نکلتی ہے)

—— کٹ ——

سین ۳۷ آؤٹ ڈور —— رات

(رات کے وقت عابدہ سڑک پر سرپٹ بھاگ رہی ہے اس کے پیچھے "بیگم صاحبہ بیگم صاحبہ خدا کے لئے رکیں...... واسطہ" کہتا ہوا ستار بھاگ رہا ہے لیکن عابدہ تیزی سے بھاگ رہی ہے۔ اچانک ایک گڑھے میں عابدہ کا پاؤں پھنستا ہے اور وہ اوندھے منہ سڑک پر گرتی ہے۔ اس کا پرس سڑک پر جا گرتا ہے۔ ستار یہاں پہنچتا ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۳۸ ان ڈور —— دن

(عابدہ کے ماتھے پر بڑا سا زخم ہے۔ وہ پھونس پر نڈھال پڑی ہے۔ ستار اس کے ماتھے کے زخم دھو رہا ہے۔ یکدم ستار کو جیسے عابدہ سے بڑی محبت ہو گئی ہو۔ وہ آہستہ سے عابدہ کے ماتھے سے بال ہٹاتا ہے۔)

ستار..........مجھے افسوس ہے۔

عابدہ..........مجھے بھی افسوس ہے۔

ستار....... میں اگر وہ ملعون حرکت نہ کرتا تو آپ کو اتنی چوٹ نہ آتی۔

عابدہ........(آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں) تمہیں معلوم نہیں میں نے کتنے بے نام دکھ اٹھائے ہیں۔

ستار.......میرا نام ستار ہے۔

عابدہ........میں نے بہت کوشش کی کہ میں اپنے سسرال میں رہ سکوں...... لیکن کوئی ایسی اذیت نہیں جو انہوں نے مجھے نہ دی ہو...... میں...... میرا شوہر (پرس کھولتی ہے) یہ ہے ان کی تصویر...... وہ کبھی کبھی مہینوں مجھے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ بات نہیں کرتے مجھ سے برسوں... میں کس کے سہارے جیتوں اس زیور کے سہارے؟ جھوٹ کے سہارے؟ ظلم کے سہارے؟ خدا جانتا ہے میں نے اپنے مرحوم والدین کی خاطر بہت گزارہ کیا...... میں...... میں اچھے دنوں کی خواہش مند نہ تھی میں تو پچھلے دس سال سے فقط ایک اچھے دن کا انتظار کر رہی ہوں جس کی یاد میں میری زندگی گزر جائے۔

(ستار کے دل پر اثر ہوتا ہے۔ وہ عابدہ کے شوہر کی تصویر پکڑ کر دیکھتا ہے یہ ایک بوڑھے گنجے کی تصویر ہے۔ وہ چند ثانیے تصویر دیکھ کر واپس کرتا ہے اور زخم کو اپنے رومال سے دھونے لگتا ہے۔ عابدہ آہستہ آہستہ رو رہی ہے یہ آنسو ستار کی توڑ پھوڑ کا باعث ہو رہے ہیں)

—— کٹ ——

سین ۳۹ ان ڈور —— دن

(فلیش بیک۔ جو تصویر ستار کے ہاتھ میں تھی، اس سے ڈزالو کر کے فلیش بیک میں جاتے ہیں یہ ایک بوڑھے گنجے بدہیت سے آدمی کا بیڈ روم ہے۔ وہ اس وقت باہر جانے کے لئے کھڑا ہے)

عابدہ.........آج وہ آج آپ کو مجھے بتانا پڑے گا۔

شوہر.........کیا؟

عابدہ.........اتنی خاموشی کی اصل وجہ کیا ہے۔ ہمارا بیٹا دس برس کا ہو گیا ہے۔

شوہر.........پھر؟

عابدہ.........دس برس سے آپ نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔

شو ھر۔......میں نے ضرورت نہیں سمجھی۔

عابدہ ......میں انسان ہوں۔ رفاقت کے بغیر میں کیسے زندہ رہوں۔ میں کس سے بولوں، کس سے بات کروں۔

(شوہر زہر خند کے ساتھ مسکراہٹ)

عابدہ.........میں نے پورے دس سال محض اس لئے یہاں گزارے ، محض اس امید پر گذارے۔ کہ... شائد۔ شائد کچھ ہو جائے۔ کوئی تبدیلی اچھی یا بری......

شو ھر.........تمہیں اختیار تھا۔

عابدہ ....کس بات کا۔

شو ھر.........ہر بات کا......

(جاتا ہے)

عابدہ ...... دیکھئے سنئے...... دس سال کی تنہائی میری عقل چاٹ گئی ہے۔ میں ہر لمحے کسی نہ کسی غلط قدم اٹھانے کا سوچتی ہوں...... میں آخر انسان ہوں حق صاحب میں آخر انسان ہوں...... کوئی پرندہ بھی اپنی قید اتنی آسانی سے قبول نہیں کر سکتا میں تو پھر انسان ہوں۔

(اس وقت اس کا بچہ جو دس برس کا ہے اندر سے آتا ہے اس کے ہاتھ میں بڑا سا پلاسٹک کا بال ہے۔)

بچہ .... اس بال کی ہوا نکل گئی ہے امی میں ہوا بھرا لاؤں ؟

عابدہ ....کہاں سے؟

بچہ .... سائیکل والے کی دوکان سے امی۔

عابدہ ....جلدی آنا۔

بچہ .... ابھی آجاؤں گا۔

(اپنا سر اپنے ہاتھوں میں لیتی ہے .)

—— کٹ ——

سین ۴۰ ان ڈور ———— دن

(سڑکوں کے کنارے ایسے کسی ہوٹل کا منظر جو بے حد گندا بوسیدہ ہے۔ یہاں دیواروں پر مری کے منظروں کی فضول تصویریں پینٹ کی ہوئی ہیں۔ صدر ایوب، بھٹو اور ضیا کی تصویریں بھی ہیں۔ لکڑی کے میز کرسیوں کے علاوہ بڑی بڑی چارپائیاں بھی پڑی ہیں۔ جن پر ایک آدھ مسافر بھی سو رہا ہے۔ اس وقت عابدہ اور ستار ایک میز پر بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔)

ستار۔ ..... (آواز دے کر) ایک پلیٹ قیمہ مٹر اور سلاد۔

عابدہ ..... انسان ایک ہی حالت میں رہے تو اس کا جسم، اس کی روح...... اس کا سارا وجود متاثر ہونے لگتا ہے۔

ستار۔..... (کھاتے ہوئے) کیا مطلب؟

عابدہ ...... غریبی ...... بیماری...... تنہائی...... حتیٰ کہ خوشی...... دولت...... شہرت سب کو مستقل حالت میں نہیں ہونا چاہئے۔ حالات بدلتے ادلتے رہیں تو انسان نارمل رہتا ہے۔ یکسانیت کا انسان متحمل نہیں ہو سکتا۔

ستار۔..... میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

عابدہ..... اگر برسوں غریبی رہے اور حالات اچھے نہ ہوں تو غریبی گھر والوں کی شخصیتیں بگاڑ دیتی ہے...... غصہ، کمینگی، حرص...... ان کی عادت ہو جاتی ہے۔

ستار۔ .....میں نے کبھی سوچا نہیں۔

عابدہ ..... کچھ دنوں کی بیماری ہو، آدمی چنگا بھلا ہو جائے تو کچھ نہیں ہوتا۔ برسوں پلنگ پر رہے تو ارد گرد کے لوگ مریض خود...... پکا پڑ جاتا ہے سنگدل ہو جاتے ہیں سب ہمیشہ کے لئے جیسے اندر ہمدردیاں سوکھ جاتی ہیں۔

ستار۔..... آپ کچھ کھائیں ناں۔

عابدہ. ..... میں نے اپنی ماں سے وعدہ کیا تھا کہ میں...... اگر میرے شوہر نے مجھے اپنی رفاقت نہ بھی دی، اپنا ساتھ عطا نہ بھی کیا تو میں کسی اور کا ساتھ قبول نہ کروں گی۔ پھر دس سال تنہائی کے گزرے۔ ......

ستار۔......دس سال پورے۔

عابدہ ...... میری حالت نہیں بدلی...... اور میں اس تنہائی کی شدت سے گھبرا گئی حالات کو بدلتے رہنا چاہئے، ستار ورنہ حالات عادات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

ستار۔۔۔۔۔(یکدم کھانا چھوڑ کر) لیکن اتنی جلدی بھی حالات کو بدلنا نہیں چاہئے جتنی جلدی میرے حالات بدلے ہیں۔ اس سے بھی بڑی ہلچل مچ جاتی ہے۔

عابدہ۔۔۔۔۔کیوں؟

ستار۔۔۔۔۔خوابوں کو اتنی جلدی بھی ختم نہیں ہونا چاہئے

(نوکر قیمہ مٹر لاتا ہے)

عابدہ۔۔۔۔۔لو قیمہ مٹر آگیا۔ کھاؤ ناں۔

ستار۔۔۔۔۔بس اب بھوک نہیں ہے۔

— کٹ —

سین ۴۱ آؤٹ ڈور ——— دن

(کار چل رہی ہے۔ آواز اونچی کر کے سوپر امپوز کیجئے۔ یعنی کار بہت دور جا رہی ہے اور آوازیں نارمل آ رہی ہیں۔)

عابدہ۔۔۔۔۔انسان جہاں بھی چلا جائے 'اپنا جنم ساتھ لئے پھرتا ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ۔۔۔۔۔ایک بار میں لاہور پہنچ گئی۔۔۔۔۔ چاچاجی کے پاس تو۔۔۔۔۔ میری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی۔ میں کوئی کام کر لوں گی۔ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤں گی۔

ستار۔۔۔۔۔غم اور خوشی زندگی کے سکے کی دو طرفین ہیں۔ جب مٹھی میں سکہ آتا ہے' غم اور خوشی دونوں اکٹھے ملتے ہیں۔

عابدہ۔۔۔۔۔پتہ نہیں میرے سسرال والے اب مجھ سے کیا سلوک کریں گے۔

ستار۔۔۔۔۔گزارہ

عابدہ۔۔۔۔۔جب میں نے کچھ نہیں کیا تھا تب مجھے اتنی ذلت ملتی تھی۔ اتنا بائیکاٹ ہوتا تھا میرا۔۔۔۔۔

ستار۔۔۔۔۔فاصلہ کم رہ گیا ہے عابدہ۔ راستہ معلوم ہے تمہیں واپسی کا۔؟

عابدہ۔۔۔۔۔واپسی کا راستہ معلوم تو سبھی کو ہوتا ہے ستار' پر کبھی کبھی اس پر لوٹنے کو جی نہیں چاہتا

(آنسو بہتے ہیں)

— کٹ —

سین ۴۲ آؤٹ ڈور ——— دن

(سڑک کا کنارہ۔ ایک چھوٹی سی دری پر ستار اور عابدہ بیٹھے ہیں پھر ستار ایک جگ اٹھاتا ہے۔ یہ جگہ خوبصورت ہونی چاہئے۔ عابدہ چلو بناتی ہے۔ ستار پانی ڈالتا ہے۔ عابدہ آنسوؤں بھرے چہرے کو دھوتی ہے۔)

عابدہ۔۔۔۔۔(پلے سے چہرہ پونچھتی ہے) ظلم کی ایک ایسی شکل بھی ہوتی ہے جو بیان نہیں کی جاسکتی۔ جیسے کوئی آپ کو پیار کے ساتھ جون کی دھوپ میں بٹھا رکھے اور آپ کو معلوم بھی نہ ہو اور سرسام ہو جائے۔

(ستار سن نہیں رہا۔ وہ مکمل طور پر عابدہ میں گم ہو چکا ہے)

ستار۔۔۔۔۔جس رات میں آپ کو سٹیشن پر ملا تھا اُس رات مجھے یہ انگوٹھی ملی تھی۔

عابدہ۔۔۔۔۔انگوٹھی؟ (دیکھتی ہے) یہ تو بڑا قیمتی ہیرا ہے۔

ستار۔۔۔۔۔جیب کتروں کے لئے کچھ قیمتی نہیں ہوتا۔ ہم لوگ دوسروں کی محنت کا ثمر مفت میں کھاتے ہیں اسی لئے ذائقے نہیں جانتے۔

عابدہ۔۔۔۔۔(دکھ سے) ستار۔

ستار۔۔۔۔۔جی۔

عابدہ۔۔۔۔۔لیکن کیوں کیوں؟

ستار۔۔۔۔۔کیا کیا؟

عابدہ۔۔۔۔۔تم کیوں جیب کترے ہو؟ کیوں۔؟

ستار۔۔۔۔۔(ہنس کر) اب کس قدر پیچھے جاؤں؟ کیا کچھ آپ کو بتاؤں۔ کچھ واقعات ہو جاتے ہیں۔ بس ایسے (چٹکی بجاتے ہوئے) اور پھر ان کی لپیٹ میں زندگیاں بدل جاتی ہیں ایسے۔

(انگوٹھی ہتھیلی پر رکھتا ہے۔)

ستار۔۔۔۔۔ آپ اس انگوٹھی کو قبول کر سکتی ہیں۔

عابدہ۔۔۔۔۔ (بدک کر) نہیں ستار۔

ستار۔۔۔۔۔ (آنسوؤں میں ہنس کر) پہن لیں، پہن لیں۔ یہ کسی کا آنسو منجمد ہو گیا ہے انگوٹھی میں۔ آپ خواہ مخواہ اسے ہیرا سمجھ رہی ہیں۔ پہن لیں۔ کسی اچھے دن کا انتظار کر رہا ہے یہ منجمد آنسو۔ پہن لیں...... پہن لیں۔

(عابدہ انگوٹھی پہنتی ہے۔)

—— کٹ ——

سین ۴۳ آؤٹ ڈور ——— دن

(ایک بہت بڑی عالی شان کوٹھی کے پچھواڑے کار پہنچتی ہے۔ پھر فوکسی رکتی ہے۔)

عابدہ۔۔۔۔۔ (کار سے اتر کر) بس یہی گھر ہے تم آگے نہ آنا۔

(اب لان کی جانب عابدہ دیکھتی ہے۔ وہاں ایک آٹھ دس برس کا لڑکا کھڑا بال سے کھیل رہا ہے۔)

عابدہ۔۔۔۔۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ عارف۔

(ستار اب عابدہ کی محبت میں پوری طرح گھر چکا ہے۔)

ستار۔۔۔۔۔ تم نے اچھا فیصلہ کیا عابدہ...... ورنہ تمہاری زندگی کی جیب کٹ جاتی اور جو ایک آدھ خوشی کہیں رہ گئی ہو، وہ بھی بہہ جاتیں۔ نہ جانے کہاں کہاں۔۔۔۔

عابدہ۔۔۔۔۔ آٹھ ہزار ہیں حسب وعدہ گن لو۔ کچھ میں نے تمہیں ایڈوانس دے دیا تھا۔

ستار۔۔۔۔۔ ٹھیک ہیں۔ جیب کتروں کے اندازے کبھی غلط نہیں ہوتے......

عابدہ۔۔۔۔۔ اب چہرہ دوسری جانب کر لو اور آنکھیں بند کر لو۔ اور جب تک میں چلی نہ جاؤں، آنکھیں مت کھولنا۔

ستار۔۔۔۔۔ بہت آہستہ (عابدہ یہ بات سن نہیں سکتی) جب تک میں تین سیٹیاں نہ بجاؤں مت جانا۔

(سیٹی بجاتا ہے)

عابدہ۔۔۔۔۔ خدا حافظ۔

ستار۔۔۔۔۔ (سیٹی بجاتا ہے اور آنکھیں بند کرتا ہے۔)

عابدہ۔۔۔۔۔ (بہت آہستہ) خدا حافظ۔

ستار۔۔۔۔۔ (اور بھی آہستہ) خدا حافظ

(سیٹی بجاتا ہے اور آنکھیں کھولتا ہے چند قدم عابدہ چلتی ہے پھر مڑ کر دیکھتی ہے)

عابدہ۔۔۔۔۔ خدا حافظ۔

ستار۔۔۔۔۔ (بہت آہستہ) خدا حافظ۔

(اب عابدہ انگوٹھی دیکھتی ہوئی تیز دوڑتی ہے۔ آنسو اس کی آنکھوں سے رواں ہیں۔ کیمرہ بالکل اس کے فرنٹ میں ہے وہ دوڑتی ہوئی پھاٹک تک پہنچتی ہے۔ اب کیمرہ اس کی پشت پر ہے۔ وہ دوڑتی ہوئی کوٹھی کے اندر جاتی ہے۔ کیمرہ اس کی پشت پر اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ اندر نہیں چلی جاتی اب کیمرہ مڑتا ہے۔ پیچھے گیٹ پر ستار ہے۔ اس کا چہرہ جذبات سے عاری ہے اس کے چہرے پر وہ سین سوپر امپوز کیجیے جب وہ رات کے وقت سڑک پر عابدہ کے پیچھے دوڑا تھا۔ چند ثانیے یہ سین سوپر امپوز رہتا ہے اور ستار بڑھتا ہے۔ لڑکا اس کی طرف آتا ہے۔)

ستار۔۔۔۔۔ آپ عابدہ بی بی کے بیٹے ہیں۔

لڑکا۔۔۔۔۔ جی۔

ستار۔۔۔۔۔ آپ کی ممی ابھی اندر گئی ہیں۔

لڑکا۔۔۔۔۔ میں نے تو نہیں دیکھا۔

ستار۔۔۔۔۔ یہ پندرہ ہزار روپیہ ہے۔ اپنی امی کو ابھی بڑی احتیاط سے دے کر آؤ میں انتظار کر رہا ہوں۔

لڑکا۔۔۔۔۔ پندرہ ہزار!

ستار۔ ....امی سے کہنا، چلو کیا کہنا۔ جاؤ بھاگ جاؤ شاباش میں انتظار کروں گا۔ امی کے ہاتھ میں دینا۔

(لڑکا بھاگ کر اندر جاتا ہے۔ ستار چند ثانیے انتظار کرتا ہے پھر گیٹ کے باہر جاتا ہے اور آہستہ سے سیٹی بجاتا ہے چلتا جاتا ہے۔ کیمرہ اس پر مرکوز رہتا ہے اور اسے فولو کرتا ہے۔ وہ فوکسی تک پہنچتا ہے اور اس میں بیٹھ کر گاڑی روانہ کرتا ہے۔ دیر تک کیمرہ کار کو فولو کرتا ہے ٹیلپ آتے ہیں۔)

—— اختتام ——

یہ جنون نہیں تو کیا ہے

(ڈرامہ ۸۷ء)

کردار

قاضی جہانداد .... جوع الارض میں مبتلا ایک ریٹائرڈ افسر

پٹواری ہزار بخش .... ہر سطح پر رشوت لینے والا دنیادار

عنایت .... پٹواری ہزار بخش کا بیٹا عمر دس برس۔ باپ کی کمینگی اور اپنی معصومیت کے درمیان آویزاں

منظور الٰہی .... چھٹی حس کا مالک۔ برص کی بیماری کا شکار نوجوان پَن کھوجی

تنویر .... ایم اے سائیکالوجی۔ خوبصورت لڑکی

آصف .... بینکر۔ عام دنیادار نوجوان

جنتے .... محبت کرنے والی روح

ماں .... منظور کی ماں۔ اندھی عورت

لالو .... دیہاتی ملازم۔ شہر سے محبت کرنے والا

حاجی تاتڑ .... ادھیڑ عمر کا زمیندار

چند دیہاتی عورتیں اور لڑکیاں

سین ۱ آؤٹ ڈور دن

(اس ڈرامے کا لوکیل بسنت پورہ ہے' جو ایک اونچا نیچا گاؤں ہے۔ کہیں جھاڑیاں ہیں' کہیں اونچے نیچے ٹوئے ہیں۔ کہیں ریتلے پھیلاؤ ہیں۔ ہری بھری کھیتیاں اور ٹاہلیوں کے کھیت بھی بسنت پورے کے گرد پھیلے ہیں۔

اس وقت منظور الٰہی پر کیمرہ کھلتا ہے۔ وہ برص کا مریض ہے جلد پر سفید دھبے ہیں ان کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھیں بھی متاثر ہیں۔ وہ سورج کی روشنی میں زیادہ اچھی طرح دیکھ نہیں سکتا۔ بال ابرو سب سفید ہیں' لیکن خوبصورت نقش اور مدھم طبیعت کا آدمی ہے۔ وہ لکڑی کی دو سانگھی (غلیل نما لکڑی) دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر زمین میں جہاں پانی ہو اس جگہ کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ اس میں چھٹی حس وافر طور موجود ہے۔ تین چار سال پہلے وہ ایف اے کرنے لاہور گیا تھا لیکن شہری معاشرے میں فٹ نہ ہو سکا۔ اب اس کے پاس پانچ ایکڑ زمین ہے۔ معصومیت ہے۔ وہ قناعت کا سبق سیکھ چکا ہے۔ جس وقت کیمرہ کھلتا ہے' منظور ہاتھ میں دو سانگھی لئے آگے آگے بھاگ رہا ہے۔ اس کی نظریں دھرتی پر ہیں۔ دھوتی کرتا اور سر پر رومال بندھا ہے۔ وہ بھاگ رہا ہے اور اس سے کچھ فاصلے پر دیہات کے دس بارہ آدمی چلے آرہے ہیں۔ ایک بھرائی ڈھول بجا رہا ہے۔ منظور کا انداز بتاتا ہے کہ وہ زمین میں سے پانی تلاش کر رہا ہے۔)

کٹ

سین ۲ آؤٹ ڈور دن

(بسنت پورہ کے ملحقہ علاقے میں' جو بنجر ہے اور جھاڑیوں سے اٹا پڑا ہے' قاضی جہانداد آرہے ہیں۔ یہ شخص

ریٹائرمنٹ کے قریب ہے اور اس وقت ایل۔ پی۔ آر پر ہے۔ جینز اور قمیص پہن رکھی ہے۔ چہرے پر چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی اور عینک ہے۔ اس شخص کو جوع الارض کی بیماری ہے۔ اس کے دو مربع بسنت پورے میں ہیں' جن میں آم کا باغ لگا ہے لیکن وہ زمین خریدے چلا جاتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ خوشی کا تحفظ صرف زمین میں ہے۔ اپنی بیٹی تنویر کے لئے وہ ان گنت ٹکڑے' قطعے' احاطے' رقبے خریدنا چاہتا ہے۔ اس حرص میں مبتلا ہو کر اسے زندگی کا اور کوئی پہلو نظر ہی نہیں آتا۔

پچھلے کٹ سے ہو کر کیمرہ قاضی صاحب پر آتا ہے۔ وہ جھاڑیوں میں راہ بناتا جا رہا ہے۔ پھر گھٹنے ٹیک کر ایک بھربھری جگہ پر بیٹھتا ہے۔ کیمرہ چاروں طرف گھوم کر دکھاتا ہے کہ تمام علاقے میں ہلکی ہلکی ہوا چل رہی ہے۔ مٹی اٹھ رہی ہے اور آبادی کا کوئی نشان نہیں۔ وہ گھٹنوں کے بل مٹی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اٹھتا ہے۔ مٹی اس کے جڑے ہوئے ہاتھوں سے نکلتی ہے۔ وہ مسرت سے اس کی خوشبو سونگھتا ہے۔)

—کٹ—

سین ۳ آؤٹ ڈور دن

(لانگ میں ایک ڈاک بنگلہ نما عمارت نظر آتی ہے۔ کیمرہ زوم میں دیکھتا ہے کہ عمارت کے برآمدے سے تنویر اتر کر آگے آتی ہے۔ تنو نے حال ہی میں ایم اے سائیکالوجی کا امتحان دیا ہے۔ اس نے ابھی تک انسانوں کو اچھی طرح نہیں دیکھا۔ وہ صرف اپنے کچے پکے علم کی عینک سے لوگوں کو دیکھنے کی عادی ہے۔ یہ ایک مشکل کردار ہے۔ وہ ہمدرد ضرور ہے لیکن جیسے احمق بوڑھی عورت نے محبت اور ہمدردی میں باز کے تیکھے ناخن صرف اس لئے کاٹ دیئے تھے کہ کہیں لمبے ناخن باز کو گزند نہ پہنچائیں' اس طرح تنو بھی مدد کرنے کی اتنی شوقین ہے کہ علمی مدد کرتے کرتے عموماً وہ دوسروں کا نقصان کر دیتی ہے۔ وہ سائیکلوجی پر اسی قدر حاوی ہے جو ایک ایم اے پاس لڑکی ہو سکتی ہے۔ لیکن اسے اپنے علم کے دکھاوے کا بہت شوق ہے۔ اس وقت ہوا میں تنو کے بال اڑ رہے ہیں۔ وہ ہاتھ میں کتاب لئے پڑھتی چلی جاتی ہے۔ پہلے وہ کیمرے کے پاس سے گزرتی ہے۔ بعد ازاں کیمرہ اس کی پشت پر آ جاتا ہے۔ وہ گھنے درختوں میں دور تک جاتی نظر آتی ہے اور ایک نکتہ سا بن جاتی ہے۔ بیک گراؤنڈ میں ڈھول کی آواز)

—کٹ—

سین ۴ آؤٹ ڈور دن

(پٹواری ہزار بخش اور اس کا بیٹا عنایت چلے آ رہے ہیں۔ پٹواری طبعاً منافع خور' موقع شناس' ابن الوقت ہے۔ اس کا جسم ناٹا' آنکھیں تیز اور چہرے پر چھپی ہوئی عیار خوشامد ہے۔ وہ بات کو جانچنے اور پرکھنے کا عادی ہے۔ اس کے ساتھ عنایت ہے جو اس وقت پونگی بجا رہا ہے۔ عنایت گاؤں کے بچوں کی طرح معصوم ہے لیکن پٹواری اس کی تربیت تیزی سے کر رہا ہے۔ عنایت شور سے محبت کرتا ہے اور اس کا شغل ہی یہ ہے کہ وہ اپنے کھلونے سے شور مچاتا رہے۔ بغل میں رجسٹر دابے پٹواری اور عنایت آ رہے ہیں۔ یہ آموں کا باغ ہے۔ عنایت اچک کر ایک آم توڑتا ہے۔ اس سین میں صرف پونگی کی آواز بیک گراؤنڈ موسیقی کا کام دیتی ہے' جو عنایت بجا رہا ہے۔)

—کٹ—

سین ۵ آؤٹ ڈور دن

(ڈاک بنگلہ نما کوٹھی کا بیرونی حصہ۔ لان میں کرسیاں پڑی ہیں۔ ایک کرسی پر تنو بیٹھی اپنے کٹے بال برش کر رہی ہے۔ عقب میں گھڑی کا الارم بجتا ہے۔ پھر برآمدے میں سے گھڑی ہاتھ میں لئے قاضی جہانداد آتا ہے۔)

قاضی...... (آواز دے کر) بھئی یہ الارم بند نہیں ہوتا۔ تنو...... تنو رانی یہ مسلسل بج رہا ہے۔

تنو...... (اٹھ کر پاس جاتی ہے) دیں ذرا۔

(قاضی گھڑی دیتا ہے۔ تنو الارم بند کرتی ہے اور ناخوشگواری کا چہرہ بناتی ہے۔)

قاضی......میں تو بہت کوشش کرتا ہوں۔ مجھ سے تو بند نہیں ہوتا۔

تنو......میرے نیلز بڑھے ہوئے ہیں پاپا جان۔ ان سے یہ گراری بند ہو جاتی ہے۔

قاضی......چلو بڑھے ہوئے ناخنوں کا کچھ فائدہ ہوا......

تنو......اگر آپ کو برے لگتے ہوں پاپا جان تو میں انہیں کاٹ سکتی ہوں۔

قاضی......نہ......نہ......نہ...... ہم تمہارے دوست ہیں۔ ہم ان والدین میں سےنہیں جو بچوں کو اپنی سطح پر نہیں رکھتے۔ ہم تو اپنے بیٹے کی ہر خواہش کا احترام کرتے ہیں' دوست کی طرح۔

تنو...... (مرجھا کر) جی پاپا جان۔

قاضی...... (دور دیکھ کر) یہ پٹواری ہزار بخش نہیں آیا ابھی تک۔ ارے وہ ایک مشورہ کرنا تھا تم سے۔

تنو......جی؟

قاضی......میں کل حاجی تالڑ کی زمین دیکھنے گیا تھا۔ بسنت پورہ سے پوری ایک میل دور ہے۔ زمین سونگھ کر دیکھی تھی میں نے۔ بڑی زروئی ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟

تنو......خیال؟ میرا پاپا جان؟

قاضی......پانچ ایکڑ میں لیموں کا باغ بھی ہے لیکن باقی تمام اراضی بے آباد پڑی ہے۔ حاجی وحید تالڑ کی پانچ بیٹیاں بیاہنے جوگی بیٹھی ہیں چوکھٹ پر۔ بہت ہی سستا سودا کرے گا۔ تم چپ ہو......

تنو...... آخر کس لئے پاپا جان۔ یہ اتنے ٹکڑے' قطعے' رقبے......

قاضی...... ہم آخر یہ سب کس کے لئے کر رہے ہیں؟ ہمارے کس کام آئیں گی یہ زمینیں ؟ سب تمہارے لئے۔ تمہاری خوشی کے لئے......

تنو...... (زیرلب) میری خوشی؟

قاضی...... زمین ذرا اتھاڑ میں ہے۔ تھوڑا سا کلر بھی ہے لیکن آم کو یہ زمین خوب مانتی ہے۔ ڈیلنیئر گرافٹنگ کر کے ثمر بہشت کا باغ لگواؤں گا۔ یہ پٹواری ہزار بخش بڑا ست ہے۔ ابھی تک خسرہ گرداوری لے کر نہیں آیا؟

تنو......پاپا جان!

قاضی......جی جی۔ بولو۔ بولو تنویر جان۔ ہم دونوں تو دوست ہیں۔ ہم میں تو باپ بیٹی کا رشتہ ہی نہیں۔

تنو......ہمیں اتنی زمین کیوں چاہئے؟

قاضی...... (ہنس کر) زمین تو بادشاہت ہے۔ جدی پشتی اقتدار ہے۔ بیٹے زمین کے بغیر خوشی کہاں؟

تنو......لیکن کس قدر زمین پاپا جان۔

قاضی......جس قدر مل سکے۔ (حسرت اور حرص کے ساتھ) جس قدر حاصل ہو سکے۔ میرا جی چاہتا ہے جہاں جہاں میرا قدم پڑے' وہ زمین میری ہو' میری اپنی۔

تنو......لیکن ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ آپ یہ سارا بکھیڑا میرے لئے کر رہے ہیں۔

قاضی......تو اور پھر؟

تنو......میں اتنی زمین لے کر کیا کروں گی؟

قاضی......جب کوئی چیز نہیں ہوتی تو اس کا استعمال بھی سمجھ میں نہیں آتا۔

تنو......پاپا جان میں نے صرف ایم اے کیا ہے ۔ میں سائیکالوجی کا علم زیادہ نہیں جانتی پر اتنا ضرور سمجھتی ہوں آپ کو اپنا نفسیاتی تجزیہ کرانا چاہئے۔

قاضی......یہ تم اپنے باپ سے کہہ رہی ہو احمق بے وقوف!

تنو......جی میں نے تو دوست سمجھ کر......

قاضی...... (یکتا جھلکتا جاتا ہے) میں نے تمہیں کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ تم میری بحیثیت باپ عزت ہی نہ کرو۔

تنو...... آئی ایم سوری پاپا جان۔

(اسی وقت پھاٹک پر پٹواری ہزار بخش اور عنایت آتے ہیں۔)

قاضی......شاباش...... دراصل میں ان والدین اور بچوں پر حیران ہوتا ہوں جن میں نظریئے کا اختلاف ہوتا ہے۔ ایسے ماں باپ بالادستی کرتے ہیں ہمیشہ......

تنو......وہ دیکھئے پاپا جان۔

قاضی......اتنی دیر؟ اتنی دیر سرکار؟ (تنویر سے)
تو پھر تمہاری یہی خوشی ہے کہ میں وحید تالڑ والا رقبہ خرید لوں؟

(کیمرہ تنویر کے چہرے پر جاتا ہے جو قینچی سے اپنے بالوں کی لٹ کاٹتی رہ جاتی ہے)

—کٹ—

سین ۶ ان ڈور دن

(منظور چارپائی پر بیٹھا ہے۔ وہ کھانا کھا رہا ہے۔ اندھی ماں پیڑھی پر بیٹھی ہے۔ اس کے ارد گرد بہت سے چوزے پھر رہے ہیں جن کو وہ دانہ ڈال رہی ہے۔)

ماں......اب مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے منظور؟

منظور...... (ناراضگی کے ساتھ) کچھ نہیں ماں۔
ماں...... پھر بھی کیسی ہے وہ۔
منظور...... بس ایسی ہے ماں جیسے یہ چوزے ہیں تیرے۔ بھولے بھالے۔
ماں...... شہری لڑکی اور بھولی بھالی!
منظور...... یہی تو بات تو سمجھتی نہیں۔ تنو بہت معصوم ہے۔
ماں...... لے کوئی ماننے والی بات یہ...... منظور...... منظور......

(منظور خاموش رہتا ہے۔)

کاکا اب مجھ سے کیا ہوا ہے؟

—— کٹ ——

سین ۷ ان ڈور دن

(بسنت پورہ میں ایک پرانی ڈاک بنگلہ نما کوٹھی کا ڈرائینگ روم۔ اس وقت ایک لمبے صوفے پر قاضی اور پٹواری بیٹھے ہیں۔ تنو کھڑی ہے اور عنایت ایک موڑھے پر باپ کے پاس ہی بیٹھا ہے۔)

عنایت...... وہ بسکٹ ختم ہو گئے جی؟
تنو...... نہیں نہیں۔ ہیں میں ابھی لاتی ہوں۔ (جاتی ہے)
پٹواری...... (آہستہ ڈانٹنے کے انداز میں) اوئے بھکاایں شودیا؟
عنایت...... نہ میں تے انج ای پچھیا ابا۔
پٹواری...... (آہستہ) ہن ڈبہ لے آوے تے سارا نہ کھا جاویں۔ کوئی دو چار بھراواں واسطے وی رکھن جاویں۔
عنایت...... ہلا ابا۔
قاضی...... کیا بات ہے میاں ہزار بخش۔
پٹواری...... کچھ نہیں جی۔ عنایت دوست ہے اپنا۔ سرکار پٹوار خانے بھی ساتھ چلا جاتا ہے۔

قاضی...... دوستی ہی اصل رشتہ ہے۔ بڑی دولت ہے باپ بیٹے کی دوستی۔
پٹواری...... سولہ آنے سچ کہا قاضی جی۔
قاضی...... میں نے تنو سے ایسی دوستی رکھی ہے کہ اسے کبھی ماں یاد نہیں آئی۔
پٹواری...... آپ کی سوانی کب فوت ہوئی جی؟
قاضی...... چھٹی میں تھی تنو تب۔ ساری عمر میں نے بھی ایک ہی بات کا خیال رکھا۔ کسی کو اپنی اور اپنی بچی کی زندگی میں دخل نہیں دینے دیا۔ گندم کی فصل کو پوہلی پیازی تکلہ باتھو تباہ کرتا ہے ہزار بخش لیکن گھر کی زندگی کو صرف ہوس تباہ کرتی ہے...... محبت کی ہوس...... دولت کی ہوس...... سفر کی ہوس...... ترقی کی ہوس......
عنایت...... وہ جی جو سیکل ہے باجی کا شہر میں لیڈیز سیکل......
قاضی...... اچھا اچھا وہ سائیکل...... چھٹی میں لے کر دیا تھا ہم نے تنو کو۔
عنایت...... وہ ابھی ہے شہر میں؟...... آپ کی کوٹھی میں۔
قاضی...... بالکل ہے۔ بالکل فٹ گیراج میں پڑا ہے۔ پچھلا پہیہ پنکچر ہے ذرا۔
پٹواری...... تو کیوں پوچھتا ہے کم عقلا۔
عنایت...... باجی بتا رہی تھیں وہ چلاتی تو ہے نہیں۔
قاضی...... تمہیں شوق ہے تو منگوا دوں گا۔
پٹواری...... اس نے کیا کرنا ہے سائیکل۔ اتنے ٹبے ٹوئے ہیں سڑکوں پر۔ خوامخواہ ہڈ گوڈے تڑوائے گا۔ میرے ساتھ آیا کر تو چپ چاپ بیٹھا کر......
قاضی...... عجیب لڑکی ہے۔ ابھی بسکٹ ہی لے کر نہیں آئی۔

(قاضی جاتا ہے)

پٹواری...... (عنایت کو مکا مار کر) اوئے توں کی کرسیں پرانی سیکل نال...... شودیا نالائقا۔
عنایت...... چلا ساں ابا۔
پٹواری...... چلا سیں؟ پرانی سیکل چلا سیں۔ اوئے پٹواری ہزار بخش دا پتر ہوئی کے تیں پرانی سیکل چلا سیں؟
عنایت...... اوہناں کول ہوئی جو پرانی سیکل اباجی۔
پٹواری...... اوئے بے منگتا ای تھیا تے نویں سیکل نہ منگ سکدا...... ایس جی بوتھی نال۔ اٹھ دور ہو پراں۔

(عنایت اٹھتا ہے اور صوفے پر بیٹھ کر کنگ بجانے لگتا ہے)

کٹ

سین ۸ آؤٹ ڈور دن

(درختوں کی چھاؤں میں تنویر اور منظور چلے جا رہے ہیں۔ ڈائیلاگ سوپرامپوز کئے جائیں۔)

تنو...... کہاں تک تعلیم پائی ہے آپ نے۔

منظور...... مجھے تو ان پڑھ ہی سمجھئے۔ ایف اے کرنے گیا تھا شہر۔ امتحان سے پہلے واپس آ گیا۔

تنو...... امتحان کیوں نہ دیا آپ نے۔

منظور...... مجھے وہم ہو گیا تھا کہ میں فیل ہو جاؤں گا۔ دراصل وہاں کا پانی مجھے راس نہ آیا۔ پیٹ خراب رہنے لگا۔ میرے مسوڑھے پھول گئے۔ راتوں کو نیند نہیں آتی تھی۔

تنو...... کس کے پاس رہتے تھے آپ وہاں؟

منظور...... ہمارا ایک گرائیں تھا۔ گورنمنٹ فشریز میں کام کرتا تھا۔ اس کے گھر روز مچھلی پکتی تھی۔ کچھ ہی دنوں بعد مجھے اپنے جسم سے مچھلی کی بو آنے لگی۔

تنو...... آپ کے کوئی دوست نہ بن سکے لاہور میں؟

منظور...... مجھے لوگ اتنی جلد قبول نہیں کرتے جتنی جلدی ایک عام آدمی کو قبول کر لیا جاتا ہے۔

تنو...... میں سمجھ گئی۔ آپ تنہائی کے ہاتھوں تنگ آ کر لوٹ آئے۔

منظور...... آپ کو کیسے پتہ چلا۔

تنو...... ایم اے میں سائیکالوجی پڑھی تھی میں نے۔ یہ علم مجھے لوگوں کے اندر کی کیفیت بتا دیتا ہے۔

منظور...... بڑا خطرناک علم ہے۔

تنو...... راتوں کو اٹھ کر بیٹھے رہتے تھے آپ...... عجب وسوسے گھیرے رہتے تھے...... کھانے سے آپ کو بو آتی تھی۔ لوگوں کی نیت پر شبہ ہوتا تھا۔ جو کچھ یاد کرتے تھے' بھول جاتے تھے۔

منظور...... بالکل بالکل۔

تنو...... اور آپ اپنے پر ترس کھانے لگتے تھے اور دنیا کو سنگ دل جانتے تھے۔ آپ کو محبت کرنے والوں کی تلاش تھی اور یہ لوگ دور دور تک نہ تھے۔

منظور...... وہاں ماں بھی نہیں تھی۔

تنو...... آپ کتنے خوش نصیب ہیں۔ آپ کے پاس ماں ہے۔

منظور...... کبھی کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ میں دوستوں کی طرح اس سے بات کر سکتا۔

تنو...... ایسی دعا نہ کریں۔ کیوں کہ جب ماں دوست بن جاتی ہے تو پھر وہ ماں نہیں رہتی۔ ہم شہر والوں کے پاس نہ ماں رہی ہے نہ دوست سب رشتوں میں ملاوٹ ہو گئی ہے۔ دوہرے تہرے رشتوں سے بڑی گڑبڑ ہوتی ہے۔

منظور...... (غور سے تنو کو دیکھ کر) میں ایک روز ماں کو آپ سے ملواؤں گا۔

کٹ

سین ۹ آؤٹ ڈور دن

(قاضی ایک کھلے رقبے پر' جہاں حال ہی میں اس نے زمین خریدی ہے' کلے لگوا رہا ہے ایک راج سر پر تولیہ لئے ایک کلے کو زمین ٹھونک رہا ہے۔ دور تک زمین کی نشاندہی کے کلے نظر آ رہے ہیں۔)

کٹ

سین ۱۰ آؤٹ ڈور دن

(تنو ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار سرپٹ دوڑائے جا رہی ہے۔ راستے میں دیہاتی اسے حیرانی اور دلچسپی سے دیکھتے ہیں۔ نہر کے پل پر پہنچ کر گھوڑا آہستہ کرتی ہے۔ سامنے سے منظور گدھے پر سوار آ رہا ہے۔ وہ تنو کو دیکھ کر گدھے سے اترتا ہے اور پل کے ایک طرف ہوتا ہے۔ تنو آگے نکل جاتی ہے۔ پھر گھوڑا موڑتی ہے اور پل کے قریب آ کر اترتی ہے اور منظور کے پاس جاتی ہے۔)

کٹ

سین ١١ ان ڈور دن

(منظور کے گھر کا غریبانہ آنگن 'منظور ایک خوبصورت لکّا کبوتر ہاتھ میں لئے بیٹھا ہے۔ ماں زمین پر مٹی کا لیپ کر رہی ہے۔ کچھ دیر بعد منظور کبوتر چھوڑ دیتا ہے۔)

ماں...... پھر تیرے مسوڑھوں سے لہو نکلنے لگا؟

منظور...... ہاں۔

ماں...... کتنی بار کہا ہے تھوڑا سا نمک تیل میں ملا کر مل لیا کر سونے سے پہلے۔ پر تو مانے تو ناں۔

منظور...... ماں...... کیا کبھی تجھے خوشی ملی ہے سڑک پر چلتے چلتے اچانک...... گھر میں بیٹھے ہوئے یونہی۔

ماں...... ہاں ملی تھی ایک شام۔ جب دونوں وقت ملتے ہیں۔

(اب ماں بولتی رہتی ہے۔ اس کی آواز مدھم ہو جاتی ہے۔ منظور اٹھ کر آنگن کی چھوٹی سی دیوار پر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر کبوتر ہوا میں چھوڑتا ہے۔)

منظور...... ماں وہ سمجھتی ہے کہ جب لوگ انسان کی فطرت کو سمجھنے لگیں گے 'جب علم عام ہو جائے گا تو خوشی گھر گھر جھانکنے لگے گی۔ (مسکرا کر) خوشی انسانی ایجاد نہیں ہے تو بیگم کہ اس کا کوئی فارمولا تیار ہو سکے...... یہ تو خود بخود اچانک ایک دن دل میں وَر آتی ہے جیسے اندھیری کوٹھڑی میں سورج کی کرن 'اَن برسے بادلوں سے بارش کی بوند...... اور یوں مر جاتی ہے جیسے سرِ شام پھول کے اندر شہد کی مکھی بند ہو جائے۔ خوشی تلاش کرنے نکلو تو صرف غم ملتے ہیں...... اور اگر تلاش نہ کرو تو کسی روز یہ پیچھے سے آ کر تمہارے گلے میں بازو ڈال دیتی ہے...... خوشی تو تحفہ ہے۔ عطیہ ہے۔ توفیق ہے...... اوپر سے بلاقیمت ملتی ہے۔ کسی محنت کا حاصل نہیں...... کسی عمل کا اجر نہیں۔ ایک بوند گرتی ہے اور پوری روح کو بھگو دیتی ہے۔

(اس وقت اوپر سے چند پانی کے قطرے منظور کے چہرے پر گرتے ہیں۔ وہ مسکراتا ہے عقب میں ماں آواز دیتی ہے۔)

ماں...... اندر آجا بیٹا۔ بارش آنے والی ہے۔

(منظور کا کلوز جیسے وہ بہت خوش ہو۔)

کٹ

سین ١٢ آؤٹ ڈور دن

(قاضی چارپائی پر نیم دراز ہے۔ ملازم لالو ٹانگیں دبا رہا ہے۔ وہ حقہ پینے میں مشغول ہے۔ پاس پٹواری اور عنایت مونڈھوں پر بیٹھے ہیں۔ عنایت کے ہاتھ میں چھوٹی سی ریڑھی ہے۔ جب یہ چلتی ہے تو اس کے ڈرم پر چھوٹی چھوٹی چھڑیاں لگتی ہیں اور بہت شور ہوتا ہے۔)

پٹواری...... میں تو صبح ہی آ جاتا۔ میجر صاحب نے پکڑ لیا۔ ٹریکٹر پر چڑھے ہوئے تھے۔ ٹوپی ہلا ہلا کر روک لیا مجھے۔

قاضی...... ہم تو تمہارے میجر کی طرح ٹریکٹروں کے عاشق نہیں ہیں میاں ہزار بخش۔ جہاں راجہ ہل 'سر ڈھیری ہل' پاک ہل ہو' وہاں ٹریکٹر بیکار ہے۔

پٹواری...... آپ کا علم زیادہ ہے سرکار۔

قاضی...... یہ میجر بچارہ کیا زمینداری کرے گا۔ ساری عمر تو روٹ مارچ میں گزر گئی۔ اسے کیا پتہ راؤنی کیا ہوتی ہے۔ وتر کس جانور کا نام ہے۔

پٹواری...... پچھلے سال میجر کی فارم کا گنا ساڑھے سات فٹ سے بھی لمبا تھا قاضی صیب۔

قاضی...... لمبے گنے سے کیا ہوتا ہے ہزار بخش۔ ہم جانتے ہیں سارے گنے کو چتکبری ہوئی تھی۔

پٹواری...... آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ تو بسنت پورہ میں تھے ہی نہیں۔

قاضی...... خبر تو ہو جاتی ہے ناں۔

عنایت...... چاچا جی کیسے بھلا؟ آپ کو کیسے پتہ چلا؟

پٹواری...... چپ کر اوئے۔ بڑے بات کرتے ہوں تو منہ سی کر بیٹھتے ہیں۔

قاضی...... بس دیکھتے جاؤ میاں ہزار بخش۔ ہم نئے جھنڈے گاڑ دیں گے۔ مکمل میکانائیزڈ فارمنگ بھی نہیں ہو گی اور پرانا دقیانوسی طریقہ بھی نہیں ہو گا۔ بس نئی کھیل ہو گی۔

پٹواری...... بسم اللہ بسم اللہ۔

قاضی...... پٹواری صاحب اگر انسان کو اصلی خوشی درکار ہو تو وہ کاشتکاری کرے...... انسان اقتدار چاہتا ہے۔ پاور ہو تو خوشی ملتی ہے اور سب سے بڑی پاور زمین ہے۔ ہل سارے دکھوں میں راؤنی کر دیتا ہے۔ واحد علاج ہے ہر دکھ کا۔

پٹواری...... آپ نے وحید تالڑ کی زمین کے متعلق کیا سوچا؟ خریدنی ہے کہ ارادہ چھوڑ دیا؟

قاضی..... (جلدی سے جوتی پہنتے ہوئے) خریدنی ہے' خریدنی ہے۔ پر حاجی کو پتہ نہ چلے ہماری اتنی خواہش ہے۔

پٹواری..... حاجی کو اس وقت بڑی ضرورت ہے۔ بیاہنے جوگی بیٹیاں بیٹھی ہیں دہلیز پر۔ زبان کا پکا ہے۔

عنایت..... نئی سائیکل کتنے میں ملتی ہے چاچا جی؟

قاضی..... لے دیں گے آپ کو فکر نہ کریں۔

عنایت..... لیڈی سیکل پر لوگ ہنسیں گے میرے پر۔

قاضی..... لے دیں گے' لے دیں گے۔ فکر نہ کرو۔

پٹواری..... (عنایت کے سر پر دھول مار کر) اس کی ماں جوڑ رہی ہے جی۔ دو چار سال میں رقم اکٹھی ہو جائے گی۔

قاضی..... نہ نہ..... ہم لائیں گے نئی سائیکل عنایت کے لئے۔ آخر چاچے کس لئے ہوتے ہیں۔

پٹواری..... چل اب کم عقلا چاچا جی کا شکریہ بھی تو ادا کر۔

عنایت..... شکریہ چاچا جی۔

پٹواری..... چلیں ذرا منہ کرادوں وحید تالڑ سے۔

قاضی..... میری ساری عمر سرکاری کرسی پر کٹی ہے..... میں کیا سودا کراؤں گا؟

پٹواری..... سودا آپ نے کیا کرانا ہے۔ ہم خدمت کریں گے۔ آپ صرف ساتھ چلیں۔

عنایت..... شہر کب جائیں گے چاچا؟

پٹواری..... (آہستہ) پچھے نہ پے جایا کر۔ آئیں جی آئیں۔ دھوپ چڑھتی جاتی ہے۔

(پٹواری اور قاضی آگے آگے چلتے ہیں۔

پیچھے عنایت ریڑھی چلاتا جاتا ہے جس کا بہت شور ہے' جو چند ثانیے رہتا ہے۔)

کٹ

سین ۱۳ ان ڈور شام کا وقت

(سات آٹھ دیہاتی عورتیں اور لڑکیاں ایک کمرے میں موجود ہیں۔ وہ بڑی حیرانی سے تنویر کی باتیں سن رہی ہیں۔ تنویر کے ہاتھ میں کاپی اور پن ہے۔ وہ مختلف عورتوں سے سوال پوچھتی ہے۔ وہ اسے جواب دیتی ہیں۔

کچھ دیر بعد ہنستے آتی ہے۔ یہ ایک خوبصورت جواں سال لڑکی ہے' جو منظور میں دلچسپی رکھتی ہے۔ وہ بالوں میں سے بھوسے کے تنکے نکالتی ہے۔ دہلیز پر آ کر کھڑی ہوتی ہے اور غور سے تنو کی جانب دیکھتی ہے۔)

کٹ

سین ۱۴ ان ڈور صبح کا وقت

(تنو اپنی کوٹھی کے ڈرائینگ روم میں جو دیہاتی آمیزش کا ہے' بیٹھی خط لکھ رہی ہے۔ لالو قریب فرش پر بیٹھا ہاون دستے میں کچھ کوٹ رہا ہے۔)

تنو ... تو یہ ٹھک ٹھک بند نہیں کر سکتا لالو

لالو ... لو جی بند ہو گیا۔

(چند ثانیے تنو لکھتی ہے)

باجی جی..... شہر وچ تو بہت خوشی ہو گی۔ کبھی ریڈیو لگا لیا' کبھی ٹیلی ویژن' کبھی سیل کو چلے گئے' کبھی باگاں میں گھوم آئے عیش ہوتی ہو گی عیش۔

تنو۔ تمہیں شہر بہت اچھا لگتا ہے لالو..........

لالو۔ ہاں جی ہمارے کول کیا ہے..... گویا..... گوارے بر سیم جنتری کی بنی ہوئی کھاد..... آندھی کا گھٹا..... نہر کا گندا پانی..... 'بھک' 'تنگ' 'غریبی' 'گال' 'مندا

تنو۔ تمہارا کیا خیال ہے وہاں کیا ہے؟

لالو۔ ساری خوشیاں ہمارے دانے چک کے شہر والوں کے بنیرے پر جا بیٹھتی ہیں باجی جی اگر ان کو پکڑنا ہو تو کوئی شہری بلارا بلانا پڑتا ہے۔

(اس وقت منظور شرمایا سا آتا ہے)

منظور ۔۔ جی میں آسکتا ہوں؟

تنو ۔۔ آئیے آئیے بلکہ ضرور آئیے..... میں نے آپ کی دوا تلاش کر رکھی ہے۔

منظور ۔۔ شکریہ

تنو ۔ (خط لالو کو پکڑاتے ہوئے) لیجئے حضرت یہ خط احتیاط سے..... کیا کہا میں نے؟

لالو۔ احتیاط سے پوسٹ کرنا ہے۔

تنو... بیٹھے پلیز..... احتیاط سے یہ خط پوسٹ کرنا ہے بہت ضروری خط ہے۔

لالو۔ شہر جائے گا؟ لاہور شہر؟

تنو۔ ہاں..... لاہور شہر گلبرگ

(لالو خط کو چومتا ہے اور خوشی کے ساتھ رخصت ہوتا ہے۔ تنو میز کا دراز کھول کر دوا نکالتے ہوئے)

یہ آپ کے مسوڑھوں کے لئے ہے چھوٹا سا روئی کا پھاہا ماچس کی تیلی کے گرد لپیٹ کر (عملی طور پر کر کے دکھاتی ہے) اس طرح..... اس دوا میں ڈبو کر رات کو سونے سے پہلے مسوڑھوں پر لگا کر سویا کریں ہفتے میں آرام آجائے گا۔

منظور۔ آپ کتنی اچھی ہیں۔

تنو۔ میں اچھی نہیں ہوں منظور صاحب..... یہ جو میرا سائیکالوجی کا علم ہے' یہ اچھا ہے ہر اندھے کنوئیں میں گرنے سے بچا لیتا ہے۔

منظور۔ یہاں آپ بور تو نہیں ہوئیں.....

تنو۔ گاؤں میں وقت ست ندی ہے' شہر میں آبشار ہے۔ لیکن یہاں مجھے ہیومن نیچر سٹڈی کرنے کا وقت ملا ہے جو کچھ میں نے پڑھا تھا' اس کے استعمال کا موقع ملا ہے ایک آدمی اور دوسرے آدمی کا فرق اور اس فرق کی وجوہات ٹٹولنے میں مدد ملی ہے۔ اگر تنگ نظری نہ رہے.....

منظور۔ تو پھر؟

تنو۔ تو ساری دنیا کے دکھ دور ہو جائیں۔

منظور۔ کبھی کبھی سمجھ لینا..... اپنے علم سے' اپنی دانش سے مسئلہ کو جان لینا کافی نہیں ہوتا۔

تنو۔ (بے اعتنائی سے) کافی ہوتا ہے۔ کافی ہوتا ہے اگر انسانی فطرت کی سمجھ آ جائے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ معاف کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ سمجھ بوجھ سے تمام مسئلے طے ہو جاتے ہیں منظور صاحب

منظور۔ (یک دم جوش میں آ کر) اگر کسی کو سمجھ آ جائے کہ یہ.......... یہ.......... برص کے داغ جو میرے چہرے پر ہیں.......... ان میں میرا کوئی قصور نہیں تو..... تو کیا..... کیا اس علم کی بنا پر وہ شخص مجھ سے محبت کر سکے گا..... بولئے..... بتائیے..... سمجھ کافی ہو گی؟

تنو (بات کو عام سا کرتے ہوئے) بالکل..... ہو سکتا ہے۔ (نظریں چرا کر) ممکن ہے..... سمجھ آ جائے

تو ہو سکتا ہے..... کوئی مشکل نہیں۔

منظور۔ نہیں..... نہیں . . . خوشی کا خودرو پھول کسی سوجھ بوجھ کا محتاج نہیں، کسی محنت کا ثمر نہیں..... یہ جب ملتی ہے' اچانک بے ساختہ ملتی ہے.....

تنو۔ جب تک ہم درگزر نہیں سیکھیں گے' معاف کرنا نہیں جانیں گے' ہمیں اصلی خوشی کیسے مل سکتی ہے؟

منظور۔ آپ کی خوشی سے قناعت کی بو آتی ہے اس میں صبر جھلکتا ہے..... قناعت انسانی خوشی کی اچھی شکل نہیں ہے اس میں آنسو پی جانے کا اشارہ ملتا ہے..... روٹھ کر راضی رہنے کا عمل نظر آتا ہے۔

کٹ

سین ۱۵ آؤٹ ڈور دن کا وہی وقت

(لالو ہاتھ میں تنو کا خط لہراتا گاتا ہوا کھیتوں میں جا رہا ہے)

لالو..... نی چھٹیے شہر دیئے
تینوں گھٹ گھٹ جپھیاں پاواں
سینے نال لاواں
نی چٹھیے شہر دیئے

ڈزالو

سین ۱۶ ان ڈور صبح کا وقت

(تنویر کا کمرہ..... تنویر اور منظور ایک صوفے پر بیٹھے ہیں منظور بہت شرمیلا ہے جب کہ تنویر روزمرہ کی گفتگو کر رہی ہے)

تنویر۔ نہیں منظور پہلے آدمی اندر سے بیمار ہوتا ہے بعد میں اس کا جسم متاثر ہوتا ہے۔

منظور۔ آپ مجھے ہر روز پہلے سے زیادہ حیران کر دیتی ہیں۔

تنویر۔ دیکھئے میرا علم ناقص ہے میں کوالیفائیڈ نہیں ہوں لیکن کیا آپ میرا سبجیکٹ بننا پسند کریں گے؟ میں

آپ پر تھیراپی کر سکتی ہوں؟

منظور۔۔تھیراپی؟

تنویر۔میں آپ کو ہپنوٹائیز کروں گی۔

منظور۔(ہنس کر) اس کی کیا ضرورت ہے؟

تنویر۔(اشارہ نہ سمجھتے ہوئے) دیکھئے ضرورت ہے! شائد کوئی اندر کی الجھن...... کوئی دبی کیفیت' جذبہ باہر آ جائے...... کالج میں ہمارا گروپ بہت ایسے کام کرتا تھا۔ آپ کو مجھ پر اعتماد ہے ناں؟

منظور۔میں ہمیشہ آپ پر اعتماد کروں گا۔

تنویر... مجھے کوئی خاص پریکٹس نہیں ہے میری سہیلی اسما تو ماسٹر ہے ماسٹر۔آپ کو ڈر تو نہیں آ رہا

منظور۔آپ کے ساتھ ڈر کیسا؟

تنویر۔یہاں بیٹھئے میرے سامنے...... آپ کے پاس رومال ہے؟

(منظور جیب سے رومال نکالتا ہے۔ اسے جھاڑتا ہے اور تنویر کو دیتا ہے اس دوران تنویر بولتی رہتی ہے اس بات کی احتیاط کی جائے کہ منظور آہستہ آہستہ تنویر کی محبت میں گرفتار ہوتا جاتا ہے لیکن تنویر کا رویہ ایک تعلیم یافتہ امیر زادی کا ہے اس کے لئے یہ سب کچھ ایک دلچسپ ٹائم پاس ہے وہ اپنے شفیق رویئے سے مرد کو شکوک میں گرفتار کرتی ہے لیکن خود بطخ کی طرح سطح آب پر رہتی ہے۔ اس طرح مصنوعی حالات پیدا ہوتے ہیں جو ایک گہرے المیے کو جنم دیتے ہیں۔

اب تنویر رومال لے کر اپنے ہاتھ سے ایک پلاسٹک کا کڑا اتارتی ہے اور رومال سے اسے باندھ کر منظور کے چہرے کے سامنے گھڑی کے لٹکن کی طرح ہلاتی ہے)

تنویر۔یہ کام خاص قسم کے سپیشلسٹ کرتے ہیں لیکن میں کوشش کروں گی۔

کٹ

سین ۱۷ آؤٹ ڈور رات

(کھیتوں میں سے قاضی' پٹواری اور عنایت چلتے جا رہے ہیں عقب میں بین کی آواز سوپر امپوز کیجئے...... موسیقی کا یہ ایفیکٹ اگلے سین میں بھی جاری رہے گا۔ پٹواری جیسے قاضی کو اس زمین کی خوبیاں سمجھا رہا ہے۔ عنایت ان دونوں سے پیچھے ہے اور ریڑھی بجائے جا رہا ہے)

کٹ

سین ۱۸ ان ڈور کچھ دیر بعد

(منظور مکمل طور پر ٹرانس میں جا چکا ہے عقب میں الغوزے پر سانپ کو سدھانے والی بین بج رہی ہے تنویر رومال میں پلاسٹک کا کڑا لٹکائے منظور کو ہپنوٹائیز کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے منظور اس وقت چل رہا ہے اور تنویر بھی اس کے ساتھ برآمدے میں الٹے قدم چل رہی ہے۔)

تنویر ... رات کا وقت ہے یاد کیجئے رات کا وقت ہے۔

منظور .... ہاں رات کا وقت ہے

تنویر -- چاند بادلوں میں چھپا ہوا ہے۔

منظور ... ہاں اندھیری رات ہے۔

تنویر -- آپ آٹھ سال کے ہیں اور کھلیان کی طرف جا رہے ہیں۔

منظور ! ہاں ہاں گاماں جنتے کو مار رہا ہے۔جنتے کی ناک میں سیاہ دھاگہ ہے اور اس کے ماتھے پر مینڈھیاں گندھی ہیں۔ اس کے بالوں میں بھوسے کے تنکے الجھے ہوئے ہیں۔ میں گامے کے ساتھ لڑنے لگتا ہوں۔ وہ مجھے لکڑی کے بالے پر دے مارتا ہے۔ مجھے چوٹ نظر نہیں آتی۔ صرف جنتے کی آنکھوں کا خوف نظر آتا ہے۔ وہ بھاگ جاتی ہے۔ اس کے بالوں کا پراندہ لٹکن کی طرح ہلتا ہے دائیں بائیں۔ دائیں بائیں۔

ڈزالو

سین ۱۹ آؤٹ ڈور رات

(جنتے جو نوجوان لڑکی ہے وہ بھاگی جا رہی ہے اور کمر پر اس کا پراندہ دائیں بائیں جھول رہا ہے)

ڈزالو

سین ۲۰ ان ڈور وہی وقت

(منظور اور تنویر آمدے میں موجود ہیں۔ تنو اس وقت رومال میں لٹکا ہوا کڑا ہلا رہی ہے لیکن منظور اس وقت ٹرانس میں نہیں ہے۔ اس وقت اس کی چھٹی حس جاگ اٹھی ہے۔ اور اسے مافوق الفطرت اشیاء کو دیکھنے کا جو عطیہ قدرتی طور ملا ہے۔ وہ جاگ اٹھتا ہے۔ وہ لٹکن کو پرے کرتا ہے اور ایک ستون کے ساتھ لگ کر کہتا ہے۔)

منظور۔ تنویر آندھی آ رہی ہے۔

تنو۔ (ادھر ادھر دیکھ کر) آندھی۔ کہاں؟

منظور۔ درخت جڑوں سے اکھڑ رہے ہیں۔ چھتیں، بانس کے ستون اڑ رہے ہیں آندھی میں۔

تنو۔ کہاں؟

منظور...... (تنو کا ہاتھ پکڑ کر) ذرا اس ستون سے کان لگا کر سنئے اس میں آواز ہے آندھی کی۔ درختوں کے گرنے کی۔

تنو...... آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ کیسی آندھی؟ کہاں کی آندھی؟

منظور (منجمد ہو کر) غور سے دھیان سے سنئے۔ کتے بھونک رہے ہیں۔ اور بھوسی ہوا میں اڑ رہی ہے۔

تنو...... میں آپ کو حکم دیتی ہوں اپنی اصلی حالت میں واپس آ جایئے

منظور...... (گھٹنوں کے بل ہو کر) سنئے بیٹھئے زمین کے اندر چلنے والے چشمے ابل رہے ہیں۔ آپ کو شور سنائی نہیں دیتا (زمین پر کان دھر کر) سنئے دیکھئے ایسی آندھی میں خون ہوتا ہے۔

(اس وقت لالو بھاگتا ہوا اندر آتا ہے)

لالو... حسین آباد بڑی ہنیری چڑھی ہے بی بی جی...... اللہ کا کرم ہم ہنیری سے پہلے پہنچ گئے جیپ میں......

(تنویر حیران صورت دیکھتی ہے۔ آندھی کی زوردار آواز سوپرامپوز کیجئے)

کٹ

سین ۲۱ ان ڈور شام کا وقت

(قاضی جہانداد، پٹواری ہزار بخش، عنایت اور حاجی تالڑ بیٹھک میں موجود ہیں۔ کٹوروں میں سب چائے پی رہے ہیں۔ حاجی تالڑ نے سر پر استرا پھروا رکھا ہے اور اس کا ایک خدمت گار سر میں چمپی کر رہا ہے)

حاجی .. جب تک سانس ہے قاضی صیب، تب تک دکھ کی پھانس بھی ساتھ ساتھ ہے۔

قاضی... لیکن ہم نے حاجی صاحب خوشی کا ایک پکا نسخہ ایجاد کر لیا ہے۔ انسان کا آخری گھر زمین ہے جتنی جلدی وہ زمین سے رشتہ جوڑ لیتا ہے، اتنی ہی جلدی اسے خوشی مل جاتی ہے۔

حاجی .. اچھا جی

قاضی... جو لطف ہل چلا کر ملتا ہے، وہ کرسیوں پر بیٹھ کر نصیب نہیں ہوتا۔ ہم نے ساری عمر افسری کی خوشی کا ایک لمحہ نہیں دیکھا۔

حاجی۔ وہ جو رقبہ میجر صاحب کے ساتھ والا ہے، وہ بیچ دیں گے۔

پٹواری۔ ہاں حاجی جی ناں۔ بڑے حوصلے والے ہیں قاضی صاحب۔ تھل میں ان کے مربعے ہیں۔ سندھ میں ان کی زمین ہے۔ لاہور میں فیکٹری ایریا میں ان کے پاس اچھا رقبہ ہے لیکن بسنت پورہ اللہ کے فضل سے انہیں پسند آ گیا ہے۔ یہاں یہ خود کاشت کریں گے۔

حاجی ۔اور باقی زمینیں ۔

قاضی ۔وہ تو میں نے کبھی کی ٹھیکے پر دے دی ہیں۔

حاجی۔ بلے

قاضی۔ یہ آپ کا میجر کیا جانے کاشتکاری کو۔ سر پر ہیٹ ڈال کر پچکاریاں مارتا پھرتا ہے کھیتوں میں۔ جب کماد کو رتا لگا، فصلوں کو بھونڈی ٹوکے نے تباہ کیا کنک کو کانگیاری لگی تب پتہ لگتا ہے میجر کو۔ ان پچکاریوں سے کچھ نہیں بنتا، ان بیماریوں کا۔

حاجی۔ کمال ہے جناب عالی! آپ کو اتنا علم ہے کھیتی باڑی کا۔ کتنے سال سے کھیتی باڑی کر رہے ہیں آپ۔

پٹواری ...... کھیتی باڑی تو ابھی شروع کی ہے۔ لیکن علم کا سمندر ہیں اپنے قاضی۔ اسی لیے تو میں کہہ رہا ہوں۔ حاجی صاحب اپنے گاہک کو تھوڑی سی کمی بیشی پر بھی زمین دے دیتے ہیں۔ ابھی آپ ان کی دھی رانی کی باتیں سن لیں تو آدھی رقم ادھ چھوڑ دیں یکشمت

حاجی۔ لیموں کا باغ لگا ہوا ہے سرکار۔ یہ میں جانتا ہوں تھوڑے سے علاقے میں کلر بھی ہے لیکن قیمت کم نہیں ہو گی۔

قاضی... آپ فکر نہ کریں ۔ ہم جپسم نائیٹروجن کی کمی کا علاج جانتے ہیں۔

حاجی۔ پر اس قدر زمینیں خرید کر آپ کیا کریں گے قاضی صاحب۔

قاضی۔ میں؟ میں زمین لے کر کیا کروں گا۔ میرا تو دل ہی زمین سے نہیں بھرتا حاجی صاحب۔ مجھے تو زمین کو دیکھ کر ہی پر لگ جاتے ہیں۔ میرا دل کرتا ہے صبح سے چلنا شروع کروں۔ رات تک چلتا جاؤں۔ پھر صبح میرے قدم زمین ناپنے لگیں۔ جہاں جہاں میرا پاؤں پڑے، وہ زمین میری ہو جائے۔ لہلہاتی زمین، بنجر غیر آباد زمین، کلر زدہ بے آب و گیاہ زمین، گہرے گڑھوں سے داغدار زمین، اونچے ٹیلوں سے اٹی ہوئی زمین، خار دار زمین، خودرو

سبز گھاس سے آسودہ چشموں سے سیراب۔ سب میری ہو۔ میری اپنی۔ میری زمین۔

(جس وقت وہ کہتا ہے میرا دل کہتا ہے - تو سین بدل کر کئی کٹ آتے ہیں۔ کبھی قاضی کھیتوں میں چل رہا ہے۔ کبھی چشمے کے ساتھ ساتھ۔ کبھی خاردار جھاڑیوں میں۔ آخر میں وہ ایک ٹیلے پر کھڑا ہے۔ اس کے بازو ایسے پھیلے ہیں جیسے وہ ساری دھرتی کو آغوش میں لینا چاہتا ہے۔ کچھ لمحے وہ ایسے ہی کھڑا رہتا ہے۔اس پر الغوزے کا ساؤنڈ ایفیکٹ سوپرامپوز کیجئے۔ یہ زمین میری ہو۔ وہ بار بار یہی جملے دوہراتا ہے۔)

کٹ

سین ۲۲ ان ڈور شام کا وقت

(منظور کی ماں دیئے میں ڈالنے کے لئے روئی کی بتی بٹ رہی ہے۔ سامنے پیڑھی پر تین دیئے پڑے ہیں جنہیں جنتے جلا رہی ہے۔)

ماں... کب ہے تیری بارات جنتے۔

جنتے.. پتہ نہیں چاچی۔

ماں ... آئے نہیں تیرے سسرال والے حسین آباد سے۔

جنتے .. آئے تھے۔

ماں.. پھر تاریخ نہیں پڑی؟

جنتے .. کہتے تھے جلدی کرو۔

ماں ...پھر تیری ماں نہیں مانی۔

(اس دوران جنتے دیا جلا کر طاق میں رکھتی ہے۔)

جنتے ... وہ تو مانتی ہے۔

ماں ...پھر تیرا ابا نہیں مانا ؟

جنتے ...اس کو بھی کاہلی ہے۔ وہ بھی مان گیا تھا۔

ماں.... پھر تاریخ کیوں نہ مقرر ہوئی۔

جنتے .... کچھ اللہ کا کرم ہو گیا چاچی اور کیا (اپنے آپ سے) کچھ مہلت مل گئی۔

ماں .... کس سے بول رہی ہے جنتے

جنتے.. اپنے سے چاچی۔

ماں۔کس سے؟

جنتے۔میں دس سال کی تھی یا ایک آدھ سال اوپر ہی ہو گا......اسی روز میری ماں نے میرا ناک چھید کر اس میں کالا دھاگہ ڈالا تھا۔ میں تیری طرف آ رہی تھی چاچی تو راستے میں مجھے گاماں مل گیا۔

ماں۔کون گاماں؟۔

جنتے۔تیلی سردار کا بیٹا حشمتے کا پتر۔ اس نے میرے ہاتھ سے سونے کا کنگن اتارنے کی کوشش کی چاچی......بڑا مارا مجھے۔ اوپر سے تیلی منظور آ گیا......تب منظور نے اتنا ہڈ کاٹھ بھی نہ نکالا تھا۔ پر اس نے گامے کو سیدھا کر دیا۔ مار بھگایا گامے کو۔

ماں۔تیرے سے کوئی چار سال چھوٹا ہو گا۔

جنتے۔اس دن کے بعد سے آج تک مجھے اس کے داغ نظر نہیں آئے۔ چاچا کہتا ہے منظور کو برص کی بیماری ہے۔ پر......مجھے تو لگتا ہے......

ماں۔تو اس کی چاچے کی دھی بہن جو ہوئی۔ پر اب منظور نے ٹھیک ہو جانا ہے۔

جنتے .... (خوشی سے) کیسے چاچی۔

ماں۔بس ایک شہرن آئی ہے بڑی گنی ہے۔منظور کہتا ہے اب نہ وہ رات کو جاگتا ہے نہ مسوڑھوں میں سے لہو نکلتا ہے۔

جنتے۔ڈاکٹرنی ہو گی چاچی۔؟

ماں۔.نہ نہ۔ اس کے پاس کوئی اور علم ہے ڈاکٹری سے بھی اونچا۔ پیٹ کی بات سب سے لکی چھپی باہر نکال لیتی ہے۔

جنتے۔اور علاج کر دیتی ہے۔

ماں۔پہلے روح کا علاج کرتی ہے پھر کہتی ہے جسم آپی آپ نرویا ہو جاتا ہے۔

جنتے۔دل کی باتیں بوجھ لیتی ہے چاچی؟

ماں ... بالکل پوری پوری

(جنتے دیا اٹھا صحن میں چلتی ہے۔ آہستہ آہستہ بیک گراؤنڈ میں اس پر ہیر کے یہ بول سوپرامپوز ہوتے ہیں)

"ایسا کوئی لبھا............میں ڈھونڈ تھکی"

کٹ

سین ۲۳ ان ڈور صبح کا وقت

(تنویر ایک خط پڑھ رہی ہے۔ لالو اندر آتا ہے۔)

لالو۔ قاضی پوچھتے ہیں کہ وہ بگے کھوکھر کی طرف جا رہے ہیں آپ کو کوئی کام تو نہیں۔

تنویر۔ مجھے۔ بگے کھوکھر سے؟ ناں بھیا ان سے جو کام ہو گا پاپا جان کو ہی ہو گا۔

(لالو پاس آتا ہے۔)

لالو ... باجی جی یہ خط شہر سے آیا ہے؟

تنویر ... ہاں بھئی۔

لالو۔ کیا خوب صورت کاغذ ہے۔ شہر کی کوئی ریس نہیں باجی جان۔ جو چاہے مرضی خرید لو۔ یہاں اگر گاڑی ہو تو اس کو ریڑھن والی سڑک کہاں ہے۔ خط لکھنے والا مل گیا تو ایسا کاگت کہاں سے لاؤ گے کیا بات ہے شہر کی ساریاں خوشیاں ان کے چوبارے، تو کوئی کام نہیں آپ کو بگے کھوکھر سے؟

تنویر۔ بھیا ہم زمین کے نہیں، علم کے گاہک ہیں۔

(لالو جاتا ہے۔ اس وقت جنتے گھبرائی سی پریشان صورت دروازے میں آتی ہے۔)

جنتے۔ میں آ جاؤں ڈاکٹر جی۔

تنو۔ آ جاؤ...... آ جاؤ۔

جنتے۔ سلام علیکم۔

تنو۔ وعلیکم (جنتے فرش پر بیٹھتی ہے۔)

تنو۔۔ یہاں بیٹھو

جنتے۔ نہیں جی۔ میں یہاں ہی ٹھیک ہوں۔ (ہچکچا کر) میں منظور کے تائے کی بیٹی ہوں۔

تنو۔ پھر تو آپ بالکل نیچے نہیں بیٹھ سکتیں۔ اٹھیں پلیز۔

(جنتے حیران رہ جاتی اور تنو کا منہ تکتی ہے۔)

جنتے۔ پنڈ والے تو منظور کو کچھ نہیں سمجھتے۔

تنو۔ اگر کہیں منظور شہر میں ہوتا اور اخبار والوں کو پتہ چل جاتا کہ وہ زمین میں اٹھتے چشموں کی آواز سن سکتا ہے تو اس پر مضمون لکھے جاتے۔ رنگین تصویریں چھپتیں اس کی بڑی مشہوری ہوتی منظور کی۔

جنتے ... ہلا جی

تنو۔ آپ سمجھ ہی نہیں سکتیں لیکن کچھ لوگوں میں کچھ خاص قسم کی خوبیاں ہوتی ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ میں ویسی ہی خوبیاں پیدا بھی کرنا چاہیں تو نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً کوئی شخص خوب صورت ہو کوئی باکمال سنگر ہو۔ منظور ہو۔ آپ میری بات سمجھ رہی ہیں۔

جنتے۔ نہیں جی پر آپ بولتی بہت سوہنا ہیں۔ جادو جیسا ہو جاتا ہے۔

(اب تنویر سمجھانے کے انداز میں جنت سے باتیں کئے جاتی ہے۔ وہ حیران ادھ کھلا منہ لئے سنتی ہے۔ منظر آہستہ آہستہ ڈزالو کرتا ہے۔)

ڈزالو

سین ۲۴ ان ڈور دن

(منظور کی ماں بیٹھی قرآن شریف دیکھ رہی ہے۔ وہ صفحے پر ہاتھ پھیرتی ہے اور پھر صفحہ الٹ لیتی ہے۔ پھر منہ میں بسم اللہ پڑھتی ہے، صفحے پہ ہاتھ پھیرتی ہے اور صفحہ الٹتی ہے۔ لالو آتا ہے۔)

لالو۔۔ بے بے۔ بے بے وڈھی۔

ماں ... آجا۔ آجا لالو۔

لالو۔ بیٹھنے کا وقت نہیں ہے۔ ہم مصروف لوگ ہیں۔ میں یہ خط پوسٹ کرنے جا رہا ہوں سٹیشن پر۔ شہر کا خط ہے خیر سے۔

ماں .. کوئی لسی پانی۔

لالو...... بالکل وہل نہیں ہے بے بے وڈھی۔ آپ کے لئے بلکہ بھا منظور کے لئے پٹواری ہزار بخش صاحب کا سنیا ہے۔

ماں...... منظور تو ابھی باہر گیا ہے۔

لالو...... تو آ جائے گا آخر۔ تم اس کو بتا دینا پئی حاجی تالڑ ہوراں نے اپنے نیموں والے باغ کا سودا کر لیا ہے قاضی صیب کے ساتھ۔ اٹھاڑو والا جو علاقہ ہے اس میں ٹیوب ویل لگنا ہے۔ منظور پہنچ جائے سنتے ہی۔ سمجھ گئی اماں وڈھی۔

ماں...... سمجھ گئی......

سین ۲۵ آؤٹ ڈور شام

(قاضی صاحب لان میں نیچی کرسی پر بیٹھے ہیں۔ پاس دو چار اور کرسیاں بھی پڑی ہیں' اندر سے تنویر گھڑی لے کر آتی ہے)

تنویر...... کتنے بجے کا الارم لگانا ہے پاپا جان۔

قاضی...... صبح چار بجے کا۔ پانچ بجے تک منظور جگہ کی نشان دہی کر دے گا۔ چھ بجے بورنگ شروع اللہ کا نام لے کر (وقفہ) ہمارا بیٹا کیا سوچ رہا ہے۔

تنویر...... آپ نے حاجی تالڑ کی زمین کیوں خریدی ہے پاپا جان۔

قاضی...... اپنے بیٹے کے لئے

تنویر...... اور میجر صاحب کے ساتھ والے مربعے۔

قاضی...... میرا تمہارے سوائے اور کون ہے تو۔

تنویر...... اور گدو بیراج کا علاقہ۔

قاضی...... تیرے لئے اور کس کے لئے

تنویر...... اور تھل کا نہری رقبہ؟

قاضی...... یہ سب کیوں پوچھ رہی ہے تو؟

تنویر...... اس لئے کہ آپ میرے دوست ہیں اور میں آپ پر حق رکھتی ہوں ان سوالات کا۔

قاضی...... ہاں ہاں پوچھو پوچھو۔ میں ان والدین میں سے نہیں ہوں جو بچوں پر رعب کا ڈھکنا دبائے رکھتے ہیں۔

تنویر...... میں آخری بار پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ سب کچھ آپ کیوں کر رہے ہیں۔

قاضی...... تمہارے لئے۔

تنویر...... میں تو لڑکی ہوں۔ پاپا جان اتنا جنجال کیسے پال سکتی ہوں۔

قاضی...... (نہ سنتے ہوئے بڑے جوش کے ساتھ) ہر ریٹائرڈ افسر کو کاشتکاری کرنی چاہئے۔ خود ہل چلانا چاہئے' خود بیج بونا چاہئے' گوڈی کرے۔ چھٹا دے کر بیج بوئے۔ پھر نہ نفخ ہو گا نہ ہارٹ ٹربل نہ ٹینشن ۔

تنو...... یہ بات ابھی کتابی ہے پاپا جان۔ آپ بغیر تجربے کے کہہ رہے ہیں۔

قاضی...... کیا مطلب؟

تنو...... ابھی آپ نے نہ ہل چلایا ہے' نہ نلائی کی ہے۔ ابھی آپ خوشی اور سکون کا نسخہ کیسے تجویز کر سکتے ہیں،

بغیر آزمائے ہوئے۔

قاضی...... تو کریں گے ناں خود کاشت۔ کریں گے۔ مٹی میں مل کر مٹی ہوں گے ناں۔

تنو...... آئی ایم سوری پاپا جان اتنے سارے پراجیکٹ بنا کر آپ ان کی دیکھ بھال نہیں کر سکیں گے۔

قاضی...... تھل کے مربعے ٹھیکے پر دیئے گئے۔ گدو بیراج والی زمین مزارع بٹائی پر گئی۔ مشکل کیا ہے۔ بسنت پورے میں خود کاشت کریں گے۔

تنو...... پاپا جان ساری عمر آپ نے ایک اونچی کرسی پر بیٹھ کر حکومت کی ہے۔ یہ نیا کام ہے۔ ہواؤں کے تابع ہے۔ زمین کے تابع ہے۔ اس ننھے بیج کا مرہون منت ہے جو انسانی حکم نہیں مانتا۔

قاضی...... ہم سب کو راس کر لیں گے۔

تنو...... میں آپ سے ایک ریکوئسٹ کرونگی پاپا جان۔

قاضی...... (قدرے غصے سے) فرماؤ۔

تنو...... پاپا جان سونے سے پہلے چند لمحوں کے لئے اپنے motive کا تجزیہ ضرور کر لیا کریں۔

قاضی...... کیا مطلب۔

تنو...... یہ ضرور سوچا کریں کہ یہ کام' یہ بات' دراصل میں نے کس لئے کی تھی۔ دراصل اندر میری نیت کیا تھی۔ ایسے تجزیے سے اپنے پر کئی بھید کھلتے ہیں۔

قاضی...... اور مجھے بھید کھولنے کی کیا ضرورت ہے۔

تنو...... خوشیوں کو بڑھانے کے لئے یہ نیا ترین طریقہ بھی ہے اور پرانا ترین بھی۔

قاضی...... (غصے کے ساتھ) تنویر۔

تنو...... جی پاپا جان۔

قاضی...... مجھے لگتا ہے تم میری نیت پر شبہ کر رہی ہو۔

تنو...... نہیں۔ نہیں پاپا جان۔

قاضی...... میں نے عام والدین کے طرح تمہیں اپنی کاربن کاپی بنانے کی کوشش نہیں کی۔

تنو...... جی پاپا جان۔

قاضی...... جو باپ رعب کا ٹھینگا رکھتے ہیں' ان کی اولاد دیکھی ہے کبھی۔

تنو...... (نفی میں سر ہلاتے ہوئے) جی پاپا جان۔

قاضی...... مری ہوئی شخصیت' سر پر کھوپڑی کے بجائے ناریل۔ تم اپنے آپ کو دیکھو۔ اپنی خود اعتمادی دیکھو۔ بڑے سے بڑے جید عالم سے پورے کونفیڈنس کے ساتھ بات کر سکتی ہو۔

تنو......جی پاپا جان۔

قاضی......یہ خوداعتمادی کہاں سے آئی۔ اس وقت اگر تمہارے ہاتھ میں ہوائی ٹکٹ پکڑا دیں تو تم دنیا کے کسی کونے میں اکیلی جاسکتی ہو۔

تنو......جی پاپا جان۔

قاضی......اور تم مجھے مشورے دیتی ہو؟ مجھے سمجھاتی ہو۔ میری نیت پر شبہ کرتی ہو۔ میری بے تکلفی کا فائدہ اٹھاتی ہو۔ ہم خریدیں گے۔ خریدیں گے زمین آخری سانس تک۔ ہمیں کون منع کر سکتا ہے۔

تنو......کوئی نہیں پاپا جان۔

(قاضی خفگی سے دیکھتا ہے یک دم گھڑی کا الارم بجتا ہے)

کٹ

سین ۲۶ آؤٹ ڈور صبح کا وقت

(الارم کی گھڑی میں ڈھول کی آواز مکس کیجئے۔ اب فاصلے سے ایک جتھہ آتا ہوا نظر آتا ہے۔ بھرائی ڈھول بجا رہا ہے۔ ساتھ دو نوجوان ناچ رہے ہیں۔ قاضی، پٹواری اور عنایت اس گروہ کے معتبر آدمی ہیں اور آگے ہیں۔ اس گروہ سے چار پانچ قدم آگے منظور دو سانگھی ہاتھ میں لئے چلا آرہا ہے۔ ایک ٹیلے کے قریب پہنچ کر وہ ڈھول والوں کو اشارہ کرتا ہے۔ یک دم ناچ اور ڈھول بند ہوتا ہے۔ منظور دوزانو ہوتا ہے۔ پھر کان زمین پر ٹکاتا ہے۔ اب چند ثانیے خاموشی رہتی ہے۔ پھر پانی کے گرنے کی آواز آتی ہے۔ آہستہ آہستہ یہ آواز اونچی ہونے لگتی ہے۔ منظور کے چہرے پر خوشی کی لہر آتی ہے۔ وہ مکا اوپر اٹھا کر زمین پر ایسے مارتا ہے جیسے کہہ رہا ہو یہاں پانی ہے)

کٹ

سین ۲۷ ان ڈور شام کا وقت

(تنو بیٹھی خط لکھ رہی ہے۔ پاس صوفے پر پٹواری بیٹھا ہے)

پٹواری......عنایت تو صبح و شام آپ کی باتیں کرتا ہے دھی رانی۔

تنو......آپ اس کو ساتھ نہیں لائے؟

پٹواری......وہ پتر تم نے کوئی چائے کا سیٹ دکھایا تھا کل عنایت کو۔

تنو......چائے کا سیٹ؟

پٹواری......جس پر نیلے نیلے پھول ہیں! اصلی ولائتی چینی کا۔

تنو......اچھا وہ والا۔ اس میں چائے پلائی تھی عنایت کو۔

پٹواری......رات کو روتا چپ ہی نہ کرے۔ نہ سوئے، نہ کھانا کھائے نالائق۔

تنو......پر کیوں؟

پٹواری......رٹا ڈال دیا پیالی لاؤ پھر دودھ پیوں گا۔

تنو......تو آپ پیالی منگوالیتے۔

پٹواری......اس کا کیا ہے پسر تا پسر تا سارا ٹی سیٹ ہی قابو کر لیتا۔

تنو......ایسی کون سی سوغات ہے۔ آپ نے خواہ مخواہ رلایا عنایت کو۔

پٹواری......دیکھو دھی رانی ہر چیز کا لاڈ ہوتا ہے۔ کھانے کا، پینے کا، سونے کا، پر بگاڑنے کا لاڈ نہیں ہوتا۔ مجھے تو ایسی شرم آئی آج اسے ساتھ نہیں لایا۔ روتا چھوڑ آیا ہوں منڈیر پر بیٹھا۔

تنو......اب آپ کی یہی سزا ہے ٹی سیٹ لے کر جایئے اور اسے منا کر لایئے میں ابھی لائی۔ (تنو جاتی ہے۔ پٹواری کے چہرے پر مسکراہٹ ہے۔ عنایت آتا ہے وہ چھوٹی سی ڈگڈگی بجا رہا ہے)

عنایت......اباجی کمبل بگے کھو کھرنے ناں دتا میکو۔

پٹواری......کمال ہے نہ سلام نہ دعا پڑتے ہی کمبل کی بات شروع کر دی۔

عنایت......سلام ابا۔

پٹواری......(آہستہ) ہم نے تمہارے واسطے ٹی سیٹ پیک کروایا ہے۔

عنایت......ٹی سیٹ۔ کیہڑا ٹی سیٹ ابا۔

پٹواری......اوہی کھلیا جدھے واتے تیں روندا چپ نہ کرداسیں راتیں۔

عنایت......(یک دم معزز بن کر) میں کوئی ندیدہ ہوں ابا۔ میں تو گڑ کے واسطے رویا تھا۔

پٹواری...... جے گل دا پتہ نہ ہویا کرے تے ایس مگرمچھ دے بوتھے نی بند رکھیا کر کم عقلا۔

عنایت......ہن میں کی کیتا ای ابا۔

پٹواری......دیکھ جے میں سینے تے ہتھ رکھاں تے منہ بند۔ انج۔ تے جے میں نک نوں ہتھ چلاداں۔ انج تے

حامی بھرتی آمیری۔

عنایت......ہلاابا۔ پراوس بجّے کھوکھر کمبل نہ دتا میکو۔ کوندا ہائی جسمیاں آئے ہن۔ لوڑاے۔

پٹواری......چنگا چنگا۔ ایتکی جدوں آبیانے داحساب کرسی چودھری تے آکھاں وچ گھسن دے کے روسی

شدا......بگا کھوکھر...... کمبلاں نال پریت لان داپتہ چل سی کم ذات نی۔

(اس وقت تنویر ہاتھ میں کھجور کی ٹوکری میں ٹی سیٹ لاتی ہے)

پٹواری......وہ قاضی صاحب تو آئے نہیں۔ بجّے کھوکھر کا رقبہ دکھانا تھا ان کو۔

تنو......(خوفزدہ ہو کر) ایک اور رقبہ۔ مجھے تو لگتا ہے کہ آخر میں سارا بسنت پورہ ہی پاپا جان خریں لیں گے۔

پٹواری......ہاں جی خرید سکتے ہیں۔ خرید سکتے ہیں۔ مالک ہیں جی۔ اچھا دھی رانی سلام علیکم میں پھر آوں گا۔

تنو......یہ ٹی سیٹ تو لیتے جائیں۔

پٹواری......خواہ مخواہ کھیچل کی۔ عنایت تو بھول بھی گیا ہے۔

تنو......کھیر تیار ہے چاچاجی۔ آپ کھیر کھائیں۔ ابھی پاپاجان آجائیں گے۔

(عنایت بیٹھ جاتا ہے۔ پٹواری سینے پر ہاتھ رکھتا ہے)

عنایت......نہیں جی ہمیں بھوک نہیں ہے۔

(پٹواری آگے آگے چلتا ہے۔ عنایت ٹی سیٹ لے کر پیچھے پیچھے آتا ہے۔ تنو پھر بیٹھ کر خط پڑھنے لگتی ہے۔ جب پٹواری دروازہ پر پہنچتا ہے)

عنایت......(سرگوشی میں) اباجی شکریہ ادا کر آوں ٹی سیٹ کا۔

پٹواری......گولی مار۔ کیہڑا محبت مارے پیچے دیندے نیں۔ آستاں اوہناں داکھی کڈھنا آئی تے اونہاں ساڈا تیل پیڑنا آ۔

تنو......(فاصلے سے) مجھ سے کچھ کہا چاچاجی۔

پٹواری......مہربانی تیری دھی رانی شکریہ

کٹ

سین ۲۸ ان ڈور شام کا وقت

(منظور نے ہاتھ میں لکا کبوتر پکڑ رکھا ہے اور اسے پیار کر رہا ہے۔ منظور کی ماں قریب ہی فرش پر بیٹھی چوزوں کو

روٹی کے ٹکڑے بھورے بنا کر ڈال رہی ہے)

ماں۔۔منظورا

منظور......ہاں ماں۔

ماں......تو اس کے لئے کوئی لکی کبوتری لے آنا۔ سارا دن اکیلا پھرتا ہے۔

منظور......(مسکرا کر) اسے لکی کے پاس پہنچادوں گاماں۔ تو بے فکر رہ۔ اس کے گرد چکر پھیریاں لیتا پھرے گا۔

ماں......تجھے کیا ہوا ہے منظور۔

منظور......مجھے کچھ نہیں ماں۔

ماں......چودھری شمشیر علی نے بلایا' تو نہیں گیا۔ بجّے کھوکھر والوں کی طرف سے بندا آیا' تو نے جانے کی تکلیف نہیں کی۔

منظور......ماں۔ میرے اندر پہلی دفعہ خوشی کا چشمہ پھوٹ نکلا ہے۔ میں سارا دن اس کی آواز سنتا ہوں۔ مجھے اب پتہ نہیں چلتا کہ زمین کے اندر کھاری پانی کہاں ہے اور میٹھے پانی کا چشمہ کہاں ہے۔ بارش لینڈے سے آئے گی کہ چڑھدے سے۔ ماں میں اب فضاؤں سے دھرتی سے کوئی پیغام وصول نہیں کر سکتا۔ بس میرے اندر ایک فوارہ جاری ہے جو ہر لمحے مجھے بھگوتا رہتا ہے۔

ماں......جب تو پانچ برس کا تھا منظور تو پہلی بار تو نے چاچا نبی بخش کی حویلی دیکھ کر شور مچایا تھا آگ آگ۔ پھر تو حویلی چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ دوسرے دن چاچا نبی بخش کی ساری حویلی جل کر راکھ ہو گئی تھی۔

منظور......(آہستہ) اب تو ایک بھونرا سا گونجتا ہے دل میں کچھ سننے نہیں دیتا۔ دیکھنے نہیں دیتا۔

ماں......اب مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے منظور۔

منظور......تجھ سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوئی ماں۔ تو خواہ مخواہ ایسے نہ سوچا کر۔ بس تو بات نہیں سمجھتی......وہ کہتی ہے جب ہم سب ایک دوسرے کی بات سمجھنے لگیں گے تو پھر کوئی غم نہیں ہو گا۔ خوشی خوشی ہو گی ہر طرف۔ سارا غم اس لئے ہے کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں سمجھتے۔

ماں......تو نہیں جانتا۔ کبھی کبھی جب باتیں سمجھ آ جائیں تو اور بھی دکھ دیتی ہیں۔

منظور......ناں ماں ناں۔ وہ کہتی ہے جب دلوں میں گرہیں نہیں پڑیں گی تو لوگ آپس میں ایسے رہنے لگیں گے جیسے بچے۔ مار پیٹ کر اکٹھے۔ اس کا علم ہی ایسا ہے ماں۔ انسانی فطرت کی سمجھ بوجھ عطا کرتا ہے۔

ماں......علم سے کچھ نہیں بنتا بیٹے۔ خالی سمجھ بوجھ سے کام نہیں چلتے۔

منظور......یہی تو مشکل ہے تو بات نہیں سمجھتی۔

ماں......بس تو ایک لکی لا دے اس کے لئے۔ سارا دن منڈیر پر اکیلا بیٹھا رہتا ہے۔
(منظور ہوا میں کبوتر چھوڑتا ہے۔ کیمرہ کبوتر کو فوکس کرتا ہے)

کٹ

سین ۲۹ ان ڈور دن

(تنویر باہر لان میں بیٹھی ہے۔ سامنے والی کرسی پر ایک چالیس پینتالیس برس کی عورت اکڑوں بیٹھی ہے۔ نیچے گھاس پر پندرہ سولہ برس کا ایک لڑکا گھٹنوں کے گرد بازو حمائل کر کے شرمندہ سا بیٹھا ہے)
عورت......باجی جی میں نے اس کو تین دفعہ پڑھنے پایا ہے۔ پر یہ ہر دفعہ بھاگ جاتا ہے۔
تنو......کیوں بھئی تم پڑھتے کیوں نہیں۔
(لڑکا چپ رہتا ہے)
عورت......پیو اس کا چار سال ہوئے فوت ہو گیا۔ ابھی تو بھرا پوچھتے ہیں۔ پھر آگے چل کر کون والی وارث ہو گا اس کا۔
تنو......بات یہ ہے کہ اس میں ایک بینڈ ویگن قسم کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔
عورت......کیا جی۔
(اب تنو سمجھانے کے انداز میں بولتی جاتی ہے۔ عورت کی آنکھیں پہلے حیران ہوتی ہیں۔ پھر اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ جاتا ہے۔ تنو کی آواز نہیں آتی لیکن لکچر دینے کے انداز میں وہ بولتی جاتی ہے۔ کیمرہ آہستہ آہستہ لڑکے کے کلوز پر آتا ہے)

کٹ

سین ۳۰ آؤٹ ڈور دن

(پٹواری ہزار بخش اور قاضی جہانداد دونوں جیپ پر کھیتوں کے ساتھ ساتھ جا رہے ہیں۔ ایک قطعے میں میجر صاحب ٹریکٹر پر سوار کھیت میں تلائی کر رہا ہے۔ پٹواری اور قاضی کی گفتگو سوپر امپوز کیجئے)

پٹواری......کام سب پٹوار خانے میں ہوتا ہے سرکار۔ لیکن ہمارا حکم جریب مٹک مٹک کر چلتا ہے۔ حکم ہمارا چلتا ہے' سلام سب مال افسر کو کرتے ہیں۔ بغیر عزت کے خوشی کیسی قاضی صاحب۔
قاضی......وہ کھوکھر کون ہے؟
پٹواری......ملایا نہیں تھا آپ کو یونین کونسل کے دفتر میں۔
قاضی......پھر اس کا کیا دخل ؟
پٹواری......جناب عالی صغراں بی بی رنڈی ہے۔ بارہ ایکڑ زمین ہے حاجی تالڑکی زمین سے پرے......وہ توریئے کی فصل ہوتی ہے۔ وہ گوارہ ہوتا ہے' وہ جنتر لگتی ہے۔
قاضی......تعریف کم کرو اور طریقہ بتاؤ حاصل کیسے ہو۔
پٹواری......یہ بگا کھوکھر دیور ہے صغراں بی بی کا۔ کمینہ بڑا ہے پر ہم نے بھی دریا برد زمینیں بیچ دیں نو بر نو قیمتوں پر۔
قاضی......تمہاری کیا بات ہے پٹواری ہزار بخش !
پٹواری......قاضی جی وہ وہ خسرے بنائے ہیں' وہ وہ کتھونیاں بھری ہیں' ان انگلیوں نے وہ وہ پیمائش کی ہے ایسی زمینوں کی جو سرے سے موجود ہی نہ تھی۔ بڑے بڑے اڑنگے دیئے ہیں کالونی افسروں کو مال افسروں کی آنکھوں میں رہ کر ان کو پتہ نہیں لگنے دیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ (اب جیپ وہاں سے گذرتی ہے جہاں میجر ٹریکٹر سے کاشت کر رہا ہے۔ ڈائیلاگ سوپر امپوز)
قاضی......یہ میجر صاحب خدا جانے اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔؟
پٹواری......پرسوں مجھے کہنے لگے پٹواری صاحب مجھے آپ کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ مال افسر میرے پرسنل دوست ہیں۔ میں نے دل میں کہا ایسے کئی مال افسر آئے گئے تو ڈر مل جو قلم ہم پٹواری لوگوں کو پکڑا گیا ہے' اس کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے۔
قاضی......صغراں مان جائے گی۔
پٹواری......بس اب آپ یہ کام مجھ پر چھوڑیں۔ جیپ لے چلیں اس کے گھر کے سامنے اور کام ہوتا دیکھیں بس۔

کٹ

سین ۳۱ ان ڈور دن

(تنو کے پلنگ پر جنتے اور تنو بیٹھی ہیں۔ جنتے کے دونوں ہاتھوں میں دوپٹہ ہے اور تنو اس میں چنٹ ڈال رہی ہے)

تنو...... مجھے بھی اس کا نام نہیں بتائے گی جنتے۔

جنتے...... ناں باجی جی ناں جی۔ اس کا نام تو میں اتنی اونچی بھی نہیں لے سکتی کہ میرے کان سن لیں۔

تنو...... لیکن......

جنتے...... اب کیا ہو سکتا ہے باجی جی۔ منگی گئی میں تو۔ چار میرے گھبرو بھائی ہیں۔ جو کبھی ان کو پتہ چل گیا تو انھی مچا دیں گے۔ ویسے بھی ان چاروں کا مزاج ٹو کے جیسا ہے۔

تنو...... لیکن جب تو...... کسی اور سے پیار کرتی ہے تو پھر تو شادی کہیں اور کیسے کر سکتی ہے جنتے۔

جنتے...... آخر میں اپنی ماں بغیر بھی تو رہوں گی باجی جی۔ اپنے بھراواں بغیر بھی تو جندہ رہوں گی۔ اس کو دیکھے بغیر بھی عمر لنگھالوں گی جی۔

تنو...... لیکن وہ ہے کون؟

جنتے...... آپ مجھے وڈھ دیں باجی میں اس کا نام نہیں لے سکتی۔

تنو...... دیکھ جنتے اپنے حق کے لئے لڑنا پڑتا ہے۔ زبان کھولنا ہوتی ہے احتجاج کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر تم اسی طرح بے زبان، بے اثر رہنا چاہتی ہو تو تمہیں اس سے محبت نہیں ہے۔

جنتے...... ہے جی ہے۔ آپ کو کیا پتہ اس نے تو مجھے گامے کے چنگل سے چھڑایا تھا۔

تنو...... محبت تو حوصلہ پیدا کرتی ہے ہمت عطا کرتی ہے۔

جنتے...... مجھے کچھ نہیں چاہئے تنو باجی میں تو یہ بھی نہیں چاہتی میرا اس سے بیاہ ہو جائے۔ میری تو اتنی خواہش ہے پہلے اس کا گھر آباد ہو جائے۔ پھر چاہے مجھے ڈولی میں ڈال دیں چاہے قبر میں۔

(اب تنو اسے علم دینے کے انداز میں بولتی رہتی ہے۔ جنتے حیران صورت اسے دیکھتی ہے۔ کبھی کبھی انکار میں سر ہلاتی ہے۔ آخر میں کیمرہ جنتے کے چہرے پر آتا ہے۔ آنسو گالوں پر بہہ رہے ہیں۔)

کٹ

سین ۳۲ آؤٹ ڈور دن

(منظور گدھے پر سوار ایک ہاتھ میں کبوتر پکڑے آ رہا ہے۔ کیمرہ اسے کلوز میں لیتا ہے۔ اس کے چہرے پر محبت ہی محبت پھیلی ہے)

کٹ

سین ۳۳ ان ڈور کچھ دیر بعد

(تنویر بیٹھی خط پڑھ رہی ہے۔ تھوڑی سی چق اٹھا کر منظور اندر سر نکالتا ہے۔)

منظور...... میں آ سکتا ہوں جی۔

تنویر...... آیئے آیئے بلکہ آ ہی جایئے۔

منظور...... میں بے وقت تو نہیں آ گیا۔

تنویر...... (خوشی کے ساتھ) آیئے ناں آپ رک کیوں گئے۔

منظور...... (ہاتھ میں کبوتر ہے) پتہ نہیں کیا بات ہے۔ کبھی کبھی مجھے چہروں سے خوف آنے لگتا ہے جیسے چہرہ ایک دروازہ ہو...... کبھی اس کے کواڑ کھلے ہوتے ہیں، کبھی تالا پڑا ہوتا ہے نمبروں والا۔ نمبروں والے تالے سے میں ویسے ہی بہت گھبراتا ہوں۔

تنویر...... کیسی باتیں کرتے ہیں آپ۔

منظور...... کبھی کبھی ماں جب ابا کو یاد کرنے لگتی ہے تو اس کے چہرے پر بھی تالا پڑ جاتا ہے۔ پھر میں ماں تک نہیں پہنچ سکتا۔

تنویر...... آپ بہت حساس ہیں۔

منظور...... یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔

تنویر...... ہمارا علم کہتا ہے۔

منظور...... میں یہ کبوتر لایا تھا آپ کے لئے۔

تنویر...... شکریہ (کبوتر پکڑتی ہے) ویسے مجھے جانوروں کا کچھ اتنا شوق نہیں ہے۔

منظور...... جب یہ آپ کے پاس رہے گا تو آہستہ آہستہ آپ کو ساری دنیا کے کبوتر اچھے لگنے لگیں گے۔ میرے پاس بہت کبوتر ہوتے تھے۔ ایک رات لکی کبوتری کو بلی لے گئی۔ صبح میں نے سارے کبوتر اڑا دیئے۔ لیکن یہ میرے ساتھ رہا۔ میں اسے دانہ بھی نہیں ڈالتا تھا لیکن یہ جاتا نہیں۔

تنویر...... تو آپ اسے کیوں دے رہے ہیں۔

منظور...... ہر شام یہ منڈیر پر آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ آپ اسے رکھ کر دیکھ لیں پلیز یہاں یہ بہت خوش رہے گا۔

تنویر...... دیکھئے میں رکھ تو لوں گی لیکن شام کو واپس آپ کی منڈیر پر یہ چلا جائے گا۔

منظور۔۔۔۔۔۔جو کچھ میں اس کے کان میں کہہ دیتا ہوں، یہ وہی کرتا ہے۔

تنویر۔۔۔۔۔۔ کیا نام ہے اس کا؟

منظور۔۔۔۔۔۔ (کبوتر کو منہ سے لگا کر) چٹے اب تجھے یہیں رہنا ہے۔ تنوبی بی کے پاس۔ یہ بنی نوع انسان کو سکھ دینے کا علم جانتی ہیں۔ انہیں سائیکلوجی آتی ہے۔ ایسے نہیں دیکھتے۔ یہ انسانی فطرت کو سمجھنے کا علم ہے۔ تجھے بھی سمجھ لیں گی۔ ماں کی طرح بیوقوف نہیں بننا کہ کچھ باتیں سمجھ میں آ بھی جائیں تو الٹا دکھ دیتی ہیں۔ یہیں رہنا ہے یہیں۔

(جس وقت منظور کبوتر سے باتیں کرنے لگتا ہے، کیمرہ آہستہ آہستہ اس کی جانب ٹریک کرتا ہے۔ کبوتر کے ساتھ منہ جوڑ کر آہستہ آہستہ باتیں کرتے منظور کا ڈ کلوزاپ سکرین پر رہ جاتا ہے۔ اس کی پشت پر کبوتر کی غڑغوں سوپر امپوز کیجئے۔)

کٹ

سین ۳۴ ان ڈور رات

(منظور کی ماں بیٹھی ہے۔ دیئے کی بتی بٹ رہی ہے۔ جنتے دو تین دیئے جلا کر آنگن کے مختلف طاقوں میں رکھتی ہے۔)

ماں ۔۔۔۔۔۔پھر۔

جنتے ۔۔۔۔۔۔بس آئے بیٹھے ہیں چاچی تاریخ مانگتے ہیں میری ماں سے۔

ماں ۔۔۔۔۔بار بار ان کو چکر لگوانا ٹھیک نہیں جنتے۔۔۔۔۔۔ تیرے بھائی نہیں مانتے

جنتے ۔۔۔۔۔۔وہ تو مانتے ہیں چاچی۔

ماں ۔۔۔۔۔۔ تیری ماں کی شروع سے ایسی ہی عقل تھی۔۔۔۔۔۔ کوئی فیصلہ کبھی اس نے وقت پر نہیں کیا۔

جنتے ۔۔۔۔۔۔وہ بھی مانتی ہے چاچی۔

ماں ۔۔۔۔۔۔پھر خواہ مخواہ۔۔۔۔۔۔اب تیرا ڈولا ٹور دیں۔۔۔۔۔۔ دیکھتے کیا ہیں؟

جنتے ۔۔۔۔۔۔ (ایک دیا اٹھا کر چلتی ہے) سب مانتے ہیں۔۔۔۔۔۔ (آہستہ آہستہ) جانا حق ہے چاچی۔ میں کب انکار کرتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میری تو اتنی بنتی ہے پہلے وہ اپنا گھر بسائے۔۔۔۔۔۔ پھر چاہے مجھے ڈولی میں بٹھا دیں چاہے قبر میں اتار دیں۔۔۔۔۔۔ میں کوئی انکار تھوڑی کرتی ہوں۔۔۔۔۔۔ مہلت مانگتی ہوں صرف۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھوڑی سی۔۔۔۔۔۔ (آنسو

اس کی گالوں پر آتے ہیں) لوگ مہلت بھی نہیں دیتے۔

کٹ

سین ۳۵ آؤٹ ڈور دن

(منظور گدھے پر سوار کسی ریسٹ ہاؤس جیسی عمارت کے پاس سے گزرتا ہے۔ جنتے ایک درخت کے پیچھے سے اسے دیکھتی ہے۔)

کٹ

سین ۳۶ ان ڈور وہی وقت

(منظور صوفے پر بیٹھا ہے تنویر کھڑی ہے۔ منظر بہت ٹینس ہے۔)

تنو۔۔۔۔۔۔ آپ مجھے اپنا ماضی دکھانا نہیں چاہتے اور مجھ پر کلی اعتماد کیے بغیر آپ ٹھیک نہیں ہوں گے۔ راتوں کو نیند نہیں آئے گی۔ ٹھنڈے پسینے ختم نہیں ہوں گے۔

منظور۔۔۔۔۔۔میں تو آپ سے۔۔۔۔۔۔ آپ پر خدا سے بھی زیادہ اعتماد کرتا ہوں۔

تنو۔۔۔۔۔۔ (لمحہ بھر کے لئے گھبرا کر) اچھا بتائیے اپنے والد کے ساتھ آپ کے تعلقات کیسے تھے۔

منظور۔۔۔۔۔۔ (خاموش)

تنو۔۔۔۔۔۔میں آپ کو بتا چکی ہوں منظور صاحب کہ میرا علم ناقص ہے۔ اس کام کے لئے خاص سپیشلسٹ ہوتے ہیں۔ لیکن میں آپ کی مدد کرنا چاہتی ہوں۔

منظور۔۔۔۔۔۔میں اپنے باپ کے متعلق بات نہیں کرنا چاہتا۔

تنو۔۔۔۔۔۔اچھا۔

منظور۔۔۔۔۔۔وہ کسی اور عورت کے لئے ہمیں چھوڑ گیا۔

تنو۔۔۔۔۔۔دیکھئے میں اب آپ کے ساتھ سائیکو ڈرامہ کھیلوں گی۔ میں آپ کا باپ ہوں۔۔۔۔۔۔ آپ منظور ہیں۔۔۔۔۔۔ لیکن دس سال پیچھے کے منظور۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ کو اپنے ذہن پر زور دینا ہو گا کہ تب آپ کے احساسات کیا

تھے۔ ہم دونوں کے درمیان...... یعنی باپ اور بیٹے کے درمیان یہ ٹینشن موجود ہے کہ آپ اپنی ماں کے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں اور میں اس عورت کا تحفظ چاہتا ہوں جو مجھے عزیز ہے۔ ہمارے ارادے ٹکرا رہے ہیں۔

منظور...... (گھبرا کر) میں سب کچھ بھول جانا چاہتا ہوں۔

تنو...... میں آپ کا نفسیاتی ڈاکٹر ہوں...... میں آپ کی مدد کروں گی ہم ایک خیالی واقعہ بنا کر ڈرامہ شروع کریں گے...... جب میں تالی بجاؤں تو ہم ڈرامہ بند کر دیں گے۔

منظور...... لیکن جی......

تنو...... میں کنویں پر بیٹھا ہوں۔ دوسری عورت ابھی ابھی یہاں سے اٹھ کر گئی ہے آپ آتے ہیں۔

(تنو اپنے دوپٹے کو سر پر پگڑی کے انداز میں اوڑھتی ہے۔ ہاتھ میں تخیلی حقے کی نے پکڑتی ہے۔ اس کا انداز خود غرضانہ اور بے رحم ہے۔ منظور ڈرے انداز میں آتا ہے)

تنو...... کون اے اوئے۔

منظور...... میں ہوں ابا...... روٹی لایا ہوں تیرے لئے۔

تنو... جب ایک بار منع کر دیا تو ہر روز یہ روٹی کا چھابا کیوں لے آتا ہے میرے لئے۔

منظور...... ماں نے بھجوائی ہے روٹی۔

تنو۔ اوئے مجھے نہیں چاہئے...... نہ تیری ماں............ نہ اس کی پکی ہوئی روٹی۔

منظور...... (غصے کے ساتھ) ابا۔

تنو...... کچھ باتیں منظور اپنے اختیار میں نہیں ہوتیں...... جتنا تیری ماں مظلوم بنتی ہے، اتنی مجھے زہر لگتی ہے۔ یہ بات میرے بس کی نہیں۔

منظور...... ماں بیمار رہتی ہے ابا۔

تنو...... میں تجھے بتاؤں منظور...... یہاں سبھی روگی ہیں۔ بنانے والے نے کسی کو صحت مند نہیں بنایا۔

منظور...... تو گھر نہیں آئے گا ابا۔

تنو...... میں کوشش کرتا ہوں کہ جہاں سے سلسلہ ٹوٹا تھا، جوڑ لوں وہیں سے پر میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔

منظور...... (بہت غصے کے ساتھ) ابا! میں ماں نہیں ہوں کہ سب کچھ برداشت کرتا رہوں گا۔ تو بے اختیار ہے تو میں بھی تیرا ہی بیٹا ہوں۔ تو خود غرض ہے ابا۔ تجھ پر دل کی حکمرانی ہے۔ دل ایسا حکمران ہے دوسروں کا لہو پی کر زندہ رہتا ہے۔

تنو...... کیا بک رہا ہے!

منظور...... گاؤں کی طرف نظر کر ابا دیکھ گھروں سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ شام کی روٹی پک رہی ہے گھروں کو لوٹ آئے ہیں۔ ابا ہر گھر میں آگ سلگ رہی ہے لیکن ہر گھر اس آگ میں جل نہیں رہا۔

تنو۔ تو چپ رہے گا کہ نہیں۔

منظور...... ابا میں ماں نہیں ہوں کہ چپ رہوں...... جس راہ پر تو جا رہا ہے، اس پر تجھے سب کچھ ملے گا۔ منظور نہیں ملے گا۔ ابا یاد رکھ بیٹا باپ کا بازو بنے نہ بنے۔ ماں کا بدلہ ضرور لیتا ہے۔

(اس وقت تو ڈرامے کے جوش میں منظور کے منہ پر طمانچہ مارتی ہے۔ پھر جلدی سے تالی بجاتی ہے)

تنو...... آئی ایم سوری منظور صاحب...... آئی ایم سوری............ میرا ارادہ ہرگز نہ تھا...... آئی ایم سوری......

منظور...... (آہستہ آہستہ کیمرے کی طرف بڑھتا ہے) ایسے بالکل ایسے ابے نے بھی میرے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔ کبھی کبھی سوتے میں یہ چوٹ جاگ اٹھتی ہے اور میں پسینے میں بھیگ جاتا ہوں۔ اگر میں اس روز ابا کے پاس نہ جاتا تو شائد وہ لوٹ آتا...... شائد ماں اتنا نہ روتی۔ شائد اس کی آنکھیں خراب نہ ہوتی............

(کیمرہ آہستہ آہستہ منظور کی آنکھوں کو کلوز میں لیتا ہے۔ آنکھوں میں گھبراہٹ اور پچھتاوا ہے)

کٹ

سین ۳۷ آؤٹ ڈور دن

(ایک چھوٹے سے سٹیشن پر جہاں ٹرین صرف چند ثانیئے رکتی ہے، لالو اور قاضی جہانداد کھڑے ہیں۔ ٹرین رکتی ہے۔ اس میں سے ایک خوش لباس، پر اعتماد آصف اترتا ہے۔ اپنا خوب صورت بیگ خود اٹھانا چاہتا ہے لیکن لالو بیگ پکڑتا ہے۔ قاضی اور آصف بغل گیر ہوتے ہیں۔ پھر سٹیشن سے باہر نکل کر جیپ میں سوار ہوتے ہیں)

ڈزالو

سین ۳۸ آؤٹ ڈور دن

(قاضی جہانداد جیپ چلا رہا ہے۔ ساتھ ہی آصف بیٹھا ہے پچھلی سیٹ پر لالو ہے۔ جیپ گاؤں کے مختلف علاقوں

میں جارہی ہے۔ اس پر قاضی اور آصف کی گفتگو سوپر امپوز کیجئے)

قاضی..... لیکن لندن کی برانچ میں تو آر چودھری صاحب تھے

آصف..... ان کی ٹرانسفر کینیا ہوگئی ہے خالو جان۔

قاضی... اور تم آر چودھری کی جگہ آکسفورڈ سٹریٹ والی برانچ پر جارہے ہو؟

آصف..... جی خالو جان۔ ایک ہفتے کے بعد مجھے بینک میں رپورٹ کرنا ہے لندن۔

قاضی..... بینک کی نوکری اچھی ہے لیکن اس میں بھگدڑ سی مچی رہتی ہے۔ خواہ مخواہ کی۔

آصف..... خالو جان ہماری ایفی شنسی کا معیار اور ہے۔ جس کو آپ بھگدڑ کہہ رہے ہیں وہ ہمارے پیشے کی پرفیکشن ہے۔

قاضی..... ٹھیک ہے جاؤ۔ جوائن کرو۔ خط لکھتے رہنا۔

آصف..... آپ اور تنویر میرے ساتھ چلیں ناں لندن۔

قاضی..... احمق کے بچے۔ نالائق یہ ساری جدوجہد کس لئے ہے۔ میری پوزیشن کے آدمی ٹیوب ویل لگاتے پھرتے ہیں۔

آصف..... تو مت کریں ناں جدوجہد..... آپ کی ایج بھی نہیں ہے خالو جان۔

(قاضی یکدم بریک لگاتا ہے۔ جیپ دھچکے سے رکتی ہے)

قاضی..... لالو..... سوٹ کیس اتارو۔ یہاں سے بنگلہ دور نہیں ہے۔ آصف میاں تم آسانی سے چل کر جاسکتے ہو۔

آصف..... ٹھیک ہے خالو جان۔

قاضی..... تنو بی بی کو بتادینا کہ میں بگے کھوکھر کے پاس جارہا ہوں..... بی بی صغراں کو بیعانہ دینے..... کچھ صلح صفائی کا بھی امکان ہے۔

آصف..... اچھا جی۔

قاضی..... اور خبردار تم نے آج کے بعد میری ایج کا احساس دلایا مجھے۔

(قاضی غصے سے جیپ روانہ کرتا ہے۔ کیمرہ آصف اور لالو پر مرکوز ہوتا ہے۔ لالو سر پر سوٹ کیس اٹھائے چلتا ہے۔ ساتھ ساتھ آصف ہے)

کٹ

سین ۳۹ ان ڈور دن

(تنویر اور منظور بیٹھے ہیں۔ سامنے لگا کبوتر فرش پر دانہ چگ رہا ہے۔ اس وقت لالو سوٹ کیس اٹھائے آتا ہے)

منظور..... ماں تو سب کچھ لپیٹ لیتی ہے اپنی محبت میں۔ وہ جس چیز کو ہاتھ لگاتی ہے، ایسے تھپکتی ہے جیسے بچے کا سر تھپک رہی ہو۔

تنو..... شائد وہ مجھ سے بھی کچھ پوچھے بغیر، میری رائے لئے بنا مجھے اپنی محبت میں لپیٹ لے۔

لالو..... یہ سوٹ کیس کا تالا دیکھیں منظور بھاجی..... پتہ نہیں کیا سوچتے ہیں شہر والے۔

منظور..... ہاں بھئی کمال کی ایجادیں ہوئی ہیں شہر میں۔

لالو..... بالکل چھوٹی سی چابی ہے..... سارا کام ہی کراماتی ہے۔ ہر قدم پر خوشی ہے۔

منظور..... یہ سوٹ کیس کس کا ہے لالو۔

لالو..... شہروں سواری آئی ہے۔ بی بی دا پروہنا صاحب آیا ہے لہور سے باہر کھڑا باتیں کر رہا ہے عنایت سے۔

(منظور گھبراہٹ سے تنویر کی طرف دیکھتا ہے وہ احساس جرم سے نگاہ جھکاتی ہے)

کٹ

سین ۴۰ آؤٹ ڈور وہی وقت

(لان میں پٹواری اور عنایت کھڑے آصف سے باتیں کر رہے ہیں)

پٹواری..... بڑی مشکل سے صغراں بی بی کو راضی کیا ہے ان زنانیوں کا ایک ہی اصول ہے۔ بیٹا جو کام کرو، ان کی دہلیز توڑ دو۔ ذرا ان کو سوچنے کا موقع نہ دو ورنہ زبان سے پھر جاتی ہیں۔

عنایت..... ذرا اپنی گھڑی دکھائیں بھائی جان۔

آصف..... بچوں کے دیکھنے کی چیز نہیں ہے

پٹواری..... دکھا دو بیٹا۔ یہ پٹواری ہزار بخش کا بیٹا ہے، کوئی ایویں کیویں نہیں ہے۔

(آصف گھڑی اتارتا ہے)

پٹواری ...... میں نے قاضی صاحب کو سمجھایا۔ بھانویں بگے کھوکھر نے حق شفع کر رکھا ہے لیکن صغراں زنانی ہے۔ روز روز چکر لگاؤں گا ڈھیلی پڑ جائے گی۔

آصف .. خالو جان وہیں گئے ہیں بگے کھوکھر کے پاس۔

عنایت ...... یہ تاریخ والا خانہ ہے۔ میں ٹھیک کر لوں۔

آصف ... رک رک ظالم! یہ معمولی گھڑی نہیں ہے۔

عنایت ...... پانی ڈالو تو خراب نہیں ہوتی ناں۔

پٹواری .. .. عورتوں سے بار بار کا اصرار برداشت نہیں ہوتا۔ بیٹی کا رشتہ مانگنا ہو تو روز جاؤ۔ مکان کرائے پر لینا ہو تو ہر روز مکان دیکھنے جاؤ .... ڈھیلی پڑ جاتی ہیں صغراں کی طرح۔

عنایت ...... میں ذرا اپنے گٹ پر باندھ کر دیکھ لوں۔

آصف .. میں بھائی ایک ہفتے میں لندن پہنچ رہا ہوں۔ میں کہاں آپ کو تلاش کرتا پھروں گا۔

پٹواری ...... (جاتے ہوئے) آجا شاباش عنایت قاضی صاحب انتظار کر رہے ہوں گے آجا آجا۔ ہم ابھی آئے آصف میاں قاضی صاحب کی جیپ میں بیٹھ کر واپسی پر آپ گھڑی اتار لینا بچے کا شوق پورا ہو جائے گا تب تک۔

(آصف حیران دیکھتا رہ جاتا ہے)

کٹ

سین ۴۱ ان ڈور شام کا وقت

(قاضی صاحب ڈرائنگ روم میں پھر رہے ہیں اور آصف منجمد سا بیٹھا ہے۔)

آصف ...... خالو جان پلیز آپ معاملے کو میرے نکتہ نظر سے دیکھیں۔

قاضی ...... تمہارا کیا خیال ہے۔ میں اپنے نکتہ نظر سے دیکھ رہا ہوں۔

آصف ...... جی .... بالکل۔ آج کے دن یعنی پورے آٹھ دن بعد مجھے آکسفورڈ سٹریٹ کی برانچ پر منیجر کا چارج لینا ہے۔ اس ہفتے میں .... مجھے یہاں پر چارج بھی دینا ہے۔ رشتہ داروں سے بھی ملنا ہے اور ....

قاضی ...... اور

آصف ...... خالو جان میں اکیلا لندن جانا نہیں چاہتا۔

قاضی ...... تو اپنی امی کو لے جاؤ ...... ان کا بھی چینج ہو جائے گا۔

آصف ...... میں چاہتا تھا .... میرا خیال تھا کہ اگر .... آپ رضامند ہو جائیں تو میں ...... اور تنو لندن چلیں جائیں۔

قاضی ...... ایک ہفتے میں ...... لندن؟

آصف ...... خالو جان کیا حرج ہے؟

قاضی ...... (یک دم) بالکل ٹھیک ہے۔ ساری تیاری تو اس کی ماں کر کے مری ہے۔

آصف ...... ویسے تیاری کی ضرورت بھی کیا ہے خالو جان۔ ایک ریسپشن ہو گا ہوٹل میں اور ....

قاضی ...... تنو سے پوچھ لو۔ اگر وہ رضامند ہے تو ہم پرسوں جا سکتے ہیں۔ کل بگے کھوکھر اور صغراں کا معاملہ طے کرنا ہے۔ صغراں نے بیعانہ پکڑ لیا ہے۔

آصف ...... آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں۔

قاضی ...... بھائی میں نے عام ماں باپ کی طرح دھونس میں تنویر کو نہیں پالا ...... ہم دوست ہیں۔ بات ڈسکس کر سکتے ہیں۔ دوستوں کی طرح۔ تمہاری ماں جیسا حاکمانہ رویہ نہیں ہے ہمارا۔ ایک شام کی تو بات ہے ساری۔

کٹ

سین ۴۲ ان ڈور دن

(جنتے اور تنو پلنگ پر آمنے سامنے بیٹھی ہیں۔)

تنو ...... احتجاج کرنا ہو گا ...... انکار کرنا ہو گا ...... تم کینچوا نہیں ہو جو دو رخ پر چلتا ہے۔ اپنے حقوق کے لئے اٹھنا پڑتا ہے جنتے۔ تمہارے بھائی زبردستی نہیں کر سکتے۔ جو تمہیں سوچنے کی مہلت نہیں دیتے' کسی فیصلے پر پہنچنے کا موقع نہیں دیتے' وہ آگے چل کر کیا نہ کریں گے۔

(بڑے جوش میں تنویر بولتی جاتی ہے۔ جنتے کا منہ کھلا ہے اور وہ ایک نئے قالب میں ڈھل رہی ہے۔)

کٹ

سین ۴۳ ان ڈور شام کا وقت

(لان پر آصف اور تنویر بیٹھے ہیں۔ تنویر کچھ پریشان سی ہے)

تنویر...... نہیں آصف میں انکار نہیں کر رہی۔ میں تمہاری منگیتر ہوں۔ میں شادی سے انکار نہیں کر رہی۔ لیکن یہ بہت سڈن ہے۔

آصف...... تمہیں...... مجھ سے محبت نہیں رہی۔

تنو...... شائد مجھ جیسی لڑکیوں کو کبھی محبت ہوتی ہی نہیں۔ ہم اتنی سلف سنٹرڈ ہوتی ہیں کہ اپنے سوا کسی کو دیکھ ہی نہیں سکتیں۔

آصف...... میں کل سے دیکھ رہا ہوں تنو کہ تم عجیب سی باتیں کرنے لگی ہو...... کچھ ڈفرنٹ سی۔

تنو...... یہاں وقت ہے اپنی نیت ٹٹولنے کا...... رات کو سونے سے پہلے سوچنے کا...... بہت ساری چھان پھٹک کرنے کا۔

آصف...... تو میں سمجھوں تم میرے ساتھ لندن جانا نہیں چاہتی۔

تنو...... نہیں نہیں...... ایسے نہیں ہے آصف۔ ایسے بالکل نہیں ہے (کچھ سوچ کر) مجھے لگتا ہے جیسے یہاں کچھ لوگ مجھ پر ڈیپنڈ نڈ ہو گئے ہیں۔ مجھے آہستہ آہستہ انہیں ایک بار ان ڈیپنڈ نڈ کرنا ہو گا...... یہ میرا اتنی جلدی جانا...... کہیں نقصان نہ ہو جائے کسی کا......

آصف...... تمہیں کیا ہو گیا ہے تنو۔ خالو جان مان گئے ہیں۔ میرے پاس صرف ایک ہفتہ ہے۔

تنو...... تھوڑی سی مہلت آصف...... تھوڑا سا وقت...... کچھ لوگ یہاں مجھ سے بڑے اٹیچ ہو گئے ہیں۔

آصف...... کیا پتا چھٹی ملتے ملتے سال لگ جائے تنو۔ میرا خیال تھا خالو جی نہیں مانیں گے۔ مگر یہاں تو تم مہلت مانگ رہی ہو۔

تنو...... آصف۔

آصف...... فرمائیں۔

تنو...... مجھے ایک فکر ہے کہ میں نے چیک بڑی رقم کے ایشو کر دیئے ہیں۔ اور میرا بنک بیلنس کم ہے۔

آصف...... تنویر۔

تنو...... ہاں۔

آصف...... تم تو کہا کرتی تھیں کہ جب لوگ انسانی فطرت، اس کی کمزوریوں کو سمجھنے لگیں گے تو تمام

دلآزاریاں تمام غلط فہمیاں، دکھ دور ہو جائیں گے

تنو...... شائد مجھے اپنے عقیدے پر اب ایمان نہیں رہا (یک دم بھڑک کر) چند مہینے...... کچھ ہفتے کی مہلت دو آصف...... میں...... کچھ دیہاتی لوگ میرے بہت قریب آ گئے ہیں۔ شائد وہ اس اچانک دوری کو برداشت نہ کر سکیں۔

کٹ

سین ۴۴ آؤٹ ڈور شام کا وقت

(منظور اور منظور کی ماں بنگلے کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ ڈائیلاگ سپر امپوز۔)

ماں...... ابھی بنگلہ اور کتنی دور ہے؟

منظور...... تو سانس لے لے ماں۔

(ماں ایک درخت کے مُڈھ پر بیٹھتی ہے)

ماں...... کاش میں اسے دیکھ سکتی۔

منظور...... جب تیرا آپریشن ہو جائے گا۔ تو پھر تو دیکھ سکے گی۔ بہت خوبصورت ہے۔ دیکھ کر سانس رکنے لگتا ہے۔

ماں...... وہ...... ہم گنوار لوگ ہیں...... وہ مجھے پسند کرے گی۔

منظور...... میں نے کہا تھا کچھ اس کے لئے لے چل۔ شائد تجھے یاد نہیں رہا۔

ماں...... اب میں اتنی بھولن ہار بھی نہیں۔ (پلے میں سے کنگن نکالتی ہے) یہ دیکھ...... یہ کنگن میری ماں کے ہیں...... میں نے دس سال پہنے ہیں۔

منظور...... (حیران ہو کر) یہ تو کہاں سے لے آئی ماں۔

ماں...... پرانی گھڑت کے ہیں ہنسے گی تو نہیں منظور؟

منظور...... ماں وہ کسی پر ہنسنے والی نہیں ہے۔

ماں...... اچھا اچھا۔ چل اب

(دونوں اٹھ کر چلتے ہیں)

کٹ

سین ۴۵ ان ڈور شام کا وقت

(قاضی ایک سوٹ کیس میں واہیات طریقے سے کپڑے ڈال رہا ہے۔ اور شیونگ کا سامان)

قاضی..... چلو جا کر تنو سے کہو تیار ہو جائے۔ یہاں زیادہ وقت ٹرین نہیں ٹھہرتی سٹیشن پر۔

آصف۔...... شائد خالو جی وہ...... ہو سکتا ہے۔

قاضی..... یہاں میں اس کی نگرانی کب تک کرتا رہوں۔ ٹھیک ہے لندن تمہارے ساتھ جائے گی۔ بک بک ختم ہو .... چلو جاؤ۔ میں ولیمہ وغیرہ کے لئے نہیں ٹھہروں گا۔ جاؤ۔

(آصف جاتا ہے۔ دوسری جانب سے پٹواری آتا ہے۔ اس وقت قاضی الارم والی گھڑی نکال کر میز پر رکھتا ہے)

پٹواری ..... لیں جی مبارک ہو۔ بسنت پورہ کے ارد گرد سکیم بن گئی ہے ریٹائرڈ افسروں کے لئے۔

قاضی..... کیا کیا کیا؟

پٹواری ..... کالونی افسر آیا ہوا ہے ریسٹ ہاؤس میں۔ شمشیر علی کے پاس مرغابیوں کے شکار کا پروگرام بنا رہا ہے۔

قاضی ... کون بنا رہا ہے بسنت پورہ سکیم۔

پٹواری .... پانچ پانچ مربعے زمین ملے گی اچھی کارکردگی کے عوض۔ سرکاری افسروں کو۔

قاضی.... (رال ٹپکنے کے انداز میں) کیسی زمین ہے ارد گرد کی۔

پٹواری .... حضور چنا اگاؤ تو جھلتا نہیں۔ گنا اگاؤ تو سات ساڑھے سات فٹ سے کم نہیں ہوتا۔ پاند تک مصری ہی مصری...... گندم کی کھیتی کو کانگیاری نہیں لگتی...... کپاس کے جوئے کو نہ بھونڈی کھائے گی نہ ٹوکا...... چاول کا دانہ جھڑتا نہیں مکئی کا ریشم سوکھتا نہیں سونا ہے سونا بسنت پور کی زمین۔

قاضی..... چلو ریسٹ ہاؤس چلیں۔

پٹواری...... ادھر بندر بانٹ ہو رہی ہے سرکار۔ کل پچاس ہزار ایکڑ زمین ہے اور چار سو درخواستیں ہیں۔

قاضی..... اٹھو چلو تو سہی۔

پٹواری...... ابھی تو مرغابی کے شکار کا پروگرام بن رہا ہے سرکار...... صبح مل لیں آپ۔

کٹ

سین ۴۶ ان ڈور وہی وقت

(تنو کبوتر کو ہاتھ میں لئے بیٹھی ہے اور پیار کر رہی ہے۔)

لالو..... باجی جی۔ باجی جی۔

تنو...... آہستہ بولو۔

لالو...... اپنی منظور کے چاچے کی دھی بھین نہیں تھی؟

تنو...... ہاں...... کیا ہوا جنتے کو ؟

لالو...... حسین آباد کے قریب اس کی لاش ملی ہے جی...... نہر میں۔ لوگ کہہ رہے ہیں اس کے بُرچھے بھائیوں نے بھین کو ٹھکانے لگا دیا...... کل رات مارنے کٹنے کی آواز آ رہی تھی ان کے گھر سے......

تنو...... (خوف زدہ ہو کر اٹھتی ہے) یہ نہیں ہو سکتا...... یہ...... کبھی نہیں ہو سکتا۔ جنتے یوں نہیں مر سکتی......

لالو...... چائے کا پانی دھر دوں جی چولہے پر۔

تنو...... رکھ دو......

(اس وقت آصف آتا ہے)

آصف...... خالو جی اصرار کر رہے ہیں کہ آدھے گھنٹے میں لاہور چلیں۔

تنو...... آدھے گھنٹے میں کیوں...... ابھی اسی لمحے......

آصف...... لیکن تم تو لوگوں کی یہاں مدد کرنا چاہتی تھیں تنو؟

تنو...... شہر سے جب بھی لوگ ان کی مدد کو آتے ہیں...... کم علم ہی آتے ہیں...... جس درجے کی توفیق نہ ہو آصف اس کا اعلان نہیں کرنا چاہئے...... میرا علم پختہ نہیں تھا...... میں الجھا تو سکتی تھی، سلجھانے کا فن نہیں جانتی تھی...... میں نے یہاں ان گنت ایسے مشورے دیئے ہیں جن کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

آصف...... تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟

تنو...... جب کوئی کامل علم والا آتا ہے تو پھر نقصان نہیں ہوتے۔ داتا گنج بخشؒ تکلیف نہیں دیتے مجھے۔ محبت نقصان نہیں کرتی۔ جب تک علم کے ساتھ محبت نہ ہو وہ کامل نہیں ہوتا...... فانی علم دوسروں کو سوال نہیں بنا دیتا ہے۔ .... ہم جیسے نیم حکیموں کی ان کو ضرورت نہیں ہے نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ ہم ان کو گنی پگ نہیں بنا سکتے آصف نہیں بنا سکتے۔ بڑا گناہ ہے یہ۔

(آنسو اس کی آنکھوں سے رواں ہیں۔ وہ اپنے کپڑے سوٹ کیس میں ڈالتی ہے)

کٹ

سین ۴۷ ان ڈور وہی وقت

(قاضی اور پٹواری بیٹھے ہیں۔)

قاضی..... اگر وہ شکار پر چلا گیا ہے تو ہم اس کے پیچھے جاسکتے ہیں آپ جا کر پتا تو لائیں ریسٹ ہاؤس سے۔

(اس وقت لالو سوٹ کیس اٹھا کر آگے گزر جاتا ہے۔ پیچھے آصف اور تنویر آتے ہیں۔)

آصف..... چلئے خالو جان۔ وقت کم ہے۔

قاضی..... تم دونوں چلو..... یہاں مجھے کالونی افسر سے کام پڑ گیا ہے..... چار سو درخواستیں آ بھی چکی ہیں۔

تنو..... پاپا جان..... میں اکیلی جاؤں ؟

قاضی..... بس میں کل تک کالونی افسر سے مل کر آ جاؤں گا۔ فکر نہ کرو..... آصف جاتے ہی تنو کے چچا جان کو فون کر کے حالات سمجھا دینا۔ وہ ہوٹل میں تمام انتظامات کرے گا۔

آصف..... لیکن خالو جان۔

قاضی..... لاہور تک تم دونوں اکیلے جا نہیں سکتے۔ لندن خاک جاؤ گے۔ جاؤ تنو..... میں ریسپشن تک آ جاؤں گا۔ خدا حافظ۔

(دونوں بجھے دل سے خدا حافظ کہہ کر جاتے ہیں۔)

کٹ

سین ۴۸ ان ڈور شام

(منظور اور منظور کی ماں دونوں تنو کے انتظار میں بیٹھے ہیں)

ماں..... شاید مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے منظور

منظور..... ہمیشہ اپنی غلطیوں کا محاسبہ نہ کرتی رہا کر ماں۔ تو سمجھتی ہے اس طرح تیری خوشی لوٹ آئے گی۔ تجھ پر

ترس کھا کر۔

ماں..... بڑی دیر ہو گئی۔ باہر نہیں نکلی تنویر بی بی۔

منظور..... آتی ہے ماں۔ آتی ہے خواہ مخواہ کاہلی نہ پڑ جایا کر۔

(اس وقت لالو آتا ہے)

لالو..... اسلام علیکم بھا منظور بڑی مشکل سواریاں چڑھا کر آیا ہوں۔ بس ایک دو منٹ گاڑی رکی تھی۔ میں نے دھکوں دھکی چڑھا دیا سامان۔ گارڈ کہنے لگا۔ کدھر سامان رکھ رہے ہو بھئی۔ میں نے کہا تیٹوں سیٹی بجاؤ میری سواریاں رہ جائیں گی۔

منظور..... کون سی سواریاں؟ کون گیا ہے؟

لالو..... آصف باؤ جی اور تنویر بی بی۔ کوئی گل بات دنیا کی بھی سمجھ لیتے ہیں منظور بھائی ہر وقت کھارے میٹھے پانی کی مصیبت میں نہیں پڑے رہتے۔

منظور..... سب چلے گئے پھر (آہستہ آہستہ کیمرہ اس کا کلوز لیتا ہے) خوشی انسانی ایجاد نہیں تو بیگم کہ اس کا کوئی فارمولا ایجاد ہو سکے۔ یہ تو خود بخود اچانک ایک دن دل میں یوں گھس آتی ہے جیسے اندھیری کوٹھڑی میں روشنی کی کرن۔ خوشی تلاش کرنے نکلو تو صرف غم ملتے ہیں۔ اور نہ تلاش کرو تو ایک دن پیچھے سے آ کر گلے میں بانہیں ڈال دیتی ہے۔

کٹ

سین ۴۹ ان ڈور شام

(قاضی کرسی پر مردہ حالت میں بیٹھا ہے لالو اونچی آواز میں کہتا اندر آتا ہے۔)

لالو..... بی بی تنو صاحبہ نے تاکید کی ہے قاضی صیب کہ آپ ہر صورت میں بدھ کی شام کو اپڑ جائیں۔ وہ بوہے میں کھڑی ہو کر تین دفعہ یہی بات کہہ گئی ہیں۔

(اب الارم بجتا ہے لالو گھڑی اٹھاتا ہے)

لالو..... قاضی صیب۔ قاضی صیب۔ اسے کیسے بند کرنا ہے۔

(وہ قاضی کو ہلاتا ہے یک دم قاضی کا دھڑ ڈھلک جاتا ہے لالو حیران ہو کر کہتا ہے۔ قاضی جی۔ قاضی جی۔ بھاگ کر باہر جاتا ہے۔ قاضی کی گود میں گھڑی پڑی ہے الارم بجتا چلا جاتا ہے)

ڈزالو

سین ۵۰ ان ڈور کچھ دیر بعد

(منظور کے ہاتھوں میں کبوتر ہے وہ آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے۔)

منظور...... حسین آباد سے ٹڈی دل اٹھا ہے۔ بسنت پورے کوئی درخت، کوئی کھیت باقی نہیں رہے گا۔ پھر سیلاب آئے گاماں۔ سارا بسنت پورہ پانی میں ڈوب جائے گا۔ چل بھاگ چلیں ماں چل ناں۔

(عقب میں ڈھول کی آواز آتی ہے۔ دو تین مرتبہ کبھی قاضی اور الارم بجنے کی آواز اور کبھی منظور اور پس منظر میں ڈھول کی آواز آتی ہے پھر منظور کی تصویر سٹل ہوتی ہے ڈھول کی آواز آتی رہتی ہے ٹیلپ آتے ہیں۔)

اختتام